بسم اللہ الرحمن الرحیم

الدّمعة السَّاكِبة

فی

احوال النبی ﷺ والعترة الطّاہرة

نبیﷺ اور عترت طاہرہ علیہم السلام کے احوال میں بہتے ہوئے آنسو

تألیف محمدباقر بن عبدالکریم بہبھانی

ترجمہ

عربی جلد نمبر7

مترجم

سیّد عطاء حسین کاظمی ابن سیّد منصب علی کاظمی

ناشر

حُبِ علیؑ پبلکیشنز

فہرست

حضرت موسیٰؑ ابن جعفرؑ الکاظم.. 4
پہلی فصل 5
آپؑ کی مادر گرامیؑ کے بارے میں اور آپؑ کا نورانی و مبارک ظہور اور اس کی تاریخ اور آپؑ کے مبارک اسماء و القاب اور کنیت اور آپؑ کی انگوٹھی کے نقش کے بارے میں ہے۔.. 5
دوسری فصل... 11
آپؑ کی امامت کے بارے میں نصوص کا ذکر 11
تیسری فصل... 17
یہ فصل آپؑ کے مناقب و فضائل، اعلیٰ معاملات، اور آپؑ کی بلند مرتبتی اور دلائل اور آپؑ کے معجزات میں سے کچھ بیان میں ہے کہ جو شمار کرنے سے باہر ہیں، پس ان میں سے آپؑ کا کائنات، غیب اور پوشیدہ رازوں کے بارے میں خبر دینا ہے 17
امامؑ کا مردوں کو زندہ کرنے اور مریضوں کو شفا دینے سے اپنے معجزوں کا اظہار............................ 41
امامؑ ہر زبان بول سکتے تھے اور اسے سمجھ بھی سکتے تھے 42
امامؑ پرندوں اور تمام حیوانات کی زبان کے عالم تھے.. 46
درختوں کا امامؑ کی طرف چل کر آنا 48
آپؑ سے مختلف نشانیوں کا ظہور پذیر ہونا 49
اختتامیہ کہ جس کا نفع عمومی ہے 57
چوتھی فصل... 63
یہ فصل آپؑ کے مکارم اخلاق اور محاسن اوصاف کے بیان میں ہے.. 63
پانچویں فصل... 69
یہ فصل آپؑ کے کچھ احوال اور ظالم خلیفوں سے مناظروں اور ان کے اور آپؑ کے درمیان جاری ہونے والے معاملات کے بیان میں ہے 69
چھٹی فصل 94
آپؑ کی شہادت کی تاریخ، آپؑ کی مدفن، قید خانے میں آپؑ سے ظہور ہونے والے معجزات اور آپؑ کی شہادت کی کیفیت کے بیان میں ہے 94
ہارون لعنۃ اللہ علیہ کا آپؑ کو گرفتار کرنے اور زہر دینے کا سبب 97
خاتمہ... 129
اس میں امامؑ کی اولادؑ کی تعداد، ازواجؑ کی تعداد، ان کے ناموں اور ان کے بعض احوال اور آپؑ کے خاندانؑ پر ہونے والے ظلم میں سے کچھ کا تذکرہ ہے 129
گیارہواں باب 134
مولاؑ علیؑ ابن موسیٰؑ الرضاؑ.. 134
پہلی فصل 135
یہ فصل آپؑ کی مادرؑ گرامی کے احوال و اسماء اور آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد کی تاریخ و کیفیت کے بیان اور آپؑ کے مبارکہ اسماء کنیت اور آپؑ کی انگوٹھی کے نقش کے بیان کے متعلق ہے............................ 135
دوسری فصل.. 141
آپؑ کی امامت اور خلافت پر وارد ہونے والی نصوص کے بیان میں ہے 141
تیسری فصل.. 152

یہ فصل آپؑ کے معجزات، آپؑ کی بلند مرتبتی، آپؑ کے امور علویت کے بیان میں ہے اضافہ برایں کہ اسمیں آپؑ کے احوال شامل ہیں کہ جنکا حساب ممکن نہیں ہے کیونکہ آپؑ کو بہت دور دراز لے جایا گیا 152
انمیں سے آپؑ کا غائب کائنات کے بارے مین اسکی تخلیق سے پہلے کی خبریں دینا اور دلوں میں موجود رازوں کا بتلانا ہے 152
اور انمیں سے آپؑ کا بصرہ اور کوفہ میں زمین سمیٹ کر پہنچ جانا ہے اور آپؑ کا رائس الجالوت اور جاثلیق نصاری سے مناظرہ ہے۔ اور آپؑ سے مختلف معجزات کا ظہور ہے جیسا کہ آپؑ کا غیب کے بارے میں خبر دینا اور آپؑ کا تمام زبانوں میں گفتگو فرمانا اور آپؑ کا تورات، انجیل اور زبور اور ان سب کی تفسیر کا تلاوت فرمانا ہے 177
شراب تھوڑی ہو یا زیادہ حرام ہے۔ ہر نشہ آور مشروب تھوڑا ہو یا زیادہ حرام ہے ہر وہ کہ جو نشہ آور ہو اسکی تھوڑی مقدار ہو یا زیادہ حرام ہے۔ 269
امام رضاؑ کا رسالۃ الذھبیۃ 272
سال کی فصلوں کا ذکر 275
چوتھی فصل 284
مخالفین کے ساتھ آپؑ کے مناظرے کے جن کی وجہ سے مامون عباسی آپؑ کے بہت قریب ہوگیا تھا۔ 284
پانچویں فصل 306
آپؑ کی مدح کے بارے میں ہے 306
چھٹی فصل 315
آپؑ کے آباؤ اجدادؑ اور خود آپؑ کی طرف سے اپنی شہادت کی خبر دینا 315
ساتویں فصل 320
ان اسباب کے بیان میں کہ جن کے سبب مامون نے امام علیؑ ابن موسیٰؑ الرضاؑ کو زہر کے ساتھ شہید کیا.......... 320
آٹھویں فصل 323
امام رضاؑ کی شہادت کی کیفیت، غسل و کفن و دفن اور آپؑ کی مدت حیات کے بارے میں ہے...................... 323
المطلب الاول 341
اسمیں آپؑ کی ازواجؑ اور آپ کی اولادؑ بھائیوںؑ اور خاندانؑ کے متعلق روایات ہیں۔ اور آپؑ اور ان حضراتؑ کے درمیان ہونے والے مختلف واقعات درج ہیں.. 341
دوسرا مطلب 353
امام رضاؑ کو نورانی روضے سے ظہور پذیر ہونے والے معجزات کے بارے میں ہے........................ 353
تیسرا مطلب 364
آپؑ کی زیارت کے ثواب کے بارے میں ہے.. 364
آپؑ کی زیارت کا طریقہ 370

یہ باب الامام العلیم ابن الخمسة و ابو الخمسة

(پانچ اماموں علیہم السلام کی اولاد اور پانچ اماموں علیہم السلام کے بابا)

ہمارے آقاؑ و مولاؑ

حضرت موسیٰؑ ابن جعفرؑ الکاظم

کے مبارک احوال پر مشتمل ہے اور اس میں چند فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔

پہلی فصل

آپؑ کی مادر گرامیؑ کے بارے میں اور آپؑ کا نورانی و مبارک ظہور اور اس کی تاریخ اور آپؑ کے مبارک اسماء و القاب اور کنیت اور آپؑ کی انگوٹھی کے نقش کے بارے میں ہے۔

بحار الانوار میں مناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ آپؑکی مادرؑ گرامی قدر "حمیدة المصفاة بنت صاعد البربری"صلوٰت اللہ علیہا وسلامۃ تھیں اور کہا گیا کہ آپؑ اُندلسیہ تھیں۔ ام ولد کنیز تھیں ان کی کنیت "لؤلؤة" تھی اور صدوق قدس سرۃ نے عیون میں جو ذکر کیا ہے اس کے مطابق وہ آپؑ کے بھائیوں اسحقؑ اور محمدؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ کی مادرؑ گرامی بھی تھیں۔

اور علی بن عیسیٰ نے کشف الغمہ میں ابن الخشاب سے روایت کرتے ہوئے جو ذکر کیا ہے اس کے مطابق آپؑ اسحقؑ اور فاطمہؑ کی والدہؑ تھیں۔

اور کلینی نے اصول کافی میں اپنی اسناد کے ساتھ معلی بن خنیس سے روایت کی ہے کہ ابو عبداللہؑ نے فرمایا "حمیدہؑ گندگی سے ایسے پاک تھیں کہ جیسے پگھلا ہوا سونا خالص ہوتا ہے وہ ملائکہ کے پہرے میں رہیں یہاں تک کہ مجھے اللہ سے میرے لیے کرامت لائیں کہ جو دنیا میں میرےؑ بعد حجت بھی ہے۔

اور اسی کتاب میں اس نے اپنی سند کے ساتھ عیسیٰ بن عبدالرحمن سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ عکاشہ بن محصن الاسدی کا بیٹا ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ کے پاس ابو عبداللہؑ کھڑے تھے تو آپؑ کے سامنے انگور پیش کیے گئے تو آپؑ نے فرمایا"بڑا بوڑھا ہو یا چھوٹا بچہ ایک ایک دانہ کھا سکتا ہے اور جو سمجھتا ہو کہ وہ سیر نہ ہو گا وہ تین تین اور چار چار کھا سکتا ہے۔ البتہ تم اسے دو دو دانے کھاؤ کیونکہ یہ مستحب ہے۔" تو اس نے ابو جعفرؑ سے عرض کی "آپؑ ابو عبداللہؑ کی شادی مبارک کر دیں۔ اس نے روایت کی کہ آپؑ کے سامنے ایک مہر شدہ تھیلی تھی تو آپؑ نے فرمایا "عنقریب اہل بربر (مغرب) سے ایک بردہ فروش آئے گا جو میمون کے گھر مہمان ہوگا تو اس تھیلی کے عوض سے آپؑ کیلئے ایک کنیز خریدی جائے گی۔"

اس نے روایت کی ہے کہ اس بات کو کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ ہم ایک دن ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ نے فرمایا "میں تمہیں اس بردہ فروش کے بارے میں بتاؤں کہ جس کا میں نے تم سے ذکر کیا تھا وہ آچکا ہے پس تم جاؤ اور اس تھیلی کے عوض اس سے کنیز خرید کر لے آؤ۔ اس نے روایت کی ہے کہ پس ہم بردہ فروش کے پاس گئے تو اس نے کہا۔ "میرے پاس جو تھا میں نے بیچ دیا ماسوائے ان دو کنیزوں کے کہ جو مریض ہیں۔ تو ہم نے کہا "ہمیں زیادہ مریض کتنے کے عوض بیچے گا؟" اس نے کہا "ستر دینار کے عوض" ہم نے کہا " خوب ہے" اس نے کہا "میں ستر دینار سے کم ہرگز نہ لوں گا۔" ہم نے اس سے کہا "ہم اس کو تم سے اس تھیلی کے عوض خریدتے ہیں خواہ یہ جتنی بھی ہو جبکہ ہمیں نہیں معلوم کہ اس میں کتنا مال ہے" تو اس کے پاس اس وقت ایک سفید سرو داڑھی والا ایک بزرگ موجود تھا جس

نے کہا ”اس کی مہر کو توڑو اور وزن کرو۔“ تو بردہ فروش نے کہا ”اس کی مہر مت توڑو کیونکہ اگر اس میں موجود مال ستر دینار سے ایک دانہ بھی کم ہوا تو میں تمہیں نہیں بیچوں گا“ تو اس بزرگ نے کہا ”قریب آؤ“ پس ہم قریب گئے۔ ہم نے تھیلی کی مہر توڑی اور ہم نے اس کے دیناروں کا وزن کیا تو وہ پورے ستر دینار ہوئے نہ کم نہ زیادہ۔ پس ہم نے کنیز لی اور اسے ابو جعفرؑ کے پاس لائے جبکہ جعفرؑ اس وقت آپؑ کے پاس ہی کھڑے تھے اور جو کچھ ہوا تھا اس کی خبر ابو جعفرؑ نے ہمیں خود ہی دے دی اور اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر اس کنیز سے فرمایا ”تمہارا نام کیا ہے؟“ اس نے عرض کی ”حمیدۂ“ تو آپؑ نے فرمایا ”دنیا میں ”حمیدۂ“ اور آخرت میں ”محمودۂ“ ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔مجھے اپنے بارے میں بتاؤ“ تو اس نے عرض کی ”بردہ فروش میرے پاس ویسے آنا چاہتا تھا کہ جیسے آدمی کسی عورت کے پاس جاتا ہے مگر اللہ عزّوجلؑ نے اس پر ایک سفید ریش اور سفید سر والے شخص (فرشتہ)کو مسلط کر دیا کہ جو اسے طمانچے رسید کرنے لگا یہاں تک کہ بردہ فروش مجھ سے دور ہو گیا۔ پس اس نے یہ کوشش کئی بار کی تو اس بزرگ (فرشتہ) نے بھی اسے ہر بار ایسا ہی کیا۔

تو آپؑ نے فرمایا ”اے جعفرؑ! اس کنیز کو تم اپنے لیے لے لو کہ یہ تمہارے لیے اہل زمین کی سب سے افضل ہستی موسیٰؑ ابن جعفرؑ کے ظہور کا سبب بنے گی“۔

قطب راوندی نے خرائج میں عیسیٰ بن عبدالرحمن سے ایسی ہی روایت سلسلہ سند کو مکمل کیے بغیر تھوڑی سی لفظی تبدیلی کے ساتھ نقل کی ہے۔

اور اصول کافی میں اپنی سند کے ساتھ ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ ہم نے ابو عبداللہؑ کی سربراہی میں اس سال حج کیا کہ جس سال میں آپؑ کے فرزند حضرت موسیٰؑ کا اس دنیا میں نورانی ظہور ہوا۔ جب ہم ”ابواء“ کے مقام پر اترے تو آپؑ نے ہمارے لیے صبح کا کھانا لگوایا۔ اور آپؑ جب اپنے اصحاب کیلئے کھانا لگواتے تھے تو بہترین اور بہت زیادہ لگواتے تھے۔“ ہم ابھی کھانا کھا ہی رہے تھے کہ آپؑ کے پاس ”حمیدۂ خاتون “ کا پیام رساں آیا کہ اس نے آپؑ سے عرض کی کہ حمیدۂ خاتون نے آپؑ کو بلایا ہے۔ پس ابو عبداللہؑ اٹھ کر پیام رساں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ جب واپس تشریف لائے تو آپؑ کے اصحاب نے آپؑ سے عرض کی ”اللہ آپؑ کے پردے سلامت فرمائے اور ہم سب کو آپؑ پر قربان فرمائے۔ حضرت حمیدۂ سے آپؑ کا کیا ہوا ہے؟“ آپؑ نے فرمایا ”اللہ عزّوجلؑ نے اسے سلامتی دی ہے اور ایک بیٹےؑ نے اس کی گود کو رونق بخشی ہے اور وہؑ اللہ عزّوجلؑ کی نازل کردہ مخلوق میں سے افضل ہے اور مجھے حمیدۂ نے اس کے بارے میں ایسی خبر دی ہے کہ جس کے بارے میں اس کا گمان تھا کہ میں نہیں جانتا حالانکہ میں اسے پہلے ہی جانتا تھا۔“

تو میں نے عرض کی ”آپؑ پر قربان جاؤں! وہ کون سی بات ہے کہ جس کے بارے میں حمیدۂ خاتون نے خبر دی ہے؟“

آپؑ نے فرمایا ”اس نے بتایا کہ جب اس مولود کا نورانی ظہور ہوا تو اس نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا تو میں نے اسے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وصی علیہ السلام کی نشانی ہے“

تو میں نے عرض کی "آپؑ پر قربان جاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وصی علیہ السلام کی یہ نشانی کس سبب سے ہے؟"

تو آپؑ نے فرمایا "کیونکہ جب وہ رات آئی تھی کہ جس میں میرےؑ جد بزرگوارؑ کے نور کا اس دنیا میں ظہور ہوا تو ایک فرشتہ ایسے مشروب کا ایک جام لایا کہ جو پانی سے پتلا، مکھن سے ملائم، شہد سے میٹھا، برف سے ٹھنڈا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ اس نے وہ شربت میرے جد بزرگوارؑ حسین علیہ السلام کو پلایا اور آپؑ سے عرض کی کہ آپؑ اسے بچہ عطا فرما دیں۔ پس آپؑ اٹھے اور آپؑ نے اپنا نورانی ہاتھ اپنی اہلیہؑ سے مس کیا۔ تو میرےؑ جد امجدؑ کے نور کا اسی رات اس دنیا میں ظہور ہوا۔

اسی طرح پھر ایک فرشتہ میرےؑ جد امجدؑ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے آپؑ کو بھی ویسا مشروب پلایا کہ جیسا میرےؑ بابا بزرگوارؑ کے جد امجدؑ حسین علیہ السلام کو پلایا تھا اور اس نے جیسی حسین علیہ السلام سے عرض کی تھی ویسی عرض میرےؑ جد امجدؑ سے بھی کی۔ پس آپؑ بھی اٹھے اور اپنے نورانی ہاتھ سے اپنی اہلیہؑ محترمہ علیہ السلام کو مس کیا تو اسی رات میرےؑ باباؑ بزرگوارؑ کے نور کا ظہور ہو گیا ۔

اور جس رات میرےؑ نور کا ظہور ہوا تو بھی ایک فرشتہ میرےؑ باباؑ بزرگوارؑ کے پاس آیا اور پہلے بزرگواروں علیہم السلام کی طرح شربت پلایا اور جو انہیںؑ عرض کی تھی وہ میرےؑ باباؑ کو بھی عرض کی۔ پس میرےؑ باباؑ بزرگوار اٹھے اور انہوں نے میریؑ والدہؑ محترمہ علیہ السلام کو اپنے نورانی ہاتھ سے مس کیا تو میرےؑ نور کا ظہور ہو گیا۔

اور وہ رات کہ جب میرےؑ اس فرزندؑ کے نور کا ظہور ہوا تو میرے پاس بھی ایک فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے مجھے بھی ویسا شربت پلایا اور مجھےؑ بھی ویسا ہاتھ مس کرنے کی عرض کی جیسے میرےؑ آباؤ اجداد علیہم السلام نے کیا تھا۔ پس میں اللہ کے علم کے ساتھ اٹھا اور میںؑ نے بھی اپنا نورانی ہاتھ اپنی اہلیہؑ سے مس کیا تو میرےؑ اس فرزندؑ کا ظہور ہوا۔پس تم اس کا احترام کرنا۔

اللہ عزّوجلّ کی قسم وہ میرےؑ بعد تمہارا امامؑ ہے اور امامؑ کا نورانی ظہور اسی طرح ہوتا ہے کہ جیسا میںؑ نے تمہیں بتایا اور جب یہ ظہور ہو چکتا ہے تو اللہ عزّوجلّ "حَیَوَان" نامی ایک فرشتے کو مبعوث فرماتا ہے کہ جو امامؑ کے دائیں بازو پر تحریر کرتا ہے۔

"و تمت کلمة ربک صدقاً وعدلاً لا مبدل بکلماته وہوا لسمیع العلیم"

ترجمہ: تمہارے رب کا کلمہ صدق و عدل کے اعتبار سے تمام ہوا اور اس کے کلمات میں تبدیلی کرنے والا کوئی نہیں ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

اور جب امامؑ کا ظہور ہوتا ہے تو امامؑ اپنا مبارک ہاتھ زمین پر رکھے ہوتے ہیں اور آسمان کی طرف اپنے سرِ اقدس کو بلند کیے ہوتے ہیں جہاں تک امامؑ کا اپنے ہاتھ کو زمین پر رکھنے کی بات ہے تو وہ اس تمام علم کو قبضے میں لیے ہوتے ہیں کہ جو آسمان سے زمین پر اللہ کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے اور جہاں تک امامؑ کا اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کرنے کی بات ہے تو وہ اس لیے کہ وہ بطنان عرش کے منادیوں میں سے ایک منادی ربّ العزة کی طرف سے اعلیٰ افق پر سے امامؑ کے نام اور امامؑ کے باباؑ بزرگوارؑ کے نام کی ندا دیتا ہے۔"

تو وہ ندا کرتا ہے "اے فلاں بن فلاں علیہم السلام! امر امامت پر ثابت قدم رہیے تو میری عظیم مخلوق ہے اور تو میری مخلوق میں سے چنیدہ ہے اور میرے اسرار کا حامل ہے اور میرے علم کا خزانہ ہے اور میری وحی پر میرا امین ہے اور میری زمین پر میرا خلیفہ ہے میں نے تمہارے لیے اور تم سے محبت کرنے والوں کیلئے اپنی رحمت کو واجب تر قرار دیا ہے اور میں نے اپنی جنتیں عطا کی ہیں اور تمہارے لیے اپنی جوار رحمت میں منزل مقرر کی ہے۔

پھر مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں یقینا تمہارے دشمنوں کو اپنا سخت ترین عذاب پہنچاؤں گا۔ اگرچہ مجھے اس مقصد کیلئے دنیا میں وسیع رزق ہی کیوں نہ دینا پڑے۔" پس جب منادی کی آواز مکمل ہوتی ہے تو امام علیہ السلام اسے جواب دیتا ہے اس طرح کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اپنا سر آسمان کی طرف بلند فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے "شھد اللہ انہ لا الہ ہو والملائکۃ و اولوالعلم قائماً بالقسط لا الہ الا ہو العزیز الحکیم"

فرمایا"جب امام علیہ السلام یہ فرماتا ہے تو اللہ عزّوجلَّ اسے اوّلین و آخرین تمام کا علم عطا فرماتا ہے اور اسے لیلۃ القدر میں "الروح" سے ملاقات کا استحقاق عطا فرماتا ہے" میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! کیا "الروح" جبرائیل علیہ السلام نہیں ہیں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "الروح" جبرائیل علیہ السلام سے بڑا ہے کیونکہ جبرائیل فرشتوں میں سے ہے اور"الروح" ملائکہ سے بڑی مخلوق ہے۔ کیااللہ عزّوجلَّ ارشاد نہیں فرماتا ہے۔" اترتے ہیں ملائیکہ اور الروح۔۔۔ الآیۃ۔

اور احمد بن ابی عبداللہ برقی نے اپنی کتاب "محاسن" میں اپنی سند کے ساتھ منہال قصاب سے روایت کی ہے کہ میں مکہ سے نکلا تو میرا ارادہ مدینہ جانے کا تھا پس میرا گزر ابواء کے مقام سے ہوا تو ابو عبداللہ علیہ السلام کے ہاں اولاد مبارک کا نورانی ظہور ہوا تو میں آپ علیہ السلام سے پہلے مدینہ پہنچ گیا۔"

آپ علیہ السلام مجھ سے ایک روز بعد مدینہ میں وارد ہوئے تو آپ علیہ السلام نے لوگوں کو تین دن تک کھانا دیا۔ پس کھانا کھانے والوں میں میں بھی شامل تھا۔ پس میں دوسرے روز تک کچھ نہ کھاتا تھا یہاں تک کہ پلٹ کر جاتا اور کھاتا تھا۔ پس یونہی تین دن گزرے میں کھاتا یہاں تک کہ میرا پیٹ بھر جاتا پھر میں دوسرے روز تک کچھ نہ کھاتا تھا۔

اور کافی میں ہے کہ ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کا نورانی ظہور 128 ہجری میں "ابواء" کے مقام پر ہوا۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ "129ہجری میں ہوا۔ اور آپ علیہ السلام کی مادر گرامی قدر علیہما السلام ام ولد کنیز تھیں کہ جنہیں حمیدہ علیہ السلام کہا جاتا تھا۔"

اور ارشاد میں ہے کہ آپ علیہ السلام کے نورانی ظہور کی جگہ "ابواء" اور وقت 128ہجری ہے اور آپ علیہ السلام کی مادر گرامی قدر علیہا السلام ام ولد کنیز تھیں کہ جن کو "حمیدۃ البربریۃ علیہ السلام" کہا جاتا تھا۔"

اور الاروس میں ہے کہ آپ علیہ السلام کا اس دنیا میں نورانی ظہور "ابواء" کے مقام پر 128ہجری میں ہوا اور کہا گیا ہے کہ 129ہجری بمطابق 7صفر المظفر اتوار کے دن ہوا۔

اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کا اس دنیا میں نورانی ظہور مکہ اور مدینہ کے درمیان "ابواء" نامی مقام پر سات صفر المظفر 128 ہجری بروز اتوار کو ہوا۔ اور آپ علیہ السلام ظاہری امامت میں منصور عباسی کی بادشاہت کے آخری دو سال شامل تھے۔ پھر مہدی عباسی دس سال ایک ماہ اور کچھ دن بادشاہ رہا۔ پھر ہادی عباسی ایک سال پندرہ دن بادشاہ رہا۔ پھر اس کے بعد رشید عباسی تئیس 23سال دو ماہ اور سترہ دن بادشاہ رہا۔ رشید عباسی کی بادشاہت کے پندرہ سال گزرنے پر آپ علیہ السلام رجب کے اختتام پر جمعة المبارک کے دن رشید عباسی کی قید میں سندی بن شایک ملعون کے ہاتھوں زہر کے ذریعہ شہید کر دئیے گئے۔

اور کہا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت پچیس 25رجب المرجب 183 ہجری میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ 186ہجری میں ہوئی۔ آپ علیہ السلام اپنی ظاہری زندگی میں اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ساتھ بیس سال رہے اور کہا جاتا ہے کہ انیس سال رہے اور آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ علیہ السلام کی مدت امامت پینتیس سال ہے اور جب آپ علیہ السلام نے امر امامت کی ظاہری ذمہ داری اپنے کندھوں پر لی تو اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس بیس سال تھا۔ اور آپ علیہ السلام کو بغداد کے مغربی علاقے کے اس مقبرہ میں سپرد خاک کیا گیا کہ جو مقابر قریش کے نام سے معروف تھا۔ باب التین کے قریب۔ پس آپ علیہ السلام کی مزار اقدس باب الحوائج بن گئی اور آپ علیہ السلام کی ظاہری عمر چون 54سال بنتی ہے۔

محمدبن طلحہ شافعی نے مطالب السؤول میں کہا ہے کہ "آپ علیہ اسلام کا اس دنیا میں نورانی ظہور "ابواء" کے مقام پر 128 ہجری میں ہوا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ 129 ہجری میں ہوا۔ اور جہاں تک بابا علیہ السلام اور مادر گرامی سے نسب کا تعلق ہے تو آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام جعفر الصادق ابن محمد الباقر علیہم السلام ہیں اور آپ علیہ السلام کی مادرگرامی قدر علیہ السلام ام ولد کنیز تھیں کہ جن کا مبارک نام "حمیدہ بربریة" تھا اور اس کے علاوہ بھی قول پایا جاتا ہے البتہ آپ علیہ السلام کا اسم گرامی موسیٰ علیہ السلام تھا اور آپ علیہ السلام کی کنیت ابو الحسن علیہ السلام تھی اور کہا گیا ہے کہ ابو اسماعیل علیہ السلام تھی۔ اور آپ علیہ السلام کے متعدد القابات میں ان میں سے "کاظم" مشہور ترین ہے۔ صابر علیہ السلام ہے، صالح علیہ السلام ہے اور امین علیہ السلام ہے۔"

اور صدوق نے معانی الاخبار میں ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ "موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کو کاظم علیہ السلام کہا گیا ہے کیونکہ آپ علیہ السلام اس پر بھی اپنے غصے کو پی جاتے تھے کہ جس کے بارے میں معلوم ہوتا تھا کہ وہ آپ علیہ السلام کی عنقریب مخالفت کرے گا اور اپنے مال کے طمع کی وجہ سے آپ کے بعد امام علیہ السلام کا انکار کرے گا۔"

اور صدوق نے علل میں اپنی سند کے ساتھ ربیع بن عبدالرحمن سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ "اللہ کی قسم! موسیٰ ابن جعفر علیہم السلام بلند پایہ ہستیوں میں سے تھے۔ آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ کون کون آپ علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ علیہ السلام پر امامت کے وقف کا قائل ہو گا اور آپ علیہ السلام کے بعد والے امام علیہ السلام کا انکار کرے گا پھر بھی آپ علیہ السلام ان پر اپنے غصے کو پی جاتے تھے اور جو کچھ ان کے بارے میں جانتے تھے ان پر ظاہر نہ کرتے تھے۔ پس اسی وجہ سے آپ علیہ السلام کو کاظم علیہ السلام کہا گیا۔

مفید کی ارشاد میں ہے کہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی کنیت ابو ابراہیم علیہ السلام، ابو الحسن علیہ السلام اور ابو علی علیہ السلام تھی اور آپ علیہ السلام عبد صالح علیہ السلام معروف تھے اور اسی طرح آپ علیہ السلام کو کاظم علیہ السلام کی صفت بھی دی جاتی تھی۔“

اور بحار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی کنیت ابو الحسن علیہ السلام اوّل اور ابو الحسن علیہ السلام ماضی، ابو ابراہیم علیہ السلام اور ابو علی علیہ السلام تھی اور آپ علیہ السلام عبد صالح، نفس زکیة، الوفی، الصابر، الامین اور الزاہر کے القاب سے معروف تھے۔ اور آپ علیہ السلام کو الزاہر اس لیے کہا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے شریفانہ اخلاق اور روشن کرم کا مکمل اظہار فرمایا اور آپ علیہ السلام کو کاظم علیہ السلام بھی کہا گیا۔ اس لیے کہ آپ علیہ السلام نے ہمیشہ اپنے غصے کو پیا اور ظالموں نے آپ علیہ السلام سے جو بھی کیا آپ علیہ السلام نے اپنی نگاہیں ہی بند رکھیں۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام ان کی قید میں شہید ہو گئے اور کاظم علیہ السلام خوف و حزن کے مواقع پر بھی بردبار رہتے تھے۔“

اور الفصول المہمہؔ میں آپ علیہ السلام کی توصیف میں آیا کہ آپ علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش ”الملک للہ وحدہ“ تھا۔

اور صدوق نے عیون اور امالی میں اپنی اسناد کے ساتھ حسین بن خالد سے روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا :”ابو الحسن علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش ”حسبی اللہ“ تھا اور اس میں اوپر کے مقام پر گلاب کا پھول اور پہلی کا چاند بنا ہوا تھا۔“

دوسری فصل
آپؑ کی امامت کے بارے میں نصوص کا ذکر

مفید نے اپنی کتاب ”الارشاد“ میں محمد بن سنان سے، اس نے یعقوب السراج سے روایت کی ہے کہ میں ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام کے سرہانے کھڑے تھے جبکہ آپ علیہ السلام ”پنگھوڑے“ میں تھے۔ تو آپ علیہ السلام کافی دیر تک اسے جھلاتے رہے۔ پس میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام فارغ ہوئے تو میں اٹھ کر آپ علیہ السلام کے پاس گیا تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ ”تم اپنے مولا علیہ السلام کے پاس جاؤ اور اس کو سلام کرو۔“ پس میں قریب گیا اور میں نے آپ علیہ السلام کو سلام کیا تو آپ علیہ السلام نے مجھے فصیح زبان میں سلام کا جواب دیا۔ پھر مجھے فرمایا ”جاؤ اور اپنی اس بیٹی کا نام تبدیل کرو کہ جس کا نام تم نے گزشتہ کل رکھا ہے کیونکہ وہ ایسا نام ہے کہ جو اللہ کو ناپسند ہے۔“ ہوا یوں تھا کہ میری بیٹی پیدا ہوئی تو میں نے اس کا نام ”حمیرا“ رکھا تھا۔ تو ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا ”تم اس کے حکم کی اتباع کرو اور ہدایت پاؤ“ پس میں نے اس کا نام تبدیل کر دیا۔“

اور محمد بن عبداللہ بن جعفر الحمیری نے قرب الاسناد میں محمد بن الحسین سے، اس نے صفوان بن یحییٰ سے، اس نے عیسیٰ بن شلقان سے روایت کی ہے کہ میں ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں چاہتا تھا کہ آپ علیہ السلام ”سے ابن الخطاب“ کے بارے میں سوال کروں تو آپ علیہ السلام نے میرے بیٹھنے سے پہلے خود ہی ارشاد فرمایا۔ ”اے عیسیٰ! تجھے کون سی چیز نے منع کر رکھا ہے کہ تو میرے فرزند علیہ السلام سے ملاقات کر اور اس سے ہر اس چیز کے بارے میں سوال کر کہ جو تو چاہتا ہے“

عیسیٰ نے کہا۔ ”پس میں عبد صالح علیہ السلام کی خدمت میں گیا تو آپ علیہ السلام کتاب خانے میں تشریف فرما تھے اور آپ علیہ السلام کے مبارک ہونٹوں پر سیاہی کا اثر نمایاں تھا۔“ تو آپ علیہ السلام نے مجھے خود ہی ابتداء کرتے ہوئے فرمایا ”اے عیسیٰ! اللہ عزّوجلّ نے انبیاء علیہم السلام سے نبوت کا میثاق لیا کہ وہ اس سے کبھی بھی دستبردار نہ ہوئے اور اوصیاء علیہم السلام سے وصایت پر میثاق لیا تو وہ بھی ہرگز اس سے دستبردار نہ ہوئے۔ اور ایک قوم کو ایک خاص زمانے کیلئے ایمان اعارتاً دیا پھر ان سے ایمان کو سلب فرما لیا۔ اور ابو الخطاب ان لوگوں میں سے تھا کہ جنہیں ایمان اعارتاً دیا گیا پھر اسے اللہ نے سلب کر لیا۔ پس میں نے آپ علیہ السلام کو سینے سے لگا لیا اور آپ علیہ السلام کی آنکھوں پر بوسہ دیا پھر میں نے عرض کی ”میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر فدا ہوں۔ ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم“ پھر میں ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں واپس آیا تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا ”اے عیسیٰ کیا ہوا؟“ تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ”میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان ہوں۔ میں آپ علیہ السلام کے پاس گیا تو آپ علیہ السلام نے خود ہی مجھے بغیر کسی سوال کے ہر اس چیز کے بارے میں بتا دیا کہ جس کے بارے میں میں سوال کرنا چاہتا تھا۔ پس اللہ کی قسم! میں اسی وقت ہی سمجھ گیا کہ وہ امر امامت کے حامل ہیں۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے عیسیٰ۔ تو نے میرے جس فرزند علیہ السلام کی زیارت کی ہے اگر تم قرآن میں سے کسی چیز کے بارے میں بھی سوال کرو تو وہ تمہیں علم کے ساتھ جواب دے گا۔" پس مجھے اس دن معلوم ہو گیا کہ آپ علیہ السلام ہی امر امامت کے حامل ہیں۔

اور بحار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ یزید بن اسباط نے روایت کی ہے کہ میں ابو عبداللہ علیہ السلام کے پاس آپ علیہ السلام کی مرض الموت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا "اے یزید! کیا تو اس بچے کو دیکھ رہا ہے جب تو اس کی امامت کے بارے میں لوگوں کو اختلاف کرتا دیکھے تو میری طرف سے گواہی دینا کہ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ یوسف علیہ السلام کا گناہ اس کے بھائیوں کے نزدیک کہ جس کی پاداش میں انہوں نے اسے کنویں میں ڈال دیا تھا ان لوگوں کا اس سے حسد تھا کہ جب اس نے انہیں بتایا تھا کہ اس نے گیارہ ستاروں، چاند اور سورج کو دیکھا تھا کہ وہ اسے سجدہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح اس لڑکے سے بھی لازمی طور پر حسد کیا جائے گا۔" پھر آپ علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام، عبداللہ علیہ السلام، اسحق علیہ السلام،محمد علیہ السلام اور عباس علیہ السلام کو بلایا اور ان سب سے فرمایا "یہ اوصیاء علیہم السلام کا وصی علیہ السلام ہے اور علماء علیہ السلام کے علم کا عالم ہے اور تمام زندوں اور مردوں پر گواہ ہے۔"

پھر فرمایا "اے یزید! عنقریب ان کی گواہی لکھی جائے گی اور ان سے سوال کیا جائے گا"

اور صدوق نے عیون میں اپنی سند کے ساتھ یزید بن سلیط زیدی سے روایت کی ہے کہ ہم نے مکہ کے راستے میں ابو عبداللہ علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور ہم ایک پورا گروہ تھے۔ تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان ہو جائیں! آپ سب علیہم السلام ائمۃ الطاہرین ہیں اور اس فانی دنیا کو چھوڑنے کے سلسلے میں کسی ایک کو بھی رعایت نہ ہے۔ پس آپ علیہ السلام مجھے ایسی چیز بیان فرمائیے کہ جو میں اپنے مخالف کے سامنے بطور دلیل پیش کر سکوں؟"

تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا "ہاں! وہ سب میری اولاد ہیں اور یہ ان کا سردار ہے" اور آپ علیہ السلام نے اپنے فرزند موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس میں حلم، علم، حکمت، فہم، سخاوت اور ہر اس چیز کی معرفت موجود ہے کہ جس کی لوگوں کو ضرورت ہے اور جس چیز میں لوگ اپنے دین میں اختلاف کا شکار ہوتے ہیں۔ اس میں حسن اخلاق اور حسن ہمسائیگی موجود ہے اور یہ اللہ عزّوجلّ کے ابواب میں سے ایک باب ہے اور اس میں ایک اور بھی صفت ہے کہ جو ان سب سے افضل ہے۔"

تو میرے بابا نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان ہوں وہ کیا ہے؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ عزّوجلّ اس سے امت کے غوث کو ظاہر کرے گا جو اس امت کا عالم، نور، فہم، حکیم اور بھلائی چاہنے والا ہو گا کہ جس کے ذریعے نا حق خون بہنے سے بچ جائیں گے اور اس کے ذریعے دشمنوں میں صلح ہو گی اور اس کے ذریعے پراگندہ جمع ہوں گے، بھٹکا ہوا راہ حق پائے گا۔ اس کے سبب عریاں لباس پہنیں گے، اس کے سبب بھوکے پیٹ بھریں گے اور خوف زدہ اسی کے سبب امن پائیں گے اور اس کے سبب ہی سے بارش برسے گی اور لوگ اس کے سبب ہی فرماں برداری کریں گے۔ اس کا بڑھاپا افضل اور جوانی بھی افضل ہو گی اور اس کے اہل خانہ کو اس کی اس دنیا میں نورانی ظہور سے پہلے ہی

بشارت دی جاتی ہے۔ اس کا گفتگو کرنا حکمت ہو گا اور اس کا خاموش رہنا علم ہو گا۔ لوگ جس چیز میں ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہوں گے وہ اس کی وضاحت کرے گا۔" تو میرے باپ نے عرض کی۔ "میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان! تو کیا وہ ان کے بعد ان کا فرزند علیہ السلام ہو گا؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں" پھر کلام منقطع ہو گیا۔

یزید نے کہا "پھر میں نے اس کے بعد ابو الحسن یعنی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی ملاقات کا شرف حاصل کیا تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ "میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ علیہ السلام بھی مجھے ویسی خبر سنائیں کہ جیسی آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام نے سنائی تھی؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا "میرے بابا بزرگوار علیہ السلام! اس زمانے میں تھے کہ جو اس زمانے جیسا نہ تھا۔"

تو میں نے عرض کی "جو آپ علیہ السلام کے امر امامت پر راضی نہ ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو" پس آپ علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور پھر فرمایا۔ اے ابو عمارہ! میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ میں اپنے گھر سے نکلا ہوں تو ظاہراً میں نے اپنے تمام بیٹوں کو وصیت کی ہے اور انہیں اپنے بیٹے علی علیہ السلام کے ساتھ شریک کیا ہے لیکن پوشیدہ طور پر میں نے فقط تنہا اسے ہی وصیت کی ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا جبکہ آپ علیہ السلام کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام بھی تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس انگوٹھی، تلوار، عصا، کتاب اور عمامة تھا۔ تو میں نے عرض کی "یہ کیا ہے؟" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عمامة اللہ عزّوجلَّ کی بادشاہت ہے، تلوار اللہ عزّوجلَّ کی عزت ہے، کتاب اللہ عزّوجلَّ کا نور ہے، عصا اللہ عزّوجلَّ کی قوت ہے اور انگوٹھی ان تمام امور کی جامع ہے۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "امر امامت تیرے فرزند علی علیہ السلام کے سپرد ہوگا" پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے یزید! یہ تیرے پاس امانت ہے پس اس کی خبر کسی کو نہ دینا ماسوائے عقلمند کے یا اس بندے کے کہ جس کے دل کا اللہ نے ایمان کیلئے امتحان لے لیا ہو یا اس سچے کو کہ جو اللہ کی نعمتوں کا کفر کرنے والا نہ ہو اور اگر تم سے گواہی مانگی جائے تو ضرور دینا کیوں کہ اللہ عزّوجلَّ فرماتا ہے۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مالکوں کو پلٹا دو۔ (القرآن)

اور اللہ عزّوجلَّ فرماتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے کہ جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس موجود گواہی کو چھپائے۔"

تو میں نے عرض کی "اللہ کی قسم! میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔" (گواہی نہ چھپاؤں گا)

پھر ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اس فرزند علیہ السلام کے اوصاف بیان فرمائے تو فرمایا۔ "تمہارا فرزند علی علیہ السلام وہ ہے کہ جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہو گا اور اللہ کے تفہم سے سنتا ہو گا اور اللہ کی حکمت سے بولتا ہو گا۔ ہمیشہ درست کرنے والا ہوگا کبھی غلطی نہ کرے گا اور ہر چیز کا عالم ہو گا جاہل نہ ہو گا اور حکمت و علم کا سردار

ہوگا اور تمہارا مقام اس کے ساتھ کم نہ ہو گا۔ وہ ایسی چیز ہے کہ جو تھی ہوئی نہیں ہے پس جب تم اپنے سفر سے واپس پلٹو تو اپنے معاملے میں اصلاح کرو اور جو تم ارادہ رکھتے ہو اس سے فارغ ہو جاؤ کیونکہ تم اس فانی دنیا سے منتقل ہونے والے ہو اور اس کے علاوہ کی ہمسائیگی میں جانے والے ہو۔ پس تم اپنی اولاد کو جمع کرو اور ان سب پر اللہ کو گواہ بناؤ اور یقینا اللہ کی گواہی کافی ہے۔“

پھر فرمایا ”اے یزید! میری اسی سال شہادت ہو جائے گی اور میرے بیٹے علی علیہ السلام کا نام علی ابن ابی طالب علیہما السلام اور علی بن الحسین علیہما السلام کے نام پر رکھا گیا ہے اسے پہلے علی علیہ السلام والا فہم، علم، نصر اور رواء عطا کی گئی ہے۔ اس کو امر امامت میں بولنے کا اختیار نہ ہے مگر ہارون کی موت کے چار سال بعد۔ پس جب چار سال گزر جائیں تو جو چاہو اس سے سوال کرنا۔ ان شاء اللہ عزّوجلَّ وہ تمہیں جواب دے گا۔“

اور صدوقؒ نے اسی طرح الاکمال میں اپنی اسناد کے ساتھ ابراہیم کرخی سے روایت کی ہے کہ میں ابو عبداللہ جعفر ابن محمد الصادق علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میں ابھی آپ علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہی تھا کہ اتنے میں ابو الحسن موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام داخل ہوئے اور آپ علیہ السلام اس وقت لڑکپن میں تھے۔ پس میں نے اٹھ کر آپ علیہ السلام کو بوسہ دیا اور میں بیٹھ گیا تو ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا ”اے ابراہیم! یہ میرے بعد تمہارا امام علیہ السلام ہے۔ یقینا اس میں اختلاف کرنے کے سبب ایک قوم ہلاک ہو گی جبکہ دوسرے خوش بختی پائیں گے۔ پس اللہ کی لعنت ہو اس کے قاتل پر اور اس کی روح پر عذاب میں دوگنا اضافہ ہو۔ یقینا اس کی نورانی ہاتھ کے مس سے وہ ظاہر ہو گا کہ جو اپنے زمانے میں تمام زمین والوں سے افضل ہوگا۔ اس کا نام جد امجد علیہ السلام کے نام پر ہو گا اور وہ اس کے علم، احکام اور فضائل کا وارث ہوگا وہ امامت کا سرچشمہ اور حکمت کا متبع ہوگا۔ اسے بنی فلاں (عباس) کا ایک جابر بادشاہ شہید کرے گا۔ البتہ اللہ اپنے امر کو مکمل کرنے والا ہے۔ اگرچہ مشرکوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے اور اس کے نور سے اللہ عزّوجلَّ بارہ اماموں علیہم السلام کو مکمل کرنے والے مہدی عج کا ظہور فرمائے گا۔ اللہ عزّوجلَّ نے اس کی کرامت کے ذریعے انہیں خصوصیت بخشی ہے اور ان کیلئے اپنے پاکیزہ گھر کو سجایا ہے۔ ان بارہ 12علیہم السلام کا اقرار کرنے والا ایسے ہے کہ گویا وہ تلوار نکال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کر رہا ہو۔“

پس اس وقت بنی امّیہ کے دوستوں میں سے ایک شخص داخل ہوا تو کلام مبارک منقطع ہو گیا۔

پس میں ابو عبداللہ علیہ السلام کے پاس گیارہ مرتبہ پلٹ کر گیا میں چاہتا تھا کہ آپ علیہ السلام سے کلام مکمل کرنے کا عرض کروں مگر مجھے اس پر قدرت نہ ہوئی اور جب دوسرا سال آیا تو میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام تشریف فرما تھے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”وہ (مہدی علیہ السلام) اپنے شیعوں سے کرب کو ختم کرے گا۔ تمہارے گمان سے بھی جو شدید ہو گی اور طویل مصیبت ہو گی اور خوف و دہشت ہو گی۔ پس طوبیٰ ہے اس شخص کیلئے کہ جو اس زمانے کو پائے گا۔ اے ابراہیم! تمہارے لیے یہی کافی ہے پس میں نے کسی چیز سے گریزاں نہیں کیا کہ جو میرے دل کیلئے اس سے زیادہ خوش کن ہو اور میرے آنکھوں کو اس سے زیادہ ٹھنڈک پہنچانے والی ہو“

مفیدؒ نے ارشاد میں کہا ہے کہ وہ کہ جنہوں نے ابو عبداللہ امام صادق علیہ السلام سے اپنے فرزند ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت پر صریح نص کو روایت کیا ہے۔ وہ ابو عبداللہ علیہ السلام

کے بزرگ صحابی، آپ علیه السلام کے خواص، رازدان، اور قابل اعتماد و دانا اشخاص رحمة اله علیهم اجمعین ہیں۔ مثلاً مفضل بن عمر جعفری، معاذ بن کثیر، عبدالرحمن بن الحجاج، فیض بن المختار، یعقوب السراج، سلیمان بن خالد، صفوان الجمالؒ وغیرہ ہیں کہ جن کے ذکر سے یہ کتاب طویل ہو جائے گی۔

اور اس چیز کی روایت آپ علیه السلام کے بھائیوں اسحاق علیه السلام اور علی علیه السلام ابن جعفر بن محمد علیهم السلام سے بھی کی گئی ہے اور وہ دونوں حضرات علیهما السلام فضیلت اور تقویٰ کی اس منزل پر فائز تھے کہ جس میں کسی دو افراد کو بھی اختلاف نہ ہے۔"

اور اصول کافی میں کلینیؒ نے اپنی سند کے ساتھ ثیت سے، اس نے معاذ بن کثیر سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو عبداللہ علیه السلام سے عرض کی۔ "میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ جو منزلت آپ علیه السلام کو آپ علیه السلام کے بابا بزرگوار علیه السلام سے اللہ نے عطا فرمائی ہے وہ منزلت آپ علیه السلام کی اولاد میں بھی آپ علیه السلام کی رحلت سے پہلے عطا فرمائے"

تو آپ علیه السلام نے فرمایا "اللہ عزّوجلّ نے عطا فرما دی ہے۔"

میں نے عرض کی "وہ کون ہیں؟" آپ علیه السلام پر قربان جاؤں؟"

تو آپ علیه السلام نے عبد صالح علیه السلام کی طرف اشارہ فرمایا کہ جو محو خواب تھے تو فرمایا "یہ محو خواب" اور آپ علیه السلام ان دونوں ظاہری طور پر لڑکپن کو زینت بخشے ہوئے تھے۔

اور ارشاد میں یعقوب بن جعفر الجعفری سے روایت ہے کہ مجھے بیان کیا اسحاق علیه السلام بن جعفر الصادق علیهما السلام کے پاس موجود تھا تو آپ علیه السلام سے علی بن عمر بن علی نے سوال کیا تو عرض کی۔ "آپ علیه السلام پر قربان جاؤں! آپ علیه السلام کے بعد ہم کس سے رجوع کریں اور لوگوں کا مرجع دینی کون ہو گا؟"

توفرمایا "اس دو زرد کپڑے پہنے کی طرف کہ جو اس دروازے سے تمہارے سامنے ظہور پذیر ہونے والا ہے"

پس ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ہمارے سامنے دروازے کو پکڑے دو ہاتھ نمودار ہوئے یہاں تک کہ ان ہاتھوں کو دروازے کھولا تو میرے پاس ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیهما السلام تشریف لائے۔ حالانکہ اس وقت آپ علیه السلام بچنے کو زینت بخشے تھے اور آپ علیه السلام نے زرد رنگ کے دو کپڑے پہن رکھے تھے۔"

اور اسی کتاب میں ہے کہ محمد بن ولید سے روایت ہے کہ میں نے علی بن جعفر بن محمد الصادق علیهم السلام سے سنا انہوں نے فرمایا "کہ میں نے اپنے بابا بزرگوار حضرت جعفر ابن محمد علیهم السلام کو اپنے صحابہ اور خواص کی ایک جماعت کو فرماتے سنا۔ میں تم سب کو اپنے فرزند موسیٰ علیه السلام کے بارے میں خیر کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ میرے بیٹوں میں سے سب سے افضل اور میرے بعد خلیفة اللہ ہے۔ وہ میرا قائم مقام ہے اور میرے بعد اللہ کی مخلوق پر اللہ کی کفایت کرنے والی حجت ہے۔"

اور علی ابن جعفر علیہما السلام اپنے بھائی موسیٰ علیه السلام سے شدید محبت اور الفت رکھنے والے تھے اور آپ علیه السلام سے وافر مقدار میں معالم دینی حاصل کرنے والے تھے اور علی ابن جعفر علیہما السلام سے بہت مشہور مائل جوابات مروی ہیں که جو انہوں نے امام علیه السلام سے سن کر روایت کیے ہیں اور ان کی روایایت که جن کا ہم نے ذکر بھی کیا ہے شمار سے باہر ہیں جس طرح که ہم نے بیان کیا ہے اور ان کی اوصاف ذکر کی ہیں۔

تیسری فصل

یہ فصل آپؑ کے مناقب و فضائل، اعلیٰ معاملات، اور آپؑ کی بلند مرتبتی اور دلائل اور آپؑ کے معجزات میں سے کچھ بیان میں ہے کہ جو شمار کرنے سے باہر ہیں، پس ان میں سے آپؑ کا کائنات، غیب اور پوشیدہ رازوں کے بارے میں خبر دینا ہے

قطب راوندی نے خرائج میں ابو صلت الهرویؒ سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بابا بزرگوار موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام نے علی ابن ابی حمزہ کو خود ہی ابتداء کرتے ہوئے فرمایا۔ تیری ملاقات اہل مغرب کے ایک شخص سے ہو گی کہ جو تم سے میرے بارے میں پوچھے گا تو تم اس سے کہنا۔ وہ وہی امام علیہ السلام ہیں کہ جن کے بارے میں ہمیں ابو عبداللہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

اور جب وہ تم سے حلال و حرام کے مسائل دریافت کرے تو اسے میری طرف سے تم ہی جواب دینا۔"

تو اس نے عرض کی "اس کی علامت کیا ہے؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا "وہ طویل قدوقامت کا شخص ہوگا اس کا نام یعقوب بن یزید ہوگا وہ اپنی قوم کا سردار ہے اور اگر وہ میرے پاس آنا چاہے تو اسے میرے پاس لے آنا۔"

علی ابن ابی حمزہ نے کہا "اللہ کی قسم! میں طواف میں مشغول تھا کہ ایک طویل جسامت کا ایک شخص سامنے آیا تو اس نے مجھ سے کہا "میں چاہتا ہوں کہ تم سے تمہارے امام علیہ السلام کے بارے میں سوال کروں؟"

میں نے کہا "کون سے امام علیہ السلام کے بارے میں؟"

اس نے کہا "موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کے بارے میں"

میں نے کہا "تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے کہا "یعقوب بن یزید"

میں نے کہا "تم کس علاقے سے ہو؟"

اس نے کہا "مغرب سے"

میں نے کہا "تو نے مجھے کیسے پہچانا؟"

اس نے کہا ”آنے والا خواب میں آیا اور اس نے مجھ سے کہا ”علی ابن ابی حمزہ سے ملاقات کرو اور تمہیں جن مسائل کی ضرورت ہو ان سب کے بارے میں اس سے سوال کرو“ پس میں نے تمہارے بارے میں پوچھاتو میں تم تک پہنچ گیا۔“

میں نے کہا ”تم اس جگہ بیٹھ جاؤ یہاں تک کہ میں طواف سے فارغ ہو کر تمہارے پاس پلٹ آتا ہوں۔“

پس میں نے طواف مکمل کیا پھر اس کے پاس آکر اس سے گفتگو کی تو میں نے اسے عقل مند اور صاحب فہم شخص پایا۔ پس اس نے مجھ سے موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام تک پہنچانے کی درخواست کی تو میں نے اسے آپ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیا۔

جب آپ علیہ السلام نے اسے دیکھا تو فرمایا ”اے یعقوب بن یزید! تم کل پہنچے ہو۔ فلاں مقام پر تیرے اور تیرے بھائی کے درمیان جھگڑا ہوا یہاں تک کہ تم دونوں نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں۔ میرے دین اور میرے آباء و اجداد علیہم السلام کے دین میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہم اپنے شیعوں میں سے کسی ایک کو اس کی اجازت دیتے ہیں۔ پس تم اللہ کے غضب سے ڈرو کہ یقینا تم دونوں عنقریب موت کے سبب ہمیشہ کیلئے جدا ہو جاؤ گے۔ جہاں تک تمہارے بھائی کی بات ہے تو وہ اپنے اسی سفر میں اپنے اہل خانہ تک پہنچنے سے پہلے مر جائے گا اور تو نے جو اس کے ساتھ کیا ہے اس پر پشیمان ہو گا تم دونوں نے ایک دوسرے سے قطع رحمی کی اور ایک دوسرے کے خلاف بری تدبیر کی تو تمہاری زندگیاں بھی ختم کر دی گئی ہیں۔“

تو اس شخص نے کہا ”اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند علیہ السلام! میری موت کب ہو گی؟ ”فرمایا تیری موت آچکی تھی مگر تو نے اپنے چچی سے فلاں منزل پر صلہ رحمی کی۔ پس ہم نے تیری موت کی مدت میں اللہ عزّوجلؐ سے بیس حج تاخیر کا سوال کیا ہے“

علی ابن ابی حمزہ نے کہا ”پس میں دوسرے سال اس شخص کو مکہ میں ملا تو اس نے مجھے بتایا کہ اس کا بھائی مر گیا اور اس نے اسے راستے ہی میں دفن کیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اہل خانہ سے مل پاتا۔“

اور رجال الکشی میں مصنف نے اپنی سند کے ساتھ حسن بن علی بن ابی حمزہ سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ اس نے ہمیں بتایا شعیب عقر قوقی نے۔ اس نے کہا کہ مجھے ابو الحسن علیہ السلام نے بغیر میرے سوال کیے خود ہی گفتگو کی ابتداء فرماتے ہوئے فرمایا۔ ”اے شعیب! کل تمہیں اہل مغرب میں سے ایک شخص ملے گا۔۔۔“ اور اس نے حدیث کو اسی طرح بیان کیا کہ جیسے پہلے گزر چکی ہے۔ ماسوائے اس کے کہ اس میں علی بن ابی حمزہ کی جگہ ہر مقام پر شعیب عقرقوقی کا ذکر ہے۔

بحارؔ میں مناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ ابو علی بن راشد وغیرہ سے ایک طویل روایت میں آیا ہے کہ نیشا پور کے شیعوں کا ایک گروہ جمع ہوا اور انہوں نے محمد بن علی نیشاپوری کو منتخب کیا اور ان سب نے تیس ہزار دینار اور پچاس ہزار درہم اس کے سپرد کیے اور کپڑوں کی ایک بڑی تعداد اس کے حوالے کی۔ اور شطیطة نامی ایک عورت، ایک درہم اور اپنے ہاتھ سے کاتا ہوا تھوڑا سا کپڑا کہ جو چار درہموں کے برابر تھا لائی تو اس نے کہا اللہ عزوجل حق کی کمی پر شرمندہ نہیں کرتا پس میں نے اس کے درہم کو لے لیا اور وہ لوگ ایک کتابچہ لائے کہ جس میں ستر اوراق پر مشتمل مسائل تھے۔ ہر ایک ورق پر ایک مسئلہ تھا

اور اس کا باقی ورق سفید تھا تا کہ اس پر جواب اس کے نیچے ہی لکھا جا سکے اور ہر دو ورقوں پر تین چھید تھے اور ہر ایک ورق پر تین مہریں لگی ہوئی تھیں ہر ایک چھید پر مہر تھی۔ اور ان سب نے کہا۔ "تم یہ رات کے وقت امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا اور صبح کے وقت لے لینا۔ پس اگر تم تمام مہروں کو درست پاؤ تو ان میں سے پانچ کو توڑنا اور دیکھنا کہ امام علیہ السلام نے مسائل کا جواب دیا ہے۔ پس اگر بغیر مہر توڑے مسائل کا جواب لکھ دے تو وہ برحق امام علیہ السلام اور اس مال کے مستحق ہوں گے۔ تب تم مال آپ علیہ السلام کے حوالے کر دینا بصورت دیگر ہمارے اموال ہمیں ہی واپس پہنچانا۔"

پس وہ شخص عبداللہ الافطح بن جعفر علیہ السلام کے پاس گیا اور انہیں پرکھا تو یہ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔"اے پالنے والے مجھے سیدھے راستے کی ہدایت فرما"

محمد بن علی نے روایت کی ہے کہ تب میں کھڑا ہی تھا کہ ایک غلام میرے پاس آیا اور اس نے کہا "جسے تو چاہتا ہے اسے لبیک کہہ" پس وہ مجھے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے گھر لے گیا۔ جب آپ علیہ السلام نے مجھے دیکھا تو مجھے فرمایا۔ اے ابو جعفر! مایوس مت ہو اور میرے بارے میں یہودونصاریٰ سے خوفزدہ مت ہو کیونکہ میں اللہ کی حجت علیہ السلام اور اس کا ولی علیہ السلام ہوں۔ ابو حمزہ تجھے میرے جد امجد علیہ السلام مسجد کے دروازے پر پہچان نہیں پایا تھا۔ میں نے گزشتہ شام ہی سے تمہارے ان تمام مسائل کا جواب دے دیا تھا کہ جن کی تمہیں ضرورت ہے۔ پس تم مجھے وہ مال دو شطیطہ کا وہ درہم بھی دو کہ جس کا وزن ایک درہم اور دو "رنق" ہے کہ جو اس تھیلی میں ہے کہ جس میں چار سو درہم ہیں اور اس کا وہ کپڑا بھی دو کہ جو دو بلخی بھائیوں کے کپڑوں کے درمیان موجود ہے۔"

محمد بن علی نیشاپوری نے روایت کی ہے کہ "پس آپ علیہ السلام کی گفتگو سے میری عقل ٹھکانے آ گئی۔ پس آپ علیہ السلام نے جو مجھے حکم صادر فرمایا میں نے اس کی فوراً تعمیل کی اور میں نے وہ سب آپ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا تو آپ علیہ السلام نے شطیطة کا درہم اور کپڑا اٹھایا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اللہ عزّوجلّ حق کی قلت سے شرمندہ نہیں کرتا ہے۔ اے ابو جعفر! شطیطہ کو میرا سلام پہنچانا اور اسے یہ تھیلی دینا اور اس میں چالیس درہم تھے"

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا "اور میں نے اس کیلئے اپنے کفن میں سے کہ جو ہمارے گاؤں "صیدا" کی کپاس سے بنا ہے کہ جو فاطمہ سلام اللہ علیہا کا گاؤں ہے اور اسے میری ہمشیرہ حلیمہ بنت ابی عبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیہم السلام نے اپنے ہاتھوں سے کاتا ہے۔"

پھر فرمایا "اور تم اس (شطیطہ) سے کہنا: "تم ابو جعفر کے پہنچنے کے بعد اور اس کپڑے اور درہم کے ملنے کے بعد انیس دن زندہ رہو گی تم ان دراہم میں سے سولہ 16درہموں کو اپنی ذات پر خرچ کرنا اور چوبیس درہموں کو اپنی طرف سے صدقہ کر دینا یا تمہارے اوپر کوئی واجب الادا قرض ہو تو ادا کر دینا اور تیرے اوپر نماز جنازہ میں خود پڑھوں گا۔" اے ابو جعفر! جب تم مجھے دیکھو تو مجھے پوشیدہ ہی رکھنا کیونکہ اس میں تیری جان کی بقاء ہے۔"

پھر فرمایا "یہ اموال ان کے مالکوں کو واپس کر دینا اور تم اس کتابچے کی مہروں کو توڑو اور دیکھو کہ میں نے تمہارے مسائل کا جواب دے دیا ہے یا نہیں؟ حالانکہ کتابچہ ابھی مجھ تک پہنچا ہی نہیں ہے پس میں نے مہروں کو درست پایا۔ پس میں نے ان میں سے ایک کو درمیان میں سے توڑا تو میں نے اس میں

لکھا ہوا پایا کہ جو امام علیہ السلام نے اس شخص کے بارے میں فرمایا تھا کہ جس نے کہا تھا۔ ”میں نے اللہ کے نام کی نذر مانی تھی کہ میں اپنے تمام قدیم غلاموں کو آزاد کر دوں گا“ جبکہ اس کے پاس غلاموں کی ایک بہت بڑی تعداد موجود تھی۔ آپ علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ سے جواب لکھا۔ ”اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہر اس غلام کو آزاد کر دے کہ جو اس کی ملکیت میں چھ ماہ سے زیادہ عرصے سے ہو۔ اور اس پر دلیل اللہ عزّوجلؑ کا فرمان ”اور ہم نے چاند کی منازل کو مقرر کیا ہے یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی مانند ہو جاتا ہے۔ (الآیۃ) اور حدیث میں آیا ہے کہ جسے چھ ماہ کا عرصہ نہ گزرا ہو وہ پرانا ہے۔“

پس میں نے دوسری مہر توڑی تو اس میں امام علیہ السلام نے اس شخص کو جواب سے نوازا تھا کہ جس نے کہا تھا۔ ”اللہ کی قسم! میں ضرور بالضرور مال کثیر صدقہ کروں گا“ تو وہ کتنا صدقہ کرے؟“‘ اس سوال کے نیچے آپ علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے تحریر فرمایا ”جس نے یہ حلف اٹھایا ہے اگر وہ بھیڑ بکریاں رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ چوراسی بکریاں صدقہ کرے اور اگر اونٹ رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ چوراسی اونٹ صدقہ کرے۔ اور اگر بطور مال درہم رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ چوراسی درہم صدقہ کرے اور اس پر دلیل اللہ عزّوجلؑ کا فرمان ہے ”اور یقینا ہم نے تمہاری مدد کثیر مقامات پر کی ہے“(القرآن) پس میں نے شمار کیا تو اس آیت کے نزول سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چوراسی مقامات پر اللہ عزّوجلؑ نے مدد کی ہے۔

پس میں نے تیسری مہر توڑی تو میں نے اس کے نیچے لکھا پایا کہ اما م علیہ السلام نے اس شخص کے بارے میں جواب دیا تھا کہ جس نے مردے کی قبر کو کھولا اور میت کا سر تن سے جدا کر ڈالااور کفن اتار لیا۔“ آپ علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے تحریر تھا ”چور کے ہاتھ کو کاٹا جائے گا کہ اس نے حصار توڑ کر کفن چوری کیا اور اس پر میت کے سر کو کاٹنے کی دیت ایک سو دینار ہو گی کیونکہ ہم نے مردے کو اس جنین کی مانند قرار دیا ہے کہ جو ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس سے پہلے کہ اس میں روح پھونکی جائے۔ پس ہم نے نطفہ کے بیس دینار قرار دئیے ہیں۔۔۔۔ مسئلہ کے آخر تک۔“

پس جب وہ خراسان پہنچا تو امام علیہ السلام نے جن کو ان کے اموال واپس بھیجے تھے وہ سب قطعی مذہب اختیار کر چکے تھے اور شطیطہ مذہب حق پر ہی ثابت قدم تھی۔ پس اس نے شطیطہ کو امام علیہ السلام کا سلام پہنچایا اور اسے امام علیہ السلام کی طرف سے عطا کردہ تھیلی اور کپڑا دیا تو وہ اتنا ہی زندہ رہی کہ جتنا امام علیہ السلام نے فرمایا تھا۔“

جب شطیطہ کی وفات ہوئی تو امام علیہ السلام اپنے اونٹ پر سوار ہو کر تشریف لائے جب آپ علیہ السلام شطیطہ کی تجہیز سے فارغ ہوئے تو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر صحراء کی طرف چلے گئے اور آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اپنے ساتھیوں کو پہچان کر ان پر میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا ”میں یا میرے جیسے تمام ائمہ علیہم السلام کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ ہم تمہارے جنازوں میں شریک ہوں خواہ تم کسی بھی علاقے میں رہتے ہو پس اپنی جانوں کے بارے میں اللہ کے غضب سے ڈرو“

اور مفید نے ارشاد۔میں محمد بن اسماعیل سے، اس نے محمد بن فضل سے روایت کی ہے کہ ہمارے ساتھیوں میں سے راوی حضرات کے درمیان پاؤں کے مسح کے بارے میں اختلاف ہو گیا کہ کیا وہ انگلیوں سے ٹخنوں کی طرف سے یا ٹخنوں سے انگلیوں کی طرف ہے؟ پس علی بن یقطین نے ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں لکھا۔ ”آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! ہمارے ساتھیوں میں پیروں کے

مسح کے بارے میں اختلاف ہو گیا ہے پس اگر آپ علیہ السلام مناسب سمجھیں تو میری طرف اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھ بھیجئے کہ میں کس پر عمل کروں انشاء اللہ میں ویسا ہی کروں گا۔

تو اس کی طرف ابو الحسن علیہ السلام نے لکھ بھیجا "پس تو نے وضو کے بارے میں جس اختلاف کا ذکر کیا ہے اسے میں نے سمجھا ہے پس جو تمہیں حکم دے کہ تم تین بار کلی کرو اور تین بار ناک میں پانی ڈالو اور اپنی داڑھی کا خلال کرو اور اپنے سارے سر کا مسح کرو اور اپنے کانوں کے ظاہری اور اندرونی حصے کا مسح کرو اور اپنے چہرے کو تین بار دھو ڈالو اور اپنے پاؤں کے ٹخنوں تک تین بار دھو ڈالو۔ پس تم اس کی مخالفت مت کرو۔"

پس جب یہ مبارک خط علی بن یقطین تک پہنچا کہ تو اس میں جو اس کیلئے لکھا ہوا تھا وہ اس سے بہت متعجب ہوا کہ اس میں تو شیعوں کے تمام گروہوں کی مخالفت تھی پھر اس نے کہا 'میرے مولا علیہ السلام بہتر جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا فرمایا ہے پس میں ہر حال میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا۔" پس وہ اپنا وضو اسی طرح کرنے لگا اور اس میں ابوالحسن علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمام شیعوں کے مخالف طریقوں پر عمل کرنے لگا۔ ادھر رشید عباسی کے پاس علی بن یقطین کی مخالفت کی کوشش کی گئی تو اس سے کہا گیا۔ وہ راضعی ہے اور تمہارا مخالف ہے" تو رشید عباسی نے اپنے کسی خاص آدمی کو کہا "علی بن یقطین کے بارے میں میرے پاس بہت زیادہ شکایات آئی ہیں کہ وہ ہمارا مخالف ہے اور رفض (شیعیت) کی طرف میلان رکھتا ہے۔ حالانکہ میں نے اپنی خدمت کے معاملے میں اس میں کوئی کوتاہی نہ پائی ہے۔ میں نے اس کا کئی بار امتحان لیا ہے مگر میں نے اس میں ایسی کوئی چیز نہ پائی ہے کہ جس پر اس کا مواخذہ کیا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اس کے معاملے کی حتمی چھان بین یوں کروں کہ اسے معلوم بھی نہ ہو کہ وہ مجھ سے بچاؤ کی تدبیر کر پائے۔"

تو اس سے کہا گیا "اے بادشاہ! رافضہ وضو میں جماعت کی مخالفت کرتے ہیں اور مختصر وضو کرتے ہیں۔ ان کو پاؤں دھوتے نہیں دیکھا گیا پس آپ اس کا چھپ کر وضو کے وقت امتحان لیں۔"

تو اس نے کہا "ہاں یہ ٹھیک ہے اس طرح اس کا معاملہ واضح ہو جائے گا"پھر اس نے اسے ایک مدت تک چھوٹ دی اور پھر اسے اپنے گھر میں ایک کام پر لگایا یہاں تک کہ نماز کا وقت ہو گیا اور رشید عباسی؁ چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ علی بن یقطین گھر کے حجرے میں تنہا چلا گیا تا کہ وضو کرے اور جب نماز کا وقت داخل ہو تو وہ اپنی نماز ادا کرے۔"

پس جب نماز کا وقت داخل ہوا تو رشید عباسیؒ حجرے کی دیوار کے پیچھے کھڑا ہو گیا اس طرح کہ وہ علی بن یقطین کو دیکھ سکتا تھا مگر علی بن یقطین اسے نہ دیکھ سکتا تھا۔ پس اس نے وضو کیلئے پانی طلب کیا اور تین کلیاں کیں اور تین بار پانی ناک میں ڈالا اور اپنا چہرہ دھویا اور اپنی داڑھی کے بالوں میں خلال کیا اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار دھویا اور اپنے پورے سر کا مسح کیا اور اپنے کانوں کا اندر باہر مسح کیا اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے جبکہ رشید عباسی؁ اسے دیکھ رہا تھا جب اس نے ایسا کیا تو رشید عباسی؁ سے رہا نہ گیا اور وہ اس کے سامنے آگیا پھر بلند آواز سے پکارا" اے علی بن یقطین! جھوٹا ہے وہ کہ جو تمہیں رافضی کہتا ہے" اور علی بن یقطین کی ساکھ رشید عباسی کے پاس پہلے سے بہتر ہو گئی۔ پھر اس کے بعد علی بن یقطین کے پاس حضرت ابو الحسن علیہ السلام کی طرف سے خود ہی خط موصول ہوا۔ "اے علی بن یقطین اب تم اسی طرح وضو کرو کہ جیسا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اپنے چہرے کو ایک مرتبہ

فرض سمجھ کر دھو ڈالو اور دوسری مرتبہ مستحب طور پر اور اسی طرح ہی اپنے بازوؤں کو دھو ڈالو کہنیوں تک اور اپنے سر کے سامنے والے حصے کا مسح کرو اور اپنے پیروں کے سامنے والے حصے کا بھی مسح کرو اپنے وضو کی بچی ہوئی تری کے ساتھ۔ کیونکہ جس چیز کا تمہارے بارے میں خوف تھا وہ ٹل گیا ہے۔

والسلام

اور اسی کتاب میں ہی روایت کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن ادریس نے ابن سنان سے روایت کی ہے کہ ایک دن رشید عباسیؒ نے علی بن یقطین کو اعزاز کے طور پر کچھ کپڑے دئیے کہ جن میں ایک کالے رنگ کا کوٹ بھی تھا کہ جو بادشاہوں کے لباس کا حصہ ہوا کرتا تھا کہ جس میں سونے کی آرائش تھی۔ پس اس میں سے زیادہ تر کپڑے علی بن یقطین نے ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں روانہ کر دئیے اور اس میں وہ کوٹ بھی تھا اور اس نے اس کے ساتھ ساتھ حسب معمول اپنے مال کا خمس بھی بھیجا۔ جب یہ چیزیں ابو الحسن علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو آپ علیہ السلام نے مال کو قبول کر لیا اور دیگر کپڑوں کو بھی مگر وہ خاص کوٹ پیام رساں کے ہاتھوں علی بن یقطین کی طرف واپس بھیج دیا۔ اور آپ علیہ السلام نے اس کی طرف تحریر فرمایا۔ ”اس کو سنبھال کر رکھو اور اسے اپنے ہاتھوں سے مت نکالو کیونکہ تجھے اس کی انتہائی ضرورت پڑے گی“

علی بن یقطین کو کوٹ کی واپسی پر بہت رنج پہنچا مگر وہ نہ جان پایا کہ اس کا سبب کیا ہے اور اس نے اس کوٹ کی حفاظت شروع کر دی۔

پس اس کے کچھ دنوں بعد علی بن یقطین اپنے مخصوص غلام پر غصے ہوا اور اسے اپنی نوکری سے نکال دیا جبکہ وہ غلام علی بن یقطین کی ابو الحسن علیہ السلام کی عقیدت کو جانتا تھا اور وہ ہر وقت آپ علیہ السلام کی طرف اس کی طرف سے بھیجے جانے والے مال، کپڑوں اور تحائف وغیرہ کی تفصیل کو بھی جانتا تھا۔ پس اس نے جا کر رشید عباسیؒ کے سامنے اس کی جاسوسی کی تو کہا ”علی بن یقطین موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی امامت کا قائل ہے اور اس کے پاس ہر سال اپنے مال کا خمس بھیجتا ہے۔ اور اس نے وہ کوٹ بھی اسے بھیج دیا ہے کہ جو آپ نے اسے فلاں وقت دیا تھا۔“ پس رشید عباسیؒ کو جھٹکا سا لگا اور وہ شدید غضبناک ہو گیا تو اس نے کہا ”یقینا میں اس حال سے پردہ ضرور اٹھاؤں گا پس اگر معاملہ ویسا ہی نکلا کہ جیسا تو نے کہا ہے تو میں اس کو ذلیل کروں گا“ پس اسی وقت ہی اس نے علی بن یقطین کو حاضر کرنے کا حکم صادر کیا۔“

پس جب علی بن یقطین کو اس کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا ”وہ کوٹ کہاں ہے کہ جو میں نے تمہیں پہنایا تھا؟“ اس نے کہا ”اے بادشاہ! وہ میرے پاس ایک خوشبودار صندوق میں محفوظ ہے۔ میں نے اسے حفاظت سے رکھا ہوا ہے۔ جب صبح ہوتی ہے تو میں اس صندوق کو کھولتا ہوں اور تبرک کے طور پر اسے دیکھتا ہوں اور اسے چومتا ہوں اور پھر اسے اس کی جگہ رکھ دیتا ہوں اور جب شام ہوتی ہے تو بھی میں ایسا ہی کرتا ہوں۔“

تو اس نے کہا ”اسے اسی وقت حاضر کرو“

اس نے کہا ”جی ہاں اے امیر! پس اس نے اپنے کسی خادم کو بلایا اور اس سے کہا۔ ”میرے گھر کے فلاں کمرے میں جاؤ اور میری کنیز سے اس کی چابی لے کر اسے کھولو پھر فلاں بڑی صندوق کو کھولو اور

میرے پاس وہ صندوق لے کر آؤ کہ جس پر مہر لگی ہوئی ہے۔“ پس تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ غلام اس مہر شدہ صندوق کو لایا پس اسے رشید عباسی۔ کے سامنے رکھ دیا اس نے اس کی مہر توڑ کر اسے کھولنے کا حکم دیا۔ جب اسے کھولا گیا تو رشید عباسیؔ نے اس میں موجود کوٹ کو اپنی اصلی حالت میں خوشبو میں تر پایا تو رشید کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا پھر اس نے علی بن یقطین کو کہا اسے اس کی جگہ واپس رکھو اور خوش ہو کر واپس چلے جاؤ۔ آج کے بعد میں تیرے خلاف کسی بات کو سچا نہ جانوں گا اور حکم دیا کہ اسے ایک سال کی تنخواہ انعام کے طور پر دی جائے اور شکایت کرنے والے کو ایک ہزار کوڑے لگوانے شروع کیے۔ پس اسے ا بھی پانچ سو کوڑے ہی لگے تھے کہ وہ ان کے سبب مر گیا۔“

الخرائج میں ہے کہ اسحق بن منصور نے کہا کہ میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا کہ ”میں نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے سنا کہ آپ علیہ السلام اپنے شیعوں میں سے ایک شخص کو اس کی موت کی خبر دے رہے تھے تو میں نے اندر ہی اندر کہا۔ ”ایسا لگتا ہے کہ جیسے آپ علیہ السلام اپنے شیعوں میں سے ہر شخص کے بارے میں جانتے ہیں کہ وہ کب مرے گا۔ تو آپ علیہ السلام نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ”تو جو کرنا چاہتا ہے کر لے کیونکہ تمہاری زندگی ختم ہو گئی ہے اور اس میں سے دو سال سے بھی کم کا عرصہ رہ گیا ہے۔

اور اسی طرح تمہارا بھائی بھی تمہارے بعد فقط ایک ماہ ہی زندہ رہ پائے گا پھر مر جائے گا۔ اور اسی طرح تمہارے گھر والوں میں سے اکثر لوگ بھی اور وہ سب پراگندہ ہو جائیں گے اور انکا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے گا اور دشمن ان پر سب و شتم کریں گے تب وہ ایک دوسرے کیلئے رحمت بن جائیں گے اور تمہارے سینے میں یہ تھا۔“

تو میں نے عرض کی ”میرے سینے میں جو تھا اس کے بارے میں اللہ سے معافی کا طلبگار ہوں“ پس منصور دو سال مکمل نہ کر پایا یہاں تک کہ مر گیا اور اس کے ایک ماہ بعد اس کا بھائی بھی مر گیا اور اس کے گھر والوں کی اکثریت مر گئی اور باقی مفلس ہو گئے اور پراگندہ ہو گئے یہاں تک کہ جو باقی بچے وہ صدقہ کے محتاج ہو گئے۔

اور کشف الغمۃ میں کتاب دلائل الحمیری سے نقل کیا گیا ہے کہ اصبغ بن موسیٰ سے روایت ہے کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے میرے ہاتھ ابو ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں ایک سو دینار بھیجے اور میرے ساتھ میرا سامان بھی تھا۔ پس جب میں مدینہ میں وارد ہوا تو میں نے خود پر پانی ڈالا اور میں نے اپنے سامان اور اس شخص کے سامان کو غسل دیا اور اس پر خوشبو چھڑکی پھر میں نے اس شخص کے سامان کو شمار کیا تو اسے ننانوے دینار پایا۔ پس میں نے اسے دوبارہ شمار کیاتو بھی اسے اسی طرح پایا۔ پس میں نے اپنے دیناروں میں سے ایک دینار لیا اور اسے غسل دیا اور اس پر خوشبو چھڑکی اور انہیں اسی طرح تھیلی میں ڈال دیا اور میں رات کے وقت آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ”آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! میرے ہمراہ کچھ چیز ہے کہ جس کے ذریعے میں خوشنودی الٰہی چاہتا ہوں“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”لاؤ“ پس میں نے آپ علیہ السلام کے سامنے اپنے دینار پیش کیے اور میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ ”آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! آپ علیہ السلام کے فلاں محب نے میرے ہاتھ آپ علیہ السلام کی خدمت میں کوئی چیز بھیجی ہے۔“تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”لاؤ“ تو میں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں وہ تھیلی پیش کی، آپ علیہ

السلام نے فرمایا ”اسے کھولو“ تو میں نے کھولا تو آپ علیہ السلام نے اسے اپنے مبارک ہاتھوں سے ٹٹولا اور ان میں سے میرا دینار نکال کر مجھے دیا اور فرمایا۔ ”اس نے ہماری طرف وزن اور عدد کے اعتبار سے اتنے ہی بھیجے تھے۔“

اور اسی کتاب میں ہے کہ ہشام بن الحکم نے کہا کہ ”میں نے منیٰ کے میدان میں ایک کنیز خریدنے کا ارادہ کیا تو میں نے ابو الحسن اوّل علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور آپ علیہ السلام سے مشورہ چاہا تو آپ علیہ السلام نے مجھے جواب نہ دیا۔ جب میں طواف میں تھا تو آپ علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہو کر شیطان کو پتھر مارنے کیلئے میرے قریب سے گزرے تو میری طرف نگاہ فرمائی اور کنیزوں میں سے اس کنیز کی طرف بھی۔ پھر آپ علیہ السلام کا میرے پاس خط پہنچا۔ ”میں اس کنیز کو خریداری کے معاملے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتا اگرا س کی عمر کم نہ ہو تو“

میں نے کہا ”اللہ کی قسم! نہیں۔ آپ علیہ السلام نے مجھے یہ جملہ ہر گز نہیں کہا مگر یہ کہ اس میں کوئی بات ہے۔ اللہ کی قسم! میں اسے ہرگز نہ خریدوں گا۔“

پس میں ابھی مکہ سے باہر نہ نکلا تھا کہ وہ کنیز دفن کر دی گئی۔

اور اسی طرح اسی کتاب میں ہے کہ علی بن ابی حمزہ نے روایت کی ہے کہ میں ابو عبداللہ علیہ السلام کی شہادت والے سال ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ”آپ علیہ السلام کی مبارک زندگی کتنی ہوئی ہے؟“ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”انیس 19سال“ تو میں نے عرض کی ”آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام نے مجھے ایک راز سونپا تھا اور مجھے ایک حدیث سنائی تھی پس آپ علیہ السلام مجھے اس کے بارے میں بتائیے؟“

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”آپ علیہ السلام نے تمہیں یہ یہ فرمایا تھا“ یہاں تک کہ وہ پوری بات بتا دی کہ جو مجھے ابو عبداللہ علیہ السلام نے بتائی تھی۔“

اور محمد بن عبداللہ بن جعفر الحمیری نے قرب الاسناد میں احمد بن محمد سے، اس نے ابو قتادہ سے، اس نے ابو خالد زبالی سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام ”زبالہ“ تشریف لائے تو آپ علیہ السلام کے ساتھ مہدی عباسی کے ساتھیوں کی ایک جماعت بھی تھی کہ انہیں مہدی عباسی نے آپ علیہ السلام کی گرفتاری کیلئے بھیجا تھا۔ آپ علیہ السلام نے مجھے اپنے لئے ضروری اشیاء کی خریداری کا حکم صادر فرمایا اور میری طرف دیکھا تو میں مغموم تھا۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اے ابو خالد! کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں مغموم دیکھ رہا ہوں؟“ تو میں نے عرض کی ”آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! اس سرکش کا آپ علیہ السلام کی طرف ان کو بھیجنا خسارے سے خالی نہ ہے۔“

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اے ابو خالد! مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پرتا۔ جب فلاں سال فلاں مہینے کے فلاں دن کی رات کا ابتدائی حصہ آئے تو تم میرا انتظار کرنا یقینا انشاء اللہ میں تمہارے پاس پہنچوں گا۔“

راوی نے کہا ”پس مجھے فکر نے گھیر لیا تو میں مہینے اور دن گننے لگا پس میں نے اس رات سے پہلے والے دن کی صبح کی کہ جس کا آپ علیہ السلام نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا پس میں آپ علیہ السلام کا

انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا مگر میں نے کسی کو آتا نہ دیکھا۔ پس میں شک کا شکار ہونے لگا یہاں تک کہ میرے اندر طوفان مچلنے لگا۔ پس میں نے رات کو قریب ہوتے ہوئے دیکھا تو ایک سیاہی نمودار ہوئی۔ پس میں نے اس کا انتظار کیا تو میں نے دیکھا کہ ابو الحسن علیہ السلام قطار کے آگے آگے اپنے خچر پر سوار مجھ تک پہنچ گئے تو فرمایا۔ "اے ابو خالد" میں نے عرض کی۔ "لبیک! آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں" آپ علیہ السلام نے فرمایا "شک مت کیا کر کہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ شیطان کی طرف سے وارد ہوتا ہے۔ یقینا تو نے شک کیا تھا۔" میں نے عرض کی۔ "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! اللہ کی قسم ایسا ہی ہوا تھا۔" پس مجھے آپ علیہ السلام کی رہائی سے بہت خوشی ہوئی تو میں نے عرض کی۔ "تمام تر حمد اس اللہ کیلئے کہ جس نے آپ کو طاغوت سے رہائی دلائی ہے۔" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ "اے ابو خالد! وہ مجھے دوبارہ گرفتار کر لیں گے کہ مجھے ان سے چھٹکارہ نہیں ہے۔"

اور کشف الغمة میں کتاب دلائل الحمیری سے انہی اسناد کے ساتھ ایسی ہی روایت نقل کی گئی ہے۔

اور قرب الاسناد میں احمد بن محمد سے، اس نے حسن بن علی الوشاء سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے ماموں اسماعیل بن الیاس کے دنوں میں حج کیا تو ہم نے ابو الحسن اوّل علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا تو میرے ماموں نے لکھا۔ "میری بیٹیاں ہیں مگر کوئی بیٹا نہ ہے اور ہمارے مرد کم ہی ہوتے ہیں۔ میں نے اپنی بیوی کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ حاملہ ہے پس آپ علیہ السلام اللہ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے لڑکا عطا فرمائے اور آپ علیہ السلام اس کا نام بھی تجویز فرما دیں" تو جواباً توقیع مبارکہ برآمد ہوئی۔" اللہ نے تمہاری حاجت پوری کر دی ہے اور تم اس کا نام "محمد" رکھنا۔

پس ہم کوفہ واپس آگئے تو پتہ چلا کہ میرے کوفہ میں داخل ہونے سے چھ دن پہلے اللہ نے مجھے ایک لڑکا دیا اور ساتویں روز ہم کوفہ میں داخل ہوئے۔ ابو محمد نے کہا "اللہ کی قسم! آج تک وہ شخص موجود ہے اور اس کی اولاد بھی۔"

اور اسی کتاب میں محمد بن الحسین سے، اس نے علی بن جعفر بن ناجیة سے روایت کی ہے کہ اس نے ایک سو درہم کے عوض ایک سیاہی مائل سبز رنگ کی چادر لی اور وہ اسے اپنے ساتھ ابو الحسن اوّل علیہ السلام کیلئے لے چلا مگر کسی کو بھی اس بارے میں کچھ نہ بتایا۔ اور میں عبدالرحمن بن حجاج کے ساتھ سفر پر نکلا تھا۔ تب وہ ابو الحسن علیہ السلام کا نمائندہ تھا۔ پس اس نے اپنے ساتھ جو بھی تھا آپ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تو آپ علیہ السلام نے لکھ بھیجا۔ میرے لیے سیاہی مائل سبز رنگ کی چادر بھیجو۔ پس انہوں نے مدینہ میں بہت تلاش کی مگر کسی ایک کے پاس بھی نہ پائی۔ تو میں نے اس سے کہا۔ "وہ چادر میرے پاس ہے کہ میں اسے آپ علیہ السلام ہی کیلئے لایا ہوں" پس ان لوگوں نے وہ چادر آپ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجی اور ان لوگوں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ ہم نے اسے علی بن جعفر سے پایا ہے۔ پس جب آئندہ سال آیا تو میں نے ویسی ہی چادر خریدی اور اپنے ساتھ لے آیا مگر کسی کو بھی نہ بتایا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ علیہ السلام نے ان لوگوں کی طرف پیغام بھیجا۔ "میرے لیے اسی شخص سے ویسی ہی چادر لو" پس انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا "ہاں وہ میرے پاس ہے "پس ان لوگوں نے وہ چادر آپ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجی۔"

اور انہی اسناد کے ساتھ اسی کتاب میں عبدالرحمن بن الحجاج سے روایت کی ہے کہ میں نے ربیع کے غلام غالب سے چھ ہزار درہم ادھار لیے کہ جس کے عوض میری جائیداد پوری ہو جاتی تھی تو اس نے میری طرف ایک چیز بھیجی کہ وہ چیز تم ابو الحسن اوّل علیه السلام کی خدمت میں حاضر کرنا اور اس نے کہا "جب چھ ہزار درہم سے تیری حاجت پوری ہو جائے تو تم وہ سب بھی ابو الحسن علیه السلام کی خدمت میں پیش کر دینا۔

پس جب میں مدینه آیا تو میں نے وہ چیز جو غالب کی طرف سے میرے ساتھ تھی وہ آپ علیه السلام کی خدمت میں بھیج دی۔ تو آپ علیه السلام نے مجھے پیغام بھیجا۔ "چھ ہزار درہم کہاں ہیں؟" تو میں نے عرض کی۔ "میں نے وہ اس سے قرض لیے تھے اور اس نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں وہ آپ علیه السلام کے حوالے کر دوں" پس جب میرا سامان بک جائے گا تو میں وہ آپ علیه السلام کے پاس بھیج دوں گا۔" تو آپ علیه السلام نے مجھے پیغام بھجوایا "وہ درہم ہمیں جلدی بھیجو کہ ہمیں ان کی ضرورت ہے" پس میں نے وہ درہم آپ علیه السلام کی خدمت میں بھیج دئیے۔

اور اسی کتاب میں احمد بن محمد سے،اس نے احمدبن ابی محمود خراسانی سے، اس نے عثمان بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن ماضی علیه السلام کو مکه اور مدینه کے درمیان حوضوں میں سے ایک حوض پر دیکھا کہ آپ علیه السلام نے چادر باندھی ہوئی تھی اور آپ علیه السلام پانی میں تھے۔ پس آپ علیه السلام اپنے دھن مبارک میں پانی لیتے پھر اسے منه میں گھماتے تو وہ زرد ہو جاتا تھا۔ تو میں نے اندر ہی اندر کہا۔ "یه اپنے زمانے میں اللہ کی مخلوق میں سے سب سے افضل ہیں تبھی تو ایسا کر رہے ہیں۔" پھر میں مدینه میں آپ علیه السلام کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپ علیه السلام نے فرمایا "کہاں ٹھہرے ہو؟" تو میں نے آپ علیه السلام سے عرض کی۔ "میں اور میرا ایک دوست فلاں کے گھر رکے ہوئے ہیں۔" تو آپ علیه السلام نے فرمایا "پس تم جلدی سے واپس جاؤ اور اپنا سامان اکٹھا کرو اور فوراً اس سے باہر نکل جاؤ۔

پس میں جلدی جلدی واپس پہنچا اور ہم نے اپنے کپڑے وغیرہ اٹھائے اور ہم باہر نکل گئے۔ ابھی ہم گھر سے باہر ہی نکلے تھے کہ وہ گھر دھڑام سے نیچے گر گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں موسیٰ بن جعفر بغدادی سے، اس نے وشآء سے، اس نے علی بن ابی حمزه سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا ابو الحسن موسیٰ علیه السلام نے فرمایا "نہیں۔ اللہ کی قسم! ابو جعفر ہرگز بیت اللہ کو نه دیکھ پائے گا" پس میں کوفه واپس گیا تو میں نے اپنے ساتھیوں کو اس کی خبر دی۔ پس تھوڑی ہی مدت بعد ہم نکلے تو ہم کوفه پہنچے تو ہمارے ساتھیوں نے مجھے وہ سب یاد دلایا۔ تو میں نے کہا "نہیں اللہ کی قسم! وہ بیت اللہ کو ہرگز نه دیکھ پائے گا۔" پس جب بستان آیا تو وہ سب میرے پاس دوبارہ آئے اور ان سب نے کہا "اس کے بعد کیا باقی رہ گیا ہے؟" میں نے کہا۔ "نہیں! اللہ کی قسم ہو ہرگز بیت اللہ نه دیکھ پائے گا۔" پس جب ہم "بئر میمون" پر اترے تو میں ابو الحسن علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ علیه السلام کو محراب عبادت میں پایا کہ آپ علیه السلام نے طویل سجده فرمایا پھر اپنا مبارک سر اٹھا کر مجھ سے فرمایا "جاؤ اور دیکھو کہ لوگ کیا کہه رہے ہیں۔" پس میں باہر نکلا تو میں نے ابو جعفر پر گریه کی آوازیں سنیں تو میں نے واپس جا کر آپ علیه السلام کو خبر دی۔ آپ علیه السلام نے فرمایا "اللہ اکبر! یه ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ کبھی بیت اللہ کو دیکھ پاتا۔"

اور اسی کتاب میں حسن بن علی بن نعمان سے، اس نے عثمان بن عیسیٰ سے، اس نے ابراہیم بن عبدالحمید سے روایت کی ہے کہ میری طرف ابو الحسن علیہ السلام نے لکھ بھیجا کہ اپنے گھر کو چھوڑ دو۔" عثمان بن عیسیٰ نے کہا "میں تب مدینہ میں آپ علیہ السلام کے پاس ہی حاضر تھا۔ پس مجھے اس بارے میں غم لاحق ہوا۔ اس کا گھر بازار اور مسجد کے درمیان تھا۔ پس اس نے اس گھر کو نہ چھوڑا۔ پس اس کے پاس دوبارہ پیام رساں گیا اور اس سے کہا "اپنے گھر کو چھوڑ دو۔" پس وہ پھر بھی اس گھر میں باقی رہا۔" نمائندہ تیسری بار گیا اور اس سے کہا "اپنے گھر کو چھوڑ دو۔" پس وہ گھر کی تلاش میں چلا اور میں مسجد میں تھا۔ پس وہ گھبرایا ہوا میرے پاس آیا تو میں نے اسے کہا۔ "تمہارے پیچھے کون لگا ہے؟" تو اس نے مجھے کہا۔ "تو نہیں جانتا کہ جو آج میرے ساتھ ہوا ہے؟"

میں نے کہا "نہیں۔" اس نے کہا "میں وضو کیلئے پانی نکالنے گیا تو ڈول نجاست سے بھرا ہوا آیا جبکہ ہمارے گھر کا سالن اور روٹی بھی اسی پانی سے پکتے ہیں۔ پس ہم نے اپنی روٹیاں پھینک دی ہیں اور ہم نے اپنے کپڑے دھوئے ہیں اور میں نے جانے کی تیاری کر لی تھی۔"

اور میں نے اپنا سامان اس گھر میں منتقل کر دیا ہے کہ جو میں نے کرائے پر لیا ہے۔ پس اس وقت اس گھر میں فقط ایک لڑکی ہے جو اس وقت ادھر جا رہی ہے" تو میں نے کہا "اللہ تمہیں برکت عطا فرمائے" پس ہم جدا ہو گئے پس جب ہم صبح مسجد گئے تو وہ آیا تو اس نے کہا "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو رات کو حادثہ ہوا ہے؟" میں نے کہا "ہمیں معلوم نہیں" اس نے کہا "اللہ کی قسم!, میرے گھر کی نچلی اور اوپر والی دونوں منزلیں گر گئی ہیں۔"

اور اسی کتاب ہی میں حسن بن علی بن نعمان سے، اس نے عثمان بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام نے ابراہیم بن عبدالحمید سے اس وقت کہ جب صبح سویرے میں ابراہیم قباجا رہا تھا اور ابو الحسن علیہ السلام مدینہ آ رہے تھے۔ فرمایا "اے ابراہیم!" تو میں نے عرض کی "لبیک" تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا "کہاں جا رہے ہو؟" میں نے عرض کی۔ "قبا کی طرف" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "کس چیز کی خاطر؟" تو میں نے عرض کی۔ "ہم ہر سال کھجور خریدتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ انصار میں سے کسی شخص کے پاس جا کر اس سے پھل خریدوں"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "یقینا تب تم ٹڈی دل سے محفوظ تھے۔" پھر آپ علیہ السلام مدینے میں داخل ہو گئے اور میں چلا گیا۔ پس میں نے ابو العسر کو یہ بات بتائی تو ا س نے کہا "نہیں۔ اللہ کی قسم! میں اس سال کھجور نہ خریدوں گا پس ابھی پانچواں ماہ نہیں گزرا تھا کہ اللہ عزّوجلَّ نے ٹڈی دل کو بھیجا تو اس نے کھجور میں موجود تقریباً پھل کھا ڈالا۔"

اور اسی کتاب میں حسن بن علی بن نعمان سے، اس نے عثمان بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ایک کنیز بخش کی۔ پس اس نے اس میں سے اولاد پیدا کی تو اس کے بعد اس کنیز نے کہا۔ تمہارے باپ نے مجھے تمہیں بخش کرنے سے پہلے مجھ سے خود بھی جماع کیا تھا۔" تو ابو الحسن علیہ السلام سے اس کنیز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اس کو سچا نہ سمجھا جائے گا وہ یہ فقط اس شخص کے برے اخلاق کے سبب کہہ رہی ہے" پس اس کنیز سے یہ کہا گیا تو اس نے کہا "اللہ کی قسم! آپ علیہ السلام نے سچ فرمایا ہے۔ میں فقط اس کے برے اخلاق سے فرار چاہتی تھی"

اور اسی کتاب میں محمد بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا حماد بن عیسیٰ سے، اس نے کہا کہ میں موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس بصرہ میں حاضر ہوا تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ ”آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! اللہ عزّوجلَّ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے گھر، بیوی، بچے اور خادم عطا فرمائے اور ہر سال حج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

تو آپ علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں کو بلند فرمایا پھر دعا فرمائی ”اللھم صل علی محمد و آل محمد“ اے میرے معبود! حماد بن عیسیٰ کو گھر، بیوی، بچے، خادم عطا فرما اور اسے ہر سال حج کی سعادت سے بھرہ ور فرما۔“

حماد نے کہا ”آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں پچاس 50حج کروں گا اور میں پہلے سے حماد نے کہا ”میں نے اڑتالیس 48 حج کیے ہیں۔ یہ میرا وہ گھر ہے کہ جو مجھے ملا ہے یہ پردے کے پیچھے میری بیوی ہے کہ جو میرا کلام سن رہی ہے اور یہ میرے دو بیٹے ہیں اور یہ میرا خادم ہے۔ پس مجھے وہ سب مل گیا ہے۔

پس حماد نے اس کلام کے بعد دو حج کیے اور پچاس پورے ہوئے۔ پھر پچاس کے بعد وہ حج کیلئے نکلا تو ابو العباس نوفلی کے ساتھ تھا۔ پس جب احرام باندھنے کے مقام پر پہنچا تو غسل کرنے کیلئے پانی کے اندر داخل ہوا تو ایک موج آئی جو اسے اٹھا کر لے گئی اور وہ ڈوب کر مر گیا۔ اللہ ہم پر اور اس پر اپنا رحم فرمائے مگر وہ پچاس سے زائد حج نہ کر پایا اور اس کی قبر ”سیالۃ“ کے مقام پر ہے۔

شیخ الثقۃ محمد بن الحسن الصفار نے بصائر الدرجات میں احمد بن الحسین سے، اس نے حسن بن برۃ سے، اس نے عثمان بن عیسیٰ سے، اس نے الحدث بن مغیرۃ النضری سے روایت کی ہے کہ میں موت والے سال مکہ میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ سال 174ھ ہجری کا تھا۔ تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا ”تمہارے ساتھیوں میں سے یہاں کون کون مریض ہے؟“ میں نے عرض کی۔ ”عثمان بن عیسیٰ تمام لوگوں سے زیادہ درد میں مبتلا ہے۔“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اس سے کہو مکہ سے باہر چلا جائے“ پھر فرمایا ”اور کون یہاں ہے؟“ تو آپ علیہ السلام کے سامنے آٹھ لوگوں کو شمار کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے چار افراد کے بارے میں مکہ سے باہر چلے جانے کا حکم دیا اور چار افراد کے بارے میں خاموش رہے۔ پس دوسرے روز ہم نے شام سے پہلے ان چار افراد کو دفن ہوتے دیکھا کہ جن کے بارے میں آپ علیہ السلام خاموش رہے تھے اور انہیں باہر نکلنے کا حکم نہ دیا تھا۔

عثمان نے کہا ”میں باہر نکل گیا تھا تو میں تندرست ہو گیا۔“

اور الخرائج میں خالد بن نجیع سے روایت ہے کہ میں موت والے سال ابو ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اسی طرح حدیث کو آگے بڑھایا کہ جیسے گزر چکی ہے۔

اور اسی کتاب میں ہے کہ اسحق بن عمار نے کہا کہ میں موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک شخص حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا ”اے فلاں! تو ایک مہینے تک مر جائے گا۔“ تو میں نے اندر ہی اندر کہا ”گویا آپ علیہ السلام اپنے شیعوں کی زندگیوں کے اختتام سے واقف ہیں“

تو آپ علیه السلام نے فرمایا "اے اسحق! تم لوگ اس چیز سے انکار کیوں کرتے ہو!

رشید الھجری عام سا شخص تھا وہ بھی علم المایا جانتا تھا تو امام علیه السلام تواس سے بڑھ کر ہے۔" پھر فرمایا "اے اسحق! تم دو سال کے بعد مر جاؤ گے اور تمہارے اہل و عیال اور خاندان والے پراگندہ ہو جائیں گے اور وہ شدید مفلسی کا شکار ہو جائیں گے۔"

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ خالد بن نجیع نے روایت کی ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیه السلام سے عرض کی۔ "ہمارے کچھ ساتھی کوفه سے آئے ہیں اور انہوں نے بتایا ہے کہ مفضل شدید بیمار ہے پس آپ علیه السلام اللہ عزّوجلؔ سے اس کے حق میں دعا فرمائیے۔"

تو آپ علیه السلام نے فرمایا "اسے تو راحت مل گئی ہے" اور یہ کلام اس کی موت کے تین دن بعد کا ہے۔

اور اسی کتاب میں ہے کہ خالد بن نجیع نے روایت کی ہے کہ مجھے امام موسیٰ کاظم علیه السلام نے فرمایا "تو اپنے شریک کاروبار کے درمیان معاملات کو نپٹا دے اس سے پہلے کہ تمہارے پاس میرا خط آ جائے۔ تب جو بھی تمہارے پاس ہو میری طرف بھیج دینا اور کسی سے کچھ مت لینا۔" اور امام علیه السلام مدینه چلے گئے پس اس کے بعد خالد مکه میں پندرہ 15دن زندہ رہا پھر مر گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں عبدالرحمن سے روایت ہے کہ ابو الحسن اوّل علیه السلام نے شہاب بن عبد ربه سے کچھ مال بطور قرض طلب فرمایا اور ایک خط تحریر فرمایا اور اسے میرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا "اگر اس کی موت ہو جائے تو اسے پھاڑ ڈالنا" عبدالرحمن نے کہا "پس میں مکه کی طرف نکل پڑا تو راستے میں میری ملاقات ابو الحسن علیه السلام سے ہوئی مگر آپ علیه السلام نے مجھے کچھ نه فرمایا۔ پھر آپ علیه السلام نے مجھے منیٰ کے میدان میں پیغام بھجوایا۔ "خط کو پھاڑ دو۔" پس میں نے ایسا ہی کیا اور میں کوفه گیا تو میں نے شہاب کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو وہ اسی وقت مرا تھا کہ جس وقت آپ علیه السلام نے مجھے خط پھاڑنے کا پیغام بھجوایا تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں حسن بن موسیٰ علیه السلام سے روایت ہے کہ میرے چچا محمد بن جعفر علیهما السلام مریض ہوئے یہاں تک که قریب المرگ ہو گئے اور ہم سب ان کے پاس جمع ہو گئے تو ابو الحسن علیه السلام داخل ہوئے اور ایک طرف بیٹھ گئے جبکه میرے چچا اسحق علیه السلام مریض کے سرہانے بیٹھ کر گریہ کر رہے تھے۔ تو ابو الحسن علیه السلام کچھ دیر رکے پھر اٹھ کر چلے گئے تو میں آپ علیه السلام کے پیچھے پیچھے گیا تو میں نے عرض کی "آپ علیه السلام کے خاندان والے اس کو اچھا نہیں سمجھ رہے۔ وہ کہہ رہے ہیں که وہ مر رہا ہے اور آپ علیه السلام چلے گئے ہیں۔" تو آپ علیه السلام نے فرمایا "تو دیکھے گا که یہ رونے والا مر جائے گا اور یہ مریض تندرست ہو کر اس پر روئے گا۔" پس ابو جعفر علیه السلام تندرست ہو گئے اور اسحق علیه السلام بیمار ہو کر فوت ہو گئے اور ان پر محمد بن جعفر علیه السلام نے گریہ فرمایا۔"

اور اسی کتاب ہی میں صرازم۔سے روایت ہے که میں مدینه گیا تو میں نے اس گھر میں که جس میں ٹھہرا تھا ایک لڑکی کو دیکھا تو وہ مجھے پسند آئی پس میں نے اس سے متعه کرنے کی ٹھان لی مگر اس نے اپنا نفس مجھ سے تزویج کرنے سے انکار کر دیا۔ پس میں نے عشاء کے بعد دروازہ کھٹکھٹایا تو اسی لڑکی ہی

نے میرے لیے دروازہ کھولا پس میں نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھ دیا تو اس نے میرے لیے راستہ چھوڑ دیا یہاں تک کہ میں اندر چلا گیا۔ جب صبح ہوئی تو میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اے مرازم! جو تنہائی میں اپنے دل کی حفاظت نہ کر سکے وہ ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہے“

اور اسی کتاب ہی میں ہاشم بن سالم سے روایت ہے کہ میں عبداللہ افطح بن امام جعفر علیہ السلام کے پاس گیا تو زکوٰۃ کا ذکر چل پڑا تو اس نے کہا ”جس کے پاس چالیس درہم ہوں تو اس میں ایک درہم زکوٰۃ ہے۔“ پس مجھے تعجب ہوا اور میں نے اس کو بہت گھٹیا جانا۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد لینے کی غرض سے اٹھ گیا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزار پر آیا۔“

تو میں نے عرض کی ”میں کس کے پاس جاؤں؟“ پس میں اسی کشمکش میں تھا کہ میرے پاس ایک چھوٹا بچہ آیا اور اس نے میرا کپڑا پکڑ کر کہا۔ ”لبیک کہو“ میں نے کہا ”کسے؟“ اس نے کہا ”موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو“پس میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں گھر کے صحن میں پہنچا تو آپ علیہ السلام کمرے میں موجود تھے اور آپ علیہ السلام نے چادر اوڑھ رکھی تھی تو آپ علیہ السلام نے بآواز بلند فرمایا ”اے ہاشم! میں نے عرض کی۔ ”لبیک“ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”حرورية اور قدرية کی طرف مت جاؤ، میری طرف آؤ۔ پس میں نے آپ علیہ السلام سے سوال شروع کیے تو آپ علیہ السلام نے مجھے ہر اس سوال کا جو میں چاہتا تھا جواب دیا۔

اور اسی کتاب ہی میں معلی بن محمد البصری سے، اس نے حسن بن وشآء سے، اس نے محمد بن علی سے، اس نے خالد بن نجیع سے روایت کی ہے کہ میں ابو ابراہیم علیہ السلام کے پاس رمیلہ کے مقام پر حاضر ہوا تو میں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو میں نے دل ہی دل میں کہا۔ آپ علیہ السلام مظلوم ہیں اور مغصوب ہیں اور اندر ہی اندر بہت رنجیدہ ہیں۔ پھر میں آپ علیہ السلام کے سامنے آیا تو آپ علیہ السلام نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ”ہم اپنے غیروں کی نسبت اس امر کو بہتر جانتے ہیں اگر ہم ٹھان لیں تو یقینا وہ سب ہمارے پاس پلٹ آئے مگر اس قوم کی ایک مدت اور منزل مقرر ہے پس اسکا پورا ہونا ضروری ہے۔“

اور اسی کتاب ہی میں واضح نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”میرے بابا موسیٰ کاظم علیہ السلام نے حسین بن ابی العلاء سے فرمایا۔ میرے لیے ایک نوبیہ کنیز خریدو۔ تو حسین نے عرض کی۔ ”اللہ کی قسم! میں نے عام نوبية کنیز سے بڑھ کر حسین اور نفیس ایک نوبیہ کنیز دیکھی ہے اگر اس میں خصلت نہ ہوتی تو یقینا وہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے قابل تھی۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اس کی وہ خصلت کیا ہے؟“ تو اس نے عرض کی۔ ”وہ آپ علیہ السلام کی گفتگو کو نہیں سمجھ سکتی۔ اور نہ ہی آپ علیہ السلام اس کا کلام سمجھ سکتے ہیں۔ تو آپ علیہ السلام نے تبسم فرمایا پھر فرمایا۔ جاؤ اسے خرید لاؤ۔“ پس جب میں اسے آپ علیہ السلام کے پاس لایا تو آپ علیہ السلام نے اس کنیز ہی کی زبان میں فرمایا ”تمہارا نام کیا ہے؟“ اس نے عرض کی۔ ”مؤنسة“ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”یقینا تو مؤنسة ہی ہے“ مگر تیرا اس سے پہلے اس کے علاوہ ایک نام تھا اور وہ نام حبیب تھا۔“ اس نے عرض کی ”آپ علیہ السلام نے سچ فرمایا۔“ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اے ابن ابی العلاء! اسی سے کنیز عنقریب میرے لیے ایک لڑکا کا ظہور ہو گا کہ میری اولاد میں اس سے

بڑھ کر سخی، بہادر اور عبادت گزار کوئی نہ ہو گا۔ اس نے عرض کی۔ "آپ علیہ السلام اس کا نام کیا رکھیں گے تا کہ میں اسے پہچان پاؤں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "ابراہیم علیہ السلام"

علی بن ابی حمزہ نے کہا "میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ہمراہ منیٰ میں تھا کہ میرے پاس آپ علیہ السلام کا پیام رساں آیا تو اس نے کہا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ تم مجھے ثعلبہ کے مقام پر آکر ملو۔ پس میں آپ علیہ السلام سے ثعلبہ کے مقام پر جا ملا تو آپ علیہ السلام کے ہمراہ آپ علیہ السلام کے اہل خانہ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کا عمران نامی خادم بھی تھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "تمہیں کون سی جگہ پسند ہے یہ یا مکہ میں رہنا تمہیں زیادہ پسند ہے۔ میں نے عرض کی۔ "میرے نزدیک ان دونوں جگھوں میں سے پسندیدہ وہ ہے کہ جوآپ علیہ السلام کو پسند ہو۔"

آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ "تمہارے لیے مکہ بہتر ہے۔ پھر آپ علیہ السلام نے مجھے اپنے مکہ والے گھر میں بلوایا تو میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام مغرب کی نماز ادا کر چکے تھے پس میں داخل ہوا تو آپ علیہ السلام نے آیت مجیدہ۔ اپنے جوتے اتارو یقینا تم مقدس وادی میں ہو" تلاوت فرمائی۔ تو میں نے اپنے جوتے اتار دئیے۔

اور میں آپ علیہ السلام کے پاس بیٹھ گیا تو دسترخوان لگایا گیا تو اس میں کھجور اور گھی کا حلوہ تھا پس میں نے اور آپ علیہ السلام نے اسے تناول فرمایا۔ پھر دسترخوان اٹھا لیا گیا اور میں آپ علیہ السلام کی گفتگو سے بہرہ مند ہونے لگا پھر مجھے اونگھ آنے لگی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اٹھو اور سو جاؤ یہاں تک کہ میں تمہارے پاس نماز شب کے وقت آؤں گا۔ پس مجھے نیند نے گھیر لیا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نماز شب سے فارغ ہو گئے پھر آپ علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بیدار کیا اور فرمایا۔ "اٹھو اور وضو کرو اور نماز شب پڑھو کہ رات کا زیادہ حصہ گزر چکا ہے۔ جب میں نماز شب سے فارغ ہوا تو میں نے رات کی نماز ادا کی پھر آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ اے علی! میری ام ولد کنیز کو سے میرے لیے ایک لڑکے کا ظہور ہواہے۔کہ جس کی کرامت، سخاوت اور شجاعت کا میں نے تمہارے سامنے ذکر کیا تھا۔ علی نے کہا۔ اللہ کی قسم! وہ لڑکا جوان ہوا اور اسی طرح تھا کہ جیسا آپ علیہ السلام نے بیان فرمایا تھا۔"

اور اسی کتاب میں عیسیٰ مدائنی سے روایت ہے کہ ایک سال میں مکہ گیا تو میں نے وہاں قیام کیا پھر میں نے کہا "میں مدینہ میں بھی اتنا ہی رہوں گا کہ جتنا مکہ میں رہا ہوں۔ ثواب کی غرض سے پس میں مدینہ گیا تو میں مصلیٰ کی ایک طرف ابو ذر کے گھر کے ساتھجریبام پذیر ہوا۔ پس میں نے اپنے سردار امام علیہ السلام کی خدمت میں مسلسل حاضر رہنے لگا تب مدینہ میں مسلسل بارش نے ہمیں گھیر لیا تو میں ایک دن ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں سلام کی غرض سے پیش ہوا جبکہ آسمان سے شدید بارش برس رہی تھی۔ جب میں داخل ہوا توآپ علیہ السلام نے مجھے خود ہی فرمایا۔ "وعلیک السلام! اے عیسیٰ! واپس جاؤ کہ تمہارا گھر تمہارے سامان پر منہدم ہو گیا ہے۔" پس میں دوڑا دوڑا واپس گیا تو گھر گر چکا تھا پس میں نے مزدور لگائے تو انھوں نے میرا سارا سامان باہر نکالا اور میں نے ماسوائے اپنے ایک تانبے کے برتن کے کچھ نہیں کھویا۔ پس جب دوسرے روز میں آپ علیہ السلام کو سلام کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "کیا تو نے اپنے سامان میں سے کچھ کھویا ہے تا کہ ہم اللہ سے تمہارے لیے اس کے عوض کیلئے دعا کریں؟" میں نے عرض کی "میں نے ماسوائے اس تانبے کے برتن کے کچھ

نہیں کھویا کہ جس سے میں نماز کا وضو کیا کرتا تھا۔ پس میں نے فقط اسے کھویا ہے“ آپ علیہ السلام کچھ دیر سر جھکائے خاموش رہے پھر آپ علیہ السلام نے میری طرف اپنا رخ انور اٹھایا اور فرمایا ”میں سمجھتا ہوں کہ تو اس تانبے کے لوٹے کے بارے میں بھول گیا ہے تو اس گھر کے مالک کی لونڈی سے اس کا سوال کر اور اس سے کھو۔ تو نے وہ تانبے کا لوٹا بیت الخلاء کیلئے اٹھایا تھا۔ پس تو اسے واپس کر دو۔ تو یقینا وہ تمہیں وہ لوٹا واپس کر دے گی۔ پس جب میں واپس گیا تو میں گھر کے مالک کی کنیز کے پاس گیا اور میں نے اس کنیز سے کہا۔ میں تانبے کے لوٹے کو بیت الخلاء میں بھول گیا تھا پس تو مجھے وہ واپس کر کہ میں اس سے وضو کر سکوں۔“ پس اس کنیز نے مجھے میرا تانبے کا لوٹا واپس کر دیا۔

اور اسی کتاب ہی میں علی بن ابی حمزہ سے روایت ہے کہ میں موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ آپ علیہ السلام کے پاس اہلیان ”ربی“ میں سے ایک شخص کہ جسے ”جندب“ کہا جاتا تھا حاضر ہوا۔ تو اس نے آپ علیہ السلام کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے کچھ پوچھاتو اس نے آپ علیہ السلام کے سوال کا اچھی طرح جواب دیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے جندب! تمہارا بھائی کیا کر رہا تھا؟“

اس نے عرض کی ”وہ بخیریت تھا اور آپ علیہ السلام پر سلام بھیج رہا تھا۔“

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے جندب! اللہ تمہارے بھائی کی مصیبت پر تمہیں اجر عطا فرمائے۔ تو اس نے عرض کی۔ اس کا تو کوفہ سے تیرہ دن پہلے خط آیا تھا کہ وہ سلامت ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ ” اللہ کی قسم! وہ خط لکھنے کے دو دن کے بعد مر گیا تھا اور اس نے اپنا مال اپنی بیوی کے سپرد کیا ہے کہ اس نے کہا۔ وہ مال تمہارے پاس ہونا چاہیے پس جب میرا بھائی واپس آئے تو تم اسے دے دینا اور اس نے وہ مال اس گھر کی زمین میں اماناً دفن کر دیا ہے کہ جس گھر میں وہ ہوا کرتا تھا پس جب تو اس کے پاس پہنچے تو اس عورت سے نرمی سے پیش آنا اور اسے خود سے شادی کی لالچ دینا تو وہ یقینا وہ مال تیرے حوالے کر دے گی۔“

علی بن ابی حمزہ نے کہا۔جندب بہت خوبصورت بڑی قدو قامت کا شخص تھا۔ پس میں ابوا لحسن علیہ السلام کی رحلت کے بعد جندب سے ملا تو میں نے اس سے ابو الحسن علیہ السلام نے جو اسے فرمایا تھا اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا ”اللہ کی قسم! میرے سردار علیہ السلام نے خط اور مال کے بارے میں بغیر کسی کمی و بیشی کے سچ فرمایا تھا۔

اور اسی کتاب میں ابن ابی حمزہ سے روایت ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام کے محبوں میں سے ایک شخص میرا دوست تھا اس نے کہا کہ میں ایک دن اپنے گھر سے باہر نکلا تو میں نے ایک خوبصورت عورت دیکھی کہ جس کے ساتھ ایک اور عورت بھی تھی۔ پس میں نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے کہا۔ تو مجھ سے متعہ کر لے۔ تو اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اگر تمہارے پاس ہم جیسی موجود ہے تو تو ہم میں لالچ چھوڑ دے۔ اور اگر تیری بیوی نہیں ہے تو ہمیں لے چل۔ میں نے کہا ”میرے پاس تم جیسی نہ ہے۔ پس وہ میرے ساتھ چل پڑی یہاں تک کہ ہم گھر کے دروازے پر پہنچے پس میں گھر میں د اخل ہوا پس میں نے ابھی ایک جوتا اتارا تھا اور دوسرے کو اتارنا باقی تھا کہ دروازہ بجانے والے نے دروازہ بجایا۔ پس میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے کہا۔ کون ہے؟ اس نے کہا ”خیرؔ“ تمہیں ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو عورت تیرے ساتھ ہے اسے اپنے گھر سے باہر نکال دے اور اسے ہر گز نہ چھونا پس میں نے اندر جا کر

اس عورت سے کہا۔ تم اپنے جوتے پہنو اور چلی جاؤ۔ پس اس نے اپنے جوتے پہنے اور چلی گئی۔ پس میں نے دروازے کی طرف سے دیکھنا شروع کیا تو اس نے کہا۔ دروازہ بند کر لو۔ پس میں نے دروازہ بند کر لیا۔ پس اللہ کی قسم! اس کے پاس ایک شخص آیا جبکہ میں دروازے کے پیچھے سے سن رہا تھا۔ اس نے اس عورت سے کہا۔''کیا ہوا کہ تو جلدی باہر آگئی ہے۔ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم باہر مت نکلنا؟'' اس عورت نے کہا ''(نعوذ باللہ) اس جادوگر (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) کا نمائندہ اس کے پاس آیا اور اس نے اسے حکم دیا کہ وہ مجھے باہر نکال دے تو اس نے مجھے باہر نکال دیا۔ میں نے اسے کہتے سنا کہ آپ علیہ السلام نے اس کیلئے بہتر کیا ہے کیونکہ میرے پاس مال ہے اور ایک گروہ اس کی لالچ رکھتا تھا۔

پس جب عشاء کا وقت ہوا تو میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ کیونکہ وہ عورت بنی امیہ لعنۃ اللہ علیہم اجمعین کے گھرانے کی ہے۔ ان لوگوں نے اسے تمہارے پاس بھیجا تھا تا کہ وہ اس عورت کو تمہارے گھر سے برآمد کر سکیں۔ پس تم اس اللہ کی حمد کرو کہ جس نے اسے واپس پلٹا دیا۔'' پھر ابو الحسن علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ ''ابو ایوب بخاری کے فلاں آزاد کردہ کی بیٹی سے شادی کرو کیونکہ وہ ایسی عورت ہے کہ جو تمہارے لیے جو تم دنیا و آخرت کا چاہیے رکھتی ہے۔ پس میں نے اس سے شادی کی تو اسے ویسے ہی پایا کہ جیسا آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔''

اسی کتاب ہی میں علی بن ابی حمزہ سے روایت کی ہے کہ مجھے ابو الحسن علیہ السلام نے ایک کام کی غرض سے بلا بھیجا تو میں گیا تو دروازے پر معتب موجود تھا۔ تو میں نے کہا ''میرے مولا علیہ السلام کو میری آمد کی خبر دو۔ پس معتب اندر گیا اور اسی وقت میرے قریب سے ایک عورت گزری تو میں نے کہا۔ اگر معتب نے اندر جا کر میرے مولا علیہ السلام کو میری آمد کی خبر نہ دی ہوتی تو یقینا میں اس عورت کے پیچھے جاتا اور اس سے متعہ کرتا۔ پس معتب باہر آیا تو اس نے کہا۔ اندر آجاؤ۔ پس میں اندر گیا تو آپ علیہ السلام ایک مصلیٰ پر موجود تھے کہ آپ علیہ السلام کے نیچے تکیہ تھا اور آپ علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر اس تکیے کے نیچے سے ایک تھیلی نکالی اور وہ مجھے دی اور فرمایا اس عورت سے جا ملو کہ وہ علاف کی دکان پر موجود ہے۔ اس عورت نے مجھ سے کہا۔ اے اللہ کے بندے! تو نے مجھے گرفتار کر لیا ہے۔ میں نے؟'' اس عورت سے کہا ''جی ہاں'' پس میں اسے لے گیا اور اس سے متعہ کیا۔

اور اسی کتاب ہی میں معلی بن محمد سے،ا س نے ہمارے کسی عالم سے، اس نے بکار قیمی سے روایت کی ہے کہ میں نے چالیس حج کیے جب میں نے آخری حج کیا تو میرا نفقہ ختم ہو گیا۔ پس میں مکہ آیا اور میں وہاں رہا۔ یہاں تک کہ لوگ واپس چلے گئے۔ پھر میں کسی طریقے مدینہ پہنچا تو چاہتا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زواری کر سکوں۔ اور اپنے سردار ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زیارت کر سکوں اور اپنے ہاتھ سے مزدوری کر کے کوئی چیز جمع کروں کہ جو میرے لیے کوفہ کے سفر کے راستے میں زاد راہ بن سکے۔ پس میں نکل پڑا۔ یہاں تک کہ مدینہ پہنچ گیا۔ پس میں مصلیٰ کے اس مقام پر گیا کہ جہاں مزدور قیام کرتے تھے۔ پس میں وہاں قیام پذیر ہو گیا۔ اس امیدسے کہ اللہ عزّوجلّ میرے لیے کوئی کام سبب بنائے گا تو میں مزدوری کروں گا۔

پس میں اسی طرح رہ رہا تھا کہ ایک شخص آیا تو اس کے اردگرد مزدور جمع ہو گئے۔ پس میں بھی وہاں جا کر ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ پس وہ ایک گروہ کو لے کر چلا تو میں بھی پیچھے پیچھے چل پڑا اور

میں نے کہا "اے اللہ کے بندے! میں ایک غریب آدمی ہوں میں نے تجھے دیکھا ہے کہ تو ان لوگوں کوکام کیلئے لے جا رہا ہے تو تو مجھے بھی بطور مزدور استعمال کر لو؟

اس نے کہا "کیا تو اہلیان کوفہ میں سے ہے؟" میں نے کہا "جی ہاں!" اس نے کہا۔ آجاؤ۔ پس میں اس کے ساتھ اس بڑے سے گھر کی طرف چل پڑا کہ جو نیا بن رہا تھا پس میں نے اس میں کچھ دن کام کیا۔ پس اس میں ہفتے میں ایک دن اجرت اکٹھی ملتی تھی اور ہم پر کوئی شخص نگران نہ تھا۔ تو میں نے اس وکیل سے کہا۔ مجھے ان پر بطور نگران بھی استعمال کرو تا کہ میں ان سے بھی کام کرواؤں اور خود بھی کام کروں۔ تو اس نے کہا "میں نے تمہیں ان پر نگران مقرر کیا۔ پس میں خود بھی کام کرنے لگا اور ان پر نگرانی بھی کرنے لگا۔"

پس میں ایک دن سیڑھی میں کھڑا تھا کہ میں نے ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام کو آتے دیکھا میں گھر کی سیڑھی ہی میں موجود رہا۔ آپ علیہ السلام نے میری طرف سر اٹھا کر فرمایا۔ بکار اتر کر ہمارے پاس آؤ۔ پس میں اترا تو آپ علیہ السلام مجھے ایک طرف لے گئے اور مجھے فرمایا۔ "تو یہاں کیا کر رہا ہے؟" تو میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! میرا سارا زاد راہ کھو گیا پس میں لوگوں کی واپسی تک وہاں رکا رہا۔ پھر میں مدینہ پہنچا پس میں مصلیٰ گیا تو میں نے کہا۔ میں کام کی تلاش میں ہوں"

پس میں وہیں قیام پذیر تھا کہ آپ علیہ السلام کا وکیل آیا اور وہ آدمیوں کو لے چلا تو میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھے بھی مزدوری پر رکھ لے۔ تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ "آج کا دن ٹھہر جاؤ" جب دوسرا روز ہوا اور وہی دن تھا کہ جس میں مزدوروں کو اجرت ملتی تھی تو آپ علیہ السلام تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو گئے اور وکیل نے ہر ایک شخص کو بلانا شروع کر دیا میں جب بھی آگے جانے کی کوشش کرتا تو آپ علیہ السلام مجھے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے۔ ادھر ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ میں ان سب کے آخر میں ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ نزدیک آؤ اور مجھے ایک تھیلی عطا فرمائی کہ جس میں پندرہ دینار تھے اور مجھے فرمایا۔ یہ تمہارا کوفے تک کا زاد راہ ہے اسے رکھ لو۔ پھر فرمایا۔ کل صبح نکلو گے؟" میں نے عرض کی۔ جی ہاں! آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں اور مجھے آپ علیہ السلام کی بات کو رد کرنے کی طاقت نہ ہوئی پھر آپ علیہ السلام چلے گئے اور میری طرف پیغام رساں بھیجا اس نے کہا۔ ابو الحسن علیہ السلام فرماتے ہیں۔ تم میرے پاس صبح جانے سے پہلے آنا۔

جب دوسرا روز ہوا تو میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اسی وقت نکل پڑو یہاں تک کہ فید پہنچو۔ تمہیں ایک گروہ ملے گا کہ جو کوفہ کی طرف جا رہے ہیں اور ہاں یہ خط ہے اسے علی بن ابی حمزہ کے سپرد کر دینا۔ پس میں چل پڑا۔ اللہ کی قسم! مجھے راستے میں کوئی خلق خدا نہ ملی یہاں تک کہ میں فید پہنچ گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک گروہ کل سے کوفہ جانے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ پس میں نے اونٹ خریدا اور کوفے تک کیلئے ان کے ساتھ نکل پڑا پس میں کوفہ میں رات کے وقت داخل ہوا تو میں نے کہا "میں گھر جاتا ہوں اور یہ رات آرام کرتا ہوں پھر میں صبح کے وقت اپنے مولا علیہ السلام کا خط علی ابن ابی حمزہ کے پاس لے جاؤں گا۔ پس میں گھر آیا تو مجھے خبر ملی کہ میرے آنے سے چند دن پہلے چوروں نے میری دکان لوٹ لی ہے۔

جب صبح ہوئی تو میں نے نماز فجر ادا کی پس میں اپنی دکان میں ہونے والے نقصان کے بارے میں پریشان بیٹھا تھا کہ دروازہ کھٹکھٹانے والے نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں باہر نکلا تو وہ علی بن ابی حمزہ تھا۔

پس میں نے اسے گلے لگایا تو اس نے سلام کیا۔ پھر اس نے مجھے کہا۔ "اے بکار! میرے مولا علیہ السلام کا خط لے آؤ۔" میں نے کہا "جی ہاں! میں بھی اسی وقت تمہارے پاس آیا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "لاؤ" کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کل شام کو ہی واپس آگئے تھے۔ پس میں نے وہ خط نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔

پس اس نے وہ خط لیا اور اسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور گریہ کرنے لگا تو میں نے کہا "تم کیوں رو رہے ہو" اس نے کہا "اپنے آقا علیہ السلام کے دیدار کے شوق میں۔ پس اس نے اس خط کو کھولا اور اسے پڑھا اور پھر سر اٹھا کر مجھے کہا۔ اے بکار کیا تمہاری چوری ہوئی ہے؟ میں نے کہا "جی" اس نے کہا چور تمہاری دکان میں ہر چیز کو لوٹ لے گئے ہیں۔ میں نے کہا "جی ہاں" اس نے کہا۔ اللہ عزّوجلّ نے تمہیں اس کا عوض دے دیا ہے۔ مجھے میرے اور تیرے مولا علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ جو کچھ تیرا نقصان ہوا ہے اسے میں ادا کروں۔ اور اس نے مجھے چالیس دینار عطا کیے۔

پس ہم نے نقصان کا اندازہ لگایا تو اس کی قیمت چالیس دینار ہی تھی۔ پس اس نے میرے سامنے خط کھولا تو اس میں لکھا تھا۔ بکار کو اس کی دکان سے ہونے والے نقصان کی قیمت چالیس دینار ادا کر دو۔

اور اسی کتاب میں ہے کہ اسحق بن عمار نے روایت کی ہے کہ جب ہارون عباسی نے ابو الحسن علیہ السلام کو قید کیا تو آپ علیہ السلام کے پاس قاضی ابویوسف اور محمد بن الحسن کہ جو ابو حنیفہ کے ساتھی تھے۔ آئے تو ان میں سے ایک دوسرے سے کہا۔ "ہم دو حالتوں سے کم نہ ہیں یا تو ہم اس کے برابر ہیں یا پھر ہم اس کو مشکل میں ڈال سکتے ہیں (علمی طور پر) پس وہ دونوں آپ علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گئے تو سندی بن شاہک کی طرف سے ایک نگران آپ علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا "میری باری ختم ہو گئی ہے اور میں واپس جانے والا ہوں۔ اگر آپ علیہ السلام کی کوئی حاجت ہو تو مجھے بتا دیجئے تا کہ جب میں اپنی باری پر آؤں تو پوری کر کے آپ علیہ السلام کو لا دوں۔"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "میری کوئی ضرورت نہیں ہے"

جب وہ شخص چلا گیا تو آپ علیہ السلام نے ابو یوسف سے کہا۔ "کتنا عجیب ہے کہ اس نے مجھ سے میری ضرورت کا پوچھا ہے۔ میں اسے اپنی ضرورت بتاؤں تا کہ وہ واپس آئے حالانکہ وہ اس رات مر جانے والا ہے۔"

پس ابو یوسف نے محمد بن الحسن کو اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں اٹھ گئے تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ ہم اسکے پاس آئے تھے تا کہ اس سے فرض اور سنت کے بارے میں سوال کریں مگر اس نے تو اس وقت ایک اور چیز بتائی ہے گویا وہ غیب کا علم رکھتا ہے۔ پھر ان دونوں نے اس شخص کے ساتھ ایک اور شخص بھیجا اور ان دونوں نے کہا "تو اس کے ساتھ جا اور اس پر نظر رکھنا کہ اس کے ساتھ آج رات کیا ہوتا ہے اور پھر صبح ہمارے پاس آکر ہمیں اس کی خبر دینا۔"

پس وہ شخص چلا اور اس کے گھر کے دروازے کے سامنے والی مسجد میں سو گیا جب صبح ہوئی تو اس نے گریہ و زاری کی آواز سنی اور دیکھا کہ لوگ اس کے گھر جا رہے ہیں۔ تو اس نے پوچھا "یہ کیا ہوا؟" تو لوگوں نے کہا "فلاں شخص اس رات بغیر کسی بیماری کے اچانک مر گیا" پس وہ شخص ابو یوسف اور محمد کے پاس واپس گیا اور انہیں خبر سنائی تو وہ دونوں ابو الحسن علیہ السلام کے پاس واپس

گئے اور دونوں نے کہا "ہم جانتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کو حلال و حرام کا علم ہے۔ مگر اس شخص کے معاملے کی خبر آپ علیہ السلام کو کیسے معلوم ہوئی کہ جو آپ علیہ السلام پر نگران تھا کہ وہ اس رات مر جائے گا؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا "اس علمی باب سے کہ جس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی ابن ابی طالب علیہما السلام نے عطا فرمایا۔ "جب آپ علیہ السلام نے ان دونوں کو یہ جواب دیا تو وہ حیران ہی رہ گئے"

اور اسی کتاب ہی میں روایت ہے کہ ابو بصیر ابو الحسن علیہ السلام کے ہمراہ مکہ سے نکلاتو آپ علیہ السلام مدینہ جانا چاہتے تھے جبکہ پڑاؤ ڈالا تو علی بن ابی حمزہ بطائینی کو بلایا کہ جو ابو بصیر کا شاگرد تھا تو آپ علیہ السلام ابو بصیر کی موجودگی میں اسے وصیت فرمانے لگے۔ فرمایا۔ اے علی! جب ہم کوفہ پہنچیں تو تو یہ یہ کام کرنا۔ پس ابو بصیر کو اچھا نہ لگا اور وہ آپ علیہ السلام سے اٹھ کر چلا گیا اور اس نے کہا"نہیں! اللہ کی قسم! میں نے امام علیہ السلام کو جب سے ان کے ساتھ ہوں دیکھا ہے کہ وہ اپنے کام مجھے چھوڑ کر شاگردوں کو بتا رہے ہیں۔ جب دوسرا دن ہوا تو زبالہ کے مقام ہی پر ابو بصیر کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے علی بن ابی حمزہ کو بلا کر کہا۔استغفر اللہ! میں ہر اس چیز سے توبہ کرتا ہوں کہ جو میرے امام علیہ السلام کے بارے میں میرے سینے میں آئیں۔ اور میں نے آپ علیہ السلام کے بارے میں غلط گمان کیا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ میں مرنے والا ہوں اور میں کوفہ نہ پہنچ پاؤں گا۔ پس جب میں مر جاؤں تو تم ایسا کرنا اور فلاں کے پاس جانا۔ پس ابو بصیر زبالہ ہی میں مر گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں محمد بن عبداللہ سے، اس نے صالح بن راقد طبری سے روایت کی ہے کہ میں موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ "اے صالح! تمہیں وہ سرکش یعنی ہارون عباسی بلائے گا اور اپنی محفل میں تمہیں ہراساں کرے گا اور تم سے میرے بارے میں سوال کرے گا تو تم کہنا۔ میں اسے نہیں پہچانتا۔ اور جب تمہیں اس کے قید خانے میں لے جایا جائے تو تم کہنا۔ میں نے جس کو مصیبت سے نکالنے کا ارادہ کیا ہے۔ وہی مجھے اس مصیبت سے نکالے گا ان شاء اللہ۔

صالح نے کہا "ہارون عباسی نے مجھے طبرستان سے بلایا اور مجھے کہا "موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے کیا کیا۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ تمہارے پاس تھا۔ تو میں نے کہا "میں تو موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو نہیں جانتا۔ اے امیر! مجھے آپ ہی اس کے بارے میں اس کی منزلت کے بارے میں بتائیے۔"

پس اس نے کہا "اسے قید خانے میں لے جاؤ۔ پس اللہ کی قسم! میں ایک رات بیٹھا جاگ رہا تھا جبکہ دوسرے قیدی سوئے ہوئے تھے۔ کہ امام علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا "اے صالح! میں نے عرض کی۔ "لبیک" آپ علیہ السلام نے فرمایا "تو تو یہاں تک پہنچ گیا ہے؟" تو میں نے عرض کی "جی ہاں!" اے میرے آقا علیہ السلام۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "اٹھو اور باہر نکلو اور میرے ساتھ چلو۔" پس میں اٹھا اور باہر چلا گیا۔ جب ہم راستے میں ایک جگہ پہنچے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے صالح! بادشاہت ہماری ہی ہے کہ جو ہمیں اللہ عزّوجلّ سے بطور کرامت ملی ہے۔ میں نے عرض کی۔ "اے میرے آقا علیہ السلام میں اس سرکش سے کہاں چھپوں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "تم اپنے ہی علاقے میں جاؤ وہ تم تک نہیں پہنچ پائے گا۔"

صالح نے کہا ”پس میں طبرستان واپس گیا۔ پس اللہ کی قسم اس (ہارون) نے میرے بارے میں سوال تک نہ کیا کہ اس نے مجھے قید بھی کیا تھا یا نہیں“

اور اسی کتاب میں ہی احمد بن عمر بن الخلال سے روایت ہے کہ میں نے اخرس کو حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کا ذکر کرتے سنا۔ پس میں نے ایک چھری خریدی اور میں نے اندر ہی اندر کہا۔ اللہ کی قسم! جب وہ مسجد کیلئے نکلے گا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ پس میں اس کام کی نیت سے اٹھا اور گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ اچانک میرے پاس ابو الحسن علیہ السلام کا رقعہ پہنچ گیا کہ جس میں لکھا تھا۔ تمہیں اپنے اوپر میرے حق کا واسطہ۔ تو آخرس کو قتل کرنے سے باز آجا۔ اللہ بے نیاز ہے اور وہی میرا کارساز ہے پس آخرس کچھ دن ہی باقی رہا اور مر گیا۔

اور اسی کتاب میں ہی علی بن یقطین سے روایت ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں ابو الحسن علیہ السلام کی طرف خط لکھوں اور آپ علیہ السلام سے سوال کروں کہ کیا آدمی جنب کی حالت میں نورہ (بالصفا) لگا سکتا ہے؟“ تو آپ علیہ السلام نے خود ہی مجھے لکھا۔ ”نورہ لگانا۔ مجنب کو زیادہ صفائی دیتا ہے۔ لیکن آدمی خضاب لگائے ہوئے ہو تو اسے جماع نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی خضاب لگا کر کوئی عورت جماع کرے۔“

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ اسماعیل بن موسیٰ نے روایت کی ہے کہ ہم ابو الحسن علیہ السلام کے ہمراہ ایک عمرہ میں گئے تو ہم امراء کے محلوں میں سے کسی محل میں اترے۔ پس آپ علیہ السلام نے تیاری کا حکم دیا۔ تو محمل باندھے گئے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے بعض اهل خانہ کو سوار کیا اور ابو الحسن علیہ السلام گھر کے اندر تھے۔ پس آپ علیہ السلام باہر تشریف لائے اور اپنے دروازے پر کھڑے ہو گئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”جلدی کرو جلدی کرو۔“ اسماعیل نے عرض کی ”کیا آپ علیہ السلام نے کوئی چیز دیکھی ہے“ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”عنقریب تمہیں سخت کالی آندھی گھیرنے والی ہے کہ جس سے کوئی اونٹ گر سکتا ہے۔ پس وہ آندھی آئی تو میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اپنے اونٹوں کو ایک کنیسہ کی طرف جاتے دیکھا۔ ہر وہ اونٹ کہ جس پر میں اور میرا بھائی سوار تھے وہ کھڑا تھا مگر پھر وہ پہلو کے بل کنیسہ کے مقام پرگر پڑا۔“

اور بحار میں مناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ بیان بن نافع تفلیسی سے روایت ہے کہ حج کے موسم میں اپنے والد کو حزا میں چھوڑا اور میں نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی زیارت کا قصہ کیا۔ جب میں آپ علیہ السلام کے قریب پہنچا تو میں نے آپ علیہ السلام کو سلام کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ آپ علیہ السلام نے اپنا رخ انور میری طرف کرتے ہوئے فرمایا۔ ”اے ابن نافع! تمھارا حج مقبول ہے۔ اللہ تمہیں تمھارے باپ کی مصیبت پر تمہیں اجر دے کہ اس کی اسی وقت موت ہو گئی ہے۔ پس واپس جاؤ اور اس کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کرو۔“ پس میں آپ علیہ السلام کے اس فرمان پر حیران سا رہ گیا۔ حالانکہ میں نے اسے اس حالت میں چھوڑا تھا کہ اسے کوئی بیماری نہ تھی۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اے ابن نافع! کیا تمہیں یقین نہیں ہے؟“ پس میں واپس پلٹا تو میں نے دیکھا کہ میری کنیزیں اپنے منہ پر پیٹ رہی ہیں۔ تو میں نے کہا ”تم پر کیا گزری ہے؟“ ان سب نے کہا ”تمھارے باپ نے دنیا چھوڑ دی ہے۔“

ابن نافع نے کہا ”پس میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ علیہ السلام سے اس کے بارے میں پوچھا کہ مجھ پر مخفی رہا اور آپ علیہ السلام نے جان لیا۔“ تو آپ علیہ السلام

نے فرمایا ”میں ہمیشہ تمہارے پوشیدہ کو جانتا ہوں“ پھر فرمایا ”اے ابن نافع!, اگر تمہارے دل میں ہو تو ہر چیز کے بارے میں سوال کرو کیونکہ میں جنب اللہ، کلمۃ اللہ الباقیۃ اور اس کی حجت بالغہ ہوں۔“

اور اسی کتاب میں ہی علی بن ابی حمزہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سال مکہ میں تھے تو اس سال لوگوں پر بہت بڑی آسمانی بجلی گری کہ جس کے سبب بہت زیادہ لوگ مارے گئے۔ پس میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ توآپ علیہ السلام نے میرے سوال کیے بغیرخود ہی ارشاد فرمایا ”اے علی! غرق ہونے والے اور بجلی سے جلنے والے کیلئے چاہیے کہ اسے تین دن تک رکھا جائے یہاں تک کہ اس سے بدبو آنے لگی کہ جو اس کی موت پر دلالت کرے۔ تو میں نے عرض کی۔ ”آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! تو کیا آپ علیہ السلام مجھے فرمانا چاہتے ہیں کہ اکثر لوگ زندہ دفن ہو گئے ہیں۔“

آپ علیہ السلام نے فرمایا ”ہاں! اے علی! اکثر لوگ زندہ دفن ہوئے ہیں اور ان کی موت ان کی قبروں میں ہوئی ہے۔“

اور اسی کتاب ہی میں علی بن ابی حمزہ سے روایت ہے کہ مجھے ابو الحسن علیہ السلام نے ایک شخص کے پاس بھیجا کہ جس کے سامنے طبق تھا اور وہ پیسے کے بدلے پیسے فروخت کر رہا تھا اور آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا ”اسے یہ اٹھارہ درہم دو اور اسے کہو۔ ”تمہارے لیے ابو الحسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ان دراہم سے فائدہ اٹھا لو۔ کیونکہ یہ تمہاری موت تک تمہارے لیے کافی ہیں۔ پس جب میں نے اسے وہ درہم دئیے تو وہ رونے لگا تو میں نے کہا ”تم کیوں روتے ہو؟“ اس نے کہا ”میں کیوں نہ روؤں کہ تو نے مجھے میری موت کی خبر دی ہے۔ میں نے کہا ”تم اللہ کی طرف اچھے بھلے ہو“

وہ خاموش ہو گیا اور اس نے کہا ”اے اللہ کے بندے تم کون ہو؟“ تو میں نے کہا ”علی بن ابی حمزہ۔ اس نے کہا ”اللہ کی قسم! اسی طرح ہی میرے آقا و مولا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میں تمہاری طرف علی بن ابی حمزہ کو پیغام دے کر بھیجوں گا۔“ علی نے کہا ”،میں تقریباً بیس راتیں چھوڑ کر اس کے پاس گیا تو وہ مریض تھا۔ تو میں نے کہا ”تم جو وصیت کرنا چاہو مجھے کرو میں اسے اپنے مال سے پورا کروں گا۔“ اس نے کہا جب میں مرجاؤں! تو میری بیٹی کسی دین دار شخص کو بیاہ دینا پھر میرا گھر بیچ کر اس کی قیمت ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا اور میرے غسل و دفن اور نماز جنازہ کا اہتمام کرنا۔ پس جب میں نے اس کو دفن کر لیا تو میں نے اس کی بیٹی کی شادی ایک دیندار مومن شخص سے کر دی اور میں نے اس کا گھر بیچ کر اس کی قیمت ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں لے گیا۔ پس آپ علیہ السلام نے اس کی زکوٰۃ نکالی اور اس شخص کے حق میں رحمت کی دعا کی۔ اور فرمایا ”یہ درہم واپس لے جاؤ اور ان کو اس کی بیٹی کے سپرد کر دو۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ علی بن ابی حمزہ نے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام نے مجھے بنی حنیفہ کے ایک شخص کے پاس بھیجا اور فرمایا ”تو اسے مسجد کے دائیں صحن میں پائے گا“

پس میں نے جا کر اسے آپ علیہ السلام کا خط دیا۔ اس نے اسے پڑھا پھر اس نے کہا ”تم میرے پاس فلاں دن آنا کہ میں تمہیں اس کا جواب دوں گا۔“ پس میں اس کے پاس اس دن گیا کہ جس دن اس نے مجھے جواب دینے کا وعدہ کیا تھا۔“ پھر میں ایک ماہ چھوڑ کر اس کے پاس سلام کی غرض سے گیا تو کہا گیا۔ ”وہ شخص تو مر چکا ہے“ پس جب میں آئندہ سال مکہ آیا تو میں نے ابو الحسن علیہ السلام کی

ملاقات کا شرف حاصل کیا اور میں نے آپ علیہ السلام کو اس شخص کا جوابی خط دیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اس پر اللہ کی رحمت ہو" تو فرمایا "اے علی علیہ السلام تم اس کے جنازے میں کیوں شریک نہیں ہوئے؟" میں نے عرض کی "مجھ سے رہ گیا"

اور اسی کتاب ہی میں شعیب عقرقوفی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے غلام مبارک کو ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تو اس کے ہمراہ دو سو دینار اور ایک خط بھی لکھ کر بھیجا تو مبارک نے مجھے بتایا کہ اس نے مدینہ جا کر ابو الحسن علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ آپ علیہ السلام مکہ کے سفر پر گئے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ "میں مکہ اور مدینہ کے درمیان ہی آپ علیہ السلام تک پہنچ جاؤں گا۔" پس ایک رات میں محو سفر تھا کہ ایک پکارنے والے نے مجھے پکارا۔ اے شعیب عقرقوقی کے غلام مبارک" تو میں نے کہا "اے اللہ کے بندے تم کون ہو؟" تو اس نے کہا "معتب ہوں" ابو الحسن علیہ السلام تمہیں فرماتے ہیں کہ وہ خط لاؤ کہ جو تمہارے پاس ہے اور تمہارے پاس جو کچھ میرے لیے ہے وہ منیٰ میں رہنا۔ پس میں اپنے محمل سے اترا اور وہ خط اس کے حوالے کیا اور میں منیٰ کی طرف چل پڑا۔ پس میں آپ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور میرے ساتھ جو دینار موجود تھے وہ میں نے آپ علیہ السلام کے سامنے رکھ دئیے۔ پس آپ علیہ السلام نے ان میں سے کچھ اپنی طرف کیے اور باقیوں کو اپنے ہاتھ سے واپس پلٹا دیا۔ پھر مجھے فرمایا "اے مبارک! دو دینار شعیب کو دے دینا اور اسے کہنا "ابو الحسن علیہ السلام تمہیں فرماتے ہیں کہ ان دیناروں کو ان کے مقام پر واپس پلٹا دو کہ ان کا مالک ان کا محتاج ہونے والا ہے۔" پس میں آپ علیہ السلام سے نکلا اور اپنے آقا کے پاس آیا اور میں نے کہا "ان دیناروں کا قصہ کیا ہے؟" اس نے کہا کہ "میں نے فاطمہ سے پچاس دینار مانگے تھے تا کہ ان کے ذریعے جو دینار میں نے بھیجنے تھے پورے کروں تو اس نے مجھے نہیں دئیے تھے اور کہا تھا "میں چاہتی ہوں کہ ان کے ذریعے فلاں بن فلاں کی پانی کی باری خرید لوں پس میں نے اس سے پوشیدہ ہی وہ لے لیے تھے اور میں نے اس کی گفتگو کی پرواہ نہ کی تھی۔ پھر شعیب نے ترازو منگوایا اور انہیں وزن کیا تووہ پچاس دینار تھے۔"

اور اسی کتاب ہی میں ابو خالد زبالی سے روایت ہے کہ خشک سالی کے ایک سال سردیوں کے موسم میں انتہائی ٹھنڈے دن ابو الحسن علیہ السلام ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہمارے پاس لکڑیاں تک نہ تھیں کہ جن سے ہم آگ تاپتے۔" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے ابو خالد! ہمارے پاس لکڑیاں لاؤ کہ جس سے ہم آگ تاپیں۔ میں نے عرض کی۔ اللہ کی قسم! مجھے تو یہاں کی ایک لکڑی بھی نہیں ملی ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "ٹھیک ہے اے ابو خالد! کیا تم اس درے کی طرف دیکھ رہے ہو۔ تم اس کی طرف جاؤ۔ وہاں تمہیں ایک دیہاتی ملے گا کہ جس کے ساتھ لکڑیوں کی دو گٹھریاں ہوں گی۔ پس تم اس سے وہ دونوں خرید لاؤ البتہ اس سے قیمت کے بارے میں جھگڑا نہ کرنا۔"

پس میں اپنے گدھے پر سوار ہوا اور جس درے کی طرف آپ علیہ السلام نے اشارہ فرمایا تھا اس کی طرف چل پڑا تو میں نے دیکھا کہ ایک دیہاتی کے پاس لکڑیوں کی دو گٹھڑیاں تھیں پس میں نے اس سے وہ دونوں خرید لیں اور وہ دونوں آپ علیہ السلام کے پاس لایا۔ پس انہوں نے اس دن اس سے آگ جلائی اور میں اپنے ہاں موجود پھلوں میں سے کچھ پھل لایا تو آپ علیہ السلام نے ان میں سے کچھ تناول فرمایا۔ پھر فرمایا۔ "اے ابو خالد! بچوں کے جوتوں کو دیکھو اور انہیں مرمت کر دو میں تمہارے پاس فلاں ماہ میں فلاں دن آؤں گا۔ ابو خالد نے کہا۔"میں نے اس دن کی تاریخ لکھ لی تو اس وعدے والے دن میں اپنے گدھے پر

سوار ہو کر "زق میل" تک گیا اور وہاں اترنا چاہا۔ ابھی میں سوار ہی تھا کہ ایک قطار سی آئی تو میں نے اس کا رخ کیا تو ایک ندا آئی۔ آپ علیہ السلام فرما رہے تھے۔ اے ابو خالد۔ میں نے عرض کی۔ "لبیک! آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ کیا تو نے دیکھا ہے کہ ہم نے تم سے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اسے پورا کر دیا ہے۔ پھر فرمایا "اے ابو خالد! تو نے ان دو قبوں کا کیا کیا کہ جن میں ہم مہمان بنے تھے؟ تو میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! وہ میں نے آپ علیہ السلام کیلئے تیارء کیے ہوئے ہیں۔ پس میں آپ علیہ السلام کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ ہم ان دونوں قبوں میں پہنچے کہ جس میں آپ علیہ السلام نے رہائش رکھی تھی۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا "بچوں کی چپلوں اور جوتوں کا کیا بنا؟" تو میں نے عرض کی۔ "ہم نے ان کی مرمت کر دی ہے۔ پس میں وہ آپ علیہ السلام کے پاس لایا۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے ابو خالد! مجھ سے اپنی کوئی حاجت طلب کرو؟" تو میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! میں آپ علیہ السلام کو عرض کرتا ہوں کہ میں کس عقیدے پر تھا میں زیدی المذہب تھا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام میرے پاس تشریف فرما ہوئے اور آپ علیہ السلام نے مجھ سے لکڑیاں طلب فرمائیں اور آپ علیہ السلام نے اپنی اس دن واپسی کا بتایا تو میں جان گیا کہ آپ علیہ السلام یقینا وہ ہی امام علیہ السلام ہیں جس کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے ابو خالد! جو مر جائے مگر اسے اپنے امام علیہ السلام کی معرفت نہ ہو۔ وہ جاہلیت کی موت مرا مگر اس سے حساب لیا جائے گا کہ جیسے اس نے اسلام میں عمل کیا ہو۔"

اور اسی کتاب میں عیون المعجزات سے نقل کیا گیا ہے کہ محمد بن علی الصوفی نے روایت کی ہے کہ ابراہیم جمال رضی اللہ عنہ نے ابو الحسن علی بن یقطین رضی اللہ عنہ وزیر کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو اس نے انکار کر دیا۔ علی بن یقطین نے اسی سال حج کیا اور مدینہ میں جا کر ہمارے مولا موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے حاضری کی اجازت چاہی تو آپ علیہ السلام نے اسے حاضر ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ پس جب دوسرے روز علی بن یقطین نے آپ علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا تو علی بن یقطین نے عرض کی۔ اے میرے آقا علیہ السلام! میرا گناہ کیا ہے؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "میں نے تمہیں حاضر ہونے سے اس لیے روکا کہ کیونکہ تو نے اپنے بھائی ابراہیم الجمال کو روکا تھا۔ تو اللہ عزّوجلّ تیری عبادات کو قبول نہ کرے گا یاپھر یہ کہ ابراہیم الجمال تمہیں معاف کردے۔" تو میں نے عرض کی "اے میرے آقا و مولا علیہ السلام! میں اس وقت ابراہیم الجمال تک کیسے پہنچ سکتا ہوں حالانکہ میں مدینہ میں اور وہ کوفہ میں ہے؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "جب رات کا وقت ہو تو تم اپنے ساتھیوں اور غلاموں کے علم میں لائے بغیر تنہا بقیع چلے جانا وہاں ایک اصیل گھوڑے پر زین کسی ہو گی تم اس پر سوار ہو جانا"

پس وہ بقیع گیا اور اس اصیل گھوڑے پر سوار ہوا پس تھوڑی ہی دیر میں اس نے اسے کوفہ میں ابراہیم الجمال کے دروازے پر روکا اس نے دروازے پر دستک دی اور کہا "میں علی بن یقطین ہوں۔" تو ابراہیم الجمال نے گھر کے اندر ہی سے جواب دیا "علی بن یقطین نے کہا "میں بڑی مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ مجھے اندر آنے کی اجازت دو۔ پس جب وہ اندر داخل ہوا تو علی بن یقطین نے کہا"میرے مولا علیہ السلام نے مجھے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے یا پھر تو مجھے معاف کر دے" تو ابراہیم نے کہا "اللہ تمہیں معاف فرمائے۔" علی بن یقطین نے ابراہیم الجمال کو قسم دی کہ وہ اپنا پاؤں اس کے رخسار پر رکھے۔ مگر

ابراہیم نے ایسا نہ کیا۔ پس اس نے اسے دوسری بار قسم دی تو اس نے ایسا کر دیا۔ ابراہیم نے اس کے رخسار پر اپنا پاؤں رکھا تو علی بن یقطین نے کہا۔ ”اے میرے معبود گواہ رہنا۔ پھر وہ واپس چلا اور اس اصیل گھوڑے پر سوار ہوا اور اسی رات ہی میں اسے مولا موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے دروازے کے سامنے مدینہ میں جا روکا۔ پس امام علیہ السلام نے اسے اجازت دی تو وہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے اسے چوما“

امامؑ کا مردوں کو زندہ کرنے اور مریضوں کو شفا دینے سے اپنے معجزوں کا اظہار

بصائر الدرجات میں الصفار نے احمد بن محمد سے، اس نے علی بن الحکم سے، اس نے علی بن المغیرہ سے روایت کی ہے کہ عبد صالح علیہ السلام منیٰ کے مقام پر ایک عورت کے قریب سے گزرے تو وہ رو رہی تھی اور اس کے بچے بھی اس کے گرد جمع ہو کر گریہ کناں تھے۔ اس عورت کی گائے مر چکی تھی تو آپ علیہ السلام اس عورت کے قریب گئے پھر فرمایا۔ ”اے کنیز خدا! کیوں رو رہی ہو؟“ اس عورت نے کہا ”اے اللہ کے بندے! میرے بچے یتیم ہیں یہ گائے ہی میرا اور میرے بچوں کا روزگار تھی۔ ہمارا اسی پر ہی گزر بسر تھا وہ مر گئی ہے پس میں اپنے بچوں کے ہمراہ بے سہارا سی رہ گئی ہوں“ تو آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”اے اللہ کی کنیز! کیا تم چاہتی ہو کہ میں اس گائے کو تمہارے لئے زندہ کر دوں؟“ پس اس عورت کا گریہ تھم گیا اور اس نے کہا ”جی ہاں! اے اللہ کے بندے“ آپ علیہ السلام نے ایک طرف جا کر دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ علیہ السلام نے اپنے با برکت ہاتھوں کو بلند فرمایا اور اپنے مبارک ہونٹوں کو حرکت دی۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور گائے کے پاس جا کر اس پر پھونک ماری یا اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری تو وہ گائے زمین پر اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ جب اس عورت نے گائے کی طرف دیکھا کہ جو مر چکی تھی اور پھر زندہ ہو گئی تھی تو وہ چیخی۔ رب کعبہ کی قسم! یہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہیں۔ پس آپ علیہ السلام لوگوں کی بھیڑ میں شامل ہو کر چلے گئے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وعلیٰ آباۂ الطاہرین۔

اور قطب راوندی نے الخرائم میں علی بن ابی حمزہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے میرے ہاتھ سے پکڑا اور ہم مدینہ سے صحرا کی طرف نکل گئے تو ایک شخص راستے پر پڑا گریہ وقغاں کر رہا تھا اور اس کے سامنے ایک گدھا مرا پڑا تھا کہ جس کی زین اتری ہوئی تھی۔

تو اس سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا ”تمہیں کیا ہوا ہے؟“ اس نے عرض کی ”میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تھا ہم حج کا ارادہ رکھتے ہیں یہاں پہنچ کر میرا گدھا مر گیا پس میں یہاں ہی رہ گیا اور میرے ساتھی چلے گئے اور میں پریشان ہو کر رہ گیا ہوں کہ میرے پاس سواری نہ ہے کہ جس پر یہ سامان لادوں۔ تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا ”ہو سکتا ہے کہ یہ نہ مرا ہو۔“ تو اس شخص نے عرض کی۔ آپ علیہ السلام کو مجھ پر رحم نہیں آتا کہ آپ علیہ السلام مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے پاس ایک بہترین دم ہے۔ اس شخص نے عرض کی۔ آپ علیہ السلام میری مدد کرنے کی بجائے میرا مذاق کر رہے ہیں۔“ تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام گدھے کے قریب گئے اور کچھ ایسا کلام فرمایا کہ جسے میں نہ سن سکا اور قریب پڑے ڈنڈے کو اٹھایا اور اسے مارا اور بلند آواز سے اسے ہانکا تو

وہ گدھا صحیح و سالم اٹھ کھڑا ہوا اور فرمایا "اے مغربی! کیا تو نے کچھ مذاق دیکھا ہے۔ پس اپنے ساتھیوں سے جا ملو۔" ہم چل پڑے اور ہم نے اسے وہیں چھوڑ دیا۔ علی بن حمزہ نے کہا۔ پس میں ایک دن مکہ میں آب زم زم کے کنویں کے پاس کھڑا تھا کہ مغربی وہاں آیا اور جب اس نے مجھے دیکھا تو میری طرف دوڑ کر آیا اور میرے ہاتھوں کو چوما اور بہت خوش ہوا تو میں نے اس سے کہا۔"تمہارے گدھے کا کیا حال ہے؟" تو اس نے کہا "اللہ کی قسم! وہ گدھا صحیح و سالم ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کہاں سے تھا کہ جس کے ذریعہ اللہ نے مجھ پر احسان کیا تو اس نے میرے لیے میرے گدھے کو موت کے بعد بھی زندہ کر دیا؟" تو میں نے اس سے کہا "تمہاری ضرورت پوری ہوئی تم اس کے بارے میں سوال مت کرو کہ جس کی معرفت تک تمہاری پہنچ نہیں ہے۔"

بحار الانوار میں المناقب سے نقل کرتے ہوئے حکایت کیا گیا ہے کہ نام نہاد خلیفوں میں سے کسی کو مغص نامی بیماری لگی تو ختیشوع نصرانی اس کے علاج سے عاجز آگیا اور اس نے کہاکہ تمہیں شفا نہیں مل سکتی ہے۔ ماسوائے اس کے کہ اللہ کے نزدیک قدر و منزلت رکھنے والا کوئی مستجاب الدعوات تمہارے لیے دعا کرے" تو خلیفہ نے کہا کہ مجھے موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کے پاس لے چلو۔ پس اسے لایا گیا تو آپ علیہ السلام نے راستے ہی میں سے اس کی آہ و فغاں کو سن کر اللہ عزّوجلّ سے دعا کی تو خلیفہ کی مغص نامی بیماری زائل ہو گئی۔ تو خلیفہ نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ "آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے جد امجد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کا واسطہ! مجھے بتائیے کہ آپ علیہ السلام نے کن الفاظ کے ساتھ دعا فرمائی ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "میں نے کہا اے میرے معبود! جیسے تم نے اسے اس کی نافرمانی کی سزا ذلت دکھائی ہے تو اسی طرح اسے میری اطاعت گزاری کی عزت بھی دکھا۔" پس اللہ نے اسے اسی وقت ہی شفا بخش دی"

امامؑ ہر زبان بول سکتے تھے اور اسے سمجھ بھی سکتے تھے

محمد بن عبداللہ بن جعفر الحمیری نے قرب الاسناد میں محمد بن خالد طیالسی سے اس نے علی بن ابی حمزہ سے، اس نے ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن ماضی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! امام علیہ السلام کی پہچان کن چیزوں سے ہوتی ہے؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "بہت سی صفات کے ذریعے البتہ ان میں سے سب سے پہلی یہ ہے کہ اس کے بابا بزرگوار علیہ اسلام کی طرف سے اس کے بارے میں کہا جائے اور اس کے بابا بزرگوار علیہ السلام ہی لوگوں کو اس کی پہچان کروائیں اور لوگوں کیلئے اسے امام علیہ السلام مقرر فرمائیں تا کہ ان پر حجت تمام ہوجائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو امام علیہ السلام مقرر فرمایا اور لوگوں کو آپ علیہ السلام کی پہچان کرائی اسی طرح ائمہ علیہم السلام بھی لوگوں کو ایک دوسرے کی پہچان کراتے ہیں اور لوگوں میں ان کا اعلان فرماتے ہیں تا کہ لوگ امام علیہ السلام کو پہچان لیں اور امام علیہ السلام سے سوال کریں تو امام علیہ السلام جواب دے اور اگر امام علیہ السلام سے سوال نہ کریں تو امام علیہ السلام خود ہی بتا دیں۔ اور لوگوں کو آئندہ کل کی خبر دیں اور امام علیہ السلام وہ ہوتا ہے کہ جو لوگوں سے ہر زبان میں گفتگو کر سکتا ہے اور مجھے فرمایا "اے ابو محمد!

اسی وقت اس سے پہلے کہ تو یہاں سے جائے میں تمہیں ایسی نشانی دکھاؤں گا کہ تیرا دل مطمئن ہو جائے گا۔ پس اللہ کی قسم! تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ہمارے پاس اہل خراساں میں سے ایک شخص آیا تو خراسانی نے عربی میں گفتگو شروع کی تو امام علیہ السلام نے اسے فارسی میں جواب دیا۔ تو خراسانی نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ اللہ عزّوجلَّ آپ علیہ السلام کے امور کی اصلاح فرمائے! مجھے اپنی زبان میں گفتگو کرنے سے فقط یہ بات مانع ہوئی کہ میں نے سمجھا کہ شاید آپ علیہ السلام اسے اچھی طرح نہ سمجھ پائیں گے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "سبحان اللہ! اگر میں تمہیں اچھی طرح تمہاری زبان میں ہی جواب نہ دے پاؤں تو پھر تم پر میری فضیلت کیسی؟" پھر فرمایا "اے ابو محمد! امام علیہ السلام پر لوگوں میں سے کسی ایک کی گفتگو بھی مخفی نہیں رہتی اور نہ ہی کسی پرندے اور نہ ہی کسی چوپائے کی اور نہ ہی کسی ایسی چیز کی کہ جس میں روح موجود ہو۔ پس اس طرح امام علیہ السلام کی پہچان ہوتی ہے پس اگر کسی میں یہ صفات نہ ہوں تو وہ امام علیہ السلام نہیں ہو سکتا ہے۔"

اور الخرائج میں ابن ابی حمزہ سے روایت ہے کہ میں ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ علیہ السلام کے سامنے وہ تیس غلام پیش ہوئے کہ جنہیں آپ علیہ السلام کیلئے خریدا گیا تھا تو ان میں سے ایک غلام نے گفتگو کی کہ وہ بہت خوبصورت طریقے سے گفتگو کر رہا تھا۔ تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اسے اس کی زبان میں ہی جواب دیا۔ پس وہ غلام اور باقی سب بھی متعجب ہوئے حالانکہ ان کا گمان تھا کہ امام علیہ السلام ان کی گفتگو کو نہیں سمجھ سکتے۔ تو اس غلام سے امام علیہ السلام نے فرمایا "میں تمہیں کچھ مال دیتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک کو تیس تیس درہم دے دو۔ پس وہ باہر چلے تو ان میں سے کوئی دوسروں سے کہہ رہا تھا وہ تو ہماری زبان ہم سے بھی بہتر جانتا ہے اور یہ اللہ کی طرف سے ہم پر اللہ کا احسان و نعمت ہے۔"

علی بن ابی حمزہ نے کہا "جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کی۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند علیہ السلام! میں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام نے ان حبشیوں سے ان ہی کی زبان میں گفتگو فرمائی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ "جی" میں نے عرض کی۔ "آپ علیہ السلام نے ان میں سے فقط اس غلام ہی کو کیوں حکم دیا۔" آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں! میں نے اسے اس کے ساتھیوں سے بھلائی کی وصیت کی اور اس چیز کی کہ وہ ان میں سے ہر ایک کو ہر ماہ تیس تیس درہم دے کیونکہ جیسے وہ گفتگو کر رہا تھا وہ ان سب سے زیادہ جاننے والا تھا۔

وہ ان کے بادشاہوں کی اولاد میں سے تھا پس میں نے اس کو ان سب پر ترجیح دی اور اسے ہر اس چیز کی وصیت کی کہ جس کی ان لوگوں کو ضرورت ہے کیونکہ وہ اس غلام کے ساتھ سچا دلی لگاؤ رکھتے ہیں" پھر فرمایا "یقینا تمہیں ان لوگوں سے میرے حبشی زبان میں گفتگو کرنے پر تعجب ہوا ہے؟"

میں نے عرض کی "جی ہاں! اللہ کی قسم" آپ علیہ السلام نے فرمایا "تو تو تعجب نہ کر کہ تم پر میرے عجیب سے عجیب تر معاملات مخفی نہ ہیں اور جو تو نے مجھ سے سنا ہے تو یہ فقط پرندے کے اس قطرے کی مانند ہے کہ جو وہ اپنی چونچ کے ساتھ سمندر سے بھر لیتا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ اس قطرے سے کہ جو پرندے نے اپنی چونچ میں بھر لیا ہو سمندر میں کوئی کمی واقع ہو سکتی ہے؟" پس امام علیہ السلام سمندر کی مانند ہے اس کے پاس خزانہ کبھی ختم نہیں ہوتا ہے اور اس کی عجائب سمندر کی عجائب سے زیادہ ہوتی ہیں۔

اور قرب الاسناد میں محمد بن عیسیٰ سے، اس نے ابن فضال سے، اس نے علی بن ابی حمزہ سے ایسی ہی روایت نقل کی گئی ہے۔

اور الخزائج میں ہے کہ امام رضا علیہ السلام کے غلام بدر نے روایت کی ہے کہ اسحق بن عمار امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ علیہ السلام کے سامنے ایک خراسانی شخص حاضر ہوا۔ تو اس شخص نے امام علیہ السلام سے اسی زبان میں گفتگو شروع کی کہ جو اس سے پہلے ہرگز نہ سنی گئی تھی۔ گویا وہ پرندوں کی زبان جیسی تھی۔"

اسحق نے روایت کیا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اسے اسی زبان میں ہی جواب دیا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے اس کے تمام مسائل کا بخوبی جواب دیا تو وہ شخص آپ علیہ السلام کی خدمت سے چلا گیا تو میں نے عرض کی۔ میں نے اس جیسا کلام (گفتگو) ہر گز نہیں سنی ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "یہ چین میں سے ایک قوم کی زبان ہے۔ ان جیسی گفتگو کوئی نہیں کر سکتا ہے"؛پھر فرمایا "کیا تجھے میری اس کی زبان میں گفتگو سے تعجب ہوا ہے؟"

میں نے عرض کی۔ "وہ ہے ہی تعجب کا مقام" آپ علیہ السلام نے فرمایا "میں تمہیں اس سے بھی عجیب تر بتانے چلا ہوں کہ امام برحق علیہ السلام پرندوں کی زبان بھی جانتا ہوتا ہے اور ہر ذی روح سے گفتگو کر سکتا ہوتا ہے اور امام برحق علیہ السلام پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی ہے۔"

اور بصائر میں صفار نے احمدبن محمد سے، اس نے علی بن الحکم سے، اس نے حماد بن عبداللہ الغراء سے، اس نے معتب سے روایت کی ہے کہ اس نے اسے بتایا کہ ابو الحسن اوّل علیہ السلام نے کبھی اپنی اولاد علیہ السلام کی خوبیوں کا اظہار نہ فرمایا تھا۔ تو ایک دن آپ علیہ السلام کے بھائی اسحق علیہ السلام اور محمد علیہ السلام آپ علیہ السلام کے پاس آئے تو ابو الحسن علیہ السلام ایسی زبان میں گفتگو فرما رہے تھے کہ جو عربی نہیں تھی۔ پس ایک سقلابی غلام آیا تو اس نے آپ علیہ السلام سے اپنی زبان میں گفتگو کی تو آپ علیہ السلام تشریف لے گئے اور اپنے فرزند امام علی رضا علیہ السلام کو لائے اور بھائیوں سے فرمایا "یہ میرا بیٹا علی علیہ السلام ہے" پس انہوں نے آپ علیہ السلام علی علیہ السلام کو یکے بعد دیگرے سینے سے لگایا اور آپ علیہ السلام کو (علی علیہ السلام کو) بوسے دئیے۔ پھر علی علیہ السلام کو اٹھایا اور اندر لے گئے۔ پھر آپ علیہ السلام نے اس کے علاوہ زبان میں گفتگو فرمائی۔ پس ایک کالا غلام آیا اور اس نے آپ علیہ السلام سے اپنی زبان میں گفتگو کی۔ تو آپ علیہ السلام جا کر ابراہیم علیہ السلام کو لائے اور فرمایا "یہ میرا فرزند ابراہیم علیہ السلام ہے " پھر ابراہیم علیہ السلام نے اس غلام سے اس ہی کی زبان میں گفتگو فرمائی تو اسے اٹھا کر اندر لے گئے۔ پس آپ علیہ السلام یکے بعد دیگر مختلف غلاموں کو بلاتے رہے اور ان سے مختلف زبانوں میں گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے پانچ مختلف رنگ و نسل اور زبانوں کے غلاموں کو بلایا اور اپنے بھی پانچ فرزندوں علیہم السلام کو لے کر باہر آئے۔"

اور اسی کتاب میں ہی یاسر خادم سے روایت ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام کے گھر میں سقالبۃ اور روم کے غلام تھے اور وہ ابو الحسن کے بہت قریب رہتے۔ رات کے وقت آپ علیہ السلام نے سنا کہ وہ لوگ باہم سقلابی، فارسی اور رومی زبانوں میں گفتگو کرتے رہتے تھے اور کہہ رہے تھے "ہم اپنے علاقوں میں ہر سال فصد کھلواتے تھے لیکن ہم نے یہاں فصد نہیں کھلوائی۔ جب دوسرا روز ہوا تو آپ علیہ السلام نے

کسی طبیب کو بلا کر اسے فرمایا ”اس کی فلاں رگ کو کھولو اور اس کی فلاں رگ کو کھولو۔ پھر فرمایا ”اے یاسر! ہم فصد نہیں کھلوائیں گے“

یاسر نے کہا کہ ”میں نے فصد کھلوائی تو میرا ہاتھ سوج گیا اور میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ”اے یاسر! تمہیں کیا ہوا ہے؟“ تو میں نے آپ علیہ السلام کو بتایا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”کیا میں نے تمہیں اس سے منع نہیں کیا تھا؟ اپنا ہاتھ ادھر لاؤ۔ پس آپ علیہ السلام نے اس والی حدیث میں روایت کیا ہے کہ جب موسی بن جعفر علیہ اسلام سے بریھتہ کے ہاتھ پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔“

اور اسی کتاب میں صاحب کتاب نے اپنی سند کے ساتھ ہشام بن الحکم سے بریھة نے سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اے بریھة! تمہارا تمہاری کتاب کے بارے میں علم کتنا ہے؟“ اس نے کہا ”میں اس کا عالم ہوں۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ تم اس کی تاویل کے معاملے میں کس پر اعتماد کرتے ہو؟“ اس نے کہا ”اس میں میں اپنے علم سے زیادہ کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔“ پس امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے انجیل کی تلاوت شروع کر دی۔ تو بریھة نے کہا ”اس طرح تو فقط عیسیٰ مسیح علیہ السلام ہی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ یہ فقط مسیح علیہ السلام کی ہی قرأت ہے میں تو پچاس سال سے آپ علیہ السلام کی تلاش میں تھا۔“

ہشام نے کہا ”بریھة اور اس کی بیوی امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد ہشام نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور بریھة کے درمیان ہونے والی گفتگو کی حکایت کی۔ بریھة نے کہا ”آپ علیہ السلام کے پاس تورات اور انجیل اور انبیآء علیہم السلام کی کتابوں کا علم کہاں سے آیا؟“ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”یہ ہمیں انبیآء علیہم السلام سے ان کی وراثت میں ہی ملا ہے۔ پس انبیآء علیہم السلام اسی طرح ہی تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ جیسے ہم تلاوت کرتے ہیں اور جیسے ہم کہتے ہیں اور فرمایا۔ اللہ کی قسم! اللہ عزّوجلَّ نے اپنی زمین پر اپنی کوئی ایسی حجت مقرر نہیں فرمائی کہ جس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے تو وہ کہے ”میں نہیں جانتا“

پس بریھة مرتے دم تک امام علیہ السلام کی خدمت ہی میں رہا۔

میں کہتا ہوں۔ ”ہم نے اس روایت کو توحید صدوق سے امام علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کے احوال میں ہشام بن الحکم کے بریھة کے ساتھ مناظرے میں نقل کیا ہے کہ جو مناظرہ ان لوگوں کے لرد میں واقع ہوا کہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں سے ایک ہے کہ اللہ واحد کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔“

امامؑ پرندوں اور تمام حیوانات کی زبان کے عالم تھے

بصائر الدرجات میں صفار نے اپنی اسناد کے ساتھ علی بن ابی حمزہ سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام کے محبوں میں سے ایک شخص نے آکر عرض کی۔ "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! میں چاہتا ہوں کہ آپ علیہ السلام میرے پاس کھانا تناول فرمائیں تو ابو الحسن علیہ السلام اٹھے اور اس کے ساتھ چل دئیے اور اس کے گھر میں داخل ہوئے تو گھر میں ایک چارپائی موجود تھی تو آپ علیہ السلام اس چارپائی پر تشریف فرما ہو گئے اور چارپائی کے نیچے کبوتروں کا ایک جوڑا موجود تھا۔ تو کبوتر کبوتری پر رعب جھاڑ رہا تھا۔ وہ شخص کھانا لینے چلا گیا جب وہ واپس آیا تو ابو الحسن علیہ السلام مسکرا رہے تھے۔ تو اس شخص نے عرض کی "اللہ آپ علیہ السلام کو ہمیشہ مسکراتا رکھے۔ آپ علیہ السلام کس وجہ سے مسکرا رہے ہیں؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا 'یہ کبوتراپنی کبوتری پر رعب جھاڑ رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ "اے میرا سکون! اے میری دلہن! اللہ کی قسم! زمین پر تجھ سے بڑھ کر کوئی بھی میرے نزدیک محبوب نہ ہے ماسوائے اس ہستی کے کہ جو اس چارپائی پر تشریف فرما ہے۔" میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پرندوں کی زبان سمجھتے ہیں؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں! ہم پرندوں کی زبان کا علم رکھتے ہیں اور ہمیں ہر چیز عطا کی گئی ہے۔"

بحار الانوار میں دلائل طبری سے نقل کیا گیا ہے کہ احمد بن محمد المعروف غزالی سے روایت کیا ہے کہ میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں آپ علیہ السلام کے ایک باغیچے میں موجود بیٹھا تھا کہ ایک چڑیا آکر آپ علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گئی اور شدت سے پریشان ہو کر چہچہانے لگی۔ تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا "کیا تم جانتے ہو کہ یہ چڑیا کیا کہہ رہی ہے؟" میں نے عرض کی "اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل علیہ السلام ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "یہ کہہ رہی ہے کہ سانپ میرے گھونسلے میں موجود بچوں کو کھانا چاہتا ہے۔ پس تم ہمارے ساتھ چلو کہ ہم اس کا اور اس کے بچوں کا دفاع کریں۔ پس ہم اٹھے اور ہم گھر داخل ہو گئے کہ سانپ گھر میں لٹک رہا تھا۔ ہم نے اسے قتل کر دیا۔

مفید نے الارشاد میں علی بن ابی حمزہ بطائنی سے روایت کی ہے کہ ایک دن ابو الحسن علیہ السلام اپنی مدینہ سے باہر جائیداد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ میں بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ آپ علیہ السلام اپنے خچر پر سوار تھے اور میں اپنے گدھے پر سوار تھا جب ہم راستے میں ایک مقام پر پہنچے تو ہمارے سامنے ایک شیر آگیا۔ پس میں خوف کے سبب رک گیا۔ مگر ابو الحسن علیہ السلام اس کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھے تو شیر نے ابو الحسن علیہ السلام کے سامنے عاجزی سے سر جھکایا اور گرجنا شروع کر دیا۔ تو ابو الحسن علیہ السلام اس کی گرج سننے کیلئے رک گئے تب شیر نے اپنا پنجہ آپ علیہ السلام کے خچر پر رکھا تو مجھے انتہائی جھٹکا لگا اور میں بہت خوف زدہ ہو گیا۔ پھر شیر ایک طرف راستے پر ہو گیا اور ابو الحسن علیہ السلام نے اپنا رخ انور قبلہ کی طرف فرمایا اور دعا فرمانے لگے"

اور آپ علیہ السلام نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دی کہ میں سمجھ نہ پایا پھر آپ علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ سے شیر کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ چلا جائے تو شیر سمجھ گیا اور اس نے ایک طویل گرج ماری اور ابو الحسن فرما رہے تھے "آمین آمین" پس شیر واپس چلا گیا یہاں تک کہ ہماری آنکھوں سے

غائب ہو گیا۔ اور ابو الحسن علیہ السلام اپنے راستے پر چل پڑے اور میں بھی آپ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب ہم اس مقام سے دور چلے گئے تو میں آپ علیہ السلام کے قریب گیا اور میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! اس شیر کا کیا مسئلہ تھا؟"

تو ابو الحسن علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "یہ اپنی شیرنی کی تنگی ولادت کی شکایت لے کر میرے پاس آیا تھا اور مجھ سے سوال کیا تھا کہ میں اللہ سے اس کی آسانی کیلئے دعا کروں۔ پس میں نے ایسا کیا تو اللہ عزّوجلَّ نے میرے دل میں القاء فرمایا کہ اس نے اس کے نر بچے کو جنم دیا ہے تو میں نے اسے بتایا۔ تو اس نے مجھے کہا "آپ علیہ السلام اللہ کی حفاظت میں چلے جائیں۔ اللہ عزّوجلَّ آپ علیہ السلام پر اور آپ علیہ السلام کی ذریت علیہ السلام پر اور آپ علیہ السلام کے شیعوں میں سے کسی ایک پر بھی درندے مسلط نہ فرمائے گا۔" تو میں نے کہا "آمین"

اور بحار الانوار میں بصائر الدرجات سے یعقوب جعفری سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا گیا ہے کہ میں نے ابراہیم بن وہب کو کہتے سنا۔ میں عریض کے مقام پر ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے سفر پر نکلاتو جب میں "قصر بن سراۃ" پہنچا تو میں وہاں سے وادی میں اترا تو میں نے آواز سنی مگر کسی شخص کو دیکھ نہ پایا جو کہہ رہا تھا۔ "اے ابو جعفر علیہ السلام! تیرے امام علیہ السلام قصر کے پیچھے سر کے مقام پر ہیں۔ پس تم انہیں میری طرف سے سلام کہنا۔ پس میں نے توجہ سے دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ پھر ویسی ہی آواز نے ویسے ہی الفاظ تین بار دہرائے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پھر میں وادی میں اتر گیا۔ یہاں تک کہ میں اس راستے کے سرے پر پہنچا کہ جو قصر کے پیچھے جاتا تھا اور میں قصر میں داخل نہ ہوا پھر میں درختوں کے جنڈ کی طرف سد (باڑ) کے مقام پر گیا اور غدیر والے راستے کے سرے پر چل پڑا۔"

تو میں نے دیکھا کہ غدیر کے قریب پچاس کے لگ بھگ سانپوں نے اپنے سر اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر میں نے گفتگو کی آواز سنی تو میں نے اپنے پاؤں زمین پر مارے تا کہ میرے چلنے کی آواز سنائی دے۔ تو میں نے سنا کہ ابو الحسن علیہ السلام کھنکارے تو میں نے بھی کھنکار کر آپ علیہ السلام کو جواب دیا۔ پھر میں رک گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک سانپ درخت کی شاخ سے لٹکا ہوا تھا۔ اس نے مجھے کہا "مت ڈرو کہ تمہیں یہاں کوئی نقصان نہیں پہنچانے والا۔" پس اس نے خود کو نیچے گرایا پھر آپ علیہ السلام کے کندھے پر سوار ہو کر اپنا پھن آپ علیہ السلام کے کان کے ساتھ لگایا اور بہت دیر تک سرگوشیاں کرتا رہا۔"

تو امام علیہ السلام نے جواب دیا۔ "ٹھیک ہے میں نے تمہارے درمیان فیصلہ کر دیا ہے پس میرے فرمان کی جو بھی مخالفت کرے گا وہ اپنی دنیا میں ظالم ہو گا اور اس کیلئے اس کی آخرت میں شدید سزا کے جہنم ہو گی۔ اور میں اس کا مال لے لوں گا یہاں تک کہ وہ اس سے توبہ کر لے"

تو میں نے عرض کی "میرا ماں باپ آپ علیہ السلام پر قربان! کیا ان پر بھی آپ علیہ السلام کی اطاعت واجب ہے؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں۔ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ مکرم فرمایا۔ اور علی علیہ السلام کو وصایت اور ولایت سے عزت بخشی۔یقینا اے انسانو! یہ تم سے زیادہ ہمارے اطاعت گزار ہیں اور جن و انس ان کی نسبت بہت کم فرماں بردار ہیں۔"

درختوں کا امامؑ کی طرف چل کر آنا

محمد بن یعقوب کلینی نے کافی میں علی بن ابراہیم سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے محمد بن فلان رافعی سے روایت کی ہے کہ اس کا ایک چچا زاد تھا کہ جسے حسن بن عبداللہ کہا جاتا تھا اور وہ زاہد شخص تھا اور اپنے زمانے میں بہت عبادت گزار تھا اور بادشاہ بھی دین میں اس کی انتہائی کوشش کے سبب اس سے خوف زدہ رہتے تھے جب بھی بادشاہ اس سے گفتگو کرتا تو وہ اسے سخت و غلط نصیحت کرتا تھا اور اسے نیکی کی ہدایت پر برائیوں سے منع کرتا تھا اور بادشاہ اس کی صلاحیت کے سبب تحمل سے کام لیتا تھا۔ پس اسی طرح چل رہا تھا کہ ایک دن ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس گئے جبکہ وہ مسجد میں تھا اسے دیکھا تو اس کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ آپ علیہ السلام کے پاس آیا تو آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا "اے ابو علی! تیری یہ حالت مجھے بہت پسند ہے اور تو نے مجھے اس کے ذریعے خوش کیا ہے مگر یہ کہ تم میں معرفت کی کمی ہے۔ پس تم معرفت حاصل کرو۔ اس نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! معرفت کیا ہے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "جاؤ غور کرو اور حدیث کو تلاش کرو۔" اس نے عرض کی "کس سے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "مدینہ کے (نام نہاد) فقہاء سے پھر وہ حدیث میرے سامنے پیش کرو۔"

پس وہ گیا تو اس نے احادیث تحریر کیں اور آپ علیہ السلام کے سامنے پڑھیں تو آپ علیہ السلام نے اس سب کو لغو قرار دیا پھر اس سے فرمایا "جاؤ اور معرفت حاصل کرو۔ اور وہ اپنے دین کے بارے میں سخت سنجیدہ شخص تھا۔ وہ ہمیشہ ابوالحسن علیہ السلام کے پاس چکر کاٹتا رہا یہاں تک کہ ایک دن آپ علیہ السلام اپنی جاگیر کی طرف جا رہے تھے تو وہ شخص راستے میں آپ علیہ السلام کو ملا تو اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! میں اللہ کے سامنے آپ علیہ السلام سے سوال کروں گا۔ پس آپ علیہ السلام مجھے معرفت کی طرف راہنمائی فرمائیے؟" آپ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کی منزلت بیان فرمائی اور ان دونوں آدمیوں (پہلے بادشاہ اور دوسرے بادشاہ) کے بارے میں اسے بتایا تو اس نے آپ علیہ السلام سے وہ سب قبول کیا۔ پھر اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "تو امیر المومنین علیہ السلام کے بعد کون ہے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "حسن علیہ السلام پھر حسین علیہ السلام" یہاں تک کہ آپ علیہ السلام اپنے نام تک پہنچے تو خاموش ہو گئے۔"

تو اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! تو ان دنوں کون ہیں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اگر میں تمہیں بتاؤں تو کیا تم قبول کرو گے؟" اس نے عرض کی "جی ہاں" آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں" آپ علیہ السلام نے فرمایا "میں ہی وہ ہوں" اس نے عرض کی "کوئی ایسی چیز کہ جس سے میں دلیل حاصل کر سکوں؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اس درخت کے پاس جاؤ۔ آپ علیہ السلام نے ام غیلان کی طرف اشارہ فرمایا اور اسے کہو۔ تمہیں موسیٰ بن جعفر علیہما السلام فرماتے ہیں کہ تم میرے پاس آؤ۔" پس میں اس کے پاس گیا اور میں نے اسے کہا تو اللہ کی قسم! وہ زمین پر جھومتا ہوا آپ علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے اس کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ واپس چلا گیا۔ تو میں نے آپ علیہ السلام کی امامت کا اقرار کیا۔"

پھر وہ شخص خاموش رہ کر عبادت کرنے لگا اور اس کے بعد کسی نے بھی اس کو کلام کرتے نہ دیکھا“

الخرائج میں رافعی سے ہی روایت تھوڑی سی لفظی تبدیلی کے ساتھ روایت کی گئی ہے اور اس میں زیادہ یہ ہے کہ وہ شخص اس سے پہلے اچھے اچھے خواب دیکھتا تھا پھر اس کے وہ خواب بند ہو گئے تو اس نے ابو عبداللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو اس نے آپ علیہ السلام سے خوابوں کی بندش کی شکایت کی تو آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”غم نہ کرو کیونکہ جب مومن راسخ الایمان ہو جاتا ہے تو اس کے خواب ختم ہو جاتے ہیں۔“

آپؑ سے مختلف نشانیوں کا ظہور پذیر ہونا

قرب الاسناد میں الحمیری نے محمد بن الحسین سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا علی بن حسان واسطی نے موسیٰ بن بکیر سے روایت کرتے ہوئے۔ اس نے کہا کہ میری طرف ابو الحسن علیہ السلام نے ایک رقعہ بھیجا کہ جس میں کچھ ضروری چیزیں درج تھیں اور آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اس میں جو چیزیں ہیں ان پر عمل کرو۔“ پس میں نے وہ رقعہ مصلے کے نیچے رکھ دیا اور میں اس سے غافل ہو گیا۔“ پس ایک دن میرا گزر ہوا تو وہ رقعہ آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں تھا۔ آپ علیہ السلام نے مجھ سے اس رقعے کے بارے میں سوال کیا تو میں نے کہا ”گھر پر ہے“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اے موسیٰ! جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو بجا لایا کرو بصورت دیگر میں تم پر ناراض ہوں گا۔“ پس مجھے معلوم ہوا وہ رقعہ آپ علیہ السلام تک جنات کے بچوں میں سے کسی نے پہنچایا تھا۔“

متاخرین میں سے کسی کی ابو فراس کے قصیدہ کی شرح میں ایک کتاب میں درج ہے کہ رشید عباسی۔ کا ایک سفید رنگ کا باز تھا کہ وہ اس سے شدید محبت کرتا تھا پس اس نے اسے کسی شکار کے پیچھے بھیجا تو وہ اس کی آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ تو رشید عباسیؔ نے حکم دیا کہ اس کیلئے خیمہ لگایا جائے اور وہ اس کے نیچے بیٹھ گیا اور اس نے حلف اٹھایا کہ وہ اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہلے گا یا پھر اس کے پاس وہ باز لایا جائے۔ پس وہ اسی جگہ قیام پذیر ہو گیا اور اس نے لشکر بلا لیے۔ تب امراء اور فوجی ذمہ داران اس باز کی تلاش میں دود و اور تین تین دنوں کی مسافت تک نکل گئے۔

جب دوسرے دن کا اختتام ہونے لگا تو باز اس کے پاس واپس آگیا اور اس کے پنجے میں ایک حیوان تھا کہ جو حرکت دینے سے چمک رہا تھا کہ جیسے تلوار سورج کی روشنی میں چمکتی ہے پس اس نے اسے نرمی سے اپنے ہاتھوں میں پکڑا اور اپنے گھر واپس گیا اور اسے سونے کے طشت میں رکھا اور تمام اشراف، اطباء، حکماء، فقہاء، قاضیوں اور حکام کو بلایا اور ان سے کہا ”کیا تم میں سے کسی نے اس کی شکل پہلے دیکھی ہے؟“ تو ان سب نے کہا ”ہم نے ایسا پہلے ہر گز نہیں دیکھا اور نہ ہی ہم جانتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے؟“ تو اس نے کہا ”تو ہم اس کے بارے میں کیسے جانیں؟“ تو ابن اکثم قاضی اور ابو یوسف قاضی نے کہا ”تمہیں اس کے بارے میں (نعوذ باللہ) رافضیوں کے امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے ہی علم حاصل ہو سکتا ہے۔ پس تم اس کو بلوا بھیجو اور روافض کی ایک جماعت کو بلاؤ اور اس سے اس کے بارے میں ان کے

سامنے سوال کرو۔ اگر وہ جانتا ہے تو اس کی معرفت ہمارے لیے مفید ہو گی اور اگر اسے نہیں پہنچانتا ہوگا تو وہ اپنے ان ساتھیوں کے سامنے رسوا ہو گا کہ جو سمجھتے ہیں کہ وہ عالم الغیب ہے اور ملائکہ کو آسمانوں پر دیکھتا ہے۔"

تو اس نے کہا "یہ بہترین رائے ہے۔" پس اس نے حکم دیا کہ ابو الحسن علیہ السلام کو محفل میں اسی وقت حاضر کیا جائے اور اس کے پاس جو رافضی ہوں انہیں بھی پس ابو الحسن علیہ السلام شیعوں کی ایک جماعت لے کر تشریف لائے تو اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "اے ابو الحسن علیہ السلام!, میں نے آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کی زیارت کے شوق سے بلایا ہے" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اپنے شوق کو رہنے دو۔ اللہ عزّوجلّ نے زمین و آسمان کے درمیان ایک سمندر پیدا کیا ہے کہ جو ساکن ہے اور اس کی موجیں ایک دوسرے کو اطراف میں جانے سے روکتی ہیں تا کہ وہ اللہ کے خزانوں پر طغیانی نہ کرے اور اس میں سے تھوڑی تھوڑی مقدار اللہ عزّوجلّ نازل فرماتا رہتا ہے پس یہ اس کا باطن ہے اور اس کا طول ملائکہ کے فرسخوں کے حساب سے چار فرسخ ہے۔ ہر فرسخ سوار کیلئے ایک سو سال کی مسافت کا ہوتا ہے۔ اللہ عزّوجلّ نے اس کے ارد گرد تسبیح و توصیف کرنے والے فرشتوں کو معین فرمایا ہے۔ وہ فرشتے کہ جن کے بارے میں اللہ عزّوجلّ نے فرمایا ہے۔ ہم ہی صفت بیان کرنے والے ہیں اور ہم ہی تسبیح کرنے والے ہیں (القرآن) اور اللہ عزّوجلّ نے اس سمندر کے ساکنین کو مچھلی کی مانند چھوٹا بڑا پیدا کیا ہے پس ان میں سے ہر ایک کو صورت زیادہ سے زیادہ ایک بالشت یا اس کا زیادہ سے زیادہ آدمی جیسا سر ہوتا ہے اور اس کا ناک، دو کان، دو آنکھیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے جو مذکر ہوتے ہیں ان کے چہرے میں داڑھی کی طرح کی سیاہی ہوتی ہے اوران میں سے ہوتے ہیں ان مؤنث کے سر پر لوگوں کی طرح بال ہوتے ہیں۔

ان کے اجسام مچھلیوں کے اجسام کی طرح ہوتے ہیں اور ان پر مچھلیوں کے چھلکے کی طرح چھلکے ہوتے ہیں اور ان کی طرح پیٹ ہوتے ہیں اور پروں کی جگہ پر لوگوں کی طرح ہاتھ اور پاؤں ہوتے ہیں اوران کے پاؤں انتہائی چمکدار ہوتے ہیں کیونکہ وہ انوار سے متاثر ہوتے ہیں۔ دیکھنے والے کی آنکھوں کو چندھیا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ عزّوجلّ نے انہیں اس کے اطراف میں پھیلا دیا ہے کہ وہ تسبیح و تقدیس اور تکبیر و تہلیل کرتے رہتے ہیں۔ پس جب ان میں سے کوئی تسبیح میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ عزّوجلّ اس پر سفید رنگ کا باز مسلط کر دیتا ہے پس وہ اسے کھا کر اپنا رزق بنا لیتا ہے۔ پس تمہیں زیب نہیں دیتا کہ تم اس باز سے اس کا وہ رزق چھین لو کہ جو اللہ عزّوجلّ نے اس کی طرف بھیجا ہے تا کہ وہ اسے کھائے۔"

پس رشید عباسی نے کہا۔ طشت کو باہر لاؤ تو وہ طشت باہر لایا گیا تو امام الحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے جو فرمایا تھا اس سے تھوڑا بھی مختلف نہ تھا۔ پھر آپ علیہ السلام واپس چل دئیے۔ تو رشید عباسی نے وہ حیوان اس باز کے سامنے ڈال دیا تو اسنے اس کے ٹکڑے کئے اور اسے کھا لیا۔ پس اس کے خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرا اور نہ ہی کوئی اور چیز گری۔

بحارالانوار میں مناقب سے،اس میں امثال الصالحین نامی کتاب سے نقل کیا گیا ہے کہ شقیق بلخی کی روایت ہے کہ میں نے فید کے مقام پر ایک شخص کو دیکھا کہ جو برتن کو ریت سے بھر بھر کر پی رہا تھا۔ پس مجھے بہت تعجب ہوا میں نے اس سے کہا کہ مجھے بھی پلاؤ۔ تو اس نے مجھے پلایا تو میں نے اسے شکر سے بنا ستو پایا۔ الی آخر قصہ۔۔۔ اور اسے شعراء نے منظوم بھی کیا ہے۔

شقیق بلخی سے پوچھو۔۔۔ الیٰ آخر جو عنقریب آئے گا۔

میں کہتا ہوں "جیسا کہ مطالب السؤول میں محمد بن طلحہ شافعی نے کہا ہے کہ خشام بن حاتم الاصمعی نے کہا مجھے شقیق بلخی نے کہا ہے ۔ میں 149ہجریمیں حج کرنے نکلا تو میں قادسیہ کے مقام پر ٹھہرا تو میں نے دیکھا کہ بہت زیادہ لوگ بن سنور رہے تھے۔ تب میں نے ایک خوبصورت چہرے والے وجیہہ جوان کو دیکھا کہ وہ نحیف سا تھا۔ اور اس نے صوفؔ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے پاؤں میں جوتے تھے اور وہ ایک طرف بیٹھا تھا تو میں نے اندر ہی اندر کہا۔ "یہ نوجوان صوفیوں میں سے ہے اور لوگوں پر ان کے راستے میں بوجھ بننا چاہتا ہے" اللہ کی قسم! میں اس کی اچھی طرح خبر لوں گا۔" پس میں اس کے قریب گیا تو اس نے مجھے فرمایا "اے شقیق! زیادہ گمان سے پرہیز کیا کرو کہ اکثر گمان گناہ ہوتے ہیں۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور چلا گیا۔" تو میں نے اندر ہی اندر کہا "یہ بہت بڑا معاملہ ہے کہ اس نے میرے اندر کی بات کی ہے اور میرا نام بھی بولا ہے۔ یقینا یہ عبد صالح ہیں۔ میں ضرور ان کے پیچھے جاؤں گا اور ان سے معافی مانگوں گا۔" پس میں جلدی سے ان کے پیچھے نکل پڑا مگر میں نے آپ علیہ السلام کو کہیں نہ پایا اور وہ میری آنکھوں سے غائب ہو گئے۔

جب ہم واقصہ پہنچے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے ان کے اعضاء تھر تھر کانپ رہے تھے اور ان کے آنسو جاری تھے۔ تو میں نے کہا "یہی میرے امام علیہ السلام ہیں۔" میں چل پڑا تا کہ آپ علیہ السلام سے معافی مانگوں۔ پس میں نے صبر کیا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام بیٹھ گئے تو میں آپ علیہ السلام کے سامنے گیا تو جب آپ علیہ السلام نے مجھے دیکھا تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا "اے شقیق! تسلی رکھو میں اس کو معاف کرنے والا ہوں کہ جو توبہ کرے، ایمان لائے اور نیک عمل کر کے ہدایت پا جائے۔ پھر آپ علیہ السلام نے مجھے چھوڑ دیا اور چلے گئے۔"

تو میں نے اندر ہی اندر کہا۔ "یقینا یہ نوجوان اولیاء اللہ علیہم السلام میں سے ہے اس نے مجھ سے دو مرتبہ میرے اندر کی بات کی ہے۔ "جب ہم زبالة کے مقام پر پہنچے تو وہ نوجوان کنویں پر کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں ڈول تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ پانی بھرے تو اس کا ڈول اس کے ہاتھوں سے گر کر کنویں میں جا گرا۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تو میں نے دیکھا کہ اس نے آسمان کی طرف منہ کیا اور میں سن رہا تھا کہ فرمایا "تو میرا رب ہے۔ جب میں پانی پینے کا ارادہ کرتا ہوں اور میری قوت ہے کہ جب بھی میں کھانا کھانے کا ارادہ کرتا ہوں۔ اے میرے معبود! میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے پس مجھ سے یہ مت چھین۔"

شقیق نے کہا۔ "اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ کنویں کا پانی اوپر آیا تو اس نوجوان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اپنا ڈول پکڑا اور اسے پانی سے بھر لیا۔ پس اس نے وضو کیا اور چار رکعتیں نماز پڑھی۔ پھر ریت کے ٹیلے کی طرف گیا اور اس میں سے ریت کی مٹھیاں بھر بھر کر ڈول میں ڈالنے لگا۔ پھر اسے ہلایا اور اسے پینے لگا۔ پس میں اس کے پاس گیا اور میں نے اس پر سلام کیا تو اس نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ تو میں نے عرض کی۔ اللہ عزّوجلَّ نے اپنی جس نعمت سے آپ علیہ السلام کو فضیلت بخشی ہے اس میں سے مجھے بھی کھلائیے۔" تو اس نے فرمایا "اے شقیق! اللہ عزّوجلَّ ہمیشہ ہم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں نازل فرماتا رہتا ہے۔ پس تم اپنے ربّ کے بارے میں اچھا گمان رکھا کرو۔" پھر وہ ڈول مجھے دیا تو میں نے اس میں سے کچھ پیا تو وہ ستو اور شکر تھے۔ اللہ کی قسم! میں نے اس سے زیادہ لذیذ مشروب ہر گز نہ پیا تھا اور نہ ہی اس سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والا دیکھا ہے۔ پس میں سیر ہو گیا اور میری پیاس بجھ گئی اور مجھے

کچھ دنوں تک مسلسل نہ بھوک لگی اور نہ ہی پانی کی طلب ہوئی۔ پھر میں نے اس جوان کو ہرگزنہ دیکھا یہاں تک کہ میں مکے پہنچا۔ پس میں نے اسے ایک رات "قبة المشراب" کی جانب آدھی رات کے وقت خشوع و خضوع اور گریہ و زاری کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا اور وہ پوری رات اسی طرح نماز پڑھتا رہا۔ جب طلوع فجر ہوئی تو وہ اپنے مصلیٰ پر بیٹھ گیا اور تسبیح پڑھنے لگا۔ پھر اس نے اٹھ کر صبح نماز پڑھی اور کعبۃ اللہ کا سات بار طواف کیا اور باہر نکل گیا۔ تو میں نے اس کا پیچھا کیا تو اس کے پاس بہترین سواری اور سازوسامان تھے وہ اس کے بالکل برعکس تھا کہ جیسا میں نے اسے راستے میں دیکھا تھا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو کر اسے سلام کر رہے تھے تو میں نے اس کے قریب دکھائی دینے والے شخص سے پوچھا۔ یہ جوان کون ہے؟" اس نے کہا "یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہیں" تو میں نے کہا "کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایسے ہی سردار علیہ السلام سے ہی ایسے عجائب کا ظہور ہوتا ہے۔"

بعض متقدمین شعراء نے شقیق کے امام علیہ السلام کے ساتھ اس واقعے کو طویل شعروں میں نظم کیا ہے۔ ہم ان میں سے بعض پر اکتفاء کرتے ہیں۔

1) شقیق بلخی سے پوچھو امام علیہ السلام کے بارے میں اور اس نے جو امام علیہ السلام سے ظہور پذیر دیکھا وہ کہ جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

2) اس نے کہا کہ جب میں نے حج کیا تو میں نے ایک خاص شخص کو دیکھا کہ جس کا رنگ متغیر تھا، جسم نخیف تھا اور وہ بہت وجیہہ تھا۔

3) وہ باقیوں سے ہٹ کر تنہا تھا اور اس کے پاس زاد راہ بھی نہ تھا۔ پس میں اس کے بارے میں مسلسل سوچنے لگا۔

4) مجھے وہم ہوا کہ وہ لوگوں سے مانگے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ سب سے بڑا حاجی ہے۔

5) پھر میں نے اسے تب دیکھا کہ جب ہم فیدّ سے پہلے کشیب احمد۔(کنویں) پر دیکھا۔

6) وہ شخص برتن میں ریت ڈال کر اسے پی رہا تھا۔ میرا عقل متحیر ہو گیا اور میں نے اسے آواز دی۔

7) مجھے بھی ایک گھونٹ پلائیے۔ پس اس نے اس میں سے کچھ مجھے بھی پلایا تو میں نے دیکھا کہ وہ شکر اور ستو ہے۔

8) پس میں نے ایک حاجی سے پوچھا یہ کون ہیں تو کہا گیا کہ یہ امام موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام ہیں۔

اور کشی نے اپنی کتاب رجال میں اپنی سند کے ساتھ اسماعیل بن سلام سے اور قلان بن حمید سے روایت کی ہے کہ ہماری طرف علی بن یقطین نے پیغام بھیجا۔ "تم دونوں دو سواریاں خریدو اور راستے پر پہنچو۔" اور اس نے ہمارے سپرد کچھ اموال کیے اور خط بھی اور کہا کہ "تمہارے پاس جو مال اور

خطوط ہیں وہ سب تم ابو الحسن موسیٰ کاظم علیه السلام تک پہنچاؤ مگر کسی ایک کو بھی اس کا علم نه ہو۔"

ان دونوں نے کہا "ہم کوفه پہنچے اور ہم نے دو سواریاں خریدیں اور ہم نے زاد راہ تیار کیا اور ہم عام راستے سے ہٹ کر چلنے لگے یہاں تک که ہم رملہ۔کے درمیان میں پہنچے تو ہم نے اپنی سواریوں کو ایک طرف باندھ کر انہیں گھاس ڈالا اور ہم کھانا کھانے بیٹھ گئے۔

اسی اثناء میں ایک سوار آیا که جو چھوٹی اونٹنی پر سوار تھا۔ جب وہ ہمارے قریب آیا تو وہ ابو الحسن موسیٰ کاظم علیه السلام تھے۔ پس ہم آپ علیه السلام کے احترام میں اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ علیه السلام کو سلام کیا اور خطوط آپ علیه السلام کے حوالے کیے۔"

اور جو کچھ بھی ہمارے ساتھ تھا وہ بھی آپ علیه السلام کے حوالے کیا۔ پس آپ علیه السلام نے اپنی جیب سے کچھ خطوط نکالے اور وہ ہمیں عطا فرمائے اور فرمایا۔ "یه تمہارے خطوط کے جوابات ہیں" تو ہم نے عرض کی۔ "ہمارا زاد راہ ختم ہو چکا ہے۔ اگر آپ علیه السلام ہمیں اجازت دیں تو ہم مدینه کے اندر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم کی مزار اقدس کی زیارت کریں اور اپنا زاد راہ بھی تیار کریں"

تو آپ علیه السلام نے فرمایا "تمہارا جو زاد راہ باقی ہے وہ میرے پاس لاؤ۔ پس ہم نے مانده زاد راہ آپ علیه السلام کے سامنے پیش کیا تو آپ علیه السلام نے اسے اپنے ہاتھوں سے الٹا پلٹا اور فرمایا۔ "یه تمہیں کوفے تک پہنچا دے گا اور جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم کی زیارت کی بات ہے تو تم نے آپ علیه السلام کی زیارت کر لی ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیه وآله وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی ہے اور میں چاہتا ہوں که ان صلی اللہ علیه وآله وسلم کے ساتھ ہی ظہر کی نماز پڑھوں۔ پس تم دونوں اللہ کی حفاظت سے واپس پلٹ جاؤ۔"

اور الخرائج میں اسماعیل بن سالم سے روایت کیا گیا ہے که میری طرف علی بن یقطین اور اسماعیل بن احمد نے پیغام بھیجا که تم یه دینار لو اور کوفے جاؤ اور فلاں شخص کو ساتھ لو اور تم دونوں دو سواریاں خریدو۔ پھر اس نے پوری حدیث بیان کی که جیسے گزر چکی ہے البته اس کے آخر میں اس بات کا اضافه ہے که "پس ہم دونوں واپس پلٹے تو وہ زاد راہ ہمارے لیے کافی ہوا۔"

اور بحار الانوار میں مناقب سے نقل کیا گیا ہے که خالد سمان نے روایت کی ہے که رشید عباسی نے ایک شخص که جس کو علی بن صالح طالقانی کہا جاتا تھا کو بلایا اور اس سے کہا۔ کیا تو وہی ہے که جو کہتا ہے که بادل نے اسے تمہیں چین سے اٹھا کر طالقان تک پہنچایا؟" تو اس نے کہا "جی ہاں" تو اس نے کہا "ہمیں بیان کرو یه کیسے ہوا؟" اس نے کہا "سمندر کی موجوں میں میری کشتی ٹوٹ گئی۔ پس میں تین دن تک ایک تختے پر باقی رہا۔ مجھے موجیں اٹھائے پھرتی رہیں۔ پس موجوں نے مجھے خشکی پر جا پھینکا تو میں نے دیکھا که وہاں بہت سے نہریں اور درخت تھے۔ پس میں درختوں کی چھاؤں میں سو گیا۔ میں سویا ہوا تھا که میں نے ایک ڈراؤنی آواز سنی اور میں خوف زدہ ہو کر جاگ گیا تو میں نے دیکھا که گھوڑے جیسے دو چوپائے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ میں انہیں اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا۔ پس جب ان دونوں نے مجھے دیکھا تو سمندر کے اندر چلے گئے۔

اسی اثناء میں نے ایک بہت بڑے پرندے کو دیکھا کہ وہ میرے قریب ایک پہاڑی کے غار کے قریب اترا تھا۔ پس میں اٹھا اور چھپتے چھپاتے اس کے قریب گیا تا کہ اسے اچھی طرح دیکھ پاؤں۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اڑ گیا۔ پس میں اس کے اثرات کو دیکھتا رہ گیا۔ جب میں غار کے قریب گیا تو میں نے تسبیح و تہلیل و تکبیر اور تلاوت قرآن کی آواز سنی۔ پس جب میں غار کے بالکل قریب گیا تو غار کے اندر سے ایک پکارنے والے نے پکارا۔" اے علی بن صالح طالقانی۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اندر داخل ہو جاؤ۔ پس میں اندر گیا اور میں نے سلام کیا تو وہاں پر ایک عظیم المرتبت شیر کی طرح مضبوط ہڈیوں والا بڑی قد و قامت کا انتہائی عمدہ و حسین آنکھوں والا شخص موجود تھا۔ اس نے مجھے سلام کا جواب دیا اور فرمایا "اے علی بن صالح طالقانی تجھے ایک خزانہ عطا کیا گیا ہے۔ تیرا امتحان بھوک پیاس اور خوف سے لیا گیا ہے۔"

اگر اللہ تم پر اس دن رحم نہ فرماتا تو تجھے نجات نہ دیتا اور تجھے پاکیزہ شربت نہ پلاتا۔ میں اسی وقت سے جانتا ہوں کہ جس میں تو نے سفر شروع کیا تھا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تو نے سمندر میں کتنا عرصہ سفر کیا اور جب تیرا سفینہ ٹوٹا اور کتنا عرصہ تجھے سمندر کی موجوں نے اٹھائے رکھا اور یہ بھی کہ تو نے خود کو سمندر میں گرا کر موت اختیار کرنے کا سوچا تھا۔ اس عظیم مصیبت کی وجہ سے کہ جو تجھ پر آن پڑی تھی اور اس وقت بھی کہ جب تو نے سمندر سے چھٹکارا پایا اور میں نے تمہیں اس وقت بھی دیکھا کہ جب تو نے دو خوبصورت شکلیں دیکھیں اور تیرا اس پرندے کا پیچھا کرنا کہ جسے تو نے اترتے دیکھا تھا اور جس نے تمہیں دیکھا تو آسمان کی طرف اڑ گیا۔ پس آؤ اور بیٹھ جاؤ۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔

جب میں نے اس ہستی کا کلام سنا تو میں نے عرض کی۔ میں آپ علیہ السلام سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ علیہ السلام کو میرے حالات کا علم کس نے دیا؟'' تو اس نے فرمایا "وہ کہ جو غیب کا عالم اور گواہ ہے۔ اس نے کہ جس نے تمہیں خلقت کے دوران دیکھا اور تمہیں سجدہ کرنے والوں کی صلبوں میں پلٹایا" پھر فرمایا "تم بھوکے ہو" پس اپنے اونٹوں کو حرکت دے کر کچھ کلام کیا تو ایک دسترخوان ظاہر ہوا کہ جس پر ایک بڑا برتن تھا۔ پس اس پر سے ڈھکن اٹھایا اور فرمایا۔ قریب آؤ اور اللہ کی طرف سے عطا کردہ رزق میں سے کھاؤ" پس میں نے ایسا کھانا کھایا کہ جس سے لذیذ میں نے آج تک نہ دیکھا ہے۔ پھر اس نے مجھے پانی پلایا کہ میں نے اس سے لذیذ اور میٹھا آج تک نہ دیکھا ہے۔ پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا۔ اے علی! کیا تو اپنے وطن واپس جانا چاہتا ہے؟" تو میں نے عرض کی۔ "کون مجھے پہنچائے گا؟" تو اس نے فرمایا "ہمارے اولیاء علیہم السلام کی کرامت سے ہم ایسا کر سکتے ہیں" پھر اس نے کچھ دعائیں پڑھیں اور اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا "اسی وقت اسی وقت" تو غار کے دہانے پر بادلوں کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں نے سایہ کیا جب بھی کوئی ٹکڑی پہنچتی تھی تو کہتی تھی۔ آپ علیہ السلام پر سلام ہو اے اللہ کے ولی علیہ السلام اور اس کی حجت!

تو وہ فرماتے تھے "تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت و برکات ہوں۔ اے سن کر اطاعت کرنے والی بادل کی ٹکڑی۔" پھر اس سے فرماتے "تو کہاں جا رہی ہے؟" تو وہ کہتی "فلاں زمین پر" تو فرماتے "رحمت بن کر یا عذاب بن کر؟" پھر وہ ٹکڑی چلی جاتی یہاں تک کہ ایک خوبصورت بادل کی ٹکڑی آئی تو اس نے عرض کی۔ آپ علیہ السلام پر سلام ہو! اے اللہ کے ولی علیہ السلام اور اس کی حجت علیہ السلام۔" اس نے فرمایا "تم پر بھی سلامتی ہو اے اطاعت گزار بادل کی ٹکڑی۔ کہاں جا رہی ہو؟" تو اس نے عرض کی۔

"طالقان کی سرزمین پر" تو اس نے اس سے فرمایا "رحمت بن کر یا عذاب بن کر؟" اس نے عرض کی "رحمت بن کر" تو اس نے فرمایا "میں مجھے اللہ کی امانت کے طور پر تم پر سوار کرتا ہوں اسے اٹھائے جا۔

اس نے عرض کی "میں سننے والی اطاعت گزار ہوں" اس نے اس سے فرمایا "پس تم اللہ کے حکم سے زمین تک آؤ۔ تو وہ زمین پرآئی تو اس نے میرے بازو سے پکڑ کر مجھے اس پر بٹھا دیا۔ تب میں نے اس سے عرض کی۔ "میں آپ علیہ السلام سے عظیم اللہ عزّوجلَّ کا واسطہ دے کر اور خاتم النبین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی علیہ السلام، سید الوصین اور ائمۃ الطاہرین علیہم السلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ علیہ السلام کون ہیں؟" اللہ کی قسم! آپ علیہ السلام نے مجھے بڑی مصیبت سے نجات دلا کر حیرت زدہ کیا ہے"

تو اس نے فرمایا "افسوس ہے تم پر! اے علی بن صالح! اللہ عزّوجلَّ اپنی زمین کو پلک جھپکنے تک کی مدت کیلئے بھی حجت سے خالی نہیں رکھتا ہے۔ یا تو وہ حجت پوشیدہ ہوتی ہے یا ظاہر ہوتی ہے۔ میں اللہ عزّوجلَّ کی ظاہری اور باطنی حجت ہوں اور اس وقت معلوم کے دن تک اللہ کی حجت ہوں اور میں وہ ناطق ہوں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترجمانی کرنے والا ہے اور میں اس وقت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام ہوں۔" پس آپ علیہ السلام نے اپنی اور اپنے آباؤ اجداد طاہرین علیہم السلام کی امامت کا ذکر فرمایا اور بادل کو اڑنے کا حکم دیا۔ پس وہ بادل کی ٹکڑی اڑی۔ اللہ کی قسم میں نے نہ تو پانی دیکھا اور نہ ہی خوف زدہ ہوا۔ پس یہ سب پلک جھپکنے کی دیر میں ہوا کہ اس نے مجھے طالقان میں اس سڑک پر پہنچایا کہ جس پر میرے اہل و عیال اور سامان تھا صحیح و سالم اور عافیت سے۔"

تو رشید عباسیؔ نے اسے قتل کر ڈالا اور کہا "اس کے قتل کی خبر کسی کو بھی نہ ہو"

اور اسی کتاب میں ہی کتاب عیون المعجزات سے نقل کیا گیا ہے کہ محمد بن فضیل نے داؤد رقی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے عرض کی۔ "مجھے امیر المومنین علیہ السلام اور اہل بیت نبوت صلوٰت اللہ علیہم اجمعین کے دشمنوں کے بارے میں بیان فرمائیے" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "تم بیان چاہتے ہو یا انہیں دیکھنا چاہتے ہو؟" تو آپ علیہ السلام نے ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے فرمایا۔ میرے پاس ڈنڈا لاؤ" پس آپ علیہ السلام چلے گئے اور وہ ڈنڈا آپ علیہ السلام کے سامنے حاضر کیا۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے موسیٰ علیہ السلام! اسے زمین پر مارو۔ اور انہیں امیر المومنین علیہ السلام کے دشمن دکھاؤ۔" تو آپ علیہ السلام نے اسے ایک مرتبہ زمین پر مارا تو زمین پھٹ گئی اور ایک سیاہ سمندر ظاہر ہوا۔ آپ علیہ السلام نے سمندر پر ڈنڈا مارا تو ایک سیاہ چٹان نمودار ہوئی تو آپ علیہ السلام نے اس چٹان پر مارا تو اس میں ایک دروازہ کھل گیا تو وہاں پر ایک قوم تھی کہ جن کی کثرت کے سبب ان کا شمار ممکن نہ تھا۔ ان کے چہرے سیاہ تھے اور آنکھیں نیلگوں تھیں۔ ان میں سے ہر ایک شکنجے میں جکڑا چٹان کے ساتھ بندھا ہوا تھا اور وہ سب پکار رہے تھے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اور سپاہی ان کے چہروں پر مار مار کر ان سے کہہ رہے تھے۔ "تم سب جھوٹے ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تم سے کوئی محبت نہیں ہے اور نہ ہی تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والے ہو"

تب میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں۔ یہ لوگ کون ہیں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "جبت، طاغوت، رجس اور لعین ابن لعین" پس آپ علیہ السلام نے اوّل سے لے

کر آخر تک سب کو شمار فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام اصحاب سقیفہ اور اصحاب فتنہ تک پہنچے اور بنی ارزق، بنی اوزاع اور بنی امیہ کہ اللہ عزّوجلّ ان پر صبح و شام اپنے عذاب میں اضافہ فرمائے کا ذکر فرمایا۔ پھر آپ علیہ السلام نے چٹان سے فرمایا۔ ”تو ان سب پر بند ہو جا وقت معلوم کے دن تک۔“

اور برسی نے مشارق الانوار میں صفوان بن مہران سے روایت کی ہے کہ مجھے میرے آقا و مولا ابو عبداللہ علیہ السلام نے ایک دن حکم صادر فرمایا کہ میں ناقہ کو گھر کے دروازے پر لاؤں۔ پس میں ناقہ لایا تو جلدی سے ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ تب آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس چھ سال تھا اور آپ علیہ السلام ناقہ کی پیٹھ پر بیٹھ گئے اور اسے ہانکا اور میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تو میں نے اندر ہی اندر کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں اپنے مولا علیہ السلام کو کیا جواب دوں گا کہ جب آپ علیہ السلام نے باہر تشریف لا کر ناقہ کو طلب فرمایا تو؟“

جب دن کی ایک گھڑی گزر گئی تو ناقہ اڑتی ہوئی گویا کہ جیسے ستارہ ٹوٹ کر آتا ہے اور وہ پسینے سے شرابور تھی۔ پس آپ علیہ السلام اس سے نیچے اترے اور گھر میں داخل ہو گئے تو خادم باہر آیا اور اس نے کہا ”ناقہ کو لے جاکر اس کی جگہ باندھو اور اپنے مولا علیہ السلام کے پاس حاضری دو۔

پس مجھے جو حکم ملا تھا میں نے اس کی تعمیل کی اور آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے صفوان! میں نے تمہیں فقط اس لیے ناقہ لانے کا کہا تھا تا کہ اس پر تیرے مولا ابو الحسن علیہ السلام سوار ہوں اور تو نے اندر ہی اندر یہ یہ کہا۔ اے صفوان! کیا تو جانتا ہے کہ وہ اس پر سوار ہو کر اس وقت کہاں گئے تھے۔ پہلے وہ ذوالقرنین کی پہنچ گاہ تک گئے اور اس کے آگے گئی گنا زیادہ سفر کیا اور ہر مومن اور مومنہ کو میرا سلام پہنچایا۔

صدوق نے عیون اور امالی میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن یقطین سے روایت کی ہے کہ رشید عباسی نے ایک ایسے شخص کو بلایا تا کہ اس کے جادو کے ذریعے ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کے اثر کو زائل کر سکے اور آپ علیہ السلام کے مقام کو کم کر سکے اور آپ علیہ السلام کو محفل میں (نعوذ باللہ) خجل کرے۔ پس اس کے پاس ایک شعبدہ باز لایا گیا۔ جب دسترخوان لگایا گیا۔ جب کھانا لگایا گیا تو اس نے روٹی پر شعبدہ بازی شروع کر دی۔ پس جب بھی ابو الحسن علیہ السلام کا خادم روٹی سے ٹکڑے لینا چاہتا تو وہ شعبدہ باز اس روٹی کو اڑا کر اس سے دور کر دیتا۔ اس پر ہارون عباسی بہت خوش ہوا اور اس پر قہقہے لگانے لگا۔ پس تھوڑی دیر بعد ابو الحسن علیہ السلام نے کسی پردے پر موجود شیر کی تصویر کی طرف سر اقدس اٹھا کر فرمایا۔ اے اللہ کے شیر! اللہ کے اس دشمن کو پکڑ لے۔ تو وہ تصویر ایک بہت بڑے شیر کی صورت باہر آئی اور اس شعبدہ باز کو پھاڑ ڈالا اور نگل گئی۔ تو ہارون عباسی اور اس کے خواص منہ کے بل غش کھا کر گر گئے اور ان کی عقلوں پر جو انہوں نے دیکھا تھا اس کے سبب خوف طاری ہو گیا۔

جب ان لوگوں کو افاقہ ہوا تو ہارون عباسی نے ابو الحسن علیہ السلام سے عرض کی۔ ”میں آپ علیہ السلام پر اپنے حق کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ علیہ السلام تصویر کو کہیں کہ وہ اس شخص کو اگل دے۔“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اگر موسیٰ علیہ السلام کا عصا لوگوں کی ان رسیوں کو اگل دیتا اوران کی لکڑیوں کو بھی تو یہ تصویر بھی اس شخص کو اگل دیتی۔“

اختتامیه که جس کا نفع عمومی ہے

شیخ جلیل القدر، ثقة الاسلام، محمد بن یعقوب کلینی نے کافی میں احمد بن مہران سے اور علی بن ابراہیم سے، ان دونوں نے محمد بن علی سے، اس نے حسن بن راشد سے، اس نے یعقوب بن جعفر بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ علیہ السلام کے پاس ایک نصرانی شخص آیا اور ہم تب آپ علیہ السلام کے ہمراہ عریض کے مقام پر تھے تو اس نصرانی نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "میں آپ علیہ السلام کے پاس دور دراز کے علاقے سے دشوار سفر کر کے آیا ہوں۔ میں اپنے رب سے پچھلے تیس سالوں سے سوال کر رہا تھا کہ وہ میری سب سے بہتر ین اور افضل ترین عباداور عالم ترین ہستیوں کی طرف راہنمائی فرمائے اور خواب میں آنے والے نے مجھے دمشق کے ایک عظیم المرتبت شخص کے اوصاف بیان کیے۔ پس میں چل کر اس کے پاس گیا اور میں نے اس سے گفتگو کی تو اس نے کہا "میں اپنے دینی بھائیوں میں سے عالم ہوں جبکہ مجھ سے بڑھ کر عالم کوئی اور ہے۔" تو میں نے کہا "میری راہنمائی اس ہستی کی طر ف کیجئے کہ جو آپ سے بھی بڑھ کر عالم ہے کیونکہ میں اس معاملے میں سفر کو دشوار نہیں جانتا اور مجھ سے مشقت گراں نہ گزرنے والی ہے۔ میں نے تمام انجیل، داؤد علیہ السلام کی دعائیں پڑھی ہیں اور تورات کے چاروں سفر پڑھے ہیں اور میں نے ظاہر قرآن کو بھی پڑھا ہے، یہاں تک کہ اسے حفظ کر لیا ہے۔ تو اس عالم نے مجھے کہا" "اگر تو نصرانیت کا علم چاہتا ہے تو میں نصرانیت کا عرب و عجم میں سب سے بڑھ کر عالم ہوں اوراگر تو یہودیت کا علم چاہتا ہے تو باحی بن شرجیل سامری کے پاس جا کہ وہ اس وقت لوگوں میں سے سب سے بڑھ کر اس کا عالم ہے۔ اور اگر تو اسلام، تورات، انجیل،زبور، کتاب ہود اور ہر اس صحیفے کا علم چاہتا ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام پر تمہارے یا تمہارے علاوہ دیگر زمانوں میں اترے اور آسمان سے ہر اترنے والی خبر کہ جسے کوئی جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے کا علم چاہتا ہے اور اس کتاب کا علم چاہتا ہے کہ جس میں ہر چیز کی وضاحت اور عالمین کیلئے شفا ہے اور اس کے ذریعے راحت طلب کرنے والوں کیلئے راحت ہے اور وہ کتاب کہ جس میں بصیرت ہے اس شخص کیلئے کہ جسے اللہ بصیرت عطا فرمانا چاہے۔

اور اس کتاب میں حق سے مانوسیت ہے کا علم چاہتا ہے تو میں تمہاری راہنمائی اس ہستی کی طرف کرتا ہوں کہ جس کے پاس تمہیں پیدل جانا پڑے تو جاؤ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو گھٹنوں کے بل جاؤ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو رینگتے ہوئے پیٹ کے بل جاؤ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو منہ کے بل جاؤ"

تو میں نے کہا "نہیں بالکل میں بدن اور مال کے اعتبار سے سفر کے قابل ہوں"

اس نے کہا "فوراً سے بھی پہلے چلو اور یثرب پہنچو۔ تو میں نے کہا "میں یثرب کو نہیں جانتا۔"

اس نے کہا "چل پڑو یہاں تک کہ اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر مدینہ پہنچو کہ جو عرب میں مبعوث کیا گیا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عربی اور ہاشمی تھے۔ پس جب تم اس شہر میں جاؤ تو تم بنی غنم بن مالک بن البخار کے بارے میں پوچھنا اور وہ قبیلہ مدینہ کی مسجد کے دروازے کے آس پاس رہتا ہے۔ اور تم اپنے نصرانی لب و لہجے اور حلیے کو ظاہر کرنا کیونکہ ان کا حاکم ان

کو زدوکوب کرتا رہتا ہے اور خلیفہ اس سے بڑھ کر ان کا دشمن ہے۔ پھر تم بنی عمرو بن مبذول کے بارے میں سوال کرنا تو وہ قبیلہ یقیع زبیر نامی مقام پر رہتا ہے۔ پھر تم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے بارے میں سوال کرنا کہ آپ علیہ السلام کا گھر کہاں ہے؟" وہ گھر پر ہیں؟" یا کہیں سفر پر روانہ ہیں؟ پس اگر وہ سفر پر ہوں تو تم ان کے پیچھے چلے جانا کہ ان کا سفر تمہارے مجھ تک سفر کرنے سے بھی کم ہو گا۔ پھر تم آپ علیہ السلام کو عرض کرنا کہ مجھے مطران نے غوطہ دمشق سے آپ علیہ السلام کی طرف راہنمائی کی ہے اور اس نے آپ علیہ السلام پر بہت بہت سلام بھیجا ہے اور اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ہے کہ "میں نے اپنے رب سے بہت مناجات کی ہیں کہ وہ میرا اسلام آپ علیہ السلام کے ہاتھوں مقرر فرمائے" یہ قصہ بیان کیا تو وہ عصاء کا سہارا لیے ہوئے تھا۔

پھر اس نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! اگر آپ علیہ السلام مجھے اجازت دیں تو میں آپ علیہ السلام کے سامنے کورنش بجا لاؤں اور بیٹھ جاؤں۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں بیٹھنے کی اجازت تو دیتا ہوں مگر کورنش بجا لانے کی نہیں۔ پس وہ بیٹھ گیا اور اس نے ٹوپی اتاری پھر عرض کی۔ "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! کیا آپ علیہ السلام کی طرف سے مجھے کلام کرنے کی اجازت ہے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "تو جس مقصد کیلئے آیا ہے بالکل ہے"

تو نصرانی نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ میں نے آپ علیہ السلام کو اپنے ساتھی کا سلام دیا ہے کیا آپ علیہ السلام اس کا جواب نہیں دیں گے؟"

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "میں تمہارے ساتھی کے بارے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ اسے ہدایت دے جہاں تک سلام کی بات ہے تو وہ اس پر تب ہو گا کہ جب وہ ہمارے دین پر آ جائے گا۔

تو نصرانی نے کہا "اللہ آپ علیہ السلام کے امور کی اصلاح فرمائے! میں سوال کر سکتا ہوں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "سوال کرو"

اس نے عرض کی۔ "مجھے آپ علیہ السلام اللہ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی کتاب کے بارے میں بتائیے کہ جس کے ذریعے اللہ نے ان سے کلام فرمایا۔ پھر آپ علیہ السلام مجھے بتائیے کہ اللہ نے جو صفات بیان کی ہیں۔ حٰم، کتاب مبین ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا، ہم ڈرانے والے ہیں۔ ا س کی باطنی تفسیر کیا ہے؟"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "حٰم سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور یہ ہود علیہ السلام کی کتاب میں اللہ عزّوجلّ نے ان پر نازل کیا تھا جو کہ اس وقت تحریف شدہ ہے اور جہاں تک کتاب مبین کی بات ہے تو وہ امیر المومنین علیہ السلام ہیں اور رات سے مراد فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور جہاں تک اللہ کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ اس میں ہر ہر حکمت امر نکلتا ہے تو وہ یہ ہے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے خیر کثیر کا ظہور ہوا کہ جن میں سے یکے بعد دیگرے صاحب حکمت ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔"

تو اس شخص نے عرض کی "آپ علیہ السلام ان اشخاص علیہ السلام میں سے پہلے سے لے کر آخری تک کی صفات بیان فرمائیے۔"

تو آپ علیه السلام نے فرمایا "سب کی صفات ایک جیسی ہیں۔ البتہ آپ صلی اللہ علیه وآله وسلم کی نسل میں سے طاہر ہونے والی ہستی کے بارے میں میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جو تمہارے اوپر نازل کی جانے والی کتاب میں تمہارے پاس محفوظ ہے اگر تم نے اس میں تغیر اور تحریف کے ذریعے کفر نہ کیا ہے تو جیسا کہ تم لوگ زمانہ قدیم سے کرتے آئے ہو۔ تو نصرانی نے آپ علیه السلام سے عرض کی۔ جو میں جانتا ہوں وہ میں آپ علیه السلام سے ہرگز نہ چھپاؤں گا اور میں ہرگز جھوٹ نہ بولوں گا اور میں جو کچھ کہوں آپ علیه السلام اس کے سچ اور جھوٹ ہونے سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ نے آپ علیه السلام کو اپنے فضل سے بہت کچھ عطا فرمایا ہے اور آپ علیه السلام کو وہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ جو سوچنے والے کی سوچ سے بھی باہر ہیں اور اسے کوئی چھپانے والا چھپا نہیں سکتا ہے اور جو اس میں جھوٹ کی حد تک مبالغہ کرے اس نے بھی جھوٹ نہ بولا۔ میں اس بارے میں آپ علیه السلام کے سامنے حق بات ہی عرض کروں گا اور جو میں کہوں گا گویا آپ علیه السلام اس کو دیکھ رہے ہوں گے۔"

تب ابو ابراہیم علیه السلام نے اس سے فرمایا "میں تمہیں جلد ہی وہ خبر سنانے والا ہوں کہ جس کی معرفت ماسوائے ان تھوڑے سے افراد میں سے کچھ کے کہ جنہوں نے اس کتاب میں پڑھا ہے کسی کو نہ ہے۔ مجھے بتاؤ مریم علیه السلام کی والدہ علیه السلام کا نام کیا تھا؟ اور کون سے دن مریم علیه السلام کو پھونک ماری گئی؟ اس وقت دن کی کون سی گھڑی تھی؟ اور وہ کون سا دن تھا کہ جس میں مریم علیه السلام نے عیسیٰ علیه السلام کو اس دنیا میں نورانی آمد کا راستہ دیا؟ اور اس وقت دن کی کون سی گھڑی تھی؟ تو نصرانی نے کہا "میں نہیں جانتا"

تو ابو ابراہیم علیه السلام نے فرمایا "مریم علیه السلام کی والدہ علیه السلام کا نام "مرثا" تھا کہ جس کا عربی میں معنی "وهيبة" بنتا ہے۔

وہ دن کہ جب مریم علیه السلام کو نور عیسیٰ علیه السلام دیا گیا وہ جمعة المبارک کا دن زوال کا وقت تھا اور یہی وہ دن ہے کہ جب روح الامین اترا اور مسلمانوں کیلئے اس سے بڑھ کر عید کا دن اور کوئی نہ ہے۔ اس دن کو اللہ نے بھی عظمت بخشی اور محمد صلی اللہ علیه وآله وسلم نے بھی عظمت بخشی اور حکم دیا گیا کہ اسے آپ صلی اللہ علیه وآله وسلم عید قرار دیں پس وہ جمعة المارک کا دن تھا۔

اور وہ دن کہ جب مریم علیه السلام نے نور کو دنیا میں آمد کا نورانی راستہ دیا وہ منگل کا دن تھا کہ چار ساعتیں گزر چکی تھیں اور آدھا دن بھی وہ نہر کہ جس کے کنارے مریم علیه السلام نے عیسیٰ علیه السلام کو نورانی آمد کا راستہ دیا کیا تم اس کے بارے میں جانتے ہو؟"

اس نے کہا "نہیں" آپ علیه السلام نے فرمایا "وہ نہر فرات تھی اور اس پر کھجور کے درخت اور انگور کی بیلیں لگی ہوئی تھیں اور کھجور کے درختوں اور انگور کی بیلوں کے معاملے میں فرات سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ہے۔"

البتہ وہ دن کہ جس میں مریم علیه السلام کی زبان کو روزے کا حکم ہوا اور فیدوس نے ان کے بچے کے بارے میں منادی کی اور اس کے پیروکاروں نے اس کی مدد کی اور آل عمران علیه السلام کو باہر لائے تا کہ وہ مریم علیه السلام کو دیکھیں اور ان لوگوں نے مریم علیه السلام سے وہ کہا کہ جو اللہ نے تم پر اپنی کتاب میں اور ہم پر اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کیا تم اسے سمجھتے ہو؟ تو اس نے عرض کی "جی ہاں" میں

نے پڑھا ہے کہ وہ ہفتہ کا دن تھا۔" آپ علیہ السلام نے فرمایا "تب تو اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ اٹھے گا کہ جب تک اللہ تمہیں ہدایت نہ دے دے"

تو اس نصرانی نے عرض کی "میری ماں کا نام سریانی اور عربی میں کیا ہے؟"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "تمہاری ماں کا نام سریانی زبان میں عنطالیہ تھا اور عنقودہ تمہاری دادی کا نام تھا۔ تمہاری ماں کا عربی میں نام میۃُ،بنتا ہے۔ تمہارے باپ کا نام عبدالمسیح تھا جو کہ عربی زبان میں عبداللہ بنتا ہے۔ کیونکہ مسیح کا کوئی عبادت گزار نہیں ہے۔"

اس نے عرض کی "آپ علیہ السلام نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ میرے دادا کا نام کیا تھا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہارے دادا کا نام جبریل تھا اور میری اس محفل میں اس کا نام عبدالرحمن رکھا ہے اس نے کہا "کیا وہ مسلمان تھا؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں اور وہ شہید مارا گیا اس پر غلبہ کے مقام پر موجود اس کے گھر میں فوج داخل ہوئی اور انہوں نے اسے مار دیا اور وہ لشکر اہل شامل کا تھا۔

اس نے عرض کی۔ میری کنیت سے پہلے میرا نام کیا تھا؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "تمہارا نام عبدالصلیب تھا۔ اس نے عرض کی۔ میں عظیم اللہ پر ایمان لایا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہ ہے۔ وہ دیکھتا اور بے نیاز ہے۔ وہ اس طرح نہ ہے کہ جیسا نصاریٰ بیان کرتے ہیں اور نہ ہی اس طرح ہے کہ جیسا یہودی بیان کرتے ہیں اور نہ ہی وہ ان اجناس میں سے کوئی جنس ہے بلکہ یکتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا کر بھیجا۔ اور حق کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے حقداروں کیلئے ظاہر فرمایا اور اس کے ذریعے باطل پرستوں کو اندھا فرمایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں کی طرف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ خواہ وہ سرخ ہوں یا سیاہ ہوں۔ سب ا س میں برابر ہیں۔ پس جس نے بصیرت پانی تھی پائی اور جس نے ہدایت پانی تھی پائی۔ جبکہ باطل پرست اندھے ہوئے اور جس کا وہ دعویٰ کرتے تھے وہ اس سے گمراہ ہو گئے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا ولی علیہ السلام حکمت کے ساتھ بولتا ہے اور اس سے پہلے جتنے بھی اولیاء علیہ السلام گزرے سب حق و حکمت کی بات کرتے تھے۔ اور لوگوں کو اللہ کی اطاعت کی طرف بلاتے تھے۔ ان سب علیہ السلام نے باطل اور اہل باطل اور رجس اور اہل رجس سے دوری ہی بنائے رکھی اور گمراہی کے راستے سے کوسوں دور رہے۔ اللہ عزّوجلّ نے ان کی مدد ان کی اطاعت کے ذریعے فرمائی ہے۔ اور انہیں نافرمانی سے معصوم علیہ السلام رکھا ہے پس وہ سب اللہ کے اولیاء علیہ السلام دین کے انصار تھے۔ وہ بھلائی کی طرف ابھارتے تھے اور نیکی کا حکم ہی دیا کرتے تھے۔ میں ان کے ہر چھوٹے بڑے پر ایمان لاتا ہوں اور اس پر بھی کہ جن میں سے کچھ کا آپ علیہ السلام نے ذکر نہیں فرمایا ہے۔ پس میں اللہ عزّوجلّ پر ایمان لایا۔ پھر اس نے اپنی زنار کو دور کیا اور صلیب کو اتار پھینکا کہ جو سونے سے بنی ہوئی تھی اور اس کی گردن میں لٹکی تھی۔

پھر اس نے عرض کی "آپ علیہ السلام مجھے حکم دیجئے تا کہ میں اپنا صدقہ وہاں دوں کہ جہاں آپ علیہ السلام مجھے حکم دیں۔

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "یہاں تمہارا ایک بھائی ہے کہ جو تیری طرح کے دین پر تھا اور وہ شخص تمہاری قوم میں سے بنی قیس بن ثعلبہ سے ہے۔ اسے بھی تمہاری طرح اسلام کی نعمت ملی ہے پس تم دونوں ایک دسرے سے مساوات کرو اور ایک دوسرے کی ہمسائیگی اختیار کرو اور میں تم تک اسلام میں تمہارا حق پہنچانے کو ترک نہ کروں گا۔"

تو اس شخص نے عرض کی؛اللہ کی قسم !میں صاحب ثروت ہوں میں نے اپنے پیچھے تین سو300گھوڑے گھوڑیاں اور ایک ہزار1000اونٹ چھوڑے ہیں۔بس اس مال میں آپ علیہ السلام کا حق مجھ سے زیادہ ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا!تو اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہے۔اور تواپنی نسبتی حد کو اسی حالت پر رہنے دے۔

پس آپ علیہ اسلام نے اسے اسلامی کی اچھی تعلیمات دیں اور بنی فہر میں سے ایک عورت سے اس شخص نے شادی کی تو اسکا حق مہر ابو ابراہیم علیہ السلام نے ادا فرمایا۔وہ حق مہر پچاس 50دینار تھاکہ جو آپ نے علی ابن ابی طالب علیہاالسلام کے صدقات سے ادا فرمایا۔اور اس شخص کو خادم عطا فرمایااور اسے گھر سے نکال دیا اور اسے وہاں اقامت دی۔یہاں تک کہ ابو ابراہیم علیہ السلام وہاں سے چل دیے وہ شخص آپ علیہ السلام کے وہاں سے چلے جانے کے اٹھائیس 28راتوں بعد فوت ہو گیا۔

میں کہتا ہوں:"کمال الدین محمد بن طلحہ شافی نے مطالب السؤول میں اور علی بن عیسیٰ نے کشف الغمة میں اس سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا "میرے کانوں نے وہ عظیم واقعہ سنا ہے کہ جسے عرا ق کے بڑے بڑوں نے بیان کیا ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی اشرف منقبت ہے اور آپ علیہ السلام کی اللہ کے ہاں بلند مرتبتی کا گواہ ہے اور اللہ کے نزدیک آپ علیہ السلام کی عظیم منزلت کا گواہ ہے۔ جس سے آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی کرامت ظاہر ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رحلت کے بعد کرامت ظاہر ہوتی ہے۔اس میں کوئی شک تنہیں ہے کہ رحلت کے بعد کرامت کا ظہور زندگی میں ظہور پذیر ہونے سے کہیں بڑھ کر ہے۔ وہ یہ ہے کہ خلفاء میں سے کسی کا ایک نائب تھاکہ جو دنیا میں بڑی شان و شوکت کا مالک تھا اس نے طویل مدت تک بادشاہوں کی امور سلطنت میں معاونت کی تھی وہ بہت ظالم اور جابر قسم کا شخص تھا جب اس کا انتقال ہوا تو خلیفہ کے ہاں اس کی قدر و منزلت کا تقاضا تھا کہ اسے امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی ضریح کے اندر آپ علیہ السلام کے قریب دفن کیا جائے اور آپ علیہ السلام کی ضریح مقدس کا نقیب (مجاور) بہت صالح انسان تھا وہ اس سیّد جلیل القدر علیہ السلام کی ضریح مقدس کی خدمت میں بہت کوشش کرتا تھا اور اس کے تمام وظائف بخوبی انجام دیتا تھا۔ پس اس مجادر نے ذکر کیا کہ وہ اس صاحب قبر (خلیفہ کے نائب) کے دفن کے بعد ایک رات ضریح اقدس میں محو خواب تھا تو اس نے نیند کی حالت میں دیکھا کہ وہ قبر کھلی ہوئی ہے اور اس میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اس سے دھواں نکل رہا ہے اور بدبو پھیل رہی ہے کہ جو مزار اقدس کے اردگرد پہنچ رہی ہے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے اور اس مجاور کا نام لے کر فرما رہے تھے۔ اے فلاں! تم خلیفہ سے کہو۔ تو نے مجھے اس ظالم کی ہمسائیگی سے اذیت دی ہے۔ اور آپ علیہ السلام نے سخت کلام فرمایا تو وہ مجاور بیدار ہو گیا اور خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگا پس اس نے فورا! ایک خط لکھا کہ جس میں تفصیل سے وہ واقعہ درج کیا اور اسے خلیفہ کی طرف بھیج دیا۔

جب رات ہوئی تو خلیفہ بذات خود مزار مطہر پر حاضر ہوا اور مجادر کو بلایا اور وہ لوگ ضریح اقدس میں داخل ہو گئے تا کہ اس قبر کو کھول سکیں اور اس مدفون کو مزار سے باہر کسی مقام پر منتقل کرسکیں۔ مگر جب ان لوگوں نے اس کی قبر کھولی تو اس میں میت کے آثار تک نہ تھے بلکہ ان لوگوں نے اس میں جلے ہوئی میت کی راکھ پائی۔

میں کہتا ہوں اس فصل سے متعلق کچھ روایات باقی فصلوں میں وارد ہوں گی۔ انشاء اللہ عزّوجلّ

سیّد محمد قطیفی نے امام جوادین علیہما السلام (موسیٰ کاظم علیہ السلام اور تقی جواد علیہ السلام) کی شان میں لگ بھگ چالیس اشعار پر مشتمل ایک بہترین قصیدہ لکھا ہے۔ (جسے ہم طوالت کے خوف سے ترک کرنے پر مجبور ہیں کہ اس کا کوئی علمی و ادبی فائدہ عام قاری کو نہیں ہے۔ المترجم)

چوتھی فصل

یہ فصل آپؑ کے مکارم اخلاق اور محاسن اوصاف کے بیان میں ہے

مغیر نے الارشاد میں کہا ہے کہ ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے زمانے کے سب سے بڑے عبادت گزار لوگوں سے بڑھ کر فقیہ اور سخی کفو اور مکرم نفس تھے اور آپ علیہ السلام کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام رات کی نوافل پڑھتے تو انہیں صبح کی نماز سے ملاتے تھے۔ پھر سورج طلوع ہونے تک تعقیبات فرماتے تھے اور اللہ کے سامنے سربسجود ہو جاتے تو آپ علیہ السلام زوال شمس تک سجدے میں تمحید کرنے سے سر اقدس نہ اٹھاتے تھے اور آپ علیہ السلام اکثر اوقات دعا فرمایا کرتے تھے۔ اے میرے معبود! میں تم سے موت کے وقت راحت اور حساب کے وقت نرمی کا سوال کرتا ہوں۔" اور آپ علیہ السلام اس کا تکرار فرمایا کرتے تھے اور آپ علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک یہ تھی۔ تمہارے بندے کے گناہ بڑے ہیں تو تیری طرف سے معافی ہی بہترین ہے۔"

آپ علیہ السلام اللہ کے خوف سے اتنا گریہ فرماتے کہ آپ علیہ السلام کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی اور آپ علیہ السلام اپنے اہل خانہ سے بہترین سلوک کرنے اور ان پر مہربانی کرنے میں افضل ترین ہستی تھے۔ آپ علیہ السلام مدینہ کے فقراء کو رات کے وقت مدد مہیا فرمایا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام ان لوگوں کی طرف انبیل اٹھا کر لے جاتے کہ جس میں چاندی، آٹا، کھجوریں ہوا کرتی تھیں۔ پس وہ سب ان تک بذات خود ہی پہنچایا کرتے تھے اس طرح کہ ان کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔

اور اس نے اسی کتاب میں ہی کہا ہے کہ مجھے بتایا ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ شریف نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا ہمارے دادا یحییٰ بن حسن بن جعفر نے اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا اسماعیل بن یعقوب نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا محمد بن عبداللہ الکبری نے، اس نے کہا کہ میں قرض مانگنے کیلئے مدینہ آیا تو مجھے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ تب میں نے اندر ہی اندر کہا۔ اگر میں موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کے پاس جا کر آپ علیہ السلام کے سامنے حالات کا شکوہ کروں تو کیسا ہے؟" پس میں اپنی مصیبت کو لے کر آپ علیہ السلام کی جاگیروں میں سے ایک جاگیر میں گیا تو آپ علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے جبکہ آپ علیہ السلام کے ساتھ ایک غلام بھی تھا کہ جس نے کھانے کا بڑ ا سا برتن اٹھایا ہوا تھا جو گوشت کا فقط ایک دیگچہ تھا۔ اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ پس آپ علیہ السلام نے اسے تناول کیا تو میں نے بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ اسے تناول کیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے مجھ سے میری حاجت پوچھی۔ تو میں نے اپنا قصہ آپ علیہ السلام کو عرض کیا پس آپ علیہ السلام اندر تشریف لے گئے تھوڑی دیر کے بعد آپ علیہ السلام باہر تشریف لائے اور اپنے غلام سے فرمایا۔ تم چلے جاؤ۔ پھر آپ علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ بڑھایا اور مجھے ایک تھیلی عطا فرمائی کہ جس میں تین سو دینار تھے۔ پھر آپ علیہ السلام اٹھے اور واپس چلے گئے۔ پس میں بھی اٹھا اور میں اپنی سواری پر سوار ہو کر واپس پلٹ آیا۔

اور اسی کتاب ہی میں کہا ہے کہ مجھے خبر دی ابو محمد حسن بن محمد شرف نے، اس نے اپنے دادا سے، اس نے اپنے ایک سے زائد ساتھیوں اور اساتیذ سے روایت کی ہے عمر بن خطاب کی اولاد میں سے ایک شخص مدینہ کے رہنے والا تھا وہ شخص ابو الحسن علیہ السلام کو اذیت پہنچاتا رہتا تھا اورجب بھی آپ

علیہ السلام کو دیکھتا تو سب و شتم پر اتر آتا تھا اور علی علیہ السلام کو بھی سب و شتم کرتا تھا۔ تو آپ علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھے بعض نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ ہمیں چھوڑئیے کہ ہم اس فاجر کو قتل کر دیتے ہیں۔ تو آپ علیہ السلام نے ان کو سخت منع فرمایا اور ان کو سخت جھڑکا اور اس عمری کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ مدینہ کے نواح میں کاشتکاری کرتا ہے۔ پس آپ علیہ السلام اس کے پاس گئے تو اسے اس کے ایک کھیت میں موجود پایا۔ آپ علیہ السلام اپنی سواری سمیت کھیت میں داخل ہو گئے۔ اس نے ہماری ہماری کھیتی کو مت رونديئے۔ مگر ابو الحسن علیہ السلام اس کی کھیتی کو روندتے ہوئے اس تک پہنچ گئے۔ آپ علیہ السلام نیچے اترے اور اس کے پاس بیٹھ گئے ۔ اسے تسلی دی اور اسے ہنسایا اور اس سے فرمایا۔ ”میں تمہاری اس کھیتی کا نقصان کتنا دوں؟“

اس نے کہا ”دو سو 200دینار۔“ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”تمہیں اس میں سے کتنا ملنے کی امید ہے؟“ اس نے کہا ”میں علم غیب نہیں رکھتا ہوں۔“ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”میں تم سے فقط یہ پوچھ رہا ہوں کہ تمہیں اس میں سے کتنی آمدنی کی توقع ہے؟“ اس نے کہا ”مجھے امید ہے کہ اس میں سے دو سو 200دینار کی آمدنی ہو گی۔

ابو الحسن علیہ السلام نے اس کو ایک تھیلی نکال دی کہ جس میں تین سو دینار تھے اور فرمایا۔ تمہاری کھیتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے والا۔ اللہ تمہیں اس میں سے تمہاری امید کے مطابق آمدنی دے گا۔

پس وہ عمری اٹھا اور اس نے آپ علیہ السلام کے سر کو چوما اور آپ علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ اس کی گستاخیوں کی معافی عطا فرما دیں۔ تو ابو الحسن علیہ السلام مسکرا دیئے اور واپس چل پڑے۔“

بعد میں آپ علیہ السلام دوسرے روز مسجد گئے تو آپ علیہ السلام نے اس عمری کو بیٹھا دیکھا جب اس نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو اس نے کہا ”اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے اپنی رسالت کہاں رکھی ہے۔“ تو اس کے ساتھی اس پر چڑھ دوڑے اور انہوں نے اس عمری سے کہا ”تمہارا معاملہ کیا ہوا تو تو پہلے اس کے علاوہ الفاظ کہتا تھا؟“

تو اس نے ان سے کہا ”میں نے اب جو کہا ہے وہ تم نے سن لیا ہے“ اور وہ ابو الحسن علیہ السلام کو دعا دینے لگا پس وہ لوگ اس عمری سے جھگڑنے لگے اور وہ ان سب سے جھگڑا کرنے لگا۔ جب ابو الحسن علیہ السلام اپنے گھر واپس تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے اپنے ان حاشیہ نشینوں سے کہ جنہوں نے عمری کے قتل کی اجازت چاہی تھی فرمایا ”کون سی چیز بہتر ہے وہ کہ جس کا تم لوگوں نے ارادہ کیا تھا یا وہ کہ جس کا میں نے کیا ہے کہ میں نے اس عمری کے معاملے کو تھوڑی سی مقدار مال کہ جو تم جانتے ہو سے سلجھا دیا ہے اور اس کے ذریعے میں اس کے شر سے بچ گیا ہوں۔“

اس نے کہا کہ ”اہل علم کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام ہمیشہ دو سو 200دینار سے تین سو 300دینار تک عطا فرمایا کرتے تھے اور موسی کاظم علیہ السلام کی تھیلیاں یوں ہی ہوتی تھیں۔“

پھر کہا کہ لوگوں نے ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں کثرت سے روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے جیسا کہ ہم نے پہلے اس کا ذکر کیا ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ عزّوجلَّ کی کتاب کے حافظ اور قرآن کی تلاوت سب سے خوبصورت آواز میں فرماتے تھے۔

جب آپ علیہ السلام قرآن پڑھتے تو غمگین ہوتے تھے اور گریہ فرمایا کرتے تھے اور آپ علیہ السلام کی تلاوت سن کر لوگ رونے لگتے تھے ۔ آپ علیہ السلام کو کاظم علیہ السلام کہا گیا کہ آپ علیہ السلام غصے کو پی جانے والے تھے اور ظالموں نے آپ علیہ السلام سے جو ناروا سلوک کیا آپ علیہ السلام نے اس پر صبر فرمایا یہاں تک کہ ان ظالموں کی قید ہی میں آپ علیہ السلام کو شہید کر دیا گیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بحار الانوار میں مناقب سے اور اس ہی سے خطیب نے تاریخ بغداد میں اور سمعانی نے رسالة القوامية میں اور ابو صالح احمد المؤذن نے اربعین میں اور ابو عبداللہ بن بطه نے الابانیہ میں اور ثعلبی نے الکشف والبیان میں روایت کیا ہے کہ احمد بن حنبل اہل بیت علیہ السلام کے راستے سے منحرف ہونے کے باوجود جب بھی آپ علیہ السلام سے روایت کرتا تھا تو کہتا تھا "مجھے بیان فرمایا موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے بیان کیا میرے بابا بزرگوار جعفر بن محمد علیہما السلام نے۔ اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سند لے گیا۔ پھر احمد نے کہا "یہ وہ اسناد ہیں کہ اگر انہیں مجنون پر پڑھا جائے تو تندرست ہو جائے گا"

اس سے ابو نواس شاعر کی ملاقات ہوئی تو اس نے چند اشعار میں اس کو اچھی طرح آڑے ہاتھوں لیا۔

اور اسی کتاب میں اس سے مروی ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام دس سال تک ہر دن سورج کے نمودار ہونے سے لے کر وقت زوال تک سجدہ کرتے تھے اور آپ علیہ السلام قرآن مجید کی تلاوت تمام لوگوں سے خوبصورت ترین آواز میں فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ علیہ السلام جب تلاوت فرمایا کرتے تھے تو گریہ فرماتے تھے اور آپ علیہ السلام کی تلاوت سن کر سامعین بھی گریہ کرتے تھے اور آپ علیہ السلام خوف خدا میں اتنا گریہ فرماتے تھے کہ آپ علیہ السلام کی داڑھی آپ علیہ السلام کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔

اور اسی کتاب میں ہے کہ اس نے احمد بن عبداللہ سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں فضل بن ربیع کے پاس گیا تو وہ چھت پر بیٹھا تھا تو اس نے مجھے کہا۔ تم اس کمرے میں جھانکو کہ تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے؟" تو میں نے کہا "ایک کپڑا پڑا ہے" اس نے کہا "غور سے دیکھو۔" پس میں نے غور سے دیکھا تو میں نے کہا۔ "کوئی شخص سجدے میں پڑا ہے" تو اس نے مجھے کہا "انہیں پہچانو کہ وہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام ہیں کہ میں نے دن رات ان کی نگہبانی کی ہے مگر انہیں ہر وقت اسی حالت ہی میں دیکھا ہے۔ وہ فجر کی نماز پڑھتے ہیں اور طلوع آفتاب تک تعقیبات کرتے ہیں پھر وہ اپنا سر سجدے میں رکھتے ہیں تو سورج کے زوال پذیر ہونے تک سجدے میں ہی رہتے ہیں اور کوئی مؤکل ہے کہ جو آپ علیہ السلام کو نماز کے اوقات بتلاتا ہے۔ پس جب وہ آپ علیہ السلام کو خبر دیتا ہے تو وہ اٹھ کر وضو کی تجدید کیے بغیر نماز پڑھنے لگتے ہیں اور وہ ہمیشہ روزے سے رہتے ہیں۔ جب وہ عشاء کی نماز پڑھ لیتے ہیں

تو افطار فرماتے ہیں۔ پھر وضو کی تجدید فرماتے ہیں پھر سجدے میں چلے جاتے ہیں پھر رات بھر نمازیں پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جاتی ہے۔"

اور کہا کہ اس کے بعض جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ علیہ السلام اکثر اوقات اپنی دعا میں فرماتے تھے۔ اے میرے معبود! یقینا تو جانتا ہے۔ میں تم سے تیری ہی عبادت کیلئے اپنی فراغت کا سوال کیا کرتا تھا۔ اے میرے معبود! تو نے ایسا ہی کیا۔ تیرے لیے ہی حمد ہے"

اور آپ علیہ السلام اپنے سجدوں میں فرمایا کرتے تھے۔ تیرے بندے کی طرف سے نافرمانی قبیح ہے تو تیری طرف سے معافی اور اس کے گناہوں سے درگزر تو اچھا ہے۔"

اور آپ علیہ السلام کی دعاؤں میں سے تھا۔ اے میرے معبود! میں تم سے موت کے وقت راحت اور حساب کے وقت نرمی کا سوال کرتا ہوں۔"

اور آپ علیہ السلام اہل مدینہ کے فقراء کی ضروریات کو پورا فرمایا کرتے تھے اور آپ علیہ السلام رات کے وقت اپنے کندھوں پر اٹھا کر سامان وغیرہ لے جاتے اور ان کو اس طرح دیتے کہ انہیں خبر ہی نہ پڑتی تھی کہ وہ سامان کہاں سے آیا ہے اور آپ علیہ السلام ہمیشہ ایک سو دینار سے لے کر تین سو دینار تک عطا فرمایا کرتے تھے اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تھیلیاں اسی مقدار کی ہوا کرتی تھیں۔ محمد الکبری نے آپ علیہ السلام کے سامنے اپنے برے حالات کا شکوہ کیا اور آپ علیہ السلام کے سامنے ہاتھ پھیلایا تو ایسی تھیلی لے کر پلٹا کہ جس میں تین سو دینار تھے۔"

اور حکایت کیا گیا ہے کہ منصور عباسی نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو کہا کہ وہ نوروز کے دن مبارک بادی لینے کیلئے اور جو اس کی طرف تحائف لائے گئے ہیں لینے کیلئے تشریف فرما ہوں۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "میں نے اپنے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کی مکمل چھان بین کی ہے مگر مجھے اس عید کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ملی ہے۔ یہ فارسیوں کا رواج ہے اور اسے اسلام نے مٹایا ہے اور اللہ کی پناہ ہے کہ ہم اس کو زندہ کریں کہ جسے اسلام نے مٹایا ہے۔"

تو منصور عباسی نے کہا "ہم یہ فقط لشکر میں سیاست کے طور پر کرتے ہیں۔ میں آپ علیہ السلام کو عظیم اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام تشریف فرما ہوں۔"

پس آپ علیہ السلام تشریف فرما ہوئے اورآپ علیہ السلام کے پاس صاحبان ریاست، امراء اور فوجیں آئیں کہ جنہوں نے آپ علیہ السلام کے سر کو مبارک باددی اور آپ علیہ اسلام کے پاس ہدیے اور تحائف بھی لائے آپ علیہ اسلام پر منصور عباسی کا خادم موجود رہا کہ جو لائے گئے تحائف کو شمار کر رہا تھا۔ پس تمام لوگوں کے آخر میں ایک بڑا بوڑھا داخل ہوا تو اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر علیہ السلام کے فرزند علیہ السلام! میں غریب آدمی ہوں میرے پاس کچھ نہیں کہ جو میں آپ علیہ السلام کو بطور تحفہ دوں۔ البتہ میں آپ علیہ السلام کو وی تین اشعار بطور تحفہ پیش کرتا ہوں کہ جو میرے دادا نے آپ علیہ السلام کے جد امجد حسین بن علی علیہما السلام کی شان میں کہے ہیں۔" (پھر اس نے تین اشعار پڑھے)

آپ علیه السلام نے فرمایا ”اللہ تمہیں برکت دے۔ میں نے تمہارا تحفه قبول کیا بیٹھ جاؤ۔“ اور آپ علیه السلام نے خادم کی طرف سر اٹھا کر فرمایا ”امیر کے پاس جاؤ اور اسے اس مال کے بارے میں بتاؤ که اس کا کیا کیا جائے؟“ پس خادم چلا گیا اور واپس پلٹ کر اس نے عرض کی۔ وہ کہتا ہے که یه سب میری طرف سے آپ علیه السلام کو ہبه ہے۔ اس سے جو چاہیں کریں۔ تو امام موسیٰ کاظم علیه السلام نے اس بوڑھے سے فرمایا ’یه سب مال اپنے قبضے میں لو که میری طرف سے تمہیں ہبه کیا ہے۔“

ابو عمرو محمد بن عبدالعزیز الکشی نے رجال کی کتاب میں کہا ہے که میں نے محمد بن الحسین بن بندار قمی کی کتاب میں اس کے ہاتھوں سے لکھا پایا ہے که مجھے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہشام نے محمد بن سالم سے روایت ہے که جب میرے آقا موسیٰ بن جعفر علیه السلام کو ہارون کے پاس لایا گیا تو آپ علیه السلام کی خدمت میں ہشام بن ابراہیم عباسی آیا اور اس نے عرض کی۔ اے میرے آقا! میرا فضل بن یونس سے ایک معاہدہ ہے اسے فرمائیے که وہ میرے معاملے کو پورا کرے“ پس ابو الحسن علیه السلام سوار ہو کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور دربان نے جا کر اسے کہا ”اے میرے آقا! ابو الحسن موسیٰ کاظم علیه السلام دروازے پر آئے ہیں“ تو اس نے کہا ”اگر تو سچا ہے تو تو آزاد ہوا اور تمہیں اتنا اتنا مال بھی دیا جائے گا۔“

پس فضل بن یونس ننگے پاؤں دوڑتا ہوا آپ علیہاسلام کے پاس باہر آیا اور آپ علیه السلام کے مبارک قدموں پر گر پڑا۔ اور انہیں بوسے دینے لگا۔ پھر اس نے آپ علیه السلام سے التماس کی که اندر تشریف لائیں تو آپ علیه السلام اندر تشریف لے گئے تب آپ علیه السلام نے اس سے فرمایا۔ ہشام بن ابراہیم کی حاجت پوری کرو۔ تو اس نے پوری کر دی۔ پھر اس نے عرض کی ”اے میرے آقا! کھانا تیار ہے۔ میرے پاس کھانا تناول فرما کر مجھے عزت بخشیے۔ تو آپ علیه السلام نے فرمایا ”لاؤ“ پس وہ دسترخوان لے آیا اور اس پر ٹھنڈی چیزیں تھیں تو آپ علیه السلام نے ٹھنڈی چیزوں کو اپنے مبارک ہاتھ سے شرف بخشا۔ پھر فرمایا ”ٹھنڈی چیزوں میں ہاتھ جلدی ڈالا جاتا ہے“اور جب ٹھنڈی چیزیں ختم ہو گئیں اور گرم چیزیں لائی گئیں تو ابو الحسن علیه السلام نے فرمایا ”ان کی تپش ان میں ہاتھ ڈالنے سے مانع ہو تی ہے“

اور کافی میں اس کی سند کے ساتھ حسن بن علی بن ابی حمزہ سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے که میں نے ابو الحسن علیه السلام کو اپنی زمینوں میں کام کرتے ہوئے دیکھا که آپ علیه السلام کے قدم مبارک بھی پسینے میں شرابور تھے۔ تو میں نے عرض کی ”آپ علیه السلام پر قربان جاؤں! کام کرنے والے کہاں گئے؟“ تو آپ علیه السلام نے فرمایا ”اے علی! اپنی زمین میں بیلچے کے ساتھ تو ان ہستیوں نے بھی خود کام کیا که جو مجھ سے اور میرے بابا بزرگوار علیه السلام سے افضل تھیں۔“ تو میں نے عرض کی ”وہ کون تھے؟“ تو آپ علیه السلام نے فرمایا ”رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم اور امیر المومنین علیه السلام اور میرے تمام آباؤ اجداد علیهم السلام اپنے ہاتھوں سے کام کیا کرتے تھے اور یه کاشت کاری انبیاء و مرسلین علیهم السلام اور اوصیاء و صالحین علیهم السلام کا پیشه ہے۔‘

بحار اور عوالم میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے که موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا ”میں ایک دن مکتب سے گھر داخل ہوا تو میرے ساتھ میری تختی بھی تھی۔ تو مجھے میرے بابا علیه السلام نے اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا ”اے میرے بیٹے لکھو۔ ”قبیح کام سے دور رہو اور اسے مت بجا لاؤ۔“ پھر فرمایا ”اس کا دوسرا مصرع خود لکھو۔“ تو میں نے کہا ”اور جسے تم نیکی سمجھو اسے بہت زیادہ بجا لاؤ۔“

پھر آپ علیه السلام نے فرمایا ”تمہیں عنقریب تیرے دشمنوں سے ہر مکر و فریب جھیلنا پڑے گا“ تو میں نے عرض کی۔ جب دشمن مکر و فریب کرے گا تو کیا اس سے مکرو فریب نہ ہوگا؟“ تو آپ علیه السلام نے فرمایا ”بالکل خود ان کی نسل ہی میں سے بعض دوسروں سے کریں گے۔“

پانچویں فصل

یہ فصل آپؑ کے کچھ احوال اور ظالم خلیفوں سے مناظروں اور ان کے اور آپؑ کے درمیان جاری ہونے والے معاملات کے بیان میں ہے

آپ علیہ السلام کااس دنیا میں نورانی ظہور کی تاریخ میں گزر چکا ہے کہ آپ علیہ السلام کے دور امامت میں منصور عباسی کی بادشاہی کے آخری دو سال شامل تھے۔ پھر مہدی عباس دس سال ایک ماہ اور کچھ دن بادشاہ رہا۔ پھر ہادی عباس ایک سال پندرہ دن بادشاہ رہا۔ پھر رشید عباسی نے بادشاہت سنبھالی جو تیرہ سال دو ماہ اور سترہ دن بادشاہ رہا۔ رشید کی بادشاہت کے پندرہ سال گزرنے کے بعد آپ علیہ السلام کو رشید عباسی لعنۃ اللہ علیہ کی قید میں زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔

بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ جب مہدی عباسی کی بیعت کی گئی تو اس نے حمید بن قحطبہ کو آدھی رات کے وقت بلایا اور اس سے کہا "تمہارے باپ اور تمہارے بھائی کا ہم سے خلوص روز روشن سے بھی عیاں تر ہے۔ اور میں تمہارے حال سے بھی واقف ہوں۔ تو اس نے کہا "میں آپ پر اپنا مال اور جان فدا کر سکتا ہوں" تو اس نے کہا "یہ سب لوگوں کیلئے ہے" اس نے کہا "میں تم پر روح، مال، اہل و اولاد فدا کر سکتا ہوں" مگر اسے مہدی عباسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس نے کہا "میں تم پر مال، جان، اہل و اولاد اور دین تک قربان کر سکتا ہوں۔"

تواس نے کہا "تیری نیکی اللہ کیلئے ہے۔" پس اس نے اس سے اس پر عہدو پیمان لے کر اسے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا صبح سویرے چھپ کر قتل کرنے کا حکم دیا۔ پس مہدی عباسی سویا تو اس نے خواب میں علی علیہ السلام کو اس طرف اشارہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ آپ علیہ السلام تلاوت فرما رہے تھے۔ "ہو سکتا ہے کہ تمہیں بادشاہت ملے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور قطع رحمی کر ڈالو" پس وہ خوف زدہ ہو کر اٹھا اور حمید کو اس کام سے منع کیا کہ جس کا اس نے اسے حکم دیا تھا اور امام کاظم علیہ السلام کی تکریم کی اور آپ علیہ السلام کو تحائف دئیے۔

محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤول میں کہا ہے کہ فضل بن ربیع سے منقول ہے کہ اس کو اس کے باپ نے خبر دی کہ مہدی عباسی نے جب موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو قید کیا تو ا یک رات مہدی عباسی نے خواب میں علی بن ابی طالب علیہما السلام کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام فرما رہے تھے "اے محمد! تو کیا اگر تمہیں بادشاہت دی جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے۔ اپنوں ہی سے قطع رحمی کرو گے"

ربیع نے کہا "پس اس نے رات کے وقت مجھے فوراً بلا بھیجا تو مجھے بہت خوف ہوا۔" میں اس کے پاس گیا تو وہ ہی آیت پڑھ رہا تھا اس کی آواز اچھی تھی تو اس نے کہا "میرے پاس اسی وقت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو لاؤ" پس میں انہیں اس کے پاس لایا تو اس نے آپ علیہ السلام سے معانقہ کیا اور اپنے ساتھ بٹھایا اور کہا۔ "اے ابو الحسن علیہ السلام! میں نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ علیہ السلام یہ آیت مجیدہ تلاوت فرما رہے تھے "پس آپ علیہ

السلام مجھے اس بات کا یقین دلائیے کہ آپ علیہ السلام میرے اور میری اولاد کے خلاف خروج نہ فرمائیں گے"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ کی قسم! میں ایسا ہرگز نہ کروں گا اور یہ میری شان کے بھی خلاف ہے"اس نے کہا "آپ علیہ السلام نے سچ فرمایا۔ اے ربیع! ان کو تین ہزار دینار دو اور انہیں ان کے اہل خانہ کے پاس مدینہ پہنچاؤ۔"

ربیع نے کہا "میں رات ہی رات میں صبح ہونے سے پہلے اس کے حکم کو پورا کیا اور آپ علیہ السلام راستے میں تھے کہ مجھے بد خواہوں کا خوف تھا۔"

اور کشف الغمة میں اس روایت کے نقل کرنے کے بعد کہ اسے جنابذی نے روایت کیا ہے کہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے آپ علیہ السلام کو دس ہزار دینار دئیے۔"

صدوق نے عیون میں اپنے باپ سے، اس نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے عثمان بن عیسیٰ سے، اس نے اپنے کسی ساتھی سے روایت کی ہے کہ ابو یوسف نے مہدی عباسی سے کہا جبکہ اس کے پاس موسیٰ بن جعفر علیہما السلام موجود تھے۔ "کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں اس سے کچھ ایسے مسائل پوچھوں کہ جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہ ہے؟"

تو اس نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے کہا "کیا وہ تم سے سوال کرے؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا "ضرور" اس نے کہا "آپ علیہ السلام! احرام باندھے ہوئے شخص کے سایہ کرنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "درست نہ ہے" اس نے کہا "وہ زمین میں خیمہ لگا کر اس کے اندر داخل ہو جاتا ہے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "ایسا درست ہے؟" اس نے کہا "ان دونوں میں کیا فرق ہے؟" تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "تم حائضہ کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ وہ نماز کی قضاء کرے گی؟" اس نے کہا "نہیں" آپ علیہ السلام نے فرمایا "روزوں کی قضاء کرے گی؟" اس نے کہا "جی ہاں" آپ علیہ السلام نے فرمایا "وہ کیوں؟" اس نے کہا "اسی طرح وارد ہوا ہے؟" ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "تو وہ بھی اسی طرح وارد ہوا ہے" تو مہدی نے ابو یوسف سے کہا "میں نہیں سمجھتا کہ تم کچھ کر پاؤ۔" اس نے کہا "اس نے مجھے پھوڑ دینے والا پتھر مارا ہے"

اور کلینی رحمۃ اللہ نے کافی میں اپنی سند کے ساتھ علی بن اسباط سے روایت کی ہے کہ جب ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام مہدی عباسی کے ہاں گئے تو آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ ظلم سے چھینی گئی جائیدادیں واپس دے رہا ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے امیر! کیا وجہ ہے کہ تم ہماری ظلم سے چھینی گئی جائیداد واپس نہیں کرتے ہو؟" تو اس نے آپ علیہ السلام سے کہا "اے ابو الحسن علیہ السلام! وہ کون سی ہے؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ عزّوجلَّ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فدک پر فتح دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اس کے مالک ٹھہرے کہ اس پر نہ تو کوئی گھوڑے دوڑائے گئے اور نہ ہی جنگ کی گئی تھی تو اللہ عزّوجلَّ نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا۔

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرابت داروں کو ان کا حق عطا فرمائیے" (القرآن) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر نہ بتایا گیا کہ وہ کون ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل علیہ

السلام سے پوچھا جبرائیل علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے رجوع کیا تو اللہ عزّوجلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی نازل فرمائی کہ "تم فدک فاطمہ سلام اللہ علیہا کے حوالے کر دو۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخدومہ سلام اللہ علیہا کو بلایا اور فرمایا۔ "اے فاطمہ سلام اللہ علیہا! مجھے اللہ عزّوجلؑ نے حکم دیا ہے کہ میں فدک تمہارے سپرد کر دوں"تو مخدومہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی "میں فدک کو اللہ کی طرف سے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے دئیے جانے پر قبول کرتی ہوں۔"

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگانی میں فدک پر آپ علیہا السلام کے وکیل ہی تھے۔ پس جب ابو بکر بادشاہ بنا تو اس نے فدک کو آپ علیہا السلام اور آپ علیہا السلام کے وکلاء سے چھین لیا۔ تو مخدومہ سلام اللہ علیہا اس کے پاس گئیں اور اس سے سوال کیا کہ وہ فدک ان کو واپس کر دے تو اس نے کہا۔''"تم میرے پاس کوئی سیاہ یا سرخ تحریر لاؤ کہ جو فدک کے تمہارے ہونے پر گواہی دے" تو مخدومہ سلام اللہ علیہا امیر المومنین علیہ السلام اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کو لے کر چلیں ان دونوں نے آپ علیہا السلام کے حق میں گواہی دی پس اس نے آپ علیہا السلام کو لکھ کر دے دیا کہ فدک واگزار کیا جائے تو مخدومہ سلام اللہ علیہا باہر نکلیں تو وہ تحریر آپ علیہا السلام کے ہاتھ میں تھی۔ عمر راستے میں آپ سلام اللہ علیہا سے ملا تو اس نے کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر سلام اللہ علیہا! یہ آپ سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں کیا ہے؟" آپ سلام اللہ علیہا نے فرمایا "وہ تحریر ہے کہ جو ابن ابی قحافہ نے مجھے لکھ کر دی ہے" اس نے کہا "مجھے دکھاؤ" تو مخدومہ سلام اللہ علیہا نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ تو اس نے بی بی سلام اللہ علیہا کے ہاتھوں سے وہ تحریر چھین لی اور اسے پڑھا۔ پھر اس تحریر پر تھوک ڈال کر مٹایا اور اسے پارہ پارہ کر دیا اور بی بی سلام اللہ علیہا سے کہا "اس پر نہ تو تیرے باپ نے گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی اس پر جنگ کی کہ تو ہماری گردن میں رسہ ڈالے"

تو مہدی عباسی نے آپ علیہ السلام سے کہا "اے ابو الحسن علیہ السلام! مجھے اس کی حد (مقدار) بتائیے؟" تو آپ علیہ السلام ے فرمایا "اس کا ایک کنارہ احد پہاڑ ہے اور دوسرا کنارہ عریش مصر ہے۔ اس کا تیسرا کنارہ عمان کا ساحل ہے تو چوتھا دومة الجندل ہے" تو اس نے آپ علیہ السلام سے کہا "یہ سب فدک ہے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں۔ اے امیر! یہ سب وہ علاقہ ہے کہ جس کے باسیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نہ تو گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی جنگ کی" اس نے کہا "اس میں رعایت کیجیے یہ بہت زیادہ ہے۔"

میں کہتا ہوں "عنقریب ایسی ہی روایت آئے گی کہ جس میں آپ علیہ السلام کی بعینہ گفتگو ہارون الرشید عباسی سے ہوئی۔"

اور کافی میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن یقطین سے روایت کیا ہے کہ مہدی عباسی نے ابو الحسن علیہ السلام سے شراب کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا "کیا شراب اللہ جل اسمہ کی کتاب میں بھی حرام ہے؟" کیونکہ لوگ اس سے منع کو تو جانتے ہیں مگر اس کی حرمت کا علم نہیں رکھتے؟"

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "اے امیر! یہ اللہ کی کتاب میں بھی حرام قرار دی گئی ہے"

تو اس نے کہا "اے ابو الحسن علیہ السلام! اللہ جل اسمہ کی کتاب میں کس مقام پر اس کو حرام قرار دیا گیا ہے؟"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ عزّوجلؑ کا فرمان ہے "کہہ دیجئے! میرے رب نے ہر فحش چیز کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ ہو اور ہر گناہ سے اور بغیر حق کسی پر چڑھائی سے بھی۔ (القرآن) تو اللہ عزّوجلؑ کا فرمان! ان میں سے جو ظاہر ہوں یعنی اعلانیہ زنا ہے اور ان جھنڈوں کا لگانا ہے کہ جسے زناکار فاحشہ عورتیں دور جاہلیت میں لگاتی تھیں۔ اور اللہ کا فرمان "ان میں سے جو پوشیدہ ہوں" یعنی جنھوں نے اپنے آباؤ اجداد کی منکوحہ سے نکاح کیا ہوا ہو کیونکہ لوگوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے رواج تھا کہ جس کی عورت کا شوہر مر جاتا تھا اس سے اس آدمی کا بیٹا شادی کر لیتا تھا۔ اگر وہ اس کی ماں نہ ہوتی تھی تو اللہ عزّوجلؑ نے اس کو حرام قرار دیا۔

اور جہاں تک "گناہ" کی بات ہے تو وہ بعینہ شراب ہے کیونکہ اللہ عزّوجلؑ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے "لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ اور تھوڑے سے لوگوں کیلئے فائدے بھی ہیں (القرآن) پس اللہ کی کتاب میں گناہ سے مراد "شراب" ہے اور اس کا گناہ بہت ہی بڑا ہے جیسا کہ اللہ عزّوجلؑ نے فرمایا ہے۔"

تو مہدی عباسی نے کہا "اے علی بن یقطین! اللہ کی قسم! یہ ہاشمی فتویٰ ہے۔" تو میں نے اس سے کہا "اے امیر! تم نے اللہ کی قسم! سچ فرمایا۔ حمد ہے اس اللہ کی کہ جس نے اس علم کو اہل بیت علیہم السلام سے باہر نہیں رکھا"

پس مہدی عباسی سے صبر نہ ہو سکا اور اس نے مجھے کہا "تو نے بھی سچ کہا اے رافضی"

بحار الانوار میں مناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ ابن عبد ربہ نے عقد میں روایت کیا ہے کہ مہدی عباسی نے اپنی نیند میں قاضی شریک کو دیکھا کہ وہ اس سے منہ موڑ کر مصروف ہے۔ جب وہ بیدار ہوا تو اس نے اپنا خواب ربیع کے سامنے بیان کیا تو اس نے کہا "شریک تمہارا مخالف ہے اور وہ فقط فاطمی ہے۔" تو مہدی نے کہا "شریک کو میرے پاس لاؤ" وہ اسے اس کے پاس لایا جب وہ اس کے سامنے آیا تو اس نے کہا "مجھے پتا چلا ہے کہ تم ہاشمی ہو"اس نے کہا "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ بھی غیر فاطمی نہ ہو۔ ماسوائے اس صورت کے کہ جب آپ کی مراد فاطمہ بنت کسریٰ ہو؟"

اس نے کہا "نہیں۔ میری مراد فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہا ہے"

اس نے کہا "تو کیا آپ اس مخدومہ سلام اللہ علیہا کو کم تر جانتے ہیں؟"

اس نے کہا "اللہ کی پناہ۔ ہرگز نہیں۔" اس نے کہا "تو تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ جو مخدومہ سلام اللہ علیہا کو کم تر جانے؟" تو مہدی نے کہا "اس پر اللہ کی لعنت ہو" تو شریک نے کہا "آپ اس ربیع پر لعنت فرمائیے۔" تو ربیع نے کہا "نہیں! اللہ کی قسم! اے امیر! میں نے مخدومہ سلام اللہ علیہا پر لعنت نہیں بھیجی ہے۔" تو شریک نے اس سے کہا "اے دھوکہ باز! تو سیّدۃ النساء العالمین اور بنت سیّد المرسلین صلوات اللہ علیہا کا ذکر لوگوں میں کس طرح کرتا ہے؟" مہدی نے کہا "خواب کی وجہ کیا ہے؟" آپ کا خواب یوسف علیہ السلام کے خواب جیسا نہ ہے اور یہ کہ خون خوابوں کے ذریعے حلال نہیں ہوتے ہیں۔" ایک آدمی کو فضل بن ربیع کے پاس لایا گیا کہ جس نے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شان میں گستاخی کی تھی تو اس نے ابن غانم کو کہا کہ تم اس کے معاملے میں غور کر کے کیا کہتے ہو؟" اس نے کہا "اس پر

حد جاری کرو۔" تو فضل نے کہا "گویا اس نے تمہاری ماں کو برا بھلا کہا ہے کہ تو فقط اسے حد لگاتا ہے؟" تب ربیع نے حکم دیا کہ اسے ایک ہزار 1000 کوڑے مار کر برسر راہ پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔"

سیّد بزرگوارہ علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد طاؤس نے اپنی کتاب مہج الدعوات میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو الوصاح محمد بن عبداللہ بن زید ہنشلی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے میرے ماں باپ نے بتایا کہ میں نے امام ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو فرماتے سنا۔ "اللہ عزّوجلَّ کی نعمتوں کا چرچا کرنا شکر ہے اور اس کا ترک کرنا کفر ہے۔ پس تم اپنے ربّ کی نعمتوں کو شکر کے ذریعہ پاؤ اور اپنے اھوال کی حفاظت زکوٰۃ سے کرو اور بلاؤں کو دعا سے دور کرو کیونکہ دعا سیر ہوتی ہے کہ جو بلاؤں کو ٹالتی ہے اور شفاء لینے والے کو شفا دیتی ہے۔"

ابو الوصاح نے کہا "مجھے بتایا میرے باپ نے کہ جب حسین بن علی علیہ السلام صاحب فخ قتل ہوئے اور وہ حسین بن علی بن الحسن بن الحسن علیہم السلام تھے کہ جو فخ کے مقام پر شہید کیے گئے اور لوگ ان کا سر لے کر چلے گئے اور ان کے قیدیوں کو موسی بن مہدی کے سامنے لایا گیا تو اس نے جب ان قیدیوں کو دیکھا تو کچھ اشعار کہے پھر اس نے اسیروں میں سے ایک شخص کے بارے میں حکم دیا تو اسے سرزنش کی پھر اسے شہید کر ڈالا۔ پھر اس نے یہ سب امیر المومنین علیہ السلام کی اولاد میں سے پوری ایک جماعت کے ساتھ کیا اور طالبین کا مواخذہ کیا۔ پھر وہ ان کے ذکر سے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے ذکر تک جا پہنچا تو وہ رک گیا۔"

پھر اس نے کہا "اللہ کی قسم! حسین علیہ السلام (صاحب فخ) نے خروج نہیں کیا مگر اس ہی کے حکم سے پس اس کی اتباع نہیں کی گئی ماسوائے اس کی محبت کے کیونکہ وہ ہی اس اہل بیت علیہ السلام میں صاحب وصیت علیہ السلام ہیں۔ اللہ مجھے قتل کرے اگر میں اسے (امام موسیٰ کاظم علیہ السام) کو باقی رہنے دوں تو۔"

تب قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم جو کہ اس کا چھیتا تھا نے اس سے کہا "اے امیر! میں کچھ کہہ سکتا ہوں یا خاموش رہوں؟" تو اس نے کہا "اللہ مجھے قتل کرے اگر میں موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو معاف کروں۔ اگر میں نے مہدی سے سنی گئی وہ خبر کہ جو اسے منصور نے دی تھی کہ جعفر علیہ السلام کو اپنے دین، عمل و فضیلت میں دوسروں سے برتری حاصل تھی نہ ہوتی اور وہ خبر کہ جو مجھے سفاح سے ملی کہ جس میں اس کی فضیلت نہ ہوتی تو یقینا میں جعفر علیہ السلام کی قبر کھولتا اور اسے آگ سے جلا کر راکھ کر دیتا (نعوذ باللہ)"

تو ابو یوسف نے کہا "اس کی بیویوں کو طلاق ہو گئی ہے اور اس نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا ہے اور اپنا سارا مال صدقہ کر دیا ہے۔ اس کے چوپائے قید کر لیے گیے ہیں اور وہ بیت الحرام کی طرف پیدل جاتا ہے۔ اگر موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا مذہب خروج ہوتا تو وہ یہ سب ہرگز نہ کرتا اور اس کی اولاد میں سے بھی کسی کا مذہب خروج نہ ہے اور ان میں مذہب خروج جچتا ہی نہیں ہے" پھر اس نے زیدیہ فرقے کا ذکر کیا اوراس کی کوششوں کا بھی اور کہا "زیدیہ میں سے فقط یہی گروہ باقی بچ گیا تھا کہ جنہوں نے حسین علیہ السلام کے ساتھ خروج کیا کہ جن پر امیر نے فتح پائی ہے" پس وہ اس کو نرم کرتا رہا یہاں تک کہ اس کا غصہ رفو چکر ہو گیا۔ اور علی بن یقطین نے ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں یہ ساری صورتحال لکھ بھیجی۔ تو خط ملنے کے بعد ابو الحسن علیہ السلام نے اپنی اہل بیت

علیه السلام اور اپنے شیعوں کو جمع فرما کر انہیں خبر سے مطلع فرمایا اور ان سے فرمایا "تم سب اس صورتحال میں کیا مشورہ دیتے ہو؟" تو ان سب نے عرض کی "اللہ آپ علیه السلام کو سلامتی دے! ہم آپ علیه السلام کو کیا مشورہ دیں۔ ہم پر تو واجب ہے که ہم آپ علیه السلام کا ساتھ دیں تا که آپ علیه السلام اس جابر کو خود سے دور فرما دیں۔ اور آپ علیه السلام خود کو اس سے غائب رکھیں کیونکه اس کے شر، دشمنی اور دھوکه دہی سے آپ علیه السلام کو ہرگز امان نه ہے۔ خصوصاً جب اس نے آپ علیه السلام کو دشمن بنا رکھا ہے۔ ہم تو ہر حال میں آپ علیه السلام ہی کے ساتھ ہیں۔ تو موسیٰ کاظم علیه السلام نے تبسم فرمایا پھر آپ علیه السلام نے تمثیل کے طور پر بنی سلمه کے شاعر کعب بن مالک کا شعر پڑھا۔"

"سخنية" گمان کرتی ہے که عنقریب اس کا ربّ اس کو غلبه دے گا۔ یقینا غالبوں پر غالب ہی غلبه پائے گا"

پھر آپ علیه السلام نے اپنے سامنے موجود اپنے محبوں اور اپنے اہل بیت علیهم السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا "تمہارا خوف زائل ہونے والا ہے که عراق سے آنے والے پہلے خط میں موسیٰ بن مہدی عباسی کی موت و ہلاکت ہی کی خبر ہو گی۔"

تو ان سب نے عرض کی "وہ کیسے؟" آپ علیه السلام نے فرمایا "اس صاحب قبر (رسول صلی اللہ علیه وآله وسلم) کی قسم! وہ اسی دن ہی فوت ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم! یه حق ہے جیسا که تم بول رہے ہو۔ عنقریب ہی تمہیں اس کی خبر مل جائے گی کیونکه میں اپنے مصلیٰ پر نماز سے فراغت کے بعد بیٹھا ہوا تھا اور اپنا ورد کر رہا تھا تو میری آنکھ لگ گئی تو میرے خواب میں میرے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ علیه السلام سے موسیٰ بن مہدی عباسی کی شکایت کی اور اس کی طرف سے آپ صلی اللہ علیه وآله وسلم کی اہل بیت علیهم السلام پرجو گزری تھی اور میں اس کے مظالم سے جو تنگ تھا۔ وہ سب آپ صلی اللہ علیه وآله وسلم کو بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیه وآله وسلم نے مجھے فرمایا۔ "اے موسیٰ علیه السلام! اللہ تمہارے نفس کو ہمیشه پاکیزہ ہی رکھے گا۔ موسیٰ عباسی کو اللہ تم پر کوئی تسلط دینے والا نہیں ہے" ابھی آپ صلی اللہ علیه وآله وسلم مجھ سے گفتگو فرما ہی رہے تھے که اچانک میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ "اللہ عزّوجلَّ نے ابھی ابھی تیرے دشمن کو ہلاک کر دیا ہے۔ پس تم اپنے ربّ تعالیٰ کا اچھی طرح شکر ادا کرو"

پھر ابو الحسن علیه السلام قبله رخ ہوئے اور اپنے ہاتھوں کوآسمان کی طرف اٹھا کر دعا فرمائی"

ابو الوضاح نے کہا که میرے باپ نے بیان کیا که ابو الحسن علیه السلام کی اہل بیت علیه السلام اور شیعوں میں سے ایک خاص جماعت تھی که جو آپ علیه السلام کی مجلس میں ہمیشه حاضر رہتی تھی۔ ان کے پاس ان کی جیبوں میں کاغذ، قلم اور دوات ہمیشه رہتے تھے۔ پس جب ابو الحسن موسیٰ علیه السلام کوئی کلمه ارشاد فرماتے یا پوچھے جانے والے مسئلے میں کوئی فتویٰ صادر فرماتے تو وہ گروہ آپ علیه السلام سے جو بھی سنتے اسے لکھ لیتے تھے۔" اس نے کہا که "ہم نے آپ علیه السلام کو آپ علیه السلام کی دعا میں فرماتے سنا۔" شکر ہے اس اللہ کا که جس کی عظمت بہت بلند ہے۔ پھر اس نے دعا کا ذکر کیا۔"

پھر ہمارے مولا ابو الحسن علیه السلام نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا "میں نے سنا اپنے بابا بزرگوار جعفر بن محمد علیہما السلام سے که آپ علیه السلام اپنے بابا بزرگوار علیه السلام سے روایت کرتے ہوئے فرما رہے تھے که علی بن الحسین علیہما السلام نے اپنے بابا بزرگوار علیه السلام سے۔ آپ علیه السلام نے آپ علیه السلام کے جد امجد امیر المومنین علیه السلام سے روایت کی ہے که آپ علیه السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم کو فرماتے سنا۔ "(اے لوگو) اپنے ربّ کی تم پر نعمتوں کا اعتراف کرو اور اپنے تمام گناہوں سے توبه کرو کیونکه اللہ عزّوجلّ اپنے بندوں میں سے شکر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"

پھر میں نماز کیلئے اٹھ گیا اور وہ سب متفرق ہو گئے اور اس وقت جمع ہوئے که جب موسیٰ بن مہدی عباسی کی موت کا اور ہارون الرشید عباسی کی بیعت کا خط آیا تو اس کے پڑھنے کیلئے۔"

میں کہتا ہوں "صدوق نے عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن یقطین سے کچھ ایسی ہی روایت نقل کی ہے اور اس کے آخر میں کچھ اضافه بھی کیا ہے۔"

شیخ جلیل محمد بن عبداللہ بن جعفر الحمیری نے قرب الاسنا میں محمد بن عیسیٰ سے، اس نے کسی ذکر کرنے والے سے روایت کی ہے که ابو الحسن علیه السلام نے موسیٰ عباسی کی ماں "خیز ران" کی طرف خط لکھا اور اس میں اس کے بیٹے کی موت کی تعزیت کی اور اس کے بیٹے ہارون عباسی کے خلیفه بننے کی مبارک باد دی۔"

"بسم اللہ الرحمن الرحیم! اللہ تمہاری اصلاح فرمائے، تمہیں سکون دے اور تمہیں عزت بخشے اور تمہاری حفاظت کرے اور اپنی رحمت سے تم پر دنیا و آخرت کی نعمت اور عافیت کا اتمام فرمائے۔" اللہ تمہیں طویل بقاء دے۔ تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ ہی ان کا امضاء فرماتا ہے اور اس میں مقرر فرماتا ہے اور وہی تمام امور پر بادشاہ ہے اور وہی گزشته امور کی حفاظت اور باقیوں کی تکمیل کا کارساز ہے۔ پس جسے وہ مؤخر کر دے اسے کوئی آگے نہیں بڑھا سکتا ہے اور جسے وہ مقدم کرے اسے کوئی مؤخر نہیں کر سکتا ہے۔"

وہ بقاء پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس نے اپنی مخلوق کو فنا کیلئے خلق فرمایا اور ان کو جلد زائل ہونے والی دنیا میں سکونت بخشی که جس کی بقاء انتہائی کم ہے اور ان سب کی بازگشت اس گھر کی طرف رکھی که جس کو کوئی زوال نه ہے اور نه ہی کوئی فنا ہے اور اس نے اپنی تمام مخلوق پر موت کو واجب قرار دیا ہے۔

اور اس نے ان سب پر عدل ہی کو اپنا نمونه عمل قرار دیا ہے اور اس کی ان سب پر ایسی قدرت ہے که کوئی بھی اس سے فرار نہیں کر سکتا ہے اور کسی کیلئے کوئی راہ فرار اس سے نہیں ہے یہاں تک که اللہ عزّوجلّ ان سب کو بقاء کے گھر میں جمع کرنے والا ہے اور اسی کے سبب اپنی زمین کا وارث ہے اور اس پر موجود ہر چیز کا بھی اور اس ہی کی طرف ہر کسی کی بازگشت ہے"

اللہ آپ کو طولانی بقاء دے ہمیں اللہ کی قضاء میں سے امیر موسیٰ صلوٰت اللہ علیه ورحمة ومغفرته و رضوانه کی وفات کی خبر پہنچی ہے۔ انا للہ وانا الیه راجعون۔ یقینا تمہاری مصیبت سے ہمیں تکلیف ہوئی ہے اور اس خبر کے پہنچنے سے ہمارے دل جل سے گئے ہیں اور ہمارے اندر دکھ ہوا ہے۔ البته اللہ عزّوجلّ کے امر پر صبر اور اس کے فیصلے پر راضی ہونے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیه راجعون۔ ہم

اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ امیر پر رحمت فرمائے اور اسے اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملحق فرمائے اور اس کے صالح اسلاف سے اور اللہ عزّوجلّ نے اسے جس کی طرف منتقل فرمایا ہے اسے پہلے والی سے بہتر قرار دے۔

اور ہم اللہ سے آپ کے عظیم اجر کے سائل ہیں کہ اللہ عزّوجلّ تمہیں سکون دے اور تمہاری اولاد کو نیک بنائے اور اللہ عزّوجلّ آپ کو امیر کی مصیبت پر اس میں سے بہترین عطا فرمائے کہ جو اس نے صبر کرنے والوں سے اپنی رحمت و مغفرت اور ہدایت کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ عزّوجلّ سے دعا گو ہیں کہ وہ تمہیں تمہاری باقی اولاد میں کوئی ناپسندیدہ چیز نہ دکھائے۔

اور میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ تمہیں خلیفہ امیر کی خلافت سے برکت دے اور اس کے اجل (موت) میں رعایت فرمائے! اور وہ تم دونوں پر اپنی مکمل نعمت، افضل کرامت، طویل عمر، اچھی زندگی سے احسان فرمائے۔

اللہ عزّوجلّ مسلمانوں کو عام طور پر اور ہمیں خاص طور پر امیر کے ساتھ سکون دے یہاں تک کہ ہماری بہترین امیدیں آپ کے اور اس کی ذات کے ساتھ ہوں۔۔۔۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو خصوصاً اپنے بارے میں مجھے لکھئے کہ آپ پر یہ بڑی مصیبت کیسی گزر رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خط آپ علیہ السلام نے تئیس ربیع الثانی 170ہجری میں خمیس کے دن لکھا۔

بحار الانوار میں مناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ فضل بن ربیع اور ایک دوسرے شخص سے روایت ہے کہ ہارون الرشید نے حج کیا اور طواف شروع کرنا چاہاتو عوام کو طواف سے منع کر دیا گیا تا کہ وہ تنہا طواف کر سکے۔ وہ تنہا طواف کر رہا تھا کہ ایک دیہاتی بیت اللہ کے قریب آیا اور اس کے ساتھ طواف شروع کر دیا۔ تو حاجب (دربان) نے کہا۔ اے تم خلیفہ سے دور ہو جاؤ" تو دیہاتی نے ان کو جھاڑ پلا دی۔ اور کہا "اللہ عزّوجلّ نے اس مقام پر تمام لوگوں کو برابر قرار دیا ہے۔ اس میں یہاں کا رہائشی اور دور دراز والے سب برابر ہیں۔ تو دربان نے اس کو اس کے حال پر چھوڑنے کا حکم دیا پس جب رشید طواف کرتا تو دیہاتی اس کے آگے طواف شروع کر دیتا۔ رشید حجر الاسود کی طرف گیا تا کہ اسے بوسہ دے تو دیہاتی نے اس سے بڑھ کر اس سے پہلے ہی بوسہ دینا شروع کر دیا۔ پھر رشید مقام ابراہیم علیہ السلام پر گیا تا کہ اس میں نماز پڑھ سکے تو دیہاتی نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ جب رشید نماز سے فارغ ہوا تو اس نے دیہاتی کو بلوایا تو دربان (محافظ) نے کہا "تم امیر کے پاس حاضری دو۔ تو اس نے اس سے کہا "میرا اس سے کوئی کام نہیں ہے کہ میں اس کے پاس اٹھ کر جاؤں بلکہ اگر اس کو کوئی کام ہے تو اسے چاہیے کہ وہ میرے پاس آئے۔"

رشید نے کہا "اس نے سچ کہا ہے" پس وہ اس کی طرف چل کر گیا اور اس پر سلام کیا۔ تو اس نے اسے سلام کا جواب دیا تب ہارون رشید عباسی نے کہا۔ "اے دیہاتی! کیا میں بیٹھ سکتا ہوں؟" تو اس نے کہا "یہ میری جگہ نہیں ہے کہ تو اس میں بیٹھنے کیلئے مجھ سے اجازت چاہتا ہے۔ یہ فقط اللہ کا گھر ہے کہ جسے اس نے اپنے عبادت گزاروں کیلئے قرار دیا ہے۔ پس اگر تم بیٹھنا چاہو تو بیٹھو اور اگر تم جانا چاہو

تو جاؤ۔ ہارون بیٹھ گیا اور اس نے کہا ’تم پر افسوس ہے اے اعرابی (دیہاتی)! تم جیسے بھی بادشاہوں سے مزاحم ہوتے ہیں؟“

اس نے کہا ”جی ہاں کہ مجھ میں سنانے کی طاقت ہے“ اس نے کہا ”میں تم سے سوال کرتا ہوں اگر تم اس کے جواب سے عاجز آ گئے تو میں تمہیں اذیت دوں گا؟“ اس نے کہا ”تمہارا یہ سوال طالب علم کی حیثیت سے ہو گا یا علمی قابلیت کو جانچنے کیلئے ہو گا؟“ اس نے کہا ”بلکہ طالب علم کی حیثیت سے سوال ہو گا۔“ اس نے کہا ”تو پھر سائل بن کر مسؤل کے سامنے بیٹھو اور سوال کرو کہ تمہیں جواب ملے گا۔“

تو ہارون نے کہا ”تمہارا فرض کیا ہے؟“ اس نے کہا ”اللہ تم پر رحم فرمائے۔ فرض ایک ہے اور پانچ ہیں اور سترہ ہے اور چونتیس ہے اور چورانوے ہے اور سترہ پر ایک سو ترپن ہے اور بارہ میں سے ایک ہے اور چالیس میں سے ایک ہے اور دو سو میں سے پانچ ہے اور سارے زمانے میں ایک ہے اورا یک کے بدلے ایک ہے۔“

تو رشید ہنسنے لگا اور اس نے کہا ”افسوس ہے تم پر میں نے تم سے تمہارے فرض کے بارے میں پوچھا اور تو میرے سامنے حساب کو شمار کر رہا ہے۔ اس نے کہا ”کیا تو نہیں جانتا کہ دین سارا کا سارا حساب ہے۔ اگر دین حساب نہ ہوتا تو اللہ عزّوجلّ مخلوق کیلئے حساب کو واجب قرار نہ دیتا۔ پھر اس نے تلاوت کیا۔ ”اور اگرچہ ہم نے ایک مثقال خردل بھی دی ہے تو ہم اچھی طرح حساب کرنے والے ہیں (القرآن)۔ رشید نے کہا ”تو نے جو کہا ہے اس کی میرے سامنے وضاحت کرو بصورت دیگر میں صفا و مروۃ کے درمیان تمہارے قتل کا حکم دیتا ہوں۔

تو محافظ نے کہا ”آپ اسے اللہ اور اس مقام کی عظمت کے صدقے معاف فرما دیجئے۔“ تو محافظ کے اس قول کی وجہ سے دیہاتی مسکرانے لگا۔ تو رشید نے کہا ”اے دیہاتی تم کیوں مسکرا رہے ہو؟“ اس نے کہا مجھے تم دونوں پر تعجب ہوا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ تم دونوں میں سے بڑا جاہل کون ہے؟“ وہ کہ جو آئی ہوئی موت کو بخشوانا چاہتا ہے یا وہ کہ جو موت کے وقت سے پہلے موت لانا چاہتا ہے؟“

رشید نے کہا ”تو نے جو کہا ہے اس کی وضاحت کر“

اس نے کہا ”میرا کہنا کہ ”فرض ایک ہے“ تو دین اسلام سب کا سب ایک ہے۔ اور اس پر پانچ نمازیں فرض ہیں جو کہ سترہ رکعتیں ہیں اور اس میں چونتیس سجدے ہیں اور چورانوے تکبیریں ہیں اور ایک سو ترپن تسبیحات ہیں اور میرا کہنا ہے کہ بارہ میں سے ایک ہے۔ تو بارہ مہینوں میں سے فقط ایک مہینے کے روزے واجب ہیں اور میرا کہنا کہ چالیس میں سے ایک ہے تو جو چالیس دینار کا مالک ہو اس پر اللہ نے ایک دینار واجب قرار دیا ہے۔

اور میرا کہنا کہ ”دو سو میں سے پانچ ہیں“ تو جو شخص دو سو درہم کا مالک ہو اس پر اللہ نے پانچ درہم واجب قرار دئیے ہیں۔“

اور میرا کہناکہ ’پورے زمانے میں ایک ہے“ تو وہ اسلام کا حج ہے۔

اور میرا کہنا کہ "ایک کے بدلے ایک ہے" تو جو ناحق کسی کا خون بہائے تو اس کے خون کا بہانا واجب ہے۔ اللہ عزّوجلَّ فرماتا ہے "جان کے بدلے جان" (القرآن)

تو رشید نے کہا "تمہاری خوبی اللہ کیلئے ہے اور اس نے اسے دس ہزار درہم عطا کیے"

تو اس نے کہا"تو نے مجھے یہ دس ہزار درہم کی تھیلی اے ہارون! کلام کے عوض دی ہے یا سوال کے عوض؟" اس نے کہا "بلکہ کلام کے عوض" اس نے کہا "میں تم سے ایک سوال پوچھتا ہوں اگر تو نے اس کا جواب دیا تو یہ دس ہزار درہم کی تھیلی تیری ہو گی کہ تو اسے اسی مقام شریف پر صدقہ کر دینا۔ اور اگر تو نے مجھے اس کا جواب نہ دیاتو تو مجھے ایک اور دس ہزار درہم کی تھیلی دے گا کہ میں اس کو اپنے قبیلے کے فقراء پر صدقہ کروں گا۔ اس نے دوسری تھیلی حاضر کرنے کا حکم دیا۔

اس نے کہا "تم جو چاہو پوچھو"

تو اس نے کہا "مجھے ایک گبریلا کے بارے میں بتاؤ کہ وہ بچے کو چوگ دیتی ہے یا اپنے بچے کو دودھ دیتی ہے یا اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے؟"

تو ہارون عاجز آگیا اور اس نے کہا "اے دیہاتی کیا مجھ جیسوں سے ایسے مسائل پوچھے جاتے ہیں؟"

تو دیہاتی نے کہا "میں نے اس سے سنا کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا۔ جو کسی قوم کا سربراہ بنتا ہے اسے ان سب کے عقلوں کے برابر عقل دی جاتی ہے اور تو اس امت کا امام بنا بیٹھا ہے تو واجب ہے کہ تجھ سے دین اور فرائض کے بارے میں جو پوچھا جائے تو اس کا جواب دے۔ تو کیا تیرے پاس اس سوال کا جواب ہے؟"

ہارون نے کہا "اللہ تم پر رحم فرمائے! جو تم نے کہا ہے مجھے اس کی وضاحت کرو اور دونوں تھیلیاں لو۔"

تو اس نے کہا "جب اللہ عزّوجلَّ نے زمین کی رؤوں کو خلق کیا تو بغیر کسی حمل اور بغیر کسی خون کے فقط زمین سے خلق کیا اور اس کا رزق اور اس کی زندگی مٹی میں ہی رکھی۔ پس جب اس کی ماں اپنے جنین کو جدا کرتی ہے تو وہ نہ تو اسے دانا چگاتی ہے اور نہ ہی اسے دودھ پلاتی ہے۔اس کی زندگی مٹی سے ہوتی ہے۔"

تو ہارون نے کہا "اللہ کی قسم! کسی ایک نے بھی مجھ سے ایسا مسئلہ نہیں پوچھا" پس اس دیہاتی نے دونوں تھیلیاں اٹھائیں اور باہر چلا گیا۔ پس کچھ لوگوں نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے اس کے نام کے بارے میں سوال کیا تو وہ امام موسیٰ بن جعفر بن محمد علیہما السلام تھے۔ تو انہوں نے ہارون کو اس کی خبر دی تو ہارون نے کہا"اللہ کی قسم! یہی سزاوار ہے کہ وہ اسی درخت کا پتہ ہونا چاہیے۔"

اور ارشاد میں ہے کہ ابن عمارة اور اس کے علاوہ دیگر راویوں نے ذکر کیا ہے کہ ہارون الرشید جب حج کیلئے نکلا اور مدینہ کے قریب سے گزرا تو مدینہ کے باسیوں کے گروہوں نے اس کا استقبال کیا ان سب سے آگے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام تھے اور آپ علیہ السلام خچر پر سوار تھے تو ربیع نے آپ علیہ السلام سے کہا۔ یہ کیسی سواری ہے کہ جس پر سوار ہو کر آپ علیہ السلام امیر المومنین کے پاس جا رہے ہیں۔

که اگر آپ علیه السلام اس پر جلد پہنچنا چاہیں تو نہیں پہنچ سکتے اور اگر کوئی آپ علیه السلام کا پیچھا کرنا چاہے تو آپ علیه السلام بھاگ نہیں سکتے؟"

آپ علیه السلام نے فرمایا "یه گھوڑوں کی ٹاپوں سے پیچھے رہ جانے والی اور گدھے کی ذلت سے بلند ہے۔ امور کی بہتری ان کی میانه روی میں ہے۔"

انہوں نے روایت کیا۔ "جب ہارون الرشید مدینه میں داخل ہوا تو وہ نبی صلی الله علیه وآله وسلم کے مزار اقدس کی زیارت کیلئے چلا اس کے ساتھ لوگوں کا جم غفیر تھا پس وہ قبر نبی صلی الله علیه وآله وسلم کے قریب گیا اور اس نے کہا "السلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم! السلام علیک یا ابن عم (اے چچا زاد) اس نے اس کے ذریعے دوسرے لوگوں پر فخر کرنا چاہا تو ابو الحسن علیه السلام قبر کی طرف بڑھے اور فرمایا "السلام علیک یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم! السلام علیک یا ابتاہ (سلام ہو آپ علیه السلام پر اے بابا جان) تو ہارون الرشید ک چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔

اور کتاب صراط مستقیم میں روایت کیا گیا ہے که ہارون الرشید کی محفل میں ایک نہدی حکیم آیا۔ جب امام کاظم علیه السلام آئے تو ہارون الرشید اپنے مقام سے اٹھ کھڑا ہوا تو نہدی نے آپ علیه السلام سے حسد کرتے ہوئے ہارون الرشید سے کہا "میں آپ کے غیر کی نسبت فقط آپ کے علم سے ہی مکمل مستفید ہو گیا ہوں۔ یقینا آپ ویسے ہی ہیں که جیسے الله عزّوجلّ نے فرمایا ہے۔ "یقینا انسان سرکش ہے که اس نے اسے بے نیاز دیکھا ہے۔"(القرآن)

تو آپ علیه السلام نے فرمایا "مجھے تم سیپ کی صورتوں کے بارے میں بتاؤ جب اس میں حرارت کلیه مکمل ہو جائے اور اس پر حرکات طبیعه کا تسلسل پورا ہو جائے اور اس میں عنصری قوتیں مستحکم ہو جائیں تو وہ عقلمند ہو جاتی ہے یا اشباح وہمی بن جاتی ہیں؟"

تو ہندی ہکا بکا رہ گیا اور اس نے امام علیه السلام کا سر اقدس چوما اور اس نے عرض کی "یقینا آپ علیه السلام نے مخلوق کے جسم میں خالق کا کلام، فرمایا ہے" تو رشید نے کہا "ہم جب بھی اس اہل بیت علیه السلام کے مقام کو دنیا کی نگاہی میں کم کرنا چاہتے ہیں الله انہیں بلند کر دیتا ہے۔"

تو آپ علیه السلام نے فرمایا 'لوگ چاہتے ہیں که اپنی پھونکوں سے الله کے نور کو بجھا دیں جبکه الله اپنے نور کو کامل رکھنے والا ہے اگرچه کافروں کو ناگوار گزرتا ہے۔"

اور کافی میں ہمارے بہت سے علماء سے، انہوں نے سہیل بن زیاد سے، اس نے علی بن حسان سے، اس نے ہمارے کسی ساتھی سے روایت کی ہے که ابو الحسن اوّل علیه السلام، ہارون الرشید، عیسیٰ بن جعفر اور جعفر بن یحییٰ مدینه میں اکٹھے ہوئے اور سب قبر نبی صلی الله علیه وآله وسلم پر حاضری کیلئے گئے تو ہارون نے ابو الحسن علیه السلام سے کہا "آگے بڑھئے" آپ علیه السلام نے انکار کر دیا۔ پس ہارون نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ عیسیٰ بن جعفر نے ابو الحسن علیه السلام سے کہا "آگے بڑھئے" آپ علیه السلام نے انکار کر دیاتو عیسیٰ آگے بڑھا اور وہ بھی سلام کرنے کے بعد ہارون کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ تب ابو الحسن علیه السلام آگے بڑھے اور فرمایا "اے بابا جان صلی الله علیه وآله وسلم۔ سلام ہو آپ صلی الله علیه وآله وسلم پر میں اس الله سے که جس نے آپ صلی الله علیه وآله وسلم کو مصطفی

بنایا اور مجتبیٰ بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے لوگوں کی ہدایت کی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجے۔ تو ہارون نے عیسیٰ سے کہا۔ انہوں نے کیا فرمایا ہے؟" اس نے کہا "جی ایسا ہی فرمایا ہے"

تو ہارون نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ سچ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کے بابا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔"

صدوق نے عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ سفیان بن نزار سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن مامون کے سرہانے موجود تھا کہ اس نے کہا "کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مجھے تشیع کس نے سکھائی؟" تو ان سب لوگوں نے کہا "اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے" تو اس نے کہا "مجھے شیعیت کا علم رشید نے سکھایا۔" اس سے کہا گیا "وہ کیسے؟" جب کہ رشید تو اس اہل بیت علیہم السلام کو قتل کرنے والوں میں سے تھا؟" تو اس نے کہا "رشید نے اہل بیت علیہم السلام کو بانجھ بادشاہت کیلئے قتل کرایا۔ میں نے ایک سال رشید کے ساتھ حج کیا پس جب وہ مدینہ گیا تو اس نے اپنے نگہبانوں کو آگے بڑھایا اور کہا "میرے پاس اہل مدینہ و مکہ میں سے مہاجرین و انصار، بنی ہاشم علیہ السلام، اور قریش کے دیگر قبیلوں میں سے کوئی نہ آنے پائے ماسوائے اس کے کہ جو اپنا نسب بیان کرے" پس جب بھی کوئی شخص اس کے سامنے آتا تھا تو وہ کہتا تھا "میں فلاں بن فلاں بن فلاں ہوں" یہاں تک کہ وہ اپنے دادا تک نسب بتاتا تھا خواہ کوئی ہاشمی تھا یا قریشی تھا یا مہاجر تھا یا انصار میں سے تھا۔ پس وہ اسے اس کے آباؤ اجداد کی ہجرت اور فضیلت کے مطابق پانچ ہزار درہم سے لے کر دو سو دینار تک دیتا تھا۔"

پس میں ایک دن کھڑا تھا کہ فضل بن ربیع نے آکر اس سے کہا "اے امیر! دروازے پر ایک شخص آیا ہے کہ جو گمان کرتا ہے کہ وہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہے"

تو رشید ہماری طرف متوجہ ہوا کہ ہم اس کے سر پر کھڑے تھے۔ امین، مومن، اور دیگر تمام فوجی سردار بھی موجود تھے تو اس نے کہا "خود کو درست کرو" پھر اس نے کہا "انہیں اندر آنے دو البتہ وہ میری بساط سے پہلے نیچے پاؤں نہ رکھیں"

پس اسی اثناء میں ایک تھکا ماندہ بزرگ داخل ہوا کہ جسے عبادت نے تھکا دیا تھا۔ اس کی جلد بہت رقیق تھی اور سجدوں کے سبب اس کی پیشانی اور ناک پر زخم سے بنے ہوئے تھے"

جب اس نے رشید کو دیکھا تو خود کو سواری سے اتارنے لگا تو رشید نے چیخ کر کہا۔ نہیں اللہ کی قسم! آپ علیہ السلام میری بساط پر ہی اترئیے۔ اور دربانوں نے آپ علیہ السلام کو اترنے نہ دیا اور ہم سب نے بڑی تعظیم سے آپ علیہ السلام کی طرف دیکھا۔"

پس وہ اپنی سواری پر سوار ہو کر ہی اندر آئے یہاں تک کہ بساط پر اترے۔ دربانوں اور فوجی سرداروں نے آپ علیہ السلام کو گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ پس جب وہ اترے تو رشید نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ اور آپ علیہ السلام کے چہرے اور آنکھوں پر بوسہ دیا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر صدر مجلس میں جگہ دی۔ اور اپنے ساتھ بٹھایا اور آپ علیہ السلام سے گفتگو کرنے لگا۔ اور آپ علیہ السلام کو چومنے لگا اور آپ علیہ السلام کی احوال پرسی کرنے لگا۔ پھر اس نے آپ علیہ السلام سے کہا "اے ابو الحسن علیہ السلام!

آپ علیه السلام کتنے لوگوں کی پرورش فرماتے ہیں؟" تو آپ علیه السلام نے فرمایا "پانچ سو سے زائد ہیں" اس نے کہا "وہ سب آپ علیه السلام کی اولاد ہیں؟" آپ علیه السلام نے فرمایا "نہیں" ان میں سے اکثر میرے غلام اور رشته دار ہیں۔ جہاں تک اولاد کی بات ہے تو میری بتیس 32اولادیں ہیں ان میں سے اتنے بیٹے اور اتنی بیٹیاں ہیں۔"

رشید نے کہا "آپ علیه السلام اپنی بیٹیوں کو ان کے چچا زادوں اور ہمسروں سے کیوں نہیں بیاہتے؟" آپ علیه السلام نے فرمایا "تنگدستی اس سے روکتی ہے۔ اس نے کہا "جائیداد کا کیا حال ہے؟" آپ علیه السلام نے فرمایا "ایک وقت کچھ دے جاتی ہے اور دوسری مرتبه کچھ لے جاتی ہے" اس نے کہا "کیا آپ علیه السلام پر قرض ہے" آپ علیه السلام نے فرمایا "جی ہاں" اس نے کہا "کتنا؟" آپ علیه السلام نے فرمایا "دس ہزار 10,000دینار کے لگ بھگ۔"

تو رشید نے کہا "اے چچا زاد! میں آپ علیه السلام کو اتنا مال دیتا ہوں که جس سے آپ علیه السلام اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی کریں اور اپنا قرض ادا کریں اور اپنی زمین کو آباد کریں۔ تو آپ علیه السلام نے فرمایا "اے چچا زاد! تب تو نے صله رحمی کی۔ اللہ عزّوجلّ تمہیں تمہاری اس اچھی نیت کا صله عطا فرمائے۔ ہمارا نسب ایک ہے که عباس نبی صلی اللہ علیه وآله وسلم کے چچا اور باپ جیسے تھے اور علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے چچا اور باپ جیسے تھے۔ اللہ عزّوجلّ نے تمہیں طاقت دی ہے۔ بعید نہیں اگر تم ایسا کرنا چاہو که تمہارا ہاتھ کھلا ہے۔"

تو رشید نے کہا "اے ابو الحسن علیه السلام! میں آپ علیه السلام کی عزت کے سبب ایسا ہی کرنے والا ہوں"

تو آپ علیه السلام نے فرمایا "اے امیر! اللہ عزّوجلّ نے زمانے کے بادشاہوں پر فرض کیا ہے که وہ امت کے فقراء کے حالات کی خبر لیں اور ان میں سے مقروضوں کے قرض ادا کریں اور عاجزوں کی طرف سے ادائیگی کریں اور بے لباسوں کو لباس پہنائیں اور رعایا سے اچھا سلوک کریں تم اسے اچھی طرح انجام دینے والے ہو۔"

تو رشید نے کہا "اے ابو الحسن علیه السلام! میں ایسا ہی کروں گا۔"

پھر آپ علیه السلام اٹھ کھڑے ہوئے تو تعظیماً رشید بھی اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے آپ علیه السلام کی آنکھوں اور پیشانی پر بوسه دیا۔ پھر رشید نے میری، امین اور موتمن کی طرف متوجه ہو کر کہا۔ اے عبداللہ! اے محمد! اے ابراہیم! تم سب اپنے چچا کے ساتھ رکاب پکڑ کر چلتے جاؤ اور اپنے سردار کے لباس کو سنبھالے جاؤ اور انہیں ان کے گھر تک چھوڑ آؤ۔"

تب راستے میں ابو الحسن علیه السلام نے مجھے رازدارانه انداز میں خلافت کی بشارت دی اور مجھے فرمایا "جب تم حکومت سنبھالو تو میری اولاد سے اچھا سلوک کرنا۔" پھر ہم واپس چلے گئے اور میں اپنے باپ کی اولاد میں سے سب سے زیادہ اس کے قریب تھا۔"

جب وہ تنہا ہوا تو میں نے کہا ”اے امیر! یہ شخص کون تھا کہ جس کی آپ نے تعظیم کی ہے اور جسے آپ نے اپنے ساتھ بٹھایا ہے۔ آپ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر استقبال کیا اور اسے صدر مجلس میں بٹھایا اور خود نیچے بیٹھا پھراپ علیہ السلام نے ہمیں اس کی رکاب پکڑنے کا حکم صادر کیا؟“

اس نے کہا ”یہ لوگوں کے امام علیہ السلام ہیں۔ اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجتؑ اور اس کے بندوں پر اس کے خلیفہ علیہ السلام ہیں۔“

تو میں نے کہا ”اے امیر! کیا یہ ساری صفات آپ کیلئے اور آپ میں نہ ہے؟“

تو اس نے کہا ”میں ظاہراً قہر و غلبہ کے ذریعے ایک جماعت کا امام بنا بیٹھا ہوں اور موسیٰ بن جعفر علیہما السلام حق کے امام علیہ السلام ہیں۔ اے بیٹے اللہ کی قسم! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منزلت کے سبب مجھ سے اور تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر تو اس معاملے میں مجھ سے پوچھنا چاہتا ہے تو میں اسی پر عمل کرنا چاہتا ہوں کہ جو تو نے دیکھا ہے مگر ریاست بانجھ ہوتی ہے۔“

جب اس (رشید) نے مدینہ سے مکہ جانے کا ارادہ کیا تو سیاہ رنگ کی تھیلی کہ جس میں دو سو دینار ہوتے تھے منگوائی اور فضل بن ربیع سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”تم یہ تھیلی لے کر موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کے پاس جاؤ اور انہیں کہو“ امیر کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تنگی میں ہیں۔ اس کے بعد ہماری نیکی عنقریب آپ علیہ السلام تک پہنچ جائے گی۔ تو میں نے رشید کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔ ”اے امیر! آپ نے مہاجرین و انصار کے بیٹوں اور سارے قریش و بنی ہاشم علیہ السلام کو اور ہر اس کو کہ جس کا نسب و حسب بھی معلوم نہیں۔ پانچ ہزار دینار تک دئیے ہیں۔ اور آپ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو کہ جن کی آپ نے بہت تعظیم کی ہے دو سو دینار دے رہیں۔ آپ تو انہیں تمام لوگوں سے کم تر عطیہ دے رہے ہیں؟“

تو اس نے کہا ”خاموش رہو! تیری ماں نہ رہے! اگر جو کچھ میں نے ذمہ داری لی تھی وہ سب انہیں دے دوں تو مجھے خوف ہے کہ وہ کل کلاں میرے منہ پر ایک لاکھ تلواریں اپنے شیعوں کی ماریں گے۔ پس اس کا فقر اور اس کی اہل بیت علیہم السلام کی تنگدستی ہی میں میری سلامتی ہے اور تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ ان کی آنکھیں اور ہاتھ ہماری طرف پھیلے رہیں۔

پس جب مخارق بن المخنی نے اس حقیر سی رقم کو دیکھا تو اسے اندر ہی اند ربہت تکلیف ہوئی۔ اور وہ اٹھ کر رشید کے پاس آئے اور اس نے کہا ”اے امیر! جب سے تو مدینے آیا ہے میرے پاس مانگنے والوں کی بھیڑ سی لگ گئی ہے اور اگر تم چلے گئے اور میں نے ان میں کوئی چیز تقسیم نہ کی تو ان کے سامنے مجھ پر امیر کی مہربانی اور اس کے نزدیک میری قدر و منزلت کا ہر گز اظہار نہ ہو گا“ تو اس نے اسے دس ہزار 10,000دینار دینے کا حکم دیا۔

تومخارق المغنی نے اس سے کہا اے امیر!یہ تو اھل مدینہ میں تقسیم کرنے کیلئے ہیں اور مجھ پر تو فرض بھی ہے کہ جس کی ادائیگی مجھ پر لازم ہے تو اس نے اسے 10000دس ہزار دینار دینے کا حکم جاری کیا۔تو اس نے اس سے کہا:اے امیر!میری بیٹیاں چاہتی ہیں کہ میں ان کی شادی کر دوں اور مجھے انکے جہیز کی ضرورت ہے۔تو اس نے اس کو 10000دس ہزار دینار اور دینے کا حکم صادر کیا تو اس نے اس سے کہا ”اے امیر!میرے لیے ضروری ہے اس قدر غلے کا ہونا کہ جو میرے عیال میری بیٹیوں اور میرے ازواج کی غذا

بن سکے"تو اس نے اس کے لیے اتنی زمین دئیے جانے کا حکم دیا کہ جس کا غلہ سالانہ10000دس ہزار دینار تک پہنچ جاتا ہو۔پھر مخارق فوراًاُٹھا اور اس نے موسیٰ بن جعفر علیھاالسلام کے مشھد مقدس کا رُخ کیا۔اور اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی! اس ملعون (رشید) نے آپ علیہ السلام کے ساتھ جو سلوک کیا مجھے اس کا پتہ چلا اور اس نے آپ علیہ السلام کو جو چیز دئیے جانے کا حکم دیا اس کا بھی۔ پس میں نے آپ علیہ السلام کی خاطر اس کے سامنے حیلہ کیا ہے۔ اور میں نے اس سے تیس ہزار دینار اور اتنی زمینیں کہ جو سالانہ دس ہزار دینار کا غلہ دیں لے لی ہیں۔ اے میرے سردار علیہ السلام! اللہ کی قسم میں ان میں سے کسی چیز کا محتاج نہ ہوں میں نے یہ صرف آپ علیہ السلام کی خاطر لیا ہے۔ پس میں ان زمینوں کو آپ علیہ السلام کیلئے وقف کرتا ہوں جبکہ میں مال آپ علیہ السلام کے پاس ہی لے آیا ہوں۔"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ عزّوجلَّ تمہارے مال میں تمہارے لئے برکت عطا فرمائے اور تمہیں بہترین جزا دے۔ میں تم سے ایک درہم بھی نہیں لینے والا اور نہ ہی ان زمینوں میں سے کچھ۔ البتہ میں نے تیرا صلہ اور تیری نیکی قبول کر لی ہے۔ پس تم راشد ہو کر پلٹ جاؤ اور اس معاملے میں کبھی بھی میرے پاس مت آنا۔" پس اس نے آپ علیہ السلام کا ہاتھ چوما اور واپس چلا گیا۔

اور اسی کتاب میں ہی اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا "ہمیں بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے ابان بن شبیب سے روایت کی ہے کہ میں نے مامون عباسی کو کہتے سنا۔ "میں ہمیشہ اہل بیت علیہم السلام سے محبت کیا کرتا تھا۔ البتہ میں رشید کے سامنے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ان سے نفرت کا اظہار کیا کرتا تھا۔ جب رشید نے حج کیا تو میں، محمد اور قاسم بھی اس کے ساتھ تھے۔ جب وہ مدینے میں تھا تو اس کے پاس لوگوں نے حاضر ہونے کی اجازت چاہی اور سب سے آخر میں اس نے جسے آنے کی دعوت دی وہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام تھے۔ پس وہ اندر آئے تو جب ان کی طرف رشید نے دیکھا تو فوراً اٹھا اور آپ علیہ السلام کے سامنے اپنی گردن اور آنکھیں بچھا دیں۔ یہاں تک وہ اس کمرے میں داخل ہوئے کہ جہاں رشید موجود تھا۔ جب وہ قریب آئے تو رشید نے آپ علیہ السلام کے سامنے جھک کر معانقہ کیا پھر آپ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اے ابو الحسن علیہ السلام! آپ علیہ السلام کیسے ہیں؟ آپ علیہ السلام کے اور آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کے عیال کیسے ہیں؟" آپ علیہ السلام سب کیسے ہیں اور آپ علیہ السلام کے حالات کیسے ہیں؟" پس وہ اسی طرح آپ علیہ السلام سے سوال کرتا رہا اور ابو الحسن علیہ السلام فرماتے ہیں "خیر ہے، خیر ہے" جب آپ علیہ السلام اٹھے تو رشید بھی اٹھنے لگا تو ابو الحسن علیہ السلام نے اسے قسم دی تو وہ بیٹھ گیا اور اس نے آپ علیہ السلام سے معانقہ کیا اورآپ علیہ السلام کو وداع کیا۔

مامون نے کہا:۔میں اپنے باپ کی اولاد میں سے سب سے زیادہ اسکے قریب تھا۔جب موسیٰ بن جعفر علیہا السلام چلے گئے تو میں نے اپنے باپ سے کہا:۔"اے امیر!میں نے آپ کو اس شخص کی تعظیم میں وہ کچھ کرتے دیکھا کہ جو میں نے مہاجرین اور انصار کے دیگر فرزندوں کی تعظیم میں کرتے نہیں دیکھا اور نہ ہی بنو ہاشم علیہما السلام میں سے کسی کی تعظیم میں تو یہ شخص کون ہیں"تو اس نے کہا "اے بیٹے!یہ نبیوں علیہم السلام کے علم کا وارث موسیٰ بن جعفر محمد علیہم السلام ہیں پس اگر تم درست علم چاہو تو فقط ان کے پاس ہے" مامون نے کہا:تب ہی میرے دل میں اھل بیت علیہم السلام کی محبت نے جنم لیا۔

سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب عزرالفوائد ودرالقلائد میں کہا ہے کہ ہمیں بتایا (ابو عبداللہ اطر زبانی نے‘اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا عبدالواحد بن محمد الخصیبی نے،اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو علی احمد بن اسماعیل نے اس نے کہا مجھے بیان کیا ایوب بن الحسین ہاشمی نے اس نے کہا کہ رشید کے پاس انصار میں سے ایک شخص آیا کہ جسے نفیع کہا جاتا تھا اور وہ شریر آدمی تھا۔پس وہ ایک دن رشید کے دروازے پر موجود تھا کہ اس کے ساتھ عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز بھی موجود تھا۔تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہو کر تشریف لائے تو دربان آپ علیہ السلام سے بہت نرمی عزت اور وہاں موجود سب سے آگے بڑھ کر احترام کے ساتھ پیش آیا۔اور آپ علیہ السلام کے لیے اندر جانے کی اجازت میں جلدی کی تو نفیع نے عبدالعزیز سے کہا۔یہ بزرگ کون ہے؟اس نے کہا۔کیا تم اسے نہیں جانتے ہو؟ اس نے کہا ”نہیں“اس نے کہا:۔یہ آل محمد علیہم السلام کے بزرگ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہیں۔تو اس نے کہا:میں نے ا س قوم سے بڑھ کر کسی کو ناتواں نہ پایا ہے۔مگر یہ شخص قدرت رکھتا ہے کہ وہ بنو عباس کو انکے تخت سے معزول کر دے۔البتہ جب یہ باہر نکلے گا تو میں یقیناًاس سے برا سلوک کروں گا۔“ تو عبدالعزیز نے اس سے کہا ”ایسا ہر گز مت کرنا کیونکہ یہ اہل بیت علیہم السلام ایسے ہیں کہ ان سے کلام میں کوئی ایک بھی نہیں الجھتا ہے مگر یہ کہ یہ ایسے جواب دیتے ہیں کہ رہتی دنیا تک اس شخص کیلئے باعث شرمندگی بنا رہتا ہے۔“

پس موسیٰ بن جعفر علیہما السلام باہر تشریف لائے تو نفیع انصاری اٹھا اور اس نے آپ علیہ السلام کی سواری کی باگ پکڑی۔ پھر اس نے آپ علیہ السلام سے پوچھا۔ آپ علیہ السلام کون ہیں؟“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اے شخص! اگر تو میرا نسب پوچھنا چاہتا ہے تو میں محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام ابن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا بیٹا ہوں۔ اور اگر تو میرا وطن پوچھنا چاہتا ہے تو میرا وطن وہ ہے کہ جس کی طرف حج کرنا اللہ عزّوجلَّ نے تمام مسلمانوں اور تم پر اگر تم مسلمان ہو تو واجب قرار دیا ہے۔اور اگر تو مفاخرت چاہتا ہے تو اللہ عزّوجلَّ میری قوم کے مشرکوں کو بھی تیری قوم کے مسلمانوں کا ہمسر بنا کر راضی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ میری قوم کے مشرک بھی کہتے ہیں ”اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے مقابلے میں قریش میں سے ہمارے ہمسر بھیجو۔ اور اگر تم ہماری شہرت اور نام کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو تو ہم ہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر ہر واجب نماز میں اللہ عزّوجلَّ نے درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد، سواری سے دور ہو جاؤ“ پس وہ دور ہوا تو اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے اور وہ شخص رسوا ہو کر واپس چل دیا تو عبدالعزیز نے اس سے کہا۔ ”کیا میں نے تمہیں آپ علیہ السلام کے علم کے بارے میں خبر نہ دی تھی۔“

احتجاج میں روایت کیا گیا ہے کہ ابو حنیفہ مدینہ میں آیا تو اس کے ساتھ عبداللہ بن مسلم بھی تھا تو اس نے اسے کہا ”اے ابو حنیفہ! یہاں پر آل محمد علیہم السلام کے علماء میں سے جعفر بن محمد علیہما السلام ہیں۔ پس تم آپ علیہ السلام کے پاس جاؤ اور آپ علیہ السلام سے علم حاصل کرو۔“ پس وہ دونوں آئے اور شیعوں کی ایک بڑی تعداد کے ہمراہ آپ علیہ السلام کے باہر تشریف لانے یا آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا انتظار کرنے لگے کہ اسی اثناء میں ایک نوجوان باہر آیا تو لوگ اس کی ہیبت کی وجہ سے تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے تو ابو حنیفہ نے متوجہ ہو کر کہا ”اے مسلم کے بیٹے یہ کون ہے؟“ اس نے کہا ”آپ علیہ السلام کے فرزند موسیٰ علیہ السلام ہیں“ ابو حنیفہ نے کہا (معاذ اللہ) میں اس

کو اس کے شیعوں کے سامنے بہرصورت رسوا کروں گا" ابن مسلم نے کہا "رک جاؤ ۔ تم میں اتنی طاقت نہیں ہے" اس نے کہا "اللہ کی قسم! میں یہ ضرور کہوں گا" پھر وہ موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہوا تو کہا "اے لڑکے! تمہارے اس شہر میں مسافر کہاں رہتے ہیں" آپ علیہ السلام نے فرمایا "دیواروں کے پیچھے چھپتے ہیں اور ہمسایوں کے چشموں اور نہر کے کناروں سے پانی پیتے ہیں اور گرے ہوئے پھل کھاتے ہیں نہ وہ قبلہ رخ ہوتے ہیں اور نہ ہی اسے پیٹھ کرتے ہیں تب وہ جہاں مرضی آئے رہیں۔"

پھر اس نے کہا"اے لڑکے گناہ کس کی طرف سے ہوتا ہے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے شیخ! معصیت تین حالتوں سے باہر نہ ہے۔ یا تو فقط اللہ کی طرف سے ہے اور بندے کی طرف سے اس میں کوئی عمل دخل نہ ہے۔ تو حکیم کو زیبا نہیں ہے کہ وہ اپنے بندے کو اس پر سزا دے کہ جو اس نے نہیں کیا۔ یا پھر معصیت اللہ کے اور اس کے بندے دونوں کی طرف سے ہے اور اگر کوئی اللہ کا شریک بنے تو اللہ اس سے قوی تر ہوگا۔ تب بڑے شریک کو چھوٹے شریک کے گناہ پر سزا دینے کا حق نہ ہے یا پھر معصیت فقط بندے کی طرف سے ہے اور اس میں اللہ عزّوجلَّ کا کوئی عمل دخل نہ ہے۔ پس اگر وہ چاہے تو معاف کر دے اور اگر چاہے تو سزا دے" تب ابو حنیفہ کو چپ سی لگ گئی۔ گویا آپ علیہ السلام نے اس کے منہ میں پتھر دے دیا ہو۔" تب میں نے ابو حنیفہ سے کہا "میں نے تم سے نہیں کہا تھا، اولاد رسول علیہم السلام سے بحث مت کرو"

اور بحار الانوار میں مفید کی کتاب اختصاص سے نقل کیا گیاہے کہ ابن ولید نے احمد بن ادریس سے، اس نے محمد بن احمد سے، اس نے محمد بن اسماعیل علوی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا محمد بن زبرقان دامغانی نے اس نے کہا کہ ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا۔

"جب ہارون الرشید نے میری گرفتاری کا حکم دیا اور مجھے اس کے سامنے لے جایا گیا تو میں نے اس کو سلام کیا تو اس نے مجھے جواب نہ دیا اور میں نے اسے غصے سے آگ بگولا دیکھا۔ اس نے میری طرف ایک خط پھینکا اور کہا "اسے پڑھو" تو اس میں ایسی چیزیں درج تھیں کہ اللہ جانتا ہے کہ میں ان سے بری الذمہ ہوں۔ اس میں تھا۔ "موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کی طرف پوری دنیا سے شیعوں کے غلوں کا حصہ آتا ہے وہ کہ جو اس کی امامت کے قائل ہیں اور اس ہی سے اللہ کا دین لیتے ہیں اور ان کا یقین ہے کہ اللہ عزّوجلَّ نے ان سب پر یہ حصہ دینا واجب قرار دیا ہے جب تک کہ اللہ عزّوجلَّ خود ہی اس زمین اور اس پر موجود کو اپنے قبضے میں نہ لے لے (قیامت تک) اور ان کا یقین ہے کہ آپ علیہ السلام وہ ہیں کہ جنہیں جو کوئی بھی عشر نہیں دیتا ہے اور ان کی امامت سے متصل نہیں ہوتا ہے اور ان کی اجازت کے بغیر حج کرتا ہے یا ان کی اجازت کے بغیر جہاد کرتا ہے اور مال غنیمت اس کی طرف نہیں لاتا ہے اور ائمہ علیہم السلام کو تمام مخلوق پر فضیلت نہیں دیتا ہے اور جو بھی ان کی اطاعت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی طرح فرض نہیں جانتا ہے وہ کافر ہے اور اس کا مال حلال ہے۔ اس میں شفاعت کی گفتگو تھی۔ جیسے بغیر شہوت کے متعہ ہے اور اس کے حکم سے شرمگاہیں حلال ہو جاتی ہیں اگرچہ ایک درہم ہی سے کیوں نہ ہو اور وہ لوگ گزشتہ خلفاء سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور ان پر نمازوں میں لعنت بھیجتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ جو بھی ان پر تبریٰ نہ کرے اس کی عورت اس سے علیحدہ ہو جائے گی۔ اور جس نے نماز میں تاخیر کی تو اس کی نماز قبول نہیں ہو گی کیونکہ اللہ عزّوجلَّ کا قول ہے۔ "ان لوگوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی تو عنقریب ان لوگوں کو "غیی" میں ڈالا جائے گا" (القرآن)

ان لوگوں کا گمان ہے کہ "غیی" جہنم کی ایک وادی کو کہا جاتا ہے۔۔۔۔ خط طویل تھا اور میں کھڑا اسے پڑھ رہا تھا اور وہ خاموش تھا تب اس نے سر اٹھایا اور کہا "تو نے جو پڑھا ہے یہی کافی ہے پس جو تم نے پڑھا ہے اس کے بارے میں دلیل سے بات کرو"

تو میں نے کہا "اے امیر! اس ذات کی قسم کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا کوئی ایک بھی خراج کی مد میں میرے پاس کوئی درہم یا دینار نہ لایا ہے۔ البتہ ہم آل ابی طالب علیہم السلام اللہ کی طرف سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے اس کے ہی قول میں حلال قرار دئیے جانے والے ہدیہ کو قبول کرتے ہیں۔" اگر مجھے بکری کے پائے بھی ہدیہ کیے جائیں تو بھی میں قبول کروں گا اوراگر مجھے ران کی دعوت دی جائے تو بھی قبول کروں گا۔" (حدیث نبوی) امیر ہماری تنگ دستی سے بخوبی واقف ہے اور ہمارے دشمنوں کی کثرت سے بھی اور اس چیز سے بھی کہ گزشتہ خلفاء نے اللہ کی کتاب میں ہمارے لیے مقرر کردہ خمس کو بھی روک لیا تو ہم پر زندگی تنگ ہو گئی۔ ہم پر صدقہ تو پہلے ہی حرام تھا تو اللہ نے فقط یہی خمس ہی اس کے عوض میں دیا تھا۔ پس ہم ہدیہ قبول کرنے پر مجبور ہیں اور یہ سب بات امیر جانتا ہے" جب میرا کلام پورا ہوا تو وہ خاموش تھا۔ پھر میں نے اس سے کہا "اگر امیر سمجھے تو اپنے چچا زاد کو اجازت دے کہ وہ اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام سے مروی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرے کہ جو امیر کو مکمل جواب دے گی۔"

تو میں نے کہا "مجھے میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے میرے جد امجد علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب خونی رشتہ دار کسی خونی رشتہ دار کو چھوئے تو اس کا خون جوش میں آتا ہے اور اس کی رگیں پھڑکنے لگتی ہیں۔" پس اگر تم مناسب سمجھو تو مجھے اپنا ہاتھ دو۔" اس نے اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کر کے کہا "قریب آؤ" میں نزدیک گیا تو اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور اپنے ساتھ بھینچ لیا پھر اس نے مجھے چھوڑا تو اس کی آنکھیں نم تھیں۔ اس نے مجھے کہا "اے موسیٰ علیہ السلام! بیٹھ جاؤ۔ آپ علیہ السلام میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ آپ علیہ السلام بھی سچے ہو اور آپ علیہ السلام کے دادا علیہ السلام بھی سچے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سچے تھے۔ یقینا میرے خون کو جوش آیا اور میری رگیں پھڑپھڑانے لگی ہیں اور میں نے جان لیا ہے کہ آپ علیہ السلام یقینا میرا ہی خون اور گوشت ہیں اور جو حدیث آپ علیہ السلام نے بیان کی ہے وہ درست ہے۔ میں آپ علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں اگر آپ علیہ السلام نے مجھے اس کا جواب دے دیا تو میں سمجھوں گا کہ آپ علیہ السلام نے مجھ سے سچ کہا اور میں آپ علیہ السلام کو چھوڑ دوں گا اور آپ علیہ السلام کو صلہ بھی دوں گا اور جو کچھ آپ علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا ہے اسے سچا نہ سمجھوں گا۔"

میں نے کہا "جس کا علم میرے پاس ہے میں اس کا جواب ضرور دوں گا۔" تو رشید نے کہا "آپ علیہ السلام لوگ اپنے شیعوں کو ان کے آپ علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند پہلے سے منع کیوں نہیں کرتے ہو حالانکہ آپ علیہ السلام تو علی علیہ السلام اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد ہو۔ اولاد کی نسبت فقط باپ سے دی جاتی ہے نہ کہ ماں کی طرف؟"

تو میں نے کہا "اگر امیر سمجھے تو مجھے اس مسئلے کا جواب دینے سے معافی دے" تو اس نے کہا "میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ تم مجھے جواب دو۔" تو میں نے کہا۔ "تب مجھے امان دو کہ مجھے تمہاری بادشاہت سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔" اس نے کہا "آپ علیہ السلام کو امان ہے"

تو میں نے کہا "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم "اور ہم نے اسے اسحق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام بخش دئیے اور ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور اس سے پہلے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو ہدایت دی اور اس کی ذریت میں سے داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو ہدایت دی اور ہم نیکوکاروں کوایسا ہی صلہ دیتے ہیں اور زکریا علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی۔ (القرآن) تو عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کون ہے؟" تو اس نے کہا "اس کا کوئی باپ نہیں ہے وہ تو اللہ عزّوجلَّ کے کلام اور روح القدس سے خلق کیے گئے۔" تو میں نے کہا "تو عیسیٰ علیہ السلام فقط مریم علیہ السلام کی وجہ سے انبیاء علیہ السلام کی ذریت سے ملحق ہوئے اور ہم فاطمہ سلام اللہ علیہا کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کی ذریت سے ملحق ہوئے ہیں علی علیہ السلام کی طرف سے نہیں۔"

تو اس نے کہا "اے موسیٰ علیہ السلام! آپ علیہ السلام نے مجھے اچھا بہت اچھا جواب دیا ہے۔ پس مجھے ایسے کلام میں اضافہ فرمائیے۔

تو میں نے کہا "امت کا ہر فاجر و نیکو کار اس بات پر اتفاق رکھتا ہے کہ نصرانی کو جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباہلے کی دعوت دی تو چادر کے اندر فقط نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی علیہ السلام، فاطمہ سلام اللہ علیہا، حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام موجود تھے تو اللہ عزّوجلَّ نے ارشاد فرمایا۔

"جو دین کے معاملے میں علم آنے کے بعد بھی تم سے بحث کرے تو آپ علیہ السلام کہہ دیجئے ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو۔ ہم اپنی بیٹیوں کو اور تم اپنی بیٹیوں کو اور ہم اپنی جانوں کو تم اپنی جانوں"(القرآن)تو ابناء نا (بیٹوں) کی تاویل حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام ہوئے اور نساء نا (بیٹیوں) کی تاویل فاطمہ سلام اللہ علیہا ہوئیں اور انفسنا کی تاویل علی ابن طالب علیہ السلام ہوئے۔ اس نے کہا "آپ علیہ السلام نے انتہائی درست فرمایا"

پھر اس نے مجھے کہا "مجھے اپنے اس قول کے بارے میں بتائیے کہ صلبی اولاد کی موجودگی میں چچا کا میراث میں کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے"

تو میں نے کہا "میں امیر سے اللہ او رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کا واسطہ دے کرسوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس آیت کی تاویل اور اس سے پردہ ہٹانے سے معافی دیں۔ یہ فقط علماء کے پاس پوشیدہ ہے۔

تو اس نے کہا "آپ علیہ السلام نے مجھ سے ضمانت لی ہے ہر اس چیز کے بارے میں کہ جو میں آپ علیہ السلام سے پوچھوں۔ پس میں آپ علیہ السلام کو اس کے جواب سے باز نہ رہنے دوں گا۔" تو میں نے کہا "پس تم نئے سرے سے امان دو۔"

اس نے کہا ”میں نے آپ علیہ السلام کو امان دی۔“

تو میں نے کہا ”نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت وہ نہیں پا سکتا ہے کہ جو ہجرت پر قادر تھا مگر اس نے ہجرت نہیں کی تھی اور میرے چچا عباس ہجرت پر قادر تھے مگر انہوں نے ہجرت نہ کی تھی بلکہ وہ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے گئے اسیروں میں سے تھے اور اس نے انکار کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فدیہ دے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عباس کے دفینہ کی خبر دی کہ جس میں سونا بھی تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو بھیجا تو وہ اس دفینہ کو ام فضل سے نکال لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عباس کو اس کی خبر دی کہ جو جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو اجازت دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ علیہ السلام کو اس دفینہ کی نشانی بھی بتائی تھی۔ تب اس وقت عباس نے کہا ”اے میرے بھائی کے بیٹے! اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقینا رب العالمین کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پس جب علی علیہ السلام نے سونا پیش کیا تو عباس نے کہا ”اے میرے بھائی کے بیٹے! تو نے مجھے فقیر کر دیا“ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل فرمایا ”اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں خیر کو پایا تو جو تم سے چھینا گیا ہے تمہیں اس سے بہتر نوازے گا اور تمہیں معاف بھی کر دے گا“(القرآن) اور فرمایا ”وہ لوگ کہ جو ایمان لائے مگر انہوں نے ہجرت نہ کی تو ان کی ولایت میں سے تمہارے لیے کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ ہجرت کریں“ پھر فرمایا ”اور اگر وہ دین کے معاملے میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے (القرآن)“ تب میں نے دیکھا کہ وہ غمگین ہو گیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا ”آپ علیہ السلام مجھے بتائیے کہ آپ علیہ السلام کہاں سے کہتے ہیں کہ خمس کے معاملے میں انسان کو فساد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں نے ڈالا کہ وہ خمس کے حقداروں کو خمس نہیں دیتا ہے“ تو میں نے کہا ”اے امیر! میں تمہیں بتا دیتا ہوں مگر اس شرط کے ساتھ کہ تو اس پر اس وقت تک پردہ نہ اٹھائے گا کہ جب تک میں زندہ ہوں اور عن قریب اللہ عزّوجلؑ ہمارے اور ہمارے ظالموں کے درمیان جدائی ڈالنے والا ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ بادشاہوں میں سے امیر کے سوا کسی نے اس کے بارے میں سوال نہیں کیا ہے۔“

تو اس نے کہا ”نہ بنی تمیم نے، نہ بنو عدی نے، نہ بنو امیہ نے اور نہ ہمارے آباؤ اجداد میں سے کسی نے؟“ میں نے کہا ”نہ تو مجھ سے سوال کیا گیا ہے اور نہ ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام سے اس بارے میں سوال کیا گیا۔“

اس نے کہا ”اگر مجھے آپ علیہ السلام کی طرف سے اور آپ علیہ السلام کی اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی نے اس سے پردہ اٹھایا کہ جو آپ علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے تو میں اپنی امان واپس لے لوں گا۔“

تو میں نے کہا ”تمہارا مجھ پر یہ ہوا“ تو اس نے کہا ”میں چاہتا ہوں کہ آپ علیہ السلام مجھے ایسی گفتگو لکھ کر دیں کہ جس میں اصول و فروغ کی تفسیر کے قواعد ہوں اور وہ سب ابو عبداللہ علیہ السلام سے آپ علیہ السلام کی سماعت کردہ چیزوں میں سے ہو“ تو میں نے کہا ”سر بچشم اے امیر! جی ہاں“ اس نے کہا ”جب آپ علیہ السلام فارغ ہو جائیں تو مجھے اپنی حاجات بتائیے گا۔“ پس وہ اٹھا اور چلا

گیا اور میری حفاظت پر ایک شخص کو مامور کیا اور میری طرف ہر روز بہترین کھانا بھیجتا رہا“ آپ علیہ السلام نے تحریر فرمایا ”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ دنیا کے امور دو قسم کے ہیں۔ ایک ایسا امر کہ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا ہے اور وہ امت کا اتفاق ہے۔ اس ضروری چیز پر کہ جس کی طرف سے وہ مجبور ہو اور وہ اتفاقی احادیث کہ جن کے سامنے ہر مشتبہ امر کو پیش کیا جاتا ہے اور ان میں سے ہر نئے مسئلے کے جواب کا استنباط کیا جاتا ہے اور دوسرا وہ امر ہے کہ جس میں شک اور انکار کی گنجائش ہوتی ہے اور دلیل رکھنے والوں کو اس کی وضاحت کا راستہ کھلا ملتا ہے۔ پس ان میں سے جو اس پر دلیل لانے والوں کیلئے کتاب میں سے اس پر اجماعی تاویل یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں سے غیر اخلاقی سنت یا ایسا قیاس کہ عقل جس کی درستگی کی معرفت رکھتے ہوں ملے تو اس کی وضاحت کرنے والے کیلئے راستہ بند ہو جائے گا اور اس کی وہ دلیل رد نہ کی جائے گی اور اس پر واجب ہو گا کہ وہ اس کو قبول کرے اور اس کا اقرار کرے اور اس کو ہی دین سمجھے۔ اور ہر وہ وضاحت کہ جس پراس کی تحقیق کرنے والے کو اللہ کی کتاب سے مجمع علیہ تاویل یا متفق علیہ غیر اخلاقی سنت یا عقل کے نزدیک قابل قبول قیاس نہ ملے تو امت کے خواص و عوام کو اس میں شک کرنے کی مکمل گنجائش ہے اور اس کو انکار کرنے کی بھی۔

پس یہ دونوں قسم کے امور توحید سے لے کر خراش تک کی دیت کے تمام معاملات میں موجود ہیں اور اس سے کم تر کے بارے میں بھی۔ پس یہ وہ چیز کہ جس کے سامنے دین کے امر کو پیش کیا جاتا ہے پس جس کی دلیل تمہارے سامنے ثابت ہو جائے اسے چن لو اور جس کی وضاحت تم پر عیاں نہ ہو اس کی نفی کر دو۔ ولا قوۃ الا باللہ وحسبنا اللہ و نعم الوکیل“

پس میں نے اپنے نگہبان کو کہا کہ میں امیر کے کام سے فارغ ہو چکا ہوں۔ تو اس نے اسے بتایا تو وہ باہر آیا اور میں نے یہ تحریر اسے دی تو اس نے کہا ”بہت خوب! یہ جامع اور موجز کلام ہے۔ پس آپ علیہ السلام اپنی حاجات بیان فرمائیے۔“

تو میں نے کہا ”اے امیر! میری پہلی حاجت یہ ہے کہ تم مجھے اپنے اہل خانہ کے پاس جانے دو کیونکہ میں نے انہیں روتا ہوا چھوڑا ہے کہ وہ مایوس تھے کہ وہ مجھے پھر کبھی نہ دیکھ پائیں گے۔“

اس نے کہا ”آپ علیہ السلام کو اجازت ہے اور بتائیے؟“ تو میں نے کہا ”اللہ تمہیں باقی رکھے ہم تمہارے چچا زاد ہیں“ اس نے کہا”مزید فرمائیے؟“

تو میں نے کہا ”میں بہت عیالدار آدمی ہوں مجھے کچھ بیت المال سے دیجئے“ تو اس نے مجھے ایک لاکھ درہم، لباس، سواری اور مجھے میرے اہل خانہ کے پاس واپس پہنچانے کا حکم دیا۔“

اور اسی کتاب ہی میں سند کے ساتھ محمد بن سابق بن طبیب الانصاری سے روایت ہے کہ ہارون نے ابو الحسن علیہ السلام کو اس کے پاس لائے جانے کے بعد جو کہا ان میں سے یہ بھی تھا ”یہ کس کا گھر ہے؟“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”یہ فاسقوں کا گھر ہے۔ اللہ عزّوجلّ کا فرمان ہے ”عنقریب میری نشانیوں سے وہ لوگ پھر جائیں گے کہ جو زمین میں تکبر کریں گے بغیر کسی حق کے اور وہ ہر نشانی کو دیکھ کر بھی اس پر ایمان نہ لائیں گے اور وہ ہدایت کے راستے کو جان بوجھ کر اپنا راستہ نہ بنائیں گے اور وہ سرکشی کے راستے کو دیکھ کر اسے اپنا راستہ بنائیں گے (الآیۃ)

تو ہارون نے کہا "تو یہ دنیا کس کیلئے ہے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "یہ دنیا ہمارے شیعوں کیلئے کمتر اور ان کے علاوہ کیلئے فتنہ ہے۔"

تو اس نے کہا "تو گھر کے مالک کو کیا ہوا ہے کہ وہ اس کا مواخذہ نہیں کرتا ہے؟"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اس کی طرف سے آبادی کو لیا گیا ہے اور وہ اس کو پر کر کے ہی مواخذہ کرے گا" اس نے کہا "تو آپ علیہ السلام کے شیعہ کہاں ہیں؟" تو ابو الحسن علیہ السلام نے تلاوت فرمایا"وہ لوگ کہ اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے جنھوں نے کفر کیا وہ اپنے راستے کو چھوڑنے والے نہیں یہاں تک کہ تم انہیں ثبوت دو۔" (القرآن) تو اس نے کہا "تو ہم کفار ہیں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "نہیں بلکہ تم ویسے ہو کہ جیسا اللہ نے فرمایا ہے" وہ لوگ کہ جو اللہ کی نعمت کو کفر میں تبدیل کر دیتے ہیں اور اپنی قوم کو برے گھر کی طرف دھکیلتے ہیں (القرآن)۔ تب اس وقت رشید آگ بگولہ ہو گیا اور اس پر یہ گراں گزرا کہ اسے ابو الحسن علیہ السلام کی طرف سے ایسی گفتگو کا سامنا کرنا پڑا اور آپ علیہ السلام نے اسے جو سخت جواب دیا تھا۔" اور یہ روایت اس قول کے خلاف ہے کہ جو گمان کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے اس کے خوف سے راہ فرار اختیار کیا۔"

اور اسی کتاب ہی میں مناقب سے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں اخبار الخلفاء نامی کتاب سے نقل کیا گیا ہے کہ ہارون الرشید عباسی نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ فدک کا حدود اربعہ بیان فرمائیے تا کہ میں اسے واپس کر دوں۔ تو آپ علیہ السلام نے ہمیشہ انکار ہی کیا یہاں تک کہ اس نے آپ علیہ السلام کی منت سماجت کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "میں اس کا حدود اربعہ حقیقی حدود کے ساتھ بیان کروں گا؟" اس نے کہا "اس کی اصلی حدیں کون سی ہیں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "اگر میں اس کا حقیقی حدود اربعہ بیان کروں تو تو واپس ہی نہ کرے گا" اس نے کہا "آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے جد امجد صلوات اللہ علیہ کے حق کا واسطہ بیان فرمائیے۔"

آپ علیہ السلام نے فرمایا "پہلی حد "عدن" ہے۔ رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا اوراس نے کہا "اوہ" آپ علیہ السلام نے فرمایا "دوسری حد سمرقند ہے" تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا "تیسری حد افریقہ ہے" تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا اور اس نے کہا "اوہ نہیں" آپ علیہ السلام نے فرمایا "چوتھی حد عمان کا ساحل اوراس کے بعد والے جزیرے ہیں اور آرمینیہ ہے" تو رشید نے کہا "ہمارے لیے تو کچھ بھی نہیں بچا کہ جس پر میں بیٹھ بھی سکوں" امام موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اگر میں اس کا حدود و اربعہ بیان کروں تو تو مجھے واپس نہ کرے گا" پس اسی وقت ہی رشید نے آپ علیہ السلام کے ناحق قتل کرنے کا عزم کر لیا۔"

تفسیر المنسوب الی الامام ابی محمد العسکری علیہ السلام میں ہے کہ ایک شخص کہ جو آپ علیہ السلام کے خواص شیعوں میں سے تھا اس نے آپ علیہ السلام سے تنہاہی میں عرض کی۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند علیہ السلام! مجھے خوف ہے کہ فلاں بن فلاں آپ علیہ السلام کو وصی علیہ السلام ماننے اور آپ علیہ السلام کی امامت کے عقیدہ کے اظہار میں آپ علیہ السلام سے منافقت کر رہا ہے۔ تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا "وہ کیسے؟" اس نے عرض کی "اس لیے کہ میں اس کے ساتھ ایک دن فلاں شخص کی محفل میں تھا کہ اس کے ساتھ بغداد کے بڑے امرا میں سے کوئی ایک بھی موجو د تھا تو صاحب محفل نے اس سے کہا "تو گمان کرتا ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہما

السلام امام ہیں اور تخت نشین خلیفه کچھ بھی نہیں ہے" تو آپ علیه السلام کے اس صحابی نے اس سے کہا "میں نے یه نہیں کہا بلکه میں سمجھتا ہوں که موسیٰ بن جعفر علیہما السلام غیر امام ہیں اور اگر میں ان کے غیر امام ہونے کا عقیده نه رکھوں تو مجھ پر اور جو اس پر عقیده نه رکھتا ہو ان سب پر اللہ، ملائکه اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔"

تو صاحب مجلس نے کہا "اللہ تمہیں بہترین جزا دے اور جو تمہیں غلط سمجھتا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔"

تو اس شخص سے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا "جیسا تم نے سمجھا ہے معامله ویسا ہرگز نه ہے بلکه تمہارا ساتھی تم سے زیاده دانا ہے۔ اس نے تو فقط یه کہا ہے که موسیٰ علیه السلام غیر امام ہیں یعنی جو امام نہیں ہے موسیٰ علیه السلام اس کے غیر ہیں۔ تب وه امام علیه السلام ہیں۔ بے شک اس نے اپنے اس قول سے میری امامت کو ثابت کیا ہے اور میرے غیر کی امامت کی نفی کی ہے۔ اے عبداللہ! تمہارا اپنے بھائی کے بارے میں یه غلط گمان کب زائل ہوگا۔ پس تم اللہ کے ہاں توبه کرو۔" پس وه شخص آپ علیه السلام کے فرمان کو سمجھ کر غمگین ہو گیا اور اس نے عرض کی "اے رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم کے فرزند علیه السلام! میرے پاس مال نہیں ہے که میں اس کے ذریعے اسے راضی کروں بلکه میں نے اسے اپنے تمام اعمال کے مستحباب خواه میری عبادت میں سے ہوں یا میرے درود میں سے جو آپ علیه السلام پر ہے اسے بخش دئیے ہیں۔ اور وه ثواب بھی که آپ کے دشمنوں پر میری لعنت کے سبب ملتا ہے۔"

تو امام موسیٰ کاظم علیه السلام نے فرمایا "تب تو جہنم سے آزاد ہوا"

طبرسی نے احتجاج میں آپ علیه السلام کے بارے میں ایسی ہی روایت لکھی ہے۔"

سیّد بزرگوار علی بن موسیٰ بن جعفر طاؤوس نے مہج الدعوات میں ذکر کیا ہے که میں نے جو پایا ہے اس کے لفظ یه ہیں۔ "فضل بن ربیع نے روایت کی ہے که ایک روز صبح سویرے رشید نے اپنے دربان کو بلا کر کہا۔ تم علی ابن موسیٰ علوی علیہما السلام کے پاس جاؤ اور اسے قید خانے سے نکال کر درندوں کے سامنے ڈال دو۔" پس اس نے اسے نرم کرنے اور اس کے غصه کو ٹھنڈا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر اس کا غصه بڑھتا ہی گیا اور اس نے کہا "اللہ کی قسم! اگر تو نے اسے درندوں کے سامنے نه ڈالا تو میں اس کے بدلے تمہیں درندوں کے سامنے ڈال دوں گا۔"

پس میں علی ابن موسیٰ الرضا علیہم السلام کے پاس گیا اور ان سے عرض کی "امیر نے مجھے ایسا ایسا کرنے کا حکم دیا ہے" تو آپ علیه السلام نے فرمایا"جو تمہیں حکم دیا گیا ہے بجا لاؤ۔ میں اس معاملے میں فقط اللہ عزّوجلَّ سے مدد کا طلبگار ہوں اور آپ علیه السلام نے تعویذ پڑھنا شروع کر دیا اور میرے ساتھ چلتے ہوئے حیوان گاه تک گئے۔ میں نے اس کا دروازه کھولا اور آپ علیه السلام کو اس کے اندر داخل کیا اور اس میں چالیس درندے تھے۔ مجھے بہت غم اور قلق پہنچا که آپ علیه السلام جیسی ہستی میرے ہاتھوں قتل ہوئی اور میں اپنی جگه واپس چلا گیا۔

جب آدھی رات ہوئی تو میرے پاس خادم آیا اور اس نے کہا "مجھے امیر بلاتا ہے" تو میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھے کہا "میں نے یقینا گزشته رات غلطی کی ہے اور گناه انجام دیا۔ میں نے گزشته رات ایک خواب دیکھا که جس نے مجھے دہلا کر رکھ دیا ہے اور وه خواب یه ہے که میں نے ایک گروه کو دیکھا

که جن کے پاس ہاتھوں میں ہر قسمی اسلحه تھا وہ میرے پاس آئے اور ان کے درمیان میں چاند کی مانند ایک شخص تھا کہ جس کی ہیبت میرے دل میں فوراً گھر کر گئی۔ تو مجھے کہنے والے نے کہا "یہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔" پس میں آپ علیہ السلام کے پاس گیا تا کہ آپ علیہ السلام کی قدم بوسی کر سکوں تو انہوں نے مجھے خود سے دور ہٹا دیا اور فرمایا "تو کیا تمہیں اس لیے بادشاہت دی گئی کہ تم زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتہ داروں سے قطعہ رحمی کرو۔" پھر آپ علیہ السلام نے اپنا رخ انور مجھ سے موڑ لیا اور دروازے میں داخل ہو گئے اور میں خوف زدہ ہو کر نیند سے بیدا رہو گیا۔"

تو میں نے کہا "اے امیر! آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں علی ابن موسیٰ علیہما السلام کو درندوں کے آگے ڈال دوں"

تو اس نے کہا "تمہارے لیے جہنم کی وادی ویل ہو تو کیا تم نے انہیں ڈال دیا ہے؟"

تو میں نے کہا "جی ہاں۔ اللہ کی قسم!" اس نے کہا "جاؤ اور دیکھو کہ ان کا کیا حال ہے؟" پس میں نے شمع جلائی اور اس کی روشنی میں آپ علیہ السلام کو دیکھا تو آپ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور درندے آپ علیہ السلام کے اردگرد دائرہ بنائے ہوئے تھے۔ پس میں نے واپس جا کر اسے خبر دی تو اس نے سچ نہ جانا اور خود اٹھ کر گیا اور آپ علیہ السلام کو اسی حالت میں دیکھا اور کہا "اے چچا زاد! آپ علیہ السلام پر سلامتی ہو۔" آپ علیہ السلام نے اسے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا "اے چچا زاد! تم پر بھی سلامتی ہو۔ مجھے امید نہیں تھی کہ تم اس مقام پر بھی میری سلامتی چاہتے ہو" تو اس نے کہا "مجھے معاف فرما دیجئے! میں آپ علیہ السلام سے معافی کا طلبگار ہوں" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ نے اپنے لطف و کرم سے ہمیں نجات دی ہے تو تمام تر حمد اسی کیلئے ہے۔ پھر اس نے آپ علیہ السلام کو باہر نکالنے کا حکم دیا۔ پس آپ علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ اللہ کی قسم ایک درندہ بھی آپ علیہ السلام کے آگے حائل نہ ہوا۔ جب آپ علیہ السلام کو رشید کے سامنے لایا گیا تو رشید نے آپ علیہ السلام کو معانقہ کیا اور پھر آپ علیہ السلام کو بھری محفل میں لے گیا اور آپ علیہ السلام کو تخت پر بٹھا دیا اور اس نے آپ علیہ السلام سے کہا۔ "اے چچا زاد! اگر آپ علیہ السلام ہمارے ہاں قیام فرمانا چاہیں تو آپ علیہ السلام کو مکمل اختیار ہے البتہ ہم نے آپ علیہ السلام کیلئے اور آپ علیہ السلام کے اہل و عیال کیلئے مال اور کپڑوں کا حکم دے دیا ہے۔"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "مجھے کپڑوں اور مال کی ضرورت نہ ہے بلکہ قریش میں کچھ لوگ ہیں تم انہیں ان میں تقسیم کر دو۔" اور آپ علیہ السلام نے ان لوگوں کا ذکر کیا تو خلیفہ نے ان کیلئے بھی انعام اور پہناوے کا حکم دیا"

پھر آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ وہ آپ علیہ السلام کو خطوط رسانی کے خچروں میں سے کسی خچر پر سوار کرا کے اس جگہ تک پہنچائے کہ جہاں آپ علیہ السلام چاہتے ہیں، تو اس نے یہ بھی قبول کیا اور مجھے کہا "تم آپ علیہ السلام کو کچھ دور تک چھوڑ آؤ" پس میں آپ علیہ السلام کے ہمراہ کچھ دور تک گیا تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! اگر آپ علیہ السلام مناسب سمجھیں تو مجھے وہ تعویذ عنایت فرما دیں؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہمیں منع کیا گیا ہے اس بات سے کہ ہم اپنے تعویذ یا اپنی تسبیحات ہر ایک کو دیں البتہ تمہارا مجھ پر صحبت اور

خدمت کا حق ہے۔ پس تم اس تعویذ کی حفاظت کرنا۔ پس آپ علیہ السلام نے ایک کاغذ پر وہ لکھا اور کپڑے میں باندھا اور میری جیب میں ڈال دیا۔ پس میں جب بھی امیر کے پاس جاتا تو وہ مجھ سے ہنس کر پیش آتا اور میری حاجات پوری کرتا اور سفر میں وہ تعویذ ہمیشہ میری حفاظت کرتا اور میرے لیے ہر خوف سے امان ہے مجھ پر جب بھی کوئی مشکل آن پڑی میں نے اس کے ذریعے دعا کی تو میری دعا قبول کی۔پھر اس نے اس تعویذ کا ذکر کیا (جو اس کتاب میں موجود نہ ہے (المترجم)

میں کہتا ہوں سیّد قرس سرۃ نے کہا "یہ حدیث بعض اوقات امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں روایت کی جاتی ہے کیونکہ آپ علیہ السلام رشید کے پاس قید تھے البتہ اس روایت کو میں نے جیسا پایا ویسا ہی نقل کر دیا ہے پھر سیّد نے دعا کا ذکر کیا۔

چھٹی فصل

آپؑ کی شہادت کی تاریخ، آپؑ کی مدفن، قید خانے میں آپؑ سے ظہور ہونے والے معجزات اور آپؑ کی شہادت کی کیفیت کے بیان میں ہے

جان لیجئے کہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ علیہ السلام کی قید دو مرتبہ ہوئی۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام کو مہدی عباسی نے قید کیا اور اس نے خواب میں امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام فرما رہے تھے "تو کیا تمہیں اس لیے حکومت دی گئی ہے کہ تم زمین میں فساد کرتے پھرو اور اپنے رشتہ داروں سے قطع رحمی کرو" پس وہ اپنی نیند سے بیدار ہو گیا اور اس کا مطلب جان گیا اور اس نے آپ علیہ السلام کی رہائی کا حکم دے دیا۔

یقینا بعض روایات میں گزر چکا ہے کہ موسیٰ بن المہدی عباسی کی جب بیعت کی گئی تو اس نے آپ علیہ السلام کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا تھا مگر اپنے ارادے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے سے پہلے ہی وہ ہلاک ہو گیا۔

اور آپ علیہ السلام کی دوسری قید تب ہے کہ جب ہارون عباسی نے نام نہاد خلافت سنبھالی حالانکہ وہ آپ علیہ السلام کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا مگر حاسدوں اور سرکش ظالموں کے بھڑکانے پر اس نے آپ علیہ السلام کو قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے حالت نماز میں گرفتار کرا لیا اور ایک محمل میں ڈال کر بصرہ کی طرف بھجوا دیا اور بصرہ کے والی کو حکم دیا کہ وہ آپ علیہ السلام کو اپنے پاس قید رکھے۔ بصرہ کا والی عیسیٰ بن جعفر بن منصور عباسی تھا۔ پس آپ علیہ السلام کو اس کے پاس لے جایا گیا تو آپ علیہ السلام اس کے پاس سال برابر قید رہے۔ رشید عباسی لعنۃ اللہ علیہ نے بصرہ کے حاکم کو آپ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا تو اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ پس اس نے آپ علیہ السلام کو بغداد بھیج دیا تو آپ علیہ السلام کو فضل بن ربیع کے پاس قید کیا گیا۔ آپ علیہ السلام اس کی قید میں طول مدت تک رہے۔"

رشید عباسی نے فضل بن ربیع کو بھی آپ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا مگر اس نے آپ علیہ السلام سے جب معجزات کا ظہوردیکھا تو ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے آپ علیہ السلام کو وہاں سے نکال کر فضل بن یحییٰ بن خالد برمکی کے پاس قید رکھا اور اس سے بھی ویسا ہی چاہا مگر اس نے بھی ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

اور رشید کو خبر ملی کی فضل بن یحییٰ کے پاس آپ علیہ السلام مکمل سکون و راحت کے ساتھ ہیں تو رشید ملعون فضل پر آگ بگولہ ہوا ور سندی بن شاہک لعنۃ اللہ علیہ کی طرف لکھا کہ وہ فضل کو ایک سو کوڑے مارے۔ پھر اس نے آپ علیہ السلام کو سندی کے پاس قید کیا۔ جب یحییٰ بن خالد نے دیکھا کہ ہارون اس کے بیٹے پر نالاں ہے اور اس نے اس کا سبب بھی جانا تو اس نے ایسا کرنے کی حامی بھر لی اور اس نے ایسا کر ڈالا بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس نے ہی اس بات پر سندی کو مامور کیا کہ وہ کھانے میں

آپ علیه السلام کو زہر کھلا دے اور کہا جاتا ہے که کھجوروں میں زہر دیا۔ آپ علیه السلام نے تناول فرمایا تو تین دن تک شدت کی حالت میں رہے اور آپ علیه السلام شہید ہو گئے۔"

اور یه بھی کہا گیا ہے که آپ علیه السلام کو ایک قالین میں لپیٹ کر اسے اتنے بل دئیے گئے که آپ علیه السلام کی شہادت ہو گئی۔ پھر آپ علیه السلام کو لوگوں کے سامنے لایا گیا اور ایسا ظاہر کیا گیا که آپ علیه السلام کی رحلت خود بخود طبعی طور پر ہوئی ہے اور تین دن تک آپ علیه السلام کے مبارک جنازے کو راستے میں ہی رکھا گیا تا که جو بھی وہاں سے گزرے آپ علیه السلام کو دیکھ لے۔ پھر آپ علیه السلام کو دفنا دیا گیا اور کہا جاتا ہے که رشید کے اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی نے آپ علیه السلام کی جاسوسی کی تھی۔ ان میں علی بن اسماعیل بن جعفر بن محمد علیہما السلام بھی تھے۔

جیسا که عیون اور مفید کی ارشاد میں ہے که وہ محمد بن جعفر بن محمد علیہما السلام که جو آپ علیه السلام کے بھائی تھے۔ عیون اور کشف الغمة میں ایسا ہی ہے اور ثقة الاسلام کلینی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے که وہ علی بن اسماعیل بن جعفر علیہما السلام کی بجائے محمد بن اسماعیل بن جعفر علیہما السلام تھا که جس نے آپ علیه السلام کی غیبت کی تھی اور رجال الکشی میں بھی ایسا ہی ہے که ان سب نے ہی ایسا کیا مگر نسبت فقط اس ایک کی طرف دی گئی۔"

اور جن لوگوں نے رشید کے سامنے آپ علیه السلام کے خلاف کوششیں کیں ان میں یحییٰ بن خالد برمکی اور یعقوب بن داؤد بھی تھا که وہ زیدیه مذہب پر تھا جیسا که عیون میں بھی یہی لکھا ہے۔

سیّد علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد طاؤس نے اپنی کتاب الاقبال میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن اسماعیل بن بشار سے روایت کی ہے که جب موسیٰ کاظم علیه السلام کو بغداد میں لایا گیا اور وہ 179ھ ہجری کا رجب تھا تو آپ علیه السلام نے اس دعا کے ذریعے دعا مانگی اور وہ رجب المرجب کی دعاؤں میں سے ایک دعا ہے اور وہ ستائیس رجب المرجب کا دن تھا که جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا۔ پھر اس نے دعا کا ذکر کیا۔"

اور کافی میں ہے که آپ علیه السلام کی شہادت چوبیس 24رجب المرجب 183ھ ہجری میں ہوئی اور اس وقت آپ علیه السلام کی عمر مبارک چون 54یا پچپن 55سال تھی۔ اور آپ علیه السلام کی شہادت بغداد میں سندی بن شاہک کی قید میں ہوئی اور آپ علیه السلام کو ہارون عباسی نے 20شوال 179 ہجریمیں مدینه سے گرفتار کروایا۔ ہارون ماہ رمضان المبارک کے عمرے سے واپسی پر مدینه آیا تھا۔ پھر ہارون نے حج کا ارادہ کیا اور آپ علیه السلام کو ساتھ لے گیا پھر بصرہ کے راستے واپس ہوا اور اس نے آپ علیه السلام کو عیسیٰ بن جعفر کے ہاں قید کر دیا پھر اس نے آپ علیه السلام کو بغداد لے جا کر سندی بن شاہک کے ہاں قید کر دیا پس آپ علیه السلام کی شہادت اسی ملعون کی قید میں ہوئی اور آپ علیه السلام کو بغداد کے مقابر قریش میں دفن کیا گیا۔

اور اسی کتاب میں ہی اس نے اپنی سند کے ساتھ ابو بصیر سے روایت کی ہے که موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی شہادت 183 ہجریمیں چون 54یا پچپن سال کی عمر مبارک میں ہوئی اور آپ علیه السلام امام جعفر صادق علیه السلام کے بعد پینتیس 35سال تک اس دنیا میں رہے۔

اور مفید کی ارشاد میں ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت بغداد میں سندی بن شاہک کے قید خانے میں ہوئی اور وہ چوبیس 24رجب المرجب 186 ہجریکا دن تھا اور اس وقت آپ علیہ السلام کا سن اقدس پچپن 55سال تھا اور آپ علیہ السلام کی مدت امامت اور اپنے بابا بزرگوارعلیہ السلام کی خلافت کی مدت 35پینتیس سال بنتی ہے۔

اور روضۃ الواعظین میں ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت 24رجب المرجب بروز جمعة المبارک بغداد میں ہوئی اور کہا جاتا ہے کہ وہ 25رجب المرجب 183 ہجریکا دن تھا۔

کتاب الدروس میں ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت زہر ملنے کے سبب سندی بن شاہک کی قید میں بغداد میں 24رجب المرجب 183 ہجریمیں ہوئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ جمعة المبارک 25رجب المرجب 181ھ ہجری کا دن تھا اور آپ علیہ السلام کو مقابر قریش میں جہاں آج آپ علیہ السلام کی مزار اقدس مرجع خلائق عام و خاص ہے دفن کیا گیا۔

اور کشف الغمة میں ابن الخشاب سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ہمراہ چودہ14سال تک رہے اور اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے بعد پینتیس 35سال تک اس دنیا میں رہے۔

اس نے کہا کہ دوسری روایت میں ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ بیس 20سال تک رہے۔ مجھے اس بارے میں حرب نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ”امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت پچپن 55سال کے سن اقدس میں 183 ہجریمیں ہوئی۔“

صدوق نے عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ عتاب بن اسید سے، اس نے اہل مدینہ کے مشائخ کی ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ جب رشید عباسی کی بادشاہت کے پندرہ سال گزر گئے تو ولی اللہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام زہر سے شہید کر دیئے گئے اور آپ علیہ السلام کو رشید عباسی کے حکم سے سندی بن شاہک نے باب کوفہ کے پاس دار مسیب نامی قید خانے میں زہر دیا۔ اس قید خانے میں بیری کا درخت تھا اور آپ علیہ السلام جمعة المبارک کے دن 25رجب المرجب 183ہجریکو شہید ہوئے اور اس وقت آپ علیہ السلام کے سن اقدس چون 54سال پورے ہوئے تھے اور آپ علیہ السلام کی مزار اقدس بغداد کے غربی حصے باب تین کے پاس مدینة الاسلام کے مقابر قریش میں ہے۔“

اور اسی کتاب ہی میں اپنی سند کے ساتھ سلیمان بن حفص المروزی سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو ہارون الرشید عباسی نے 179 ہجریمیں گرفتار کیا اور آپ علیہ السلام اس کی ہی قید میں بغداد میں 25رجب المرجب 183 ہجریشہید ہوئے اور اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک ستالیں 47سال تھی اور آپ کو متابر قریش میں دفن کیاگیا اور آپ کی مدت امامت پینتیس 35سال ایک ماہ بنتی ہے اور آپ علیہ السلام نے اپنے بعد اپنے فرزند علی بن موسیٰ الرضاؑکی امامت پر نص صادر فرمائی“

میں کہتا ہوں ”یہ روایت عتاب ابن اسید کی مشائخ مدینہ سے روایت کی گئی گزشتہ حدیث کے منافی ہے۔ اس میں تھا کہ آپ علیہ السلام کی شہادت 25رجب المرجب کو ہوئی اور اس وقت آپ علیہ

السلام کا سن اقدس چون 54سال تھا۔ پس غور فرمائیے اور آنے والی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رشید عباسی لعنۃ اللہ علیہ نے آپ علیہ السلام کو دو مرتبہ گرفتار کرایا اور اس پر دلالت کرنے والی روایت پہلے بھی گزر چکی ہے۔"

ہارون لعنۃ اللہ علیہ کا آپؑ کو گرفتار کرنے اور زہر دینے کا سبب

صدوق نے عیون میں اپنی سند کے ساتھ علی بن محمد بن سلیمان نوفلی سے، اس نے صالح بن علی بن عطیہ سے روایت کی ہے کہ امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے بغداد لیے جانے کا سبب یہ ہے کہ ہارون الرشید عباسی لعنۃ اللہ علیہ چاہتا تھا کہ وہ امر خلافت اپنے بعد اپنے بیٹے محمد امین ابن زبیدہ کیلئے مضبوط کرے اور اس کے چودہ 14بیٹے تھے مگر اس نے ان میں سے تین کو منتخب کیا۔ اس نے محمد بن زبیدہ (امین) کو اپنا ولی عہد اور عبداللہ مامون کو محمد بن زبیدہ کا ولی عہد اور قاسم مؤتمن کو مامون کا ولی عہد مقرر کیا۔"

نوفلی نے اپنی روایت میں ذکر کیا ہے کہ مجھے میرے باپ نے بیان کیا کہ امام علیہ السلام کی گرفتاری کا سبب یحییٰ بن خالد ملعون کی موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی ہارون کے ہاں مسلسل شکایات تھیں۔ رشید نے اپنے بیٹے محمد بن زبیدہ کو جعفر بن محمد بن الاشعث کے زیر پرورش کیا تو یہ بات یحییٰ کو بہت بری لگی اور اس نے کہا "جب رشید مر گیا تو امر حکومت محمد امین کے پاس آیا تو میری اور میری اولاد کی حکومت ختم ہو جائے گی اور حکومت کی باگ دوڑ میں جعفر بن محمد الاشعث اور اس کی اولاد کا عمل دخل بڑھ جائے گا۔ اور یحییٰ جعفر کے شیعہ ہونے سے اچھی طرح واقف تھا۔ پس اس نے جعفر کے سامنے ظاہر کیا کہ وہ اس کا ہم مذہب ہے تو جعفر کو اس سے بہت خوشی ہوئی اور وہ ہر بات جعفر سے بیان کرنے لگا اور اس نے اس کے سامنے یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتا ہے۔ پس جب وہ اس کے مذہب سے اچھی طرح واقف ہو گیا تو یحییٰ نے اس کی شکایت رشید کے سامنے لگائی اور رشید اپنی خلافت میں مدد کے سبب اس کی اور اس کے باپ کی بہت رعایت کیا کرتا تھا اور اس کے معاملے میں ٹال مٹول سے کام لیتا تھا اور یحییٰ ہمیشہ اسے اس کی مخالفت پر ابھارتا رہا یہاں تک کہ ایک دن وہ رشید کے پاس گیاتو اس نے اس کی بہت عزت کی اور ان کے درمیان گفتگو ہوئی تو جعفر نے گفتگوکے ذریعے اس کے اور اس کے باپ کی عزت میں مزید اضافہ کیا۔ تو رشید نے اس دن جعفر کیلئے بیس ہزار 20,000دینار کا حکم دیا۔ پس یحییٰ نے اس وقت کو جعفر کے بارے میں کوئی بات نہ کی البتہ شام کو رشید سے کہا "اے امیر! میں نے پہلے بھی آپ کو جعفر اور اس کے مذہب کے بارے میں بتایا ہے مگر آپ نے اسے جھوٹ سمجھا ہے۔ البتہ یہاں پر ایک فیصلہ کن بات موجود ہے۔"

رشید نے کہا "وہ کیا؟" یحییٰ نے کہا کہ جعفر کے پاس جہاں کہیں سے بھی جس جہت سے بھی مال آتا ہے وہ اس کا خمس نکال کر موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس بھیجتا ہے اور مجھے اس بات میں ہرگز شک نہ ہے کہ اس نے بیس 20ہزار دینار کے بارے میں بھی ویسا ہی کیا ہو گا کہ جن کا آپ نے اسے دئیے جانے کا حکم دیا ہے۔"

تو ہارون نے کہا ”ہاں یہ بات فیصلہ کن ہے“ پس اس نے رات کے وقت جعفر کو اپنے پاس بلا بھیجا جبکہ جعفر کو یحییٰ کی شکایت لگانے کا علم ہو چکا تھا۔ پس اس پر واضح تھا کہ یحیی اور ہارون میں سے ہر ایک اس کے امام علیہ السلام کا کھلم کھلا دشمن تھا۔“

جب رشید کا پیام رساں رات کے وقت جعفر کے پاس پہنچا تو اسے خوف ہوا کہ شاید رشید نے اس کے بارے میں یحییٰ کا قول سن لیا ہے اور اس نے اسے فقط قتل کرنے کیلئے ہی بلایا ہے۔ پس اس نے غسل کیا اور کافور منگوا کر اس سے حنوط لگایا اور اس نے اپنے لباس کے اوپر کفنی بھی پہن لی اور رشید کے پاس آیا۔ جب رشید کی نگاہ اس پر پڑی اور اس نے کافور کی خوشبو سونگھی اور اس پر کفنی دیکھی تو اس نے کہا ”اے جعفر! یہ کیا ہے؟“

تو اس نے کہا ”اے امیر! مجھے معلوم ہوا ہے کہ کسی نے آپ کے پاس میری شکایت لگائی ہے جب رات کے اس وقت آپ کا پیام رساں میرے پاس آیا تو مجھے خوف ہوا کہ جو کچھ آپ کے پاس میرے بارے میں کہا گیا ہے وہ آپ کو بہت برا لگا ہے اور شاید آپ نے مجھے قتل کرنے کیلئے بلایا ہے۔“

اس نے کہا ”یہ ٹھیک ہے مگر مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم اپنے پاس آنے والے ہر مال کا خمس موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس بھیجتے ہو اور تو نے ان بیس 20ہزار دیناروں کے معاملے میں بھی ویسا ہی کیا ہے کہ جو میں نے تمہیں دئیے تھے۔ تو میں نے چاہا کہ اس کے بارے میں معلوم کروں۔“

تو جعفر نے کہا ”اللہ اکبر! اے امیر! آپ اپنے کسی خادم کو بھیجئے اور وہ ان دیناروں کو مہرزدہ تھیلیوں سمیت ہی لے آئے“ تو رشید نے اپنے خادم سے کہا ”تم جعفر کی انگوٹھی لو اور جا کر وہ مال لے آؤ“ اور جعفر نے اس خادم کو اپنی لونڈی کا نام بتایا کہ جس کے پاس وہ مال تھا۔ تو اس لونڈی نے اس خادم کو 10دس ہزار دینار کی دو تھیلیاں دیں کہ جو مہر زدہ تھیں۔ پس وہ ان دونوں تھیلیوں کو رشید کے پاس لایا۔ تو جعفر نے اس سے کہا ”میرے بارے میں آپ کے پاس شکایت لگائی جانے والی باتوں میں سے پہلی کا جھوٹ آپ نے جان لیا ہے۔“

رشید نے کہا ”اے جعفر! تم سچے ہو۔ پس تم امان کے ساتھ واپس پلٹ جاؤ“ میں تمہارے بارے میں کسی کی بات کو اہمیت نہ دوں گا اور یحییٰ جعفر کو گرانے کا ہر ممکن حیلہ کرنے لگا(الحدیث)

شیخ طوسی کی غیبت میں ہے کہ پھر رشید نے ایک دن اپنے قابل اعتماد لوگوں میں سے بعض سے کہا ”کیا تم میرے پاس آل ابی طالب علیہم السلام میں سے کسی ایسے شخص کو پہچان کر لا سکتے ہو کہ جو تنگدست ہو اور مجھے وہ بات بتائے کہ جس کی مجھے ضرورت ہے۔ پس اس کو علی بن اسماعیل علیہ السلام بن جعفر بن محمد علیہ السلام کا بتایا گیا تو یحییٰ بن خالد مال لے کر اس کے پاس گیا۔ حالانکہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس سے انس رکھتے تھے اور اس سے صلہ رحمی بھی کیا کرتے تھے۔ اور آپ علیہ السلام بسا اوقات اسے اپنے تمام اسرار سے آگاہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ پس اس نے رشید کی طرف آپ علیہ السلام کی شکایات لکھیں اور جانے کی تیاری کی ۔ تو آپ علیہ السلام کو اس کا احساس ہوا اور اسے بلا بھیجا۔ اور اس سے فرمایا ”اے میرے بھائی کے بیٹے کہاں جا رہے ہو؟“ اس نے کہا ”بغداد“ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”کیا کرنے؟“ اس نے کہا ”مجھ پر قرض ہے اور میں بہت محتاج ہو گیا ہوں“ آپ نے فرمایا ”میں تمہارا قرض ادا کروں گا اور تم سے صلی رحمی کروں گا اور تمہاری ہر ممکن مدد کروں گا مگر تم اس طرف نہ

جاؤ" مگر اس نے کوئی توجہ نہ دی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے میرے بھائی کے بیٹے! میری اولاد کو یتیم مت کرنا۔اور آپ علیہ السلام نے اسے تین سو دینار اور چار ہزار درہم عطا فرمائے۔ جب وہ آپ علیہ السلام کے سامنے سے چلا گیا تو آپ علیہ السلام نے اپنے سامنے موجود کسی سے فرمایا "اللہ کی قسم! یہ شخص میرے خون بہانے میں مدد کرے گا اور میری اولاد کو یتیم بنائے گا۔" تو لوگوں نے عرض کی "اللہ ہمیں آپ علیہ السلام پر قربان فرمائے! آپ علیہ السلام اس کے احوال سے واقفیت کے باوجود بھی اس کو مال دیتے ہیں ا ور اسی سے صلہ رحمی کرتے ہیں؟" آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا "ہاں! میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے اپنے مقدس آباؤ اجداد علیہم السلام سے روایت کرتے ہوئے مجھے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی رشتہ دار قطع رحمی کرے اور اس سے صلہ رحمی کی جائے تو اللہ عزّوجلّ اس کی زندگی ختم کر دیتا ہے۔

پس علی بن اسماعیل علیہ السلام گھر سے نکلا اور یحییٰ بن خالد کے پاس پہنچا اور اس نے اس سے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اسے رشید کے پاس لے گیا اور اس نے رشید کے سامنے آپ علیہ السلام کی شکایت میں مزید اضافہ کیا۔

عیون میں موجود روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شکایت کرنے والا آپ علیہ السلام کا حقیقی بھائی محمد بن جعفر علیہ السلام تھا۔ پس جب وہ ہارون کے پاس گیا تو اس نے اسے خلیفہ کہہ کر سلام کیا اور پھر اس سے کہا "میں نہیں سمجھتا کہ زمین پر دو خلیفے بیک وقت ہوں میں نے تو اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو بھی خلافت کا دعویٰ کیے دیکھا ہے۔"

اور پہلی روایت میں ہے کہ اس نے اس سے کہا کہ "آپ علیہ السلام کی طر ف مشرق و مغرب سے اموال لائے جاتے ہیں اور آپ علیہ السلام کا اپنا بیت المال ہے اور آپ علیہ السلام نے تیس ہزار دینار کی جائیداد خریدی ہے اور اس کا نام یسیرہ رکھا ہے۔ اس جائیداد کے مالک نے جب آپ علیہ السلام کو مال لانے کا کہا تو آپ علیہ السلام نے اسے بغیر کسی ترد کے تیس ہزار دینار لا کر دئیے۔

پس اس نے یہ سب رشید کے سامنے بطور شکایت کہا تو رشید نے اس کیلئے دو سو ہزار (دو لاکھ درہم) دئیے جانے کا حکم لکھ کر اپنے نواحی خزانے کی طرف بھیجا۔ پس اس کے نمائندے مال وصول کرنے کیلئے گئے تو اسے اسہال کی بیماری لگ گئی اور اس کی آنتیں سوج گئیں اور وہ بستر پر جا پڑا۔ پس وہ اس کے علاج میں لگ گئے مگر وہ تندرست نہ ہو سکا جب اس کے پاس مال آیا تو وہ نزع کے عالم میں تھا۔ تو اس نے کہا "میں اس مال کا کیا کروں کہ میں تو مرنے لگا ہوں۔ "الحدیث"

اور کہا گیا ہے کہ جب وہ اپنے گھر واپس آیا تو اسے گلے کی کوئی بیماری لا حق ہوئی اور اسی رات ہی مر گیا اور وہ ان دراہم سے کوئی فائدہ نہ لے پایا کہ جن کے عوض اس نے اپنی آخرت بیچ ڈالی تھی اور سارا مال واپس اس نام نہاد خلیفہ لعنۃ اللہ علیہ کے خزانے میں چلا گیا۔

اور عیون میں صالح بن علی بن عطیہ کی روایت میں ہے کہ پھر رشید لعنۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے کیلئے امر خلافت کو مضبوط کرنے کا ارادہ کیا اور اسے ایسی شہرت پہنچانا چاہی کہ جس سے ہر عام و خاص واقف ہو تو اس نے 179 ہجریحج کیا اور اس نے پوری دنیا میں خطوط لکھے اور تمام نام نہاد و

فقہاء علماء، قاریوں اور امراد کو حکم دیا کہ وہ حج کے موسم میں مکہ میں حاضر ہوں اور خود اس نے مدینہ کا راستہ اختیار کیا۔

اور احتجاج میں ہے کہ جب ہارون الرشید ملعون مدینہ میں داخل ہوا اور وہ زیارت کی غرض سے روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گیا تو اس کے ساتھ بہت سے لوگ بھی تھے۔ وہ قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا اور اس نے کہا "اے چچا زاد! میرا سلام ہو" اس نے اس کے ذریعے دیگر لوگوں پر رعب ڈالنے اور فخر کرنے کا ارادہ کیا تو امام موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام مزار کی طرف بڑھے اور فرمایا۔ سلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! سلام ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اے بابا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم," تب رشید کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس کے چہرے پر غصہ نمایاں ہو گیا۔"

اور صدوق نے عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ ابراہیم بن ابی البلاد سے روایت کی ہے کہ مجھے یعقوب بن داؤد نے بتایا تھا کہ وہ امامت کا قائل ہے۔ پس میں اسی رات کہ جس میں امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو گرفتار کیا گیا کی صبح کو اس کے پاس گیا تو اس نے مجھے کہا "میں اس وقت وزیر کے پاس یعنی یحییٰ بن خالد کے پاس تھا تو اس نے مجھے بیان کیا کہ اس نے رشید کو قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہتے سنا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب تھا۔ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم, میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس معاملے میں معذرت کرتا ہوں کہ جس کا میں ارادہ کر چکا ہوں۔ میں موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو گرفتا رکرنا چاہتا ہوں کہ اسے قید کر دوں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے درمیان جنگ چھیڑ کر ان کے خون نہ بہائے۔" پس میرا گمان ہے کہ وہ صبح آپ علیہ السلام کو گرفتار کر لے گا جب دوسرا روز ہوا تو اس نے فضل بن ربیع کو آپ علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ جبکہ آپ علیہ السلام روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ پس اس نے آپ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور آپ علیہ السلام کو قید کر لیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ علی بن محمد بن سلیمان نوفلی سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے بابا کو کہتے سنا کہ جب رشید عباسی ملعون نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو گرفتار کیا تو آپ علیہ السلام اس وقت قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے نماز ادا کر رہے تھے۔ اس سے آپ علیہ السلام کی نماز ٹوٹ گئی اور آپ علیہ السلام کو لے جایا گیا تو آپ علیہ السلام گریہ کناں تھے اور فرما رہے تھے "اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ساتھ جو ہو رہا ہے میں اس کی شکایت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دربار میں کرتا ہوں۔ اور آپ علیہ السلام کے اردگرد بھی تمام لوگ گریہ و زاری کر رہے تھے۔ جب آپ علیہ السلام کو رشید ملعون کے سامنے لایا گیا تو اس نے آپ علیہ السلام کی توہین کی اور آپ علیہ السلام کو زدوکوب کیا۔ جب رات کی تاریکی چھا گئی تو اس نے دو محمل تیار کرنے کا حکم دیا اور موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو ان میں سے ایک میں پوشیدہ طور پر سوار کیا اور آپ علیہ السلام کو حسان السروی کے سپرد کیا اور رشید ملعون نے اسے حکم دیا کہ وہ آپ علیہ السلام والے محمل کو بصرہ لے جائے۔"

اور آپ علیہ السلام کو عیسیٰ بن جعفر بن ابی جعفر کے حوالے کرے اور وہ بصرہ کا امیر تھا اور دوسرے محمل کو اس نے دن دیہاڑے اعلانیہ طور پر کوفہ کی جانب بھیج دیا اس کے ساتھ بھی فوجیوں کا ایک گروہ تھا تا کہ لوگوں کو امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی قید کی جگہ کی خبر تک نہ پہنچ سکے۔ پس حسان رویہ کی جانب سے ایک دن میں بصرہ پہنچ گیا اور اس نے آپ علیہ السلام کو عیسیٰ بن جعفر بن ابی جعفر کے حوالے اعلانیہ طور پر کیا۔یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کی قید کی خبر عام ہو گئی اور عیسیٰ نے آپ علیہ السلام کو اپنی محفل کے کمروں میں سے ایک کمرے میں قید کر دیا اور اس پر تالا ڈال دیا اور وہ آپ علیہ السلام کو بھول کر عید میں مشغول ہو گیا۔ آپ علیہ السلام کیلئے دو حالتوں کے سوا دروازہ نہ کھولاجاتا تھا۔ ایک طہارت کیلئے اور دوسرا کھانے کیلئے۔" میرے بابا نے کہا "مجھے فیض بن ابی صالح کہ جو نصرانی تھا پھر وہ اسلام کا اظہار کرنے لگا حالانکہ وہ زندیق تھا۔ اور عیسیٰ بن جعفر کا کاتب تھا اور میرا خاص تھا۔ اس نے کہا "اے ابو عبداللہ! میں نے اس نیک آدمی کے بارے میں سنا ہے کہ وہ ان دنوں اس گھر میں رکھا گیا ہے کہ جس میں ہر قسمی فحاشی اور گناہ عام ہے مگر مجھے علم ہے اور اس بات میں ہرگز شک نہ ہے وہ ان کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے ہیں (الحدیث)

طوسی کی کتاب غیبت میں ہے کہ عیسیٰ بن جعفر نے آپ علیہ السلام کو ایک سال برابر قید میں رکھا پھر اس نے رشید کی طرف لکھا۔ تم آپ علیہ السلام کو مجھ سے لے جاؤ اور جس کے چاہو سپرد کر دو۔ بصورت دیگر میں آپ علیہ السلام کو رہا کر دوں گا۔ میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ اس کے خلاف کوئی الزام تلاش کر سکوں مگر میں کامیاب نہیں ہوا یہاں تک کہ میں نے سن گھن لی کہ شائد آپ علیہ السلام میرے اور تمہارے خلاف بد دعا کرتے ہوں مگر میں نے سنا کہ آپ علیہ السلام ہمیشہ اپنی ذات کیلئے رحمت اور مغفرت کا سوال کرتے رہتے ہیں۔ (الخبر) میں کہتا ہوں "بحار الانوار میں ہے کہ حکایت کیا گیا ہے کہ عیسیٰ کے جاسوسوں میں سے کہ جو آپ علیہ السلام کے احوال کی چھان بین پر مامور تھے۔ کسی سے روایت ہے کہ میں نے قید کے دوران موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو اکثر اوقات یہ دعا فرماتے سنی،۔ "اے میرے معبود! میں اکثر تم سے دعا کیا کرتا تھا کہ تم مجھے اپنی عبادت اور اطاعت کیلئے فراغت اور تنہائی عطا فرما تو میں تیری اس نعمت کا کیسے شکر ادا کروں کہ تو نے میری دعا قبول فرما لی اور میری مراد کو پورا کیا۔

اور پہلی روایت میں ہے کہ جب رشید ملعون کو عیسیٰ کا خط پہنچا تو اس نے آپ علیہ السلام کو عیسیٰ سے لے کر بغداد میں فضل بن ربیع کے پاس قید کر دیا۔ آپ علیہ السلام ایک طویل مدت تک اس کی قید میں رہے۔ پس رشید نے آپ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو فضل نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ (الحدیث)

صدوق نے عیون اور امالی میں اپنی سند کے ساتھ احمد بن عبداللہ المفروی سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں فضل بن ربیع کے پاس گیا تو وہ چھت پر موجود تھا۔ اس نے مجھ سے کہا "میرے قریب آؤ۔ میں قریب گیا تو اس نے مجھے کہا "اس گھر میں موجود فلاں کمرے میں جھانکو" پس میں نے جھانکا تو اس نے کہا "تو نے کیا دیکھا ہے؟" تو میں نے کہا "لباس پڑا ہے" اس نے کہا "غور سے دیکھو" پس میں نے غور کیا اور اسے دیکھا تو مجھے یقین ہو چلا اور میں نے کہا "ایک آدمی سجدہ ریز ہے۔" اس نے کہا "تم اسے پہچانتے ہو؟" میں نے کہا "نہیں" اس نے کہا "یہ تمہارے مولا علیہ السلام ہیں۔" میں نے کہا

"میرے مولا علیہ السلام کون؟" اس نے کہا "میرے سامنے جاہل بنتا ہے۔ تو میں نے کہا "ایسا ہرگز نہیں ہے البتہ میں نہیں جانتا کہ میرے مولا کون ہیں؟" تو اس نے کہا "یہ ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام ہیں۔ میں نے رات دن آپ علیہ السلام کی نگرانی کی ہے مگر میں نے آپ علیہ السلام کو ہمیشہ اس حالت میں پایا ہے کہ جو میں تمہیں بتانے چلا ہوں۔ آپ علیہ السلام صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔ پھر آپ علیہ السلام نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک تعقیبات فرماتے ہیں۔ پھر سجدے میں چلے جاتے ہیں اور زوال شمس تک ہمیشہ سجدہ ہی میں رہتے ہیں اور آپ علیہ السلام کو کوئی مؤکل زوال شمس کی خبر دیتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جب بھی غلام آپ علیہ السلام کو زوال الشمس کی خبر دیتا ہے آپ علیہ السلام اٹھ کر بغیر وضو کی تجوید کیے نماز شروع کر دیتے ہیں اور یہ بھی جان لو کہ آپ علیہ السلام سجدے میں نیند نہیں کرتے اور نہ ہی خاموش رہتے ہیں۔ پس اسی طرح آپ علیہ السلام نماز عصر سے فارغ ہوتے ہیں اور پھر طویل سجدے میں چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ سورج غروب ہو جاتا ہے۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو آپ علیہ السلام سجدے سے اٹھ کر بغیر طہارت کیے نماز مغرب پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور آپ علیہ السلام اپنی نماز اور تعقیبات میں ہی مشغول رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام عشاء کی نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ جب آپ علیہ السلام عشاء سے فارغ ہوتے ہیں تو آپ علیہ السلام کے پاس کھانا لایا جاتا ہے تو آپ علیہ السلام اس میں سے چند لقموں کے ساتھ افطار فرماتے ہیں۔ پھر تجدید وضو فرماتے ہیں۔ اور پھر اٹھ کر رات بھر نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ طلوع فجر ہوجاتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ غلام کب ان سے عرض کرتا ہے کہ طلوع فجر ہو چکی ہے مگر یہ کہ آپ علیہ السلام اٹھ کر نماز فجر ادا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ میرے پاس ایک سال سے آپ علیہ السلام کا یہی معمول ہے۔"

تو میں نے کہا "اللہ کے غضب سے ڈرو! تم آپ علیہ السلام کے قتل میں ہاتھ مت ڈالنا ورنہ ایسا کرنا زوال نعمت کا سبب ہوگا۔ تو جانتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک علیہ السلام کے ساتھ جس نے بھی برائی کی اس کی نعمت زائل ہو گئی۔ تو اس نے کہا "مجھے حکمرانوں نے کئی بار پیغام کے ذریعے آپ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا ہے مگر میں نے ان کی بات نہیں مانی ہے اور میں نے انہیں بتا دیا ہے کہ میں ہرگز ایسا نہ کروں گا گرچہ وہ مجھے قتل بھی کر دیں تب بھی میں ان کی بات نہ مانوں گا۔ (الحدیث)

عیون میں مصنف نے اپنی اسناد کے ساتھ فضل بن ربیع سے روایت کی ہے کہ میں اپنی کسی کنیز کے ساتھ ایک رات اپنے بستر پر تھا کہ آدھی رات کے وقت بڑے دروازے کے کھلنے کی آواز سنائی دی کہ جس سے مجھے جھٹکا سا لگا تو کنیز نے کہا "ہو سکتا ہے کہ یہ ہوا کی وجہ سے ہو" تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ میں نے اس کمرے کا دروازہ کھلتا دیکھا کہ جس میں تھا مسرور الکبیر میرے پاس آیا اور مجھے کہا کہ "میرے پاس حاضر ہو جاؤ" اس نے مجھے سلام نہ کیا تھا پس میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اور میں نے کہا "یہ مسرور میرے پاس بغیر اجازت کے داخل ہوا اور مجھے اس نے سلام بھی نہ کیا ہے یقینا یہ میرے قتل کیلئے بلانے آیا ہے" میں مجنب تھا مگر مجھ میں اتنی جرات نہ رہی کہ میں اسے کہوں کہ وہ مجھے اتنی دیر مہلت دے کہ میں غسل کر لوں۔ تو کنیز نے میری حیرت و تردد کو دیکھا تو مجھ سے کہا "اللہ عزّوجلّ پر بھروسہ کرو اور چلے جاؤ۔ پس میں نے اٹھ کر اپنا لباس پہنا اور اس کے ساتھ چل دیا یہاں تک کہ میں خلیفہ کے محل میں پہنچا اور میں نے اسے سلام کیا کہ وہ اپنی آرام گاہ میں تھا۔ اس نے مجھے سلام کا جواب دیا تو میں گر پڑا تو اس نے مجھے کہا "کیا تم پر رعب طاری ہو گیا ہے؟" میں نے کہا "جی ہاں! اے امیر! پس کچھ دیر اس نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا جب میری طبیعت پر سکون ہوئی تو

اس نے مجھے کہا ”ہمارے قید خانے میں جائے اور موسیٰ بن جعفر بن محمد علیہم السلام کو نکالو اور ان کو تیس 30ہزار درہم دو اور انہیں پانچ خلعتیں دو اور انہیں تین محمل دے کر سوار کرو اور انہیں اختیار دو کہ وہ چاہیں تو ہمارے ساتھ رہیں اور اگر چاہیں تو جہاں مرضی آئے چلے جائیں۔ تو میں نے کہا ”اے امیر! کیا آپ مجھے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی رہائی کا حکم دے رہے ہیں؟“ اس نے کہا ”جی ہاں“ پس میں نے اس بات کا تین بار تکرار کیا تو اس نے مجھے کہا ”جی ہاں“ تمہارے لیے ویل ہو کیا تم چاہتے ہو کہ میں اپنا عہد توڑ دوں“ تو میں نے کہا ”اے امیر! وہ عہد کیا ہے؟“

اس نے کہا ”میں اپنی اس آرام گاہ میں سویا ہوا تھا کہ مجھ پر بہت بڑے کالے سانپ نے حملہ کیا۔ میں نے اس سے بڑا کالا سانپ آج تک نہیں دیکھا ہے۔ وہ میرے سینے پر چڑھ بیٹھا اور اس نے میرے حلق کو دبوچ لیا اور مجھے کہا ”تو نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو ظلماً قید کر رکھا ہے۔“ تو میں نے کہا ”میں انہیں رہا کرتا ہوں اور انہیں تحفے اور خلعتیں دیتا ہوں۔“ اس نے مجھ سے اللہ کے نام کا عہد لیا تو میں نے اس کو عہد و میثاق دیا تو وہ میرے سینے سے اتر گیا کہ میری جان نکلنے والی تھی۔“

فضل نے کہا ”میں خلیفہ کے ہاں سے نکلا اور قید خانے میں موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام نماز ادا کر رہے ہیں۔ میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے سلام کیا۔“

پھر میں نے آپ علیہ السلام کو امیر کا سلام پہنچایا اور آپ علیہ السلام کو بتایا کہ امیر نے مجھے آپ علیہ السلام کے بارے میں حکم دیا تھا اور یہ کہ میں آپ علیہ السلام کے پاس صلہ و اکرام لے کر آیا ہوں۔“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اگر اس نے اس کے علاوہ بھی تمہیں کوئی حکم دیا ہو تو بجا لاؤ“ تو میں نے عرض کی۔ ”نہیں۔ آپ علیہ السلام کے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کی قسم! مجھے اس کے علاوہ کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے۔ توآپ علیہ السلام نے فرمایا ”خلعتوں، سواریوں اور مال کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اس پر پوری امت مسلمہ کا حق ہے“ تو میں نے عرض کی۔ ”میں آپ علیہ السلام کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ انہیں مت ٹھکرائیے کہ خلیفہ غصے ہو گا۔“ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اس مال وغیرہ کا جو تم چاہو کرو۔“ میں نے آپ علیہ السلام کے مبارک ہاتھ سے پکڑا اور آپ علیہ السلام کو قید خانے سے باہر نکالا۔ پھر میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ”اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے بتائیے کہ وہ کون سا سبب ہے کہ جس کے ذریعے آپ علیہ السلام کو اس ظالم شخص سے یہ رہائی نصیب ہوئی ہے؟“

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”میں نے بدھ کی رات نیند کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ اے موسیٰ علیہ السلام! تو مظلوم قیدی ہے۔“ تو میں نے عرض کی۔ ”جی ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں مظلوم قیدی ہوں“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا تین بار فرمایا پھر فرمایا۔ ’اگر خلیفہ سمجھے تو یقینا یہ اس کیلئے فتنہ ہے اور کل کیلئے (قیامت کیلئے) برا سامان ہے، تم کل صبح روزہ رکھنا اور اس کے بعد خمیس اور جمعة المبارک کو بھی روزہ رکھنا اور جب افطار کا وقت آئے تو تم بارہ رکعت نماز پڑھنا کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ الحمد اور بارہ مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھنا۔ جب تم ان میں سے چار رکعت پڑھ لو تو سجدے میں جا کر کہو۔ ”اے باہم روزی پہنچانے والے، اے ہر آواز کو سننے والے، اے موت کے بعد خاکستر ہونے والی ہڈیوں کو زندگی دینے

والے میں تمہیں تمہارے عظیم و اعظم اسم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ تم اپنے عبد خاص و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کی طیب و طاہر اہل بیت علیہم السلام پر درود بھیج اور میری مشکل کشائی فرما۔"

پس میں نے جو خواب میں دیکھا تھا میں نے ویسا ہی کیا۔

اور اسی کتاب ہی میں صاحب کتاب نے عبداللہ بن فضل سے، اس نے اپنے باپ فضل سے روایت کی ہے کہ میں رشید عباسی کا دربان تھا۔ وہ ایک روز میرے پاس آیا تو غصے میں آگ بگولہ تھا اور اس کے ہاتھوں میں تلوار تھی کہ جسے وہ الٹ پلٹ رہا تھا اور اس نے مجھے کہا "اے فضل! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی قرابت داری کی قسم کھائی ہے کہ اگر تو اسی وقت میرے چچا زاد کو میرے پاس نہ لایا تو میں تمہاری آنکھیں نکال دوں گا۔" تو میں نے کہا "میں کسے آپ کے پاس لاؤں؟" تو اس نے کہا "اس حجازی کو" میں نے کہا "کون سے حجازی کو؟" اس نے کہا "موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کو" فضل نے کہا "مجھے اللہ کا خوف لاحق ہوا کہ میں آپ علیہ السلام کو اس ظالم کے پاس لاؤں۔ پھر میں نے مصیبت پر غور کیا تو میں نے اس سے کہا "میں ایسا ہی کرتا ہوں" تو اس نے کہا کہ "میرے پاس سپاہیوں، فوجیوں اور جلادوں کو بھی بلاؤ" پس میں نے ان کو اس کے پاس بلا کر حاضر کیا اور میں ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے گھر کی طرف چل پڑا۔"

پس میں ایک ویرانے میں پہنچا کہ جس میں کھجور کے تنوں سے ڈھکا ہوا ایک چھوٹا سا کمرہ تھا کہ جس کے سامنے ایک حبشی غلام موجود تھا تو میں نے اس سے کہا "اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اپنے مولا علیہ السلام سے میری حاضری کی اجازت مانگو" تو اس نے مجھ سے کہا "اندر جاؤ کہ آپ علیہ السلام کا کوئی دربان وغیرہ نہ ہے" پس میں اندر گیا تو ایک حبشی غلام کے ہاتھوں میں قینچی تھی کہ وہ آپ علیہ السلام کی پیشانی اور ناک کے سرے سے کثرت سجود کی وجہ سے پڑ جانے والے گھٹوں کو کاٹ رہا تھا تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ "اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ علیہ السلام پر سلامتی ہو! رشید عباسی نے آپ علیہ السلام کو یاد کیا ہے۔" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "رشید کا مجھ سے کیا کام ہے، کیا نعمتوں کی فراوانی بھی اسے مجھ سے باز نہیں رکھ سکتی ہے؟" پھر آپ علیہ السلام جلدی سے چل پڑے اور آپ علیہ السلام فرما رہے تھے۔" اگر میں نے اپنے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نہ سنی ہوتی کہ "تقیہ کے طور پر بادشاہ کی اطاعت واجب ہے" تو میں ہر گز اس کے پاس نہ جاتا۔"

تو میں نے عرض کی "اے ابو ابراہیم علیہ السلام! اللہ آپ علیہ السلام پر رحم فرمائے! سزا کیلئے تیار ہو جائیں" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "کیا دنیا و آخرت کا مالک میرے ساتھ نہ ہے؟" آج کے دن میرے ساتھ کوئی بھی برائی کا ارادہ کرنے پر قادر نہ ہے۔ ان شاء اللہ۔"

فضل بن ربیع نے کہا "میں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو اپنے سر پر تین بار گھمایا۔ میں رشید کے پاس گیا تو وہ ایسی عورت کی طرح کہ جس کا جوان بیٹا مر جاتا ہے۔ پریشان و حیران کھڑا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اس نے مجھے کہا۔ "اے فضل!" میں نے کہا "لبیک" اس نے کہا "کیا تو میرے چچا زاد کو لایا ہے؟" میں نے کہا "جی ہاں" اس نے کہا "تو نے آپ علیہ السلام

سے برا سلوک تو نہیں کیا؟" میں نے کہا "نہیں" اس نے کہا "تو انہیں مت بتانا کہ میں ان پر غصے تھا۔ دراصل مجھے اتنا جوش آیا ہوا تھا کہ جسے میں رد نہ کر سکتا تھا۔ پس تم آپ علیه السلام کو میرے پاس آنے کی اجازت دو" میں نے آپ علیه السلام کو اندر آنے کیلئے عرض کی جب رشید نے آپ علیه السلام کو دیکھا تو آپ علیه السلام کے احترام میں اٹھ کھڑا ہوا اور آپ علیه السلام کو گلے لگایا اور آپ علیه السلام سے کہا۔ کس چیز نے ہمیں آپ علیه السلام کی زیارت سے محروم کر رکھا ہے؟" تو آپ علیه السلام نے فرمایا "تمہاری بادشاہت کی وسعت اور تمہاری دنیا سے محبت نے" رشید نے مجھے کہا "میرے پاس خوشبو لاؤ" پس میں نے خوشبو لا کر اسے دی تو اس نے وہ خوشبو آپ علیه السلام پر چھڑکی۔ پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے سامنے ایک خلعت اور دو دیناروں کی دس دس ہزار والی تھیلیاں لائی جائیں" موسیٰ بن جعفر علیهما السلام نے فرمایا "اگر میں بنی ابو طالب علیهم السلام میں سے کسی دوشیزہ کو پسند نہ کرتا کہ اس کے ذریعے ابو طالب علیه السلام کی نسل ہرگز منقطع نہ ہو تو میں اسے قبول نہ کرتا۔" پھر آپ علیه السلام واپس چل دئیے اورآپ علیه السلام فرماتے جاتے تھے۔ "الحمد لله رب العالمین"

فضل نے کہا "اے امیر! آپ نے تو موسیٰ علیه السلام کو زد و کوب کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر آپ نے تو موسیٰ علیه السلام کو خلعت دی اور ان کی تعظیم و تکریم کی؟" تو اس نے مجھ سے کہا "اے فضل! جب تو آپ علیه السلام کو لینے چلا تو میں نے دیکھا کہ عجیب و غریب قسم کی اقوام نے میرے گھر کا محاصرہ کر لیا کہ ان کے ہاتھوں میں ہتھیار تھے کہ جس کے ذریعے انہوں نے میرے گھر کی بنیادوں کو کھودنا شروع کر دیا اور وہ کہے جاتے تھے" اگر تو نے فرزند رسول صلی الله علیه وآله وسلم کو اذیت دی تو ہم تمہارے گھر کو تم پر گرا دیں گے اور اگر تم نے آپ علیه السلام سے اچھا سلوک کیا تو ہم واپس چلے جائیں گے اور اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے۔"الحدیث

سیّد علی بن طاوؤس قدس سرۃ نے اپنی کتاب مہج الدعوات میں اپنی درست اسناد کے ساتھ عبدالله بن مالک خزاعی سے جو روایت کی ہے اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔ "مجھے ہارون عباسی نے بلایا اور اس نے کہا۔ "اے عبدالله! تو ظاہراً کیسا ہے اور تیری خلوت میں تیرا حال کیا ہے؟" تو میں نے کہا "اے امیر! میں آپ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔" اس نے کہا "فلاں حجرے میں جاؤ اور اس میں جو بھی ہو اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس کی نگہبانی کرو یہاں تک کہ میں اسے تم سے طلب کروں گا۔" پس میں حجرے میں گیا تو میں نے اس میں موسیٰ بن جعفر علیهما السلام کو پایا۔ جب آپ علیه السلام نے مجھے دیکھا تو میں نے آپ علیه السلام کو سلام عرض کیا اور آپ علیه السلام کو اپنی سواری پر سوار کر کے اپنے گھر لے گیا۔ اور میں نے آپ علیه السلام کواپنے گھر کے اندر لے جا کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہائش دی۔ اور میں نے گھر کو باہر سے قفل لگا دیا اور چابی میرے پاس تھی۔ اور میں نے آپ علیه السلام کی خاطر مدارت شروع کر دی۔ کچھ دن گزر گئے کہ اچانک رشید عباسی کا نمائندہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا "امیر کے پاس حاضری دو۔" پس میں اٹھا اور اس کے ساتھ چل کر رشید کے سامنے حاضر ہوا۔ تو وہ دو بستروں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اسے سلام کیا تو اس نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا البتہ اس نے کہا "تو نے امانت کا کیا کیا؟" مجھے اس کی بات کی سمجھ نہ آئی تو اس نے کہا "تمہارے ساتھی کا کیا حال ہے؟" میں نے کہا "بہتر ہے" اس نے کہا "تم ان کے پاس جاؤ اور اسے تیس 30ہزار درہم دو اور انہیں ان کے گھر اور اہل و عیال میں واپس پہنچاؤ۔" میں کھڑا ہوا اور واپس آنے کا ارادہ کیا تو اس نے مجھے کہا "کیا تم جانتے ہو کہ اس کا سبب کیا ہے؟" میں نے کہا "اے امیر! ہرگز نہیں۔"

اس نے کہا "میں اس بستر پر کہ جو میرے دائیں طرف ہے سویا ہوا تھا کہ میں نے نیند میں کسی کو کہتے سنا۔ اے ہارون! تم موسیٰ بن جعفر علیہماالسلام کو رہا کر دو۔" پس میں جاگ گیا اور میں نے اندر ہی اندر کہا "یقینا۔ میرے اندرونی خیالات کے سبب ہے" پس میں اس دوسرے بستر پر سو گیا تو میں نے بعینہ اس شخص کو کہتے دیکھا "اے ہارون! میں نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تو موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو رہا کر دو مگر تو ایسا نہیں کر رہا" پس میں بیدار ہو گیا۔

اور میں نے شیطان سے اللہ کی پناہ چاہی۔ پھر میں اٹھ کر اس بستر پر آ گیا کہ جس پر میں بیٹھا ہوں تو میں نے نیند میں اسی شخص کو بعینہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ دیکھا کہ جس کا ایک سرا مغرب اور دوسرا سرا مشرق میں تھا اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔ اے ہارون! اللہ کی قسم اگر تو نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو رہا نہ کیا تو میں یہ نیزا تمہارے سینے میں گھونپ کر تیری کمر سے باہر نکال لوں گا۔" پس میں نے تمہاری طرف پیغام بھیجا" پس میں نے جو تمہیں حکم دیا ہے اسے فوراً پورا کرو۔ اور اس بات کا ہرگز کسی سے ذکر تک نہ کرنا ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا تم اپنی جان کی حفاظت کرنا۔"

عبداللہ نے کہا "میں اپنے گھر واپس آیا اور میں نے حجرہ کو کھولا اور میں موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے سامنے حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام سجدے کی حالت میں نیند میں چلے گئے ہیں۔ پس میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے آنکھ کھولی اور اپنا سر اقدس اٹھایا اور فرمایا۔ اے عبداللہ! جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اسے پورا کرو۔" تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "اے میرے مولا علیہ السلام! میں آپ علیہ السلام کو اللہ کا اور آپ علیہ السلام کے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ علیہ السلام نے اس دن اللہ عزّوجلؑ سے کشائش کی دعا فرمائی تھی؟"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ "ہاں! میں نے فرض نماز ادا کی اور میں حسب معمول سجدے میں گیا تو میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے۔" اے موسیٰ علیہ السلام! کیا تو چاہتا ہے تمہیں رہائی ملے؟" تو میں نے عرض کی "جی ہاں! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے موسیٰ علیہ السلام! ان کلمات کے ذریعے دعا مانگو۔ "اے نعمتوں میں فراوانی دینے والے، اے مصیبتوں کو ٹالنے والے، اے سبزہ اگانے والے، اے اندھیروں کو روشنی بخشنے والے، اے ظلم کو دور کرنے والے، اے دکھوں اور دردوں کو دور کرنے والے، اے صاحب سخاوت و کرم، اے ہر آواز کو سننے والے، اے ہر گمشدہ کو واپس لانے والے، اے ہڈیوں کو خاکستر ہونے کے بعد زندہ کرنے والے اور ان میں موت کے بعد تخلیق کرنے والے! تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات آل محمد علیہما السلام پر درود بھیج اور میرے لیے اس معاملے سے کشائش اور باہر نکلنے کا راستہ عطا فرما۔ اے ذوالجلال و الاکرام" پس میں نے ان کلمات کے ذریعے دعا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ کلمات القاء فرماتے رہے کہ جو میں نے تمہیں سنائے ہیں۔"

تو میں نے عرض کی "اللہ عزّوجلؑ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرما لی ہے" پھر میں نے رشید کے مجھے دئیے گئے حکم کو آپ علیہ السلام کے گوش گزار کیا اور آپ علیہ السلام کو وہ مال پیش کیا۔"

صدوق نے عیون میں محمد بن علی ماجیلویه سے، اس نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے که میں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو کہتے سنا۔ ”جب رشید عباسی نے امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو قید کیا اور رات کا وقت ہوا تو آپ علیه السلام کو ہارون لعنة الله علیه کی طرف سے قتل کا خدشه ہوا تو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام قبله رخ ہوئے اور الله عزّوجلَّ کیلئے چار رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر انہی کلمات کے ذریعے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی۔“

آپ علیه السلام نے فرمایا ”اے میرے آقا! مجھے ہارون کی قید سے نجات عطا فرمااور مجھے اس کے ہاتھ سے خلاصی عنایت فرما۔ اے شجر کو ریت اور مٹی کے درمیان خلاصی دینے والے، اے گوبر اور خون کے درمیان دودھ کو خالص رکھنے والے، اے بچے کو پیٹ اور بچه دانی کے درمیان خلاصی دینے والے، اے پتھر اور لوہے کے درمیان آگ کو خلاصی دینے والے، اے روح کو اعضاء اور اندھیرے کے درمیان خالص رکھنے والے، مجھے بھی ہارون کے ہاتھوں سے خلاصی عطا فرما“

راوی نے کہا ”جب امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے ان کلمات کے ذریعے دعا فرمائی تو ہارون کی نیند میں ایک حبشی آدمی آیا که اس کے ہاتھوں میں عریاں تلوار تھی۔ پس وہ ہارون کے سر پر کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا ”اے ہارون! تو موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو رہا کر دے ورنه میں اپنی تلوار سے تیرا سر قلم کر دوں گا۔“ پس ہارون اس کی ہیبت سے خوف زدہ ہو گیا اور اس نے دربان کو بلا کر کہا ”قید خانے میں جاؤ اور موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو رہا کر دو۔“

پس دربان نے جا کر قید خانے کے دروازے پر دستک دی تو داروغے نے اسے جواب دیا۔ ”کون ہے؟“ اس نے کہا ”خلیفه موسیٰ بن جعفر علیه السلام کو بلا رہا ہے۔ پس تم آپ علیه السلام کو قید خانے سے باہر نکال کر رہا کر دو۔“ تو داروغه نے چیخ کر کہا۔ ”اے موسیٰ علیه السلام! خلیفه نے آپ کو بلایا ہے۔“

پس آپ علیه السلام ہارون کے سامنے گئے اور فرمایا ”ہارون پر سلام ہو“ تو اس نے آپ علیه السلام کو سلام کا جواب دیا۔ پھر ہارون نے آپ علیه السلام سے کہا ”میں آپ علیه السلام کو الله کا واسطه دے کر سوال کرتا ہوں که کیا آپ علیه السلام نے اس رات الله سے دعا مانگی تھی؟“ آپ علیه السلام نے فرمایا ”ہاں“ تو اس نے کہا ”وہ دعا کیا تھی؟“ آپ علیه السلام نے فرمایا ”اور میں نے الله کے حضور چار رکعت نماز ادا کی اور میں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اے میرے آقا! مجھے ہارون کے ہاتھوں اور اس کی شر سے خلاصی عنایت فرما۔“ اور آپ علیه السلام نے ہارون کے سامنے اپنی پوری دعا کا ذکر فرمایا تو ہارون نے کہا ”الله عزّوجلَّ نے آپ علیه السلام کی دعا قبول فرما لی ہے۔ اے دربان! تم آپ علیه السلام کے زنجیر اتار دو۔“ پھر اس نے خلعتیں منگوائیں اور آپ علیه السلام کو تین خلعتیں پہنائیں اور آپ علیه السلام کو اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور آپ علیه السلام کی تعظیم کی اور اس نے خود کو آپ علیه السلام کے خدمتگار کی طرح ظاہر کیا۔“

پھر راوی نے کہا ”ان کلمات کا بہت اثر ہے که اس نے آپ علیه السلام کو آزاد کر دیا۔ پھر آپ علیه السلام کو دربان کے سپرد کر دیا تا که وہ سلامتی کے ساتھ آپ علیه السلام کو آپ علیه السلام کے گھر تک پہنچا دے اور آپ علیه السلام ہی کے ساتھ رہے اور موسیٰ بن جعفر علیہما السلام ہارون کے نزدیک کریم و شریف ٹھہرے۔ پس ہارون پھر خمیس کے دن آپ علیه السلام کے ہاں حاضر ہوا کرتا تھا یہاں تک که آپ علیه السلام کو دوبارہ گرفتار کر لیا۔“(الخبر)

میں کہتا ہوں "ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ جو صدوق نے امالی اور عیون میں اپنی سند کے ساتھ علی بن یقطین سے روایت کی ہے کہ رشید عباسی کو ایسے آدمی کی تلاش تھی کہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے امر امامت کو (نعوذ باللہ) باطل کر سکے اور آپ علیہ السلام کی ہیبت کو ختم کر کے مجلس میں رسوا کرے (نعوذ باللہ) تو اس کے پاس ایک شعبدہ باز کو بلا کر لایا گیا۔ جب دسترخوان لگا تو اس نے روٹی پر جادو کیا۔ جب بھی ابو الحسن علیہ السلام روٹی سے لقمہ توڑنا چاہتے تو روٹی آپ علیہ السلام کے سامنے سے اڑ جاتی تھی۔ ہارون بہت خوش ہوا اور اس پر قہقہے مارنے لگا" تھوڑی دیر بعد ابو الحسن علیہ السلام نے کسی پردے پر موجود شیر کی تصویر کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "اے اللہ کے شیر! اللہ کے دشمن کو پکڑ لے" پس وہ تصویر بہت بڑے درندے شیر کی صورت اختیار کر گئی اور اس نے اس شعبدہ باز کو پھاڑ کھایا۔ ہارون اور اس کے مصاحب غش کھا کر منہ کے بل گر پڑے اور جو انہوں نے دیکھا تھا اس کی ہیبت کے سبب ان کی عقلوں پر خوف طاری ہو گیا۔ جب ان کو افاقہ ہوا تو ہارون نے ابو الحسن علیہ السلام سے کہا۔ "میں آپ علیہ السلام سے آپ علیہ السلام پر میرے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ اس تصویر کو حکم دیجئے کہ وہ اس شخص کو واپس کر دے۔" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "دور ہو جاؤ! اگر موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے لوگوں کی جو رسیاں اور لاٹھیاں نگلی تھیں اگل دیتا تو یہ تصویر بھی اس آدمی کو نگل دیتی۔"

اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ علی بن ابی حمزہ سے روایت ہے کہ رشید نے اپنے خادموں کو پوشیدہ حکم دیا کہ جب امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام اس کے ہاں سے نکلیں تو وہ سب آپ علیہ السلام کو قتل کر ڈالیں۔ ان سب نے ایسا کرنا چاہا تو ان سب پر ہیبت اور رعب طاری ہو گیا۔ جب وہ ایسا نہ کر سکے تو رشید نے آپ علیہ السلام کی خزف (کپڑے) کی تصویر بنانے کا حکم دیا کہ جس کا چہرہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے مقدس چہرے کی طرح بنایا گیا۔ پس جب وہ نشہ میں بد مست ہو گئے تو اس نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس تصویر کو چھریوں سے ذبح کر ڈالیں۔ پس وہ ہمیشہ ایسا ہی کرنے لگے۔ جب کچھ دن گزر گئے تو رشید نے ان سب کو ایک جگہ جمع کیا کہ جو سب نشہ میں بد مست تھے۔ اس نے ان کے سامنے میرے آقا علیہ السلام کو لایا تو جب ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کو تصویر سمجھا۔ جب آپ علیہ السلام نے ان کے ارادوں کو بھانپا تو آپ علیہ السلام نے ان سے خزری اور ترکی زبان میں کلام فرمایا۔ تب ان سب نے اپنے ہاتھوں سے چھریاں پھینک دیں اور آپ علیہ السلام کے قدموں پر گر کر بوسے دینے لگے اورآپ علیہ السلام کے سامنے عجز و انکساری کرنے لگے اور آپ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے آپ علیہ السلام کو اس گھر تک چھوڑ گئے کہ جہاں آپ علیہ السلام کی رہائش تھی۔ پس ترجمان نے ان کے احوال پوچھے تو ان سب نے کہا "یہ شخص تو ہر سال ہمارے پاس آتا ہے اور ہمارے فیصلے کرتا ہے اور ہمیں ایک دوسرے سے راضی کرتا ہے اور جب ہمارے علاقے میں قحط پڑتا ہے تو ہم اس ہی کے ذریعے بارش مانگتے ہیں اور جب ہم پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو ہم اس ہی سے مشکل کشائی چاہتے ہیں۔"

پس اس نے ان سے عہد کیا کہ وہ انہیں اس کا حکم ہرگز نہ دے گا۔ پس وہ سب چلے گئے۔

اور اسی کتاب میں ہی ہمارے اصحاب کی بعض مؤلفات سے روایت کی ہے کہ رشید عباسی لعنۃ اللہ علیہ نے جب امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو اس نے اپنے لشکر کے تمام

سرداروں کو ایسا کرنے کا کہا مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی ایسا کرنا قبول نہ کیا۔ پس اس نے اپنے یورپی علاقے کے حاکموں کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے کہا "ایسی قوم تلاش کرو کہ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت نہ رکھتی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک کام میں ان سے مدد لوں۔ پس ان لوگوں نے رشید ملعون کی طرف ایک قوم بھیجی کہ جو نہ تو اسلام سے واقف تھے اور نہ ہی عربی زبان میں سے کوئی چیز سمجھتے تھے اور وہ پچاس آدمی تھے۔ جب وہ لوگ رشید کے پاس آئے تو اس نے ان کی اچھی آؤ بھگت کی اور ان سے پوچھا تمہارا رب کون ہے اور تمہارا نبی کون ہے؟" تو ان سب نے کہا "ہم نہ تو اپنے کسی رب کو جانتے ہیں اور نہ ہی کسی نبی کو" پس اس نے ان سب کو اس گھر میں داخل کیا کہ جس میں امام علیہ السلام موجود تھے تا کہ وہ لوگ امام علیہ السلام کو قتل کر ڈالیں اور رشید ان سب کو گھر کے روشن دان سے دیکھ رہا تھا۔ جب ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو انہوں نے اپنا اسلحہ پھینک دیا اور ان کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے اور وہ سب امام علیہ السلام کے سامنے سجدے میں گر کر رو رو کر رحم کی بھیک مانگنے لگے اور امام علیہ السلام اپنا مبارک ہاتھ ان کے سروں پر پھیرنے اور ان سے ان ہی کی زبان میں کلام فرمانے لگے اور وہ سب رونے لگے۔ جب رشید نے یہ دیکھا تو اس کو فتنہ کھڑا ہونے کا خوف ہوا۔ اس نے چیخ کر اپنے وزیر سے کہا۔ "ان سب کو باہر نکالو" پس وہ سب باہر نکلے تو آپ علیہ السلام کی تعظیم کے سبب الٹے پاؤں ہی چلتے ہوئے باہر نکلے اور وہ سب اپنی سواریوں پر سوار ہوئے اور رشید سے اجازت مانگے بغیر ہی اپنے علاقوں کی طرف چل پڑے۔

اور اسی کتاب ہی میں المناقب سے، اس نے کتاب الانوار سے نقل کیا گیا ہے کہ عامری سے روایت ہے کہ ہارون الرشید ملعون نے امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی طرف ایک جوان کنیز کہ جو بہت خوبصورت اور پر کشش تھی۔ بھیجی تا کہ وہ آپ علیہ السلام کی قید خانے میں خدمت کرے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "تم اس سے کہو! تم خود ہی اپنے ہدیہ سے خوش ہوتے رہو۔ مجھے اس کی یا اس جیسی کی کوئی ضرورت نہ ہے" ہارون ملعون اس جواب سے آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے کہا اس کی طرف واپس جاؤ اور اس سے کہو "ہم نے تمہیں مرضی سے تو نہ قید کیا ہے اور نہ ہی تماری مرضی سے ہم نے تمہیں گرفتار کیا ہے" اور کنیز کو اس کے پاس چھوڑ دو اور واپس چلے آؤ" پس وہ شخص گیا اور واپس آگیا۔ پھر ہارون اپنی محفل سے اٹھا تو آپ علیہ السلام کی طرف اپنے ایک خادم کو بھیجا تا کہ وہ اس کنیز کی حالت کا مشاہدہ کرے پس اس خادم نے اس کنیز کو سجدے میں دیکھا کہ وہ سجدے سے سر ہی نہ اٹھاتی تھی اور کہے جا رہی تھی "قدوس سبحانک سبحانک"

تو ہارون نے کہا "اللہ کی قسم! موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے اس عورت پر اپنا جادو کر دیا ہے۔ اس عورت کو میرے پاس لاؤ۔ پس اسے لایا گیا تو وہ ٹہنی کی طرح کانپ رہی تھی اس کی آنکھیں آسمان کی طرف تھیں۔ رشید نے اس سے کہا "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" اس نے کہا "میں آپ علیہ السلام کے پاس کھڑی تھی جبکہ آپ علیہ السلام دن رات نمازیں پڑھتے رہے۔ جب آپ علیہا لسلام نماز سے فارغ ہوئے تو سجدہ ریز ہو کر اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مصروف ہو گئے۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے آقا علیہ السلام! کیا آپ علیہ السلام کی کوئی ضرورت ہے کہ جو میں پوری کروں؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا "میری تم سے کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟" تو میں نے عرض کی۔"مجھے آپ کی ضروریات پوری کرنے کیلئے ہی اندر بھیجا گیا ہے" آپ علیہ السلام نے فرمایا "ان لوگوں کو اس کی

کیا پرواہ ہے؟" تب میں متوجہ ہوئی تو میں نے ایک نورانی روضہ دیکھا کہ جس کی ابتداء سے آخر تک میری نظر نہیں پہنچ پاتی تھی۔ اس میں دیباج اور منقش کپڑے کی قالینیں بچھی ہوئی تھیں اور ان پر بہت سی کنیزیں اور خادم موجود تھے کہ ان کے چہروں کی طرح خوبصورت چہرے میں نے آج تک نہیں دیکھے اور نہ ہی ان کے لباسوں کی طرح کسی کے لباس کو دیکھا ہے۔ ان پر سبز حریر کے کپڑے تھے اور انہوں نے ڈار اور یاقوت پہن رکھے تھے اور ان کے ہاتھوں میں ہر قسمی کھانے سے بھرے بڑے بڑے برتن موجود تھے۔ پس میں سجدے میں گر گئی یہاں تک کہ اس خادم نے آکر مجھے اٹھایا تو میں نے خود کو اس حالت میں دیکھا کہ جیسی میں اب نظر آ رہی ہوں۔"

تو ہارون نے کہا "اے خبیثہ! لگتا ہے تو نے سجدہ کیا اور تو سو گئی اور تو نے یہ سب تیری نیند کی حالت میں دیکھا ہے؟" اس نے کہا "نہیں اللہ کی قسم! میرے آقا! یہ سب میں نے سجدے میں جانے سے پہلے دیکھا۔ میں نے دیکھا تو اسی کے سبب سے سجدے میں چلی گئی تھی۔"

تو رشید عباسی نے کہا "اس خبیثہ کو تم اپنے قبضے میں رکھو کہ اس سے یہ واقعہ کوئی ایک بھی نہ سن پائے" پس وہ دن رات نمازیں پڑھنے لگی جب اس سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا "میں نے عبد صالح علیہ السلام کو اسی طرح دیکھا تھا۔" میں نے اس سے اس کے معاملے کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا "جب میں نے وہ سب دیکھا تو مجھے ان کنیزوں نے پکار کر کہا۔ "اے فلانہ! عبد صالح علیہ السلام سے دور رہو تا کہ ہم آپ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو سکیں۔ آپ علیہ السلام کی خدمت پر ہم متعین ہیں تم نہیں۔

پس وہ کنیز اسی حالت میں رہی یہاں تک کہ مر گئی اور یہ واقعہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت سے کچھ دن پہلے کا ہے۔"

اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ ابو الاظہر بن ناصح بن علیہ الرجمی سے ایک حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ سندی بن شاہک ملعون کے گھر کے سامنے والی مسجد میں مجھے ابن سکیت ملا اور ہم نے ایک دوسرے سے عربی میں بات چیت کی اور ہمارے ساتھ ایک شخص تھا جسے ہم نہیں پہچانتے تھے۔ اس نے کہا "اے لوگو تم اپنی زبانوں کی درستگی سے زیادہ اپنے دین کی اقامت کے محتاج ہو" او اس نے گفتگو کی انتہا امام علیہ السلام کے ذکر پر کی اور کہا "تمہارے اور امام عصر علیہ السلام کے درمیان اس دیوار کے علاوہ کوئی فاصلہ نہ ہے۔" ہم نے اس سے کہا "تمہاری مراد یہ قیدی امام موسیٰ علیہ السلام ہیں؟" اس نے کہا"جی ہاں" ہم نے کہا "ہم تمہاری بات کو چھپاتے ہیں۔ پس تم ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ۔ خوف ہے کہ تمہیں ہمارے ساتھ کوئی بیٹھا دیکھ لے اور ہمیں تمہاری وجہ سے پکڑ نہ لے۔" اس نے کہا "اللہ کی قسم! وہ لوگ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔اللہ کی قسم! میں نے تم کو امام علیہ السلام کے حکم ہی سے بتایا ہے اور امام علیہ السلام اس وقت بھی ہمیں دیکھ رہے ہیں اور ہماری گفتگو بھی سن رہے ہیں۔ اگر آپ علیہ السلام چاہیں کہ ہمارے درمیان ہوں تو ایسا کر سکتے ہیں۔"

ہم نے کہا "ہم چاہتے ہیں کہ تم امام علیہ السلام کو ہمارے پاس بلاؤ"

تب مسجد کے دروازے سے ایک شخص اندر آیا کہ اس کی زیارت سے عقل دنگ رہ جائے۔ تب ہم نے جانا کہ وہ امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام ہیں۔"

پھر وہ شخص ہمیں وہیں چھوڑ کر اچانک مسجد سے باہر نکل گیا اور ہم نے انتہائی شوروغل کی آوازیں سنیں کہ سندی بن شاہک دوڑتا ہوا مسجد میں آیا کہ اس کے ساتھ بہت سے لوگ بھی تھے تو ہم نے کہا "ہمارے ساتھ ایک شخص تھا کہ جس نے ہمیں اس اس طرح بلایا اور یہ نمازی شخص اندر آیا تو وہ شخص باہر چلا گیا۔ ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ پس اس نے ہمارے بارے میں حکم دیا تو ہمیں چھوڑ دیا گیا اور وہ امام موسیٰ علیہ السلام کی طرف بڑھا کہ آپ علیہ السلام محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ پس وہ آپ علیہ السلام کے سامنے آیا اور ہم سن رہے تھے کہ اس نے کہا "افسوس ہے آپ علیہ السلام پر! آپ علیہ السلام اپنے جادو کے سبب دروازوں، تاروں اور سلاخوں سے کب تک باہر آتے رہیں گے۔ اور اگر آپ علیہ السلام فرار ہو جاتے تو میرے لیے آپ علیہ السلام کے ہاں تشریف فرما ہونے سے بہتر تھا۔ اے موسیٰ علیہ السلام! کیا آپ علیہ السلام چاہتے ہیں کہ خلیفہ مجھے قتل کر ڈالے؟" اللہ کی قسم ہم امام موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو سن رہے تھے کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "میں کیسے بھاگ سکتا ہوں کہ اللہ کی طرف سے معین وقت پر ہی تمہارے ہی ہاتھوں میری شہادت ہے کہ اس کی تقدیر مجھے اس کی طرف کھینچے چلی جاتی ہے اور میری شہادت اس کے کلام کے مطابق تمہارے ہاتھوں ہی ہے۔" پس سندی ملعون نے آپ علیہ السلام کا مبارک ہاتھ پکڑا اور چل دیا۔ اور پھر اس نے ان لوگوں سے کہا "تم ان دونوں کو چھوڑ دو اور راستے پر چلے جاؤ اور راہ چلتے لوگوں کو گزرنے سے روکو یہاں تک کہ میں آپ علیہ السلام کو گھر تک لے جاؤں"

اور رجال الکشی میں اپنی سند کے ساتھ سندی بن شاہک ملعون کے غلام بشار سے روایت ہے کہ میں آل ابی طالب علیہ السلام سے شدید نفرت کرنے والے لوگوں میں سے تھا۔ ایک دن سندی بن شاہک نے مجھے بلایا اور مجھے کہا "اے بشار!میں چاہتا ہوں کہ وہ امانت کہ جس پر ہارون نے مجھے امین بنایا ہے اس پر تمہیں امین بناؤں" میں نے کہا "یقینا تب میں اس کے بارے میں مکمل احتیاط برتوں گا۔" اس نے کہا "یہ موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام ہیں کہ جنہیں ہارون نے میرے حوالے کیا ہے۔ میں تمہیں ان کی حفاظت پر مامور کرتا ہوں۔ پس اس نے آپ علیہ السلام کو گھر کے سب سے اندر والے کمرے میں منتقل کیا اور مجھے آپ علیہ السلام پر مامور کیا۔ میں نے اس پر بہت سے تالے لگا کر رکھے۔ جب بھی میں کسی حاجت سے باہر جاتا تو دروازے پراپنی بیوی کو بطور نگہبان چھوڑ جاتا تھا۔ پس وہ دروازے کو تنہا نہ چھوڑتی تھی یہاں تک کہ میں واپس پلٹ آتا۔

بشار نے کہا۔ پس اللہ عزّوجلّ نے میرے دل میں بغض کو محبت میں تبدیل کر دیا۔ آپ علیہ السلام نے مجھے بلایا اور فرمایا۔ اے بشار! قنطرہ والے قید خانے میں جاؤ اور میرے لیے ھند بن حجاج کو بلاؤ اور اس سے کہو "ابو الحسن علیہ السلام تمہیں اپنی طرف آنے کا حکم دیتے ہی۔ وہ تم پر چیخے گا اور تمہارا مذاق اڑائے گا جب وہ ایسا کرے تو تم اس سے کہو "میں نے تمہیں کہہ دیا ہے اور میں نے آپ علیہ السلام کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ پس اگرتم چاہو تو حکم کو بجا لاؤ اور اگر تم چاہو تو مت بجا لاؤ" اور اسے چھوڑ کر واپس چلے آؤ۔

آپ علیہ السلام نے مجھے جو حکم دیا تھا میں نے ویسا ہی کیا۔ میں نے دروازوں کو تالے لگائے جیسا کہ میں کیا کرتا تھا اور میں نے اپنی بیوی کو دروازے کے سامنے بٹھایا اور میں نے اس سے کہا"جب تک میں تمہارے پاس واپس نہ آؤں تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا" اور میں نے قنطرہ والے قید خانے کا رخ کیا میں ھند بن

حجاج کے پاس گیا تو میں نے کہا ”ابو الحسن علیه السلام تمہیں اپنی طرف آنے کا حکم دیتے ہیں“ پس وہ میرے سامنے چیخا اور مجھے جھڑکا تو میں نے کہا ”میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا اور تمہیں بتا دیا۔ اگر تم چاہو تو حکم بجا لاؤ اور اگر چاہو تو مت بجا لاؤ۔“ اور میں اسے چھوڑ کر واپس چلا آیا اور ابو الحسن علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے اپنی بیوی کو دروازے پر بیٹھا پایا اور تمام دروازوں پر تالے لگے ہوئے تھے پس میں ان میں سے ہر ایک کو کھولتا ہوا آپ علیه السلام تک پہنچا اور آپ علیه السلام کو واقعہ کی خبر دی تو آپ علیه السلام نے فرمایا ”ہاں! وہ میرے پاس آیا تھا اب واپس چلا گیا ہے۔“ پس میں باہر نکل کر اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا ”میرے بعد کوئی آکر اس دروازے کے اندر داخل ہوا تھا؟“’اس نے کہا ”اللہ کی قسم! ہرگز نہیں میں نے دروازے کو نہ چھوڑا ہے اور نہ ہی میں نے تالوں کو کھولا ہے یہاں تک کہ تو واپس آگیا۔“

صدوق نے عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ ثوبانی سے روایت کی ہے کہ قید خانے میں ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے دس سال کے برابر عرصہ گزارا۔ ہر دن آپ علیه السلام سورج کی روشنی سے لے کر زوال کے وقت تک سجدہ ریز رہتے تھے۔ ہارون جب بھی چھت پر چڑھ کر اس قید خانے کے اندر جھانکتا کہ جس میں ابو الحسن علیه السلام قید تھے۔ وہ ہمیشہ ابو الحسن علیه السلام کو سجدہ ریز ہی دیکھتا تھا۔ تو اس نے ربیع سے کہا ”اے ربیع! یہ کپڑا کیسا ہے کہ جسے میں ہر روز اس جگہ پر دیکھتا ہوں؟“ تو اس نے کہا ”اے امیر! یہ کپڑا نہیں ہے۔ یہ تو موسیٰ بن جعفر علیہما اسلام ہیں کہ جو ہر روز طلوع شمس سے لے کر زوال آفتاب تک سجدے میں ہی رہتے ہیں“

ربیع نے روایت کی ہے کہ مجھے ہارون نے کہا ”کیا یہ بنی ہاشم علیه السلام کے راہب نہیں ہیں؟“ میں نے کہا ”تو کیا وجہ ہے کہ آپ نے انہیں قید خانے میں تنگ کر کے رکھا ہوا ہے؟“ اس نے کہا ”دور ہو جاؤ کہ ایسا کرنا ضروری ہے“

خرائج میں روایت ہے کہ ہارون الرشید ملعون نے ایک دن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی طرف اپنے ایک قابل اعتماد شخص کے ہاتھوں ایک طبق بھر کر گوبر سے زیتون کی شکل بنا کر بھیجا۔ وہ آپ علیه السلام کے مقام و منزلت کو گھٹانا چاہتا تھا۔ جب آپ علیه السلام نے اس طبق سے چادر ہٹائی تو وہ اعلیٰ قسم کے خوشبو دار زیتون تھے۔ آپ علیه السلام نے ان میں سے کچھ خود تناول فرمائے اور کچھ اس اٹھا کر لے جانے والے کو کھلائے اور باقی ہارون کی طرف واپس بھیج دئیے۔ جب ہارون نے انہیں کھانا شروع کیا تو اس کے ہاتھ میں جو حصہ تھا وہ زیتون ہی تھا اور جو اس کے منہ کے اندر جاتا تھا وہ گوبر بن جاتا تھا۔“

اور صدوق نے عیون اپنی اسناد کے ساتھ عمر بن واقد سے روایت کی ہے کہ ہارون الرشید نے جب موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی فضیلت اور آپ علیه السلام کے شیعوں کی آپ علیه السلام کی امامت کے بارے میں کہ اقوال اور دن رات آپ علیه السلام کے پاس شیعوں کی آمد و رفت کو دیکھا تو اسے اپنی جان اور بادشاہت کا خوف لاحق ہو گیا۔ پس اس نے آپ علیه السلام کو زہر کے ساتھ شہید کرنے کا سوچا۔ پس اس نے تازہ کھجوریں منگوائیں ان میں سے کچھ خود کھائیں پھر ایک پلیٹ میں بیس 20 کھجوریں رکھیں اور سوئی لی اور اسے زہر میں بجھایا۔ اس میں زہریلا دھاگہ ڈالا یہاں تک کہ اسے یقین ہو گیا کہ وہ سب زہریلی ہو چکی ہیں تو اس نے اس سوئی کو ان کھجوروں میں سے دھاگے سمیت گزارا اور اپنے خادم سے کہا ”یہ پلیٹ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو ”امیر نے خود تازہ

کھجوریں کھائیں ہیں تو ان میں سے کچھ آپ علیہ السلام کیلئے بھیجی ہیں اور اس نے آپ علیہ السلام کو اپنے حق کی قسم دی ہے کہ آپ علیہ السلام یہ سب کھجوریں کھائیں۔ میں نے یہ کھجوریں اپنے ہاتھوں سے آپ علیہ السلام کیلئے منتخب کی ہیں۔ پس آپ علیہ السلام نے ان میں سے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑنا اور نہ ہی کسی اور کو اس میں سے کھلائیں۔"

پس خادم وہ سب لے کر آپ علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے آپ علیہ السلام کو پیغام دیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "میرے لیے خالی برتن لاؤ" پس اس نے آپ علیہ السلام کو خالی برتن دیا۔ آپ علیہ السلام نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر کھجوریں کھائیں اور رشید نے ایک کتیا بڑی چاہت سے پالی ہوئی تھی کہ اس نے اس کے زنجیر وغیرہ سونے کے بنائے ہوئے تھے اور وہ اس کو جان سے بھی عزیز رکھتا تھا۔ اس کتیا کا ادھر سے گزر ہوا تو وہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس آئی۔ آپ علیہ السلام نے زہریلی کھجوریں اس خالی برتن میں علیحدہ کی ہوئی تھیں۔ اچانک آپ علیہ السلام نے وہ کھجوریں اس کتیا کے سامنے ڈال دیں تو اس نے ان کھجوروں کو کھا لیا۔ پس تھوڑی ہی دیر میں خود کو زمین پر گرا کر تڑپنا شروع کر دیا اور گل سڑ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور آپ علیہ السلام نے باقی کھجوریں خود کھا لیں۔ پس خادم نے خالی پلیٹ اٹھائی اور رشید کے پاس گیا۔

اور اس نے اس سے کہا "آپ علیہ السلام نے آخری کھجور تک سب کھا لی ہیں؟"

اس نے کہا "جی ہاں! اے امیر" اس نے کہا "تو نے آپ علیہ السلام کی حالت کیا دیکھی؟" اس نے کہا "اے امیر آپ علیہ السلام میں کسی چیز کا اثر نہیں دیکھا ہے" پھر اس کے پاس کتیا کی خبر آئی کہ وہ زہر کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر گئی ہے تو رشید کو اس کا بہت دکھ ہوا اور اس نے کتیا کے اوپر کھڑے ہو کر دیکھا تو اسے زہر کی وجہ سے گلا سڑا پایا۔ پس اس نے خادم کو حاضر کرنے کا کہا اور تلوار منگوائی اور اس نے کہا "مجھے تم کھجوروں کے بارے میں سچ سچ بتاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔" اس نے اس سے کہا "اے امیر! میں کھجوریں لے کر موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس گیا اور انہیں آپ کا سلام دیا اور میں آپ علیہ السلام کے سامنے کھڑا رہا۔ آپ علیہ السلام نے مجھے مجھ سے خالی برتن مانگا۔ میں نے آپ علیہ السلام کو دیا۔ آپ علیہ السلام ان کھجوروں کو ٹٹولنے لگے اور یکے بعد دیگر تناول فرمانے لگے یہاں تک کہ کتیا کا اس طرف سے گزر ہوا تو اس خالی برتن میں ان کھجوروں میں سے کچھ کھجوریں ڈال کر آپ علیہ السلام نے اس کتیا کے سامنے ڈالا تو کتیا ان کھجوروں کو کھا گئی اور باقی کھجوریں آپ علیہ السلام نے خود تناول فرمائیں۔ جو آپ نے دیکھ لیا ہے اے امیر!" تو رشید نے کہا "ہمیں موسیٰ علیہ السلام سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ ہم نے آپ علیہ السلام کو بہترین کھجوریں کھلا دی ہیں اور ہماری زہر ضائع ہو گئی ہے اور ہم نے جو موسیٰ علیہ السلام کیلئے بہانا بنایا تھا اس کے ذریعے اپنی کتیا کو قتل کر ڈالا ہے (الحدیث)

کشف الغمة میں حافظ عبدالعزیز بن الاخضر جنابذی سے، اس نے محمد بن اسماعیل سے روایت کی ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے قید کے دوران رشید کی طرف ایک پیغام بھجوایا کہ ہماری مصیبت کا دن نہیں گزر رہا مگر اس کے ساتھ تیری خوشحالی کا دن بھی ختم ہو رہا ہے یہاں تک کہ ہم سب اس دن کو جمع ہو جائیں گے کہ جو نہ ختم ہونے والا ہو گا اس میں باطل پرستوں کو خسارہ اٹھانا پڑے گا۔"

شیخ طوسی کی کتاب غیبت میں محمد بن غیاث المهلبی سے روایت ہے کہ جب ہارون الرشید نے ابو ابراہیم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قید کرایا اور دوران قید آپ علیہ السلام سے دلائل اور معجزات کا ظہور دیکھا تو رشید حیران رہ گیا۔ پس اس نے یحییٰ بن خالد برمکی کو بلا کر کہا۔"اے ابو علی! کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ ہم جن پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں کیا اس شخص (امام علیہ السلام) کی معاملے میں کوئی ایسی تدبیر ہو سکتی ہے کہ ہمیں اس کے غم سے راحت نصیب ہو؟" تو یحییٰ بن خلاد نے اس سے کہا "اے امیر! میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس پر احسان فرماتے ہوئے صلہ رحمی کریں۔ اللہ کی قسم! اس شخص نے تو ہمارے شیعوں کے دلوں کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔" یحییٰ آپ علیہ السلام سے محبت کرتا تھا حالانکہ ہارون کو اس بات کا علم نہ تھا۔ تو ہارون نے کہا "تم اس کے پاس جاؤ اور ان سے لوہے کی زنجیریں وغیرہ اتارلے اور انہیں میری طرف سے سلام پہنچاؤ اور ان سے کہو۔ آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کا ابن عم (چچا زاد) کہتا ہے کہ میں نے قسم اٹھائی ہے کہ میں آپ علیہ السلام کو رہا نہ کروں گا جب تک کہ آپ علیہ السلام مجھ سے برائی کا اقرار نہ کر لیں اور آپ علیہ السلام مجھ سے گزشتہ برائیوں پر معافی نہ مانگیں۔"

آپ علیہ السلام کے اقرار سے آپ علیہ السلام پر کوئی عار نہ ہو گی اور نہ ہی آپ علیہ السلام کی قدر و منزلت میرے سامنے کم ہو گی۔ اور یہ یحییٰ بن خالد میرا قابل اعتماد، میرا وزیر اور میرے امر کا مالک ہے۔ پس آپ علیہ السلام اس سے سوال کیجئے کہ جو مجھے میری اٹھائی گئی قسم سے باہر کرے اور صحیح و سالم گھر واپس پلٹ جائیے۔"

محمد بن غیاث نے کہا "مجھے موسیٰ بن یحییٰ بن خالد نے بتایا کہ ابو ابراہیم علیہ السلام نے یحییٰ سے فرمایا "اے ابو علی! میری شہادت ہونے والی ہے۔ میری زندگی میں سے باقی ایک ہفتہ رہ گیا ہے۔ میری موت کی اس خبر کو پوشیدہ رکھنا اور تم میرے پاس جمعة المبارک کے دن زوال کے وقت آنا۔ تم اور میرے محب مجھ پر فرادی نماز پڑھنا اور جب یہ طاغوت پرست اپنی رعایا کا سفر کرے گی اور عرام کی طرف جائے گا تو وہ نہ تو تمہیں رعایت دے گا اور نہ ہی تم سے جڑی ہر چیز کو۔ میں نے، اس کی اولاد اور اس کے احوال میں دیکھا ہے کہ وہ تم پر قہر و غضب ڈھائے گا۔ پس تم سب اس سے بچ کر رہنا۔"

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے ابو علی! اسے میری طرف سے پیغام دینا کہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام تم سے کہتے ہیں کہ میرا پیام رساں تیرے پاس جمعة المبارک کے دن آئے گا اور جو تو چاہتا ہے تمہیں اس کی خبر دے گا اور تمہیں اس وقت خبر ہو گی کہ جب کل قیامت کے دن تجھے اللہ کے حضور ظالم اور اس کے امام علیہ السلام پر زیادتی کرنے والے کی حیثیت سے پیش کیا جائے گا" والسلام

پس یحییٰ آپ علیہ السلام کے پاس سے باہر نکلا تو گریہ کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ وہ ہارون کے پاس گیا اور اسے آپ علیہ السلام کے حالات اور جواب کی خبر دی تو ہارون نے کہا "اگر کچھ دنوں بعد آپ علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ نہ کیا تو ہمارے حالات نہ سدھریں گے۔"(الحدیث)

اور اسی کتاب میں ہی اپنی اسناد کے ساتھ داؤد بن ازبی سے روایت کی ہے کہ مجھے قید کے دوران عبد صالح علیہ السلام نے پیغام بھیجا کہ "اس شخص یعنی یحییٰ بن خالد کے پاس جاؤ اور اس سے کہو "تمہیں ابو فلاں! کہتے ہیں کہ جو تو نے کیا ہے اس پر تمہیں کس چیز نے ابھارا ہے؟ تو نے مجھے میرے وطن سے نکالا۔ میرے اور میرے عیال کے درمیان جدائی ڈال دی۔" پس میں اس کے پاس گیا اور اسے خبر دی تو

اس نے کہا "طلاق یافتہ زبیدہ نے" اور اس نے اس کو بھاری بھرکم قسم دی کہ اگرتو نے یہ بات باہر نکالی تو وہ دو لاکھ جرمانہ لگا دے گا پس میں آپ علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور آپ علیہ السلام کو پیغام دیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "واپس جاؤ اور اس سے کہو "وہ تم سے کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! تو نے مجھے بات بتا دی ورنہ میں خود ہی بتادیتا"

اور امالی میں اس خبر متقدم کے ذیل میں صاحب کتاب نے اپنی اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ احمد بن عبداللہ الغردی سے روایت ہے کہ اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ اس کے کچھ عرصے بعد آپ علیہ السلام کو فضل بن یحییٰ برمکی کی تحویل میں دیا گیا تو آپ علیہ السلام اس کے پاس چند دن قید رہے۔ فضل بن ربیع ہر رات آپ علیہ السلام کے پاس کھانا بھیجتا تھا۔

اور اس نے منع کیا کہ آپ علیہ السلام کے پاس اس کے علاوہ کی طرف سے کھانا جائے۔ آپ علیہ السلام تین روز تک متواتر سحری اور افطاری فقط اسی دسترخوان سے فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح جب چوتھی رات آئی اور آپ علیہ السلام کے سامنے فضل بن یحییٰ دسترخوان لایا تو آپ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا "اے پالنے والے! یقینا تو جانتا ہے کہ اگر میں نے اس دن سے پہلے کھایا ہوتا تو یقینا اپنے خلاف مددگار ہوتا۔" آپ علیہ السلام کے پاس طبیب کو بھیجا تا کہ وہ آپ علیہ السلام سے بیماری کے بارے میں سوال کرے تو طبیب نے آپ علیہ السلام سے کہا "آپ علیہ السلام کا کیا حال ہے؟" مگر آپ علیہ السلام نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ جب اس نے از حد اصرار کیا تو آپ علیہ السلام نے اپنی ہاتھوں کی ہتھیلیاں کھول کر طبیب کو دکھلائیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا "یہ ہے میری بیماری" زہر کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی ہتھیلیوں کے درمیان سبز نشان پڑ چکا تھا۔" پس طبیب نے ان لوگوں کے پاس واپس جا کر کہا" اللہ کی قسم! جو کچھ تم لوگوں کی طرف سے آپ علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا ہے وہ اسے بہتر جانتے ہیں" (الحدیث)

اور شیخ طوسی کی کتاب غیبت میں ہے کہ رشید عباسی لعنۃ اللہ علیہ نے فضل بن یحییٰ سے چاہا کہ وہ آپ علیہ السلام کو قتل کر دے مگر اس نے ایسا نہ کیا اور اسے خبر پہنچی کہ آپ علیہ السلام اس کے پاس انتہائی آرام و سکون سے رہ رہے ہیں اور وہ اس وقت پوری آزادی سے ہیں۔ پس اس نے مسرور نامی خادم کو ڈاک دے کر بغداد بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ فوراً موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس جائے اور ان کے حالات کی خبر لے اگر بات ویسی ہی ہو کہ جیسی اسے بتائی گئی ہے تو وہ اس کی طرف سے ایک خط عباس بن محمد کو دے اور اسے اس کی تعمیل کرنے کا حکم دے اور اس کی طرف سے دوسرا خط سندی بن شاہک کو دے اور اسے عباس کی اطاعت کا حکم دے۔ پس مسرور بغداد پہنچا اور وہ فضل بن یحییٰ کے گھر گیا کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کس غرض سے آیا ہے۔ پھر وہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس گیا تو اس نے آپ علیہ السلام کو اسی حالت میں دیکھا کہ جس کی رشید کو خبر دی گئی تھی۔ پس وہ فوراً عباس بن محمد اور سندی کے پاس گیا اور ان دونوں کو خط دئیے پس تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ پیام رساں فضل بن یحییٰ کے پاس پہنچا اور وہ اس کے ساتھ حیران و پریشان ہو کر چل دیا۔ یہاں تک کہ عباس کے پاس پہنچا۔ تو اس نے کوڑے اور زدوکوب کا سامان منگوایا اور اسے ایک سو کوڑے مارے۔ وہ باہر نکلا تو اس کا رنگ متغیر تھا اس کی ساری اکڑ چلی گئی تھی اور دائیں بائیں لوگوں کو سلام کرتے جاتا تھا۔"

اور مسرور نے سارا واقعہ رشید کو لکھ بھیجا تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو سندی بن شاہک کے حوالے کرنے کا حکم دیا اور وہ اپنی محفل میں بیٹھا تو اس نے کہا "اے لوگو! فضل بن یحییٰ نے میری نافرمانی کی ہے اور اس نے میری اطاعت کی مخالفت کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر لعنت کروں پس تم سب بھی اس پر لعنت کرو" پس لوگوں نے ہر جانب سے اس پر لعنت شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ کمرہ اور پورا گھر اس پر لعنت سے گونج اٹھا۔ یحییٰ بن خالد کو خبر پہنچی تو سوار ہو کر رشید کے پاس پہنچا اور وہ خفیہ دروازے سے لوگوں سے بچ کر اس کے پاس گیا یہاں تک کہ اس کے پیچھے سے پہنچا کہ اس کو پتا بھی نہ چلا۔ پھر اس نے کہا "اے امیر! میری طرف متوجہ ہوں" پس اس نے اس کے سامنے گریہ و زاری شروع کر دی۔ اور اس سے کہا "اگر فضل نے غلطی کی ہے تو جو تو چاہتا ہے وہ میں کرنے کیلئے تیار ہوں۔" پس رشید نے خوشی سے اپنا سر جھٹکا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا "فضل نے میری نافرمانی کی تو میں نے اس پر لعنت کی۔ اس نے توبہ کر لی ہے اور میری اطاعت کا نئے سرے سے اعتراف کیا ہے پس تم بھی اس سے محبت رکھو۔ تو لوگوں نے اس سے کہا "جسے تو دوست رکھے ہم بھی اسے دوست رکھتے ہیں اور جسے تو دشمن سمجھے ہم بھی اس سے عداوت رکھتے ہیں۔ ہم اس سے محبت کریں گے۔

پھر یحییٰ بن خالد خود ڈاک لے کر بغداد پہنچا تو لوگوں میں ہلچل سی مچ گئی اور لوگ اضطراب کا شکار ہو گئے اس نے ظاہر کیا کہ وہ حساب کتاب اور عمال (گورنروں) کے معاملات کی نگہبانی کیلئے آیا ہے۔ اور ظاہراً ایسی ہی چیزوں میں مشغول ہو گیا۔ اس نے سندی کو بلایا اور اسے آپ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا تو اس نے اس کے حکم کی فوراً تعمیل کی (الخبر)

اور عیون میں اس روایت کے ذیل میں علی بن محمد بن سلیمان نوفلی کی روایت میں ہے کہ پھر آپ علیہ السلام کو سندی بن شاہک کے حوالے کر دیا گیا تو اس نے آپ علیہ السلام کو سخت قید دی۔ پھر اس کے پاس رشید ملعون نے کھجور وں میں زہر بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ اسے آپ علیہ السلام کے سامنے پیش کرے اور آپ علیہ السلام کو حتماً اس میں سے تناول کرائے تو اس نے ایسا ہی کیا (الخبر)

بحار الانوار میں عیون المعجزات سے اس میں ابو الحسن علی بن محمد بن زیاد صیمری کی کتاب الوصایا سے نقل کیا گیا ہے کہ درست جہات سے روایت کیا گیا ہے کہ سندی بن شاہک نے جب آپ علیہ السلام کے سامنے زہریکی کھجوریں پیش کیں اور آپ علیہ السالم نے ان میں سے دس کھجوریں تناول فرمائیں تو سندی نے آپ علیہ السلام سے کہا "مزید تناول فرمائیے؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "تمہارے مقصد کیلئے کافی ہے جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ مقصد پورا ہو جائے گا۔"

پھر اس نے آپ علیہ السلام کی شہادت سے کچھ دن پہلے قاضیوں اور عادل لوگوں کو جمع کیا اور آپ علیہ السلام کو ان کے سامنے لایا اور کہا "لوگ کہتے ہیں کہ ابو الحسن علیہ السلام سختی اور مصیبت میں ہیں۔ یہ ہیں موسیٰ علیہ السلام! کہ انہیں نہ کوئی بیماری ہے اور نہ ہی کوئی مرض ہے اور نہ ہی کوئی تنگی ہے" تو آپ علیہ السلام نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا "اے لوگو! گواہ رہنا کہ میں زہر کی وجہ سے تین دن بعد شہید ہو جاؤں گا۔ گواہ رہنا کہ میں ظاہراً صحیح و سالم ہوں لیکن درحقیقت مجھے زہر دے دیا گیا ہے۔ اس دن کے اختتام تک میرا رنگ سرخ ہو جائے گا اور کل میرا رنگ انتہائی زرد پڑ جائے گا اور کل کے بعد اللہ کی رحمت اور رضوان کی طرف جانے تک میرا رنگ سفید رہے گا۔ پس آپ علیہ السلام نے جیسا فرمایا تھا تیسرے روز کے اختتام پر شہید ہو گئے۔

اور صدوق نے عیون اور امالی میں اپنی سند کے ساتھ حسن بن محمد بشار سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے عوام میں ربیع کے یقینی ساتھیوں میں سے کسی بزرگ نے کہ جس کا قول ربیع قبول کیا کرتا تھا بیان کیا اور اس نے مجھے کہا "میں نے اہل بیت علیہم السلام کے ان افراد میں سے کہ جن کی فضیلت کا لوگ اقرار کرتے ہیں ایک کو دیکھا تو مناسک اور فضیلت میں میں نے ہرگز ان جیسا کسی کو نہیں دیکھا ہے۔" میں نے کہا "کسے اور کیسے تو نے دیکھا؟" اس نے کہا "کچھ دنوں پہلے سندی بن شاہک نے اچھی شہرت کے حامل اسی افراد کو اکٹھا کیا اور ہم سب کو موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس لے گیا اور ہمیں سندی نے کہا۔ "اے لوگو! اس شخص کی طرف دیکھو کیا اسے کوئی اذیت دی گئی ہے کیونکہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ اس کے ساتھ برا سلوک کیا گیا ہے اور اس بارے میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں۔ یہ ان کی رہائش، بستروغیرہ ہے کہ جوان کیلئے وسیع ہے۔ اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ امیر ان سے برائی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا ہے۔ یہ فقط امیر کا انتظار کر رہے ہیں کہ امیر آئے اور ان سے مناظرہ کرے۔ یہ تندرست اور اپنے تمام امور میں خوشحال ہیں۔ بے شک تم سب ان سے پوچھ لو۔" ہماری تو فقط آپ علیہ السلام کی زیارت اور فضیلت و بلند مرتبی کی طرف توجہ تھی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے لوگو! اس نے سہولیات کا جو ذکر کیا ہے وہ اپنی جگہ البتہ مجھے نو کھجوروں میں زہر دے دیا گیا ہے۔ کل میرا رنگ زرد پڑ جائے گا اور پرسوں میری شہادت ہو جائے گی" میں نے سندی بن شاہک کی طرف دیکھا کہ وہ کانپ رہا تھا اور کھجلی زدہ کی طرح مضطرب دکھائی دے رہا تھا۔"

کافی اور حمیری کی قرب الاسناد میں دونوں نے اپنی اسناد کے ساتھ حسن بن محمد بن بشار سے ایسی ہی روایت نقل کی ہے۔ ماسوائے اس کے کہ ان دونوں کی روایت میں ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا "اے لوگو! مجھے سات کھجوروں میں زہر دیا گیا ہے---------- الیٰ آخر"

پھر حمیری اور صدوق نے کہا کہ حسن نے کہا کہ وہ بزرگ عام لوگوں کے ہاں بزرگ، سچا اور مقبول القول تھا۔ لوگوں کے نزدیک انتہائی قابل اعتماد تھا۔

اور روضۃ الکافی میں مصنف نے اپنی اسناد کے ساتھ علی بن سوید سے روایت کی ہے کہ میں نے قید کے دوران ابو الحسن علیہ السلام کو خط لکھا اورآپ علیہ السلام سے احوال پرسی کی اور بہت سے مسائل کے بارے میں بھی سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے مجھے جو جواب عنایت فرمایا وہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تر حمد بلند و بالا اللہ کیلئے ہے کہ جس کی عظمت کے نور کے سبب مومنین کے دلوں کو بصیرت بخشی وہ کہ جس کی عظمت اور نور ہی کو زمین و آسمان میں موجودات نے وسیلہ بنایا۔

مختلف اعمال کے ذریعے متضاد دین رکھنے والے، خواہ راست پر چلنے والے ہوں یا حق راستے سے خطا کرنے والے، خواہ گمراہ ہوں یا ہدایت یافتہ، سننے والے ہوں یا بہرے ہوں، بینا ہوں یا نابینا ہوں، حیران ہو کر وسیلہ چاہتے ہیں۔ تمام تر حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا دین بیان کر کے معرفت عطا کی ہے۔

اما بعد! یقینا تم وہ شخص ہو کہ جسے اللہ عزّوجلَّ نے آل محمد علیہم السلام کے نزدیک خاص ذکر عطا فرمایا ہے اور تمہیں ایسی مودت کی حفاظت نصیب فرمائی ہے کہ جو اس کے دین کا لازمی جز ہے۔ اور اس نے جو تمہیں راستی اور بصیرت کا تیرے دین کے معاملے میں الہام کیا ہے اس کے ذریعے تمہاری دیگر لوگوں پر فضیلت ہے اور تمہیں ان کے امور نپٹانے پر مامور کیا ہے تو نے میری طرف خط لکھا ہے اور تو نے مجھ سے بہت سے امور کے بارے میں سوال کیا ہے ان میں سے کچھ تو تقیہ کرنے کے لائق ہیں کہ انہیں چھپائے رکھنا ہی بہتر ہے۔ جب اس ظالم بادشاہ کی بادشاہت زائل ہو جائے گی اور عظیم خالق اس کا وقت ختم کر دے گی۔

اور میں نے مناسب سمجھا تو میں تمہیں ان کی تفسیر بتا دوں گا کہ جو تم نے مجھ سے پوچھا ہے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ ہمارے کمزور عقیدہ شیعوں کے دل میں ان کی جہالت کے سبب کوئی شک داخل نہ ہو جائے۔ پس تم اللہ عزّوجلَّ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس امر کو اس کے اہل سے ہی مخصوص رکھو۔ اور اس بات سے بچو کہ کہیں تم اوصیآء علیہم السلام پر مصیبتوں کا سبب بنو۔ اور ظالموں کو ان کے خلاف مواقع فراہم کرنے والے نہ بن جاؤ کہ تم امانتوں کو ظاہر نہ کرنا اور اس کا ہرگز اظہار نہ کرنا کہ جن کا انہوں نے تم سے چھپانے کا کہا ہے۔ یقینا تم ایسا غلط کام ہرگز نہ کرو گے۔

سب سے پہلی بات کہ جو میں تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں تمہیں اپنی شہادت کی خبر دیتا ہوں کہ میری انہی راتوں میں سے کسی رات شہادت ہو جائے گی۔ اللہ کا فیصلہ ہوکر رہے گا وہ حتمی ہے کہ اس میں ندامت، شک یا جزع و فزع کی کوئی گنجائش نہ ہے۔ پس تم آل محمد علیہم السلام کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور یہ مضبوط رسی ہر وصی علیہ السلام کے بعد وصی علیہ السلام ہوا ہے۔ ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور ان کے فرمان پر راضی رہنا۔ اور اپنے شیعوں کے علاوہ کسی کے دین کی طرف مائل نہ ہونا۔ لوگوں کے دین کو بہتر مت گمان کرنا کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیانت کی اور انہوں نے اپنی امانتوں میں خیانت کی اور تو سمجھتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی امانتوں میں کیا خیانت کی ہے۔ انہیں امانت کے طور پر اللہ کی کتاب دی گئی تو انہوں نے اس میں تحریف کی اور اسے بدل ڈالا اور انہوں نے اپنے اولیاء امر علیہم السلام کے خلاف دلیلیں گھڑ کر ان سے منہ موڑ لیا۔ پس اللہ عزّوجلَّ انہیں بھوک کے لباس کا ذائقہ چکھائے گا اور خوف کا بھی کہ جوکچھ انہوں نے کیا ہے اس کے سبب۔

اور تم نے سوال کیا ان دو آدمیوں کے بارے میں کہ جنہوں نے ایک شخص کا ایسا مال غصب کر لیا کہ جو مال وہ شخص فقراء و مساکین اور مسافروں پر اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرتا تھا۔ جب ان دونوں نے وہ مال غصب کیا تو فقط غصب پر راضی نہ ہوئے بلکہ وہ اس آدمی کو جبراً اٹھا کر اپنے گھروں کی طرف لے گئے جب ان دونوں نے اسے دھمکایا تو وہ اسے اپنے ہاتھوں سے خرچ کرنے لگا۔ کیا وہ دونوں اپنے اس کارنامے کے سبب درجہ کفر تک پہنچے؟" تو (اس کا جواب یہ ہے کہ) مجھے میری زندگی کی قسم! وہ دونوں یہ کام کرنے سے پہلے ہی منافق تھے۔ ان دونوں نے اللہ کے کلام کو اللہ کی مخالفت کے سبب دھتکارا اور ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑایا۔ وہ دونوں کافر ہیں ان دونوں پر اللہ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ کی قسم! جب سے ان دونوں نے اپنی پہلی حالت سے نکلنے کا (اسلام لانے کا) اعلان کیا تب سے ہی ان کے دل میں ایمان نامی کوئی چیز ہی داخل نہ ہوئی ہے۔ اور پھر روز بروز ان

میں شک کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ ہوا۔ وہ دونوں دھوکے باز یا ریاکار اور منافق تھے یہاں تک کہ عذاب کے فرشتوں نے ان دونوں کو آخرت میں رسوائی بھرے مقام تک انہیں پہنچایا۔“

اور تو نے سوال کیا ہے ان لوگوں کے بارے میں کہ جب اس شخص کا مال غصب کیا گیا او اس کی جان لینے کی کوشش کی گئی تو وہ وہاں موجود تھے۔ ان میں عارف بھی تھے اور منکر بھی تھے“ تو اس کا (جواب یہ ہے کہ) وہ لوگ اس امت کے وہ پہلے لوگ ہیں کہ جو دین سے پھر گئے۔ ان سب پر اللہ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔“

اور نے سوال کیا ہے ہمارے علم کے مبلغ کے بارے میں تو وہ تین قسموں پر ہے۔ ماضی، باقی، حادث (نیا)۔ پس ماضی وہ ہے کہ جس کی تفسیر ہو چکی اور باقی وہ ہے کہ جو لکھا ہوا ہے اور حادث وہ ہے کہ دلوں میں ہے اور کانوں تک پہنچ رہا ہے اور یہ ہمارا افضل ترین علم ہے۔ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“

اور تم نے ان لوگوں (مخالفین) کی ام ولد کنیزوں، ان لوگوں کے نکاح اور ان لوگوں کی طلاق کے بارے میں پوچھا ہے تو ان کی ام ولد کنیزیں قیامت تک کیلئے زنا کار اور ان کے بغیر ولی کے اور ان کی طلاق بغیر عدت کے ہے۔ البتہ جو ہماری دعوت دین قبول کر لے تو اس کا ایمان اس کی گمراہی اور اس کا یقین اس کے شک کو ختم کر دیتا ہے۔“

اور تم نے ان لوگوں (مخالفین) میں زکوٰۃ تقسیم کرنے کے بارے میں پوچھا ہے تو جو زکوٰۃ ہو تم اس کے زیادہ حقدار ہو کیونکہ ہم نے زکوٰۃ کو فقط تم لوگوں (مومنین) کیلئے حلال قرار دیا ہے۔ تم میں سے جو بھی ہو اور جہاں بھی ہو۔“

اور تو نے ضعیف (سادہ لوح) کے بارے میں سوال کیا ہے تو ضعیف (سادہ لوح) وہ ہے کہ جس تک حجت نہ پہنچی ہو اور وہ اختلاف سے واقف نہ ہو۔ پس جب کوئی اختلاف کو جان لے تو وہ ضعیف (سادہ لوح) نہیں ہے۔

اور تم نے ان لوگوں کے حق میں گواہی دینے کے بارے میں پوچھا ہے تو تم گواہی فقط اللہ عزّوجلؑ کی خاطر دو خواہ وہ تمہاری اپنی جان، والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو ان معاملات میں کہ جو پہلے تمہارے اور ان کے درمیان میں ہوں پس اگر تمہیں اپنے دینی بھائی کے نقصان کا خدشہ ہو تو ہرگز گواہی نہ دو۔ اور تم ان کو اللہ کی شرائط کی طرف دعوت دو ہماری معرفت کے ذریعے جس سے تمہیں قبول کرنے کی امید ہو اور تم اس شادی شدہ زانی کے سنگسار کرنے میں ہرگز شریک نہ ہونا کہ جو آل محمد علیہم السلام سے محبت کرتا ہے اور اس کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار مت کرو کہ جو تم تک ہماری طرف سے پہنچے اور اس کی نسبت ہماری طرف دی جائے۔ ایسا کرنا باطل ہے کیونکہ اگرچہ تم ہم سے اس کی مخالفت کو جانتے ہو مگر تم یہ نہیں جانتے کہ ہم نے کس وجہ سے کہا ہے اور ہم نے کس طرح سے اس کو دیکھا ہے؟“ پس جس کی تمہیں خبر دی جائے اس پر ایمان لاؤ اور تمہاری جو خبر ہم چھپانا چاہیں اس کے بارے میں تفتیش ہرگز نہ کرو۔ تمہارے دینی بھائی کے تم پر واجب حقوق میں سے ایک یہ ہے کہ تم اس سے ایسی کوئی چیز پوشیدہ نہ رکھو کہ جس کے ذریعے ہم اسے اس کے دنیاوی یا اخروی معاملہ میں نفع دینا چاہتے ہیں۔ اور اس سے بغض نہ رکھو گرچہ وہ برا ہی کیوں نہ ہو اور جب وہ پکارے تو اس

کی پکار پر جواب دو۔ اسے اس کے دشمن لوگوں میں تنہا نہ چھوڑو گرچہ وہ تمہاری نسبت ان لوگوں سے زیادہ قریب ہی کیوں نہ ہو اور اسے اس کا جائز مقام دو۔ ملاوٹ، اذیت، خیانت، تکبر قطع تعلقی اور فحاشی مومنین کے اخلاق میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے بارے میں حکم دینا اور جب تم دیکھو کہ اعرابی ایک بڑا لشکر تیار کر رہا ہے تو اپنی اور اپنے دیگر مومن شیعوں کی مشکل کشائی کا انتظار کرو اور جب سورج گرہن ہو تو اپنی آنکھیں آسمان پر لگاؤ اور دیکھو کہ اللہ عزّوجلّ مجرموں کے ساتھ کیا کرتا ہے۔

میں نے تمہارے لیے ایک ایک جملہ کی تفسیر کر دی ہے۔ وصلی اللہ علیٰ محمد وآل الالخیار

اور عیون میں اپنی سند کے ساتھ عمر بن واقد سے روایت کی ہے کہ پھر ہمارے آقا موسیٰ علیہ السلام نے میسب بن زہیرہ کو بلایا اور یہ آپ علیہ السلام کی شہادت سے تین دن پہلے کی بات ہے اور وہ آپ علیہ السلام پر نگہبان مامور تھا تو آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا "اے مسیب" تو اس نے عرض کی "لبیک اے میرے مولا!" آپ علیہ السلام نے فرمایا "میں اس رات مدینہ جانا چاہتا ہوں اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ تا کہ میں اپنے فرزند علیہ السلام کو وہ سپرد کروں کہ جو میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے میرے سپرد کیا تھا (آثار امامت) اور میں اسے اپنا وصی اور خلیفہ مقرر کروں اور اسے اپنے امر کے بارے میں امر دوں"

مسیب نے کہا۔ میں نے عرض کی "اے میرے مولا علیہ السلام! آپ علیہ السلام مجھے کیسے حکم دے رہے ہیں کہ میں آپ علیہ السلام کیلئے دروازے کھولوں اور تالوں کو کھولوں حالانکہ میرے ساتھ دروازوں پر سپاہی متعین ہیں۔"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "تمہارا اللہ پر اور ہم پر یقین کمزور ہے؟"

میں نے عرض کی۔ "نہیں! اے میرے آقا علیہ السلام" آپ علیہ السلام نے فرمایا "تو صبر کرو" میں نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! اللہ عزّوجلّ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے یقین پر ثابت قدم فرمائے" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے میرے معبود! اسے ثابت قدم فرما" پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا "میں اللہ عزّوجلّ سے اس اسم اعظم کے ذریعے دعا کرتا ہوں کہ جس کے ذریعے آصف علیہ السلام نے اس وقت دعا کی جب وہ تخت بلقیس لایا اور اسے سلیمان علیہ السلام کے سامنے پلک جھپکنے سے بھی پہلے لا کر رکھ دیا کہ وہ مجھے میرے بیٹے علی الرضا علیہ السلام کو مدینہ میں ملائے۔"

مسیب نے کہا "میں نے آپ علیہ السلام کو دعا مانگتے سنا تو آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے مصلے سے غائب پایا۔ پھر میں ابھی اپنے انہی قدموں پر ہی کھڑا تھا کہ میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام اپنی جگہ واپس تشریف لائے اور اپنے پاؤں میں خود ہی لوہے کی بیڑیاں ڈالنے لگے۔ پس میں اللہ کے حضور شکرانے کے طور پر کہ اس نے مجھے آپ علیہ السلام کی معرفت کی نعمت عطا فرمائی سجدہ ریز ہو گیا۔

تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا "اے مسیب اپنا سر اٹھاؤ اور جان لو کہ میں آج سے تیسرے دن اللہ کی طرف جانے والا ہوں۔" میں رونے لگا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے مسیب! گریہ مت کرو۔ میرا بیٹا علی الرضا علیہ السلام میرے بعد تمہارا مولا علیہ السلام اور امام علیہ السلام ہے۔ پس تم ان کی ولایت سے تمسک رکھنا کیونکہ جس نے اس کا دامن پکڑا وہ ہرگز گمراہ نہ ہوگا" تو میں نے عرض کی۔ "الحمد للہ"

پھر میرے آقا علیہ السلام نے مجھے تیسری رات بلایا اور مجھے فرمایا ”میں نے جو تمہیں بتایا تھا اس کے مطابق اللہ عزّوجلؐ کی طرف رحلت کرنے والا ہوں۔ جب میں پانی مانگوں اور اسے پی لوں اور تو دیکھے کہ میں پھولنے لگا ہوں اور میرا پیٹ پھول جائے اور میرا رنگ زرد و سرخ اور سبز ہو جائے اور مختلف رنگ پے درپے آنا شروع ہو جائیں تو تم اس ظالم کو میری شہادت کی خبر دے دینا۔ جب تو نے مجھ سے میری یہ گفتگو سن لی ہے تو اسے میری شہادت سے پہلے کسی سے ہرگز بیان نہ کرنا۔“

مسیب بن زہیر نے کہا ”میں آپ علیہ السلام کے وعدے کے پورے ہونے کا انتظار کرنے لگا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے مجھ سے پانی طلب فرما کر اسے نوش فرمایا۔ پھر مجھے قریب بلا کر فرمایا۔“ اے مسیب! یہ شخص سندی بن شاہک (ملعون) سمجھتا ہے کہ وہ میرے غسل و دفن کا اہتمام کرے گا۔ بعید ہے بعید ہے ایسا کبھی بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ جب مجھے مقابر قریش لے جایا جائے اور وہ لوگ میری قبر کھودیں تو میری قبر کو چار کھلی انگلیوں سے زیادہ بلند نہ کرنا۔ اور تم لوگ میری قبر کی مٹی سے تبرک کے طور پر کچھ بھی نہ اٹھانا کیونکہ ہمارے لیے ہر مٹی حرام ہے ماسوائے میرے دادا حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی قبر کی مٹی کے کہ اللہ عزّوجلؐ نے اس مٹی کو ہمارے شیعوں اور ہمارے دوستوں کیلئے شفا قرار دیا ہے۔“

پھر میں نے ایک ہستی علیہ السلام کو دیکھا کہ جو آپ علیہ السلام کے مشابہ تھی اور وہ آپ علیہ السلام کے پہلو میں تشریف فرما تھے۔ میں نے اپنے آقا رضا علیہ السلام سے گفتگو کا ارادہ کیا۔ آپ علیہ السلام نوجوانی کے مراحل میں تھے کہ آپ علیہ السلام کی مسیں بھیگی ہوئی تھیں۔ تو میرے آقا موسیٰ علیہ السلام نے پکار کر فرمایا ”اے مسیب! کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا۔“ پس میں نے صبر کیا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کی شہادت ہو گئی اور امام رضا علیہ السلام غائب ہو گئے۔ پھر میں نے آپ علیہ السلام کی شہادت کی خبر رشید ملعون تک پہنچائی اور سندی بن شاہک بھی پہنچ گیا۔ اللہ کی قسم! میں نے ان لوگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ گمان کر رہے تھے کہ شاید وہ ہی آپ علیہ السلام کو غسل دے رہے ہیں حالانکہ ان لوگوں کے ہاتھ آپ علیہ السلام تک پہنچ ہی نہ رہے تھے۔ وہ سب گمان کر رہے تھے کہ شاید وہ ہی آپ علیہ السلام کو حنوط و کفن دے رہے ہیں حالانکہ میں نے دیکھا کہ وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہے تھے۔ اور میں نے اس ہستی علیہ السلام (امام رضا علیہ السلام) کو دیکھا کہ وہ ہی آپ علیہ السلام کو غسل و حنوط اور کفن دے رہے تھے۔ ظاہراً آپ علیہ السلام ان لوگوں کی معاونت فرما رہے تھے کہ وہ لوگ آپ علیہ السلام کو نہیں پہچانتے تھے۔ جب وہ آپ علیہ السلام کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو اس ہستی علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔

”اے مسیب! تو آپ علیہ السلام کے بارے میں شک نہیں کیا کرتا تھا تو میرے بارے میں بھی ہر گز شک مت کرنا کیونکہ میں بھی تمہارا امام علیہ السلام، تمہارا مولا علیہ السلام اور اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے بعد تم پر اللہ کی حجت ہوں۔ اے مسیب! میری مثال یوسف صدیق علیہ السلام جیسی ہے اور ان کی مثال آپ علیہ السلام کے بھائیوں جیسی کہ جب وہ لوگ آپ علیہ السلام کے پاس گئے تو آپ علیہ السلام انہیں پہچانتے تھے جبکہ وہ لوگ آپ علیہ السلام کو نہیں پہچانتے تھے۔“ پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے تابوت کو اٹھایا گیا اور آپ علیہ السلام کو مقابر قریش میں دفن کر دیا گیا۔ آپ علیہ السلام کی

قبر اطہر کو جیسا آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا اس سے زیادہ بلند نہ کیا گیا۔ پھر اس کے بعد ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کی قبر کو دوبارہ بلند کیا اور اسے پکا کر دیا۔“

شیخ طوسی کی کتاب غیبت میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے شہادت کے وقت سندی بن شاہک سے سوال کیا کہ وہ عباس بن محمد کے گھر کے قریب اصحاب قصیب میں مقیم آپ علیہ السلام کے غلام کو لائے تا کہ وہ آپ علیہ السلام کو غسل دے۔ تو اس نے ایسا ہی کیا۔ سندی نے روایت کی ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ علیہ السلام مجھے اجازت دیں کہ میں ہی آپ علیہ السلام کو کفن دوں۔ تو آپ علیہ السلام نے انکار فرما دیا اور فرمایا ”ہم اہل بیت علیہم السلام اپنی بیویوں کے حق مہر،حج کے اخراجات اور اپنے شہداء کے کفن اپنے پاکیزہ مال سے ہی لیتے ہیں۔ میرے پاس میرا کفن موجود ہے؟“ جب آپ علیہ السلام کی شہادت ہو گئی تو سندی نے آپ علیہ السلام پر بغداد کے مختلف شرفاء اور نام نہاد فقہاء کو بلایا۔ ان میں ہیثم بن غدی وغیرہ بھی تھے۔ ان سب نے آپ علیہ السلام کے نورانی جسد کو ملاحظہ کیا کہ آپ علیہ السلام پر تشدد کے کوئی آثار نہ تھے اور ان سب نے اس پر گواہی دی۔ آپ علیہ السلام کے جسد نورانی کو قید خانے سے باہر لاکر پل بغداد پر رکھ دیا گیا اور منادی دی گئی۔ یہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام ہیں کہ جو (نعوذ باللہ) مر چکے ہیں۔ پس تم سب انہیں غور سے دیکھ لو۔ لوگوں نے آپ علیہ السلام کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں جبکہ آپ علیہ السلام شہید ہو چکے تھے۔ مجھے بعض طالبین نے بیان کیا ہے کہ منادی دی گئی۔

”یہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام ہیں کہ جن کے بارے میں رافضیوں کا گمان تھا کہ وہ نہیں مر سکتے۔ پس تم ان کی طرف دیکھو ”پس لوگوں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا (الخبر)

عیون میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن صدقہ عنبری سے روایت کیا گیا ہے کہ جب ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی شہادت ہو گئی تو ہارون الرشید نے طالبیہ کے شیوخ، بنی عباس اور اپنی مملکت کے تمام کارندوں اور حاکموں کو اکٹھا کیا اور ان کے سامنے ابو ابراہیم علیہ السلام کے جسد نورانی کو رکھا اور کہا”یہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہیں کہ جو مر گئے ہیں۔ ان کے اور میرے درمیان جو اختلاف تھا میں اس معاملے میں ان کی طرف سے اللہ سے معافی چاہتا ہوں (یعنی آپ علیہ السلام کو قتل کرنے پر) پس تم ان کو دیکھ لو“ تو آپ علیہ السلام کے جسد نورانی کی زیارت کیلئے آپ علیہ السلام کے شیعوں میں سے بھی ستر 70افراد حاضر ہوئے۔ ان سب نے امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی زیارت کی۔ آپ علیہ السلام کے جسد نورانی میں زخم اور تشدد کا کوئی نشان نہ تھا۔ البتہ آپ علیہ السلام کے مبارک پیروں میں مہندی کا اثر موجود تھا۔ سلیمان بن ابی جعفر نے آپ علیہ السلام کے جسد نورانی کو لیا اور آپ علیہ السلام کے غسل و کفن کا بندو بست کیا اور آپ علیہ السلام کے نماز جنازہ میں شرکت کی۔“

اور اسی کتاب ہی میں صاحب کتاب نے اپنی اسناد کے ساتھ عمر بن واقد سے روایت کی ہے کہ سندی بن شاہک نے رات کے کسی حصے میں میرے پاس پیغام بھیجا اور مجھے اپنے پاس آنے کا کہا تب میں بغداد میں تھا۔ مجھے خوف ہوا کہ وہ مجھ سے کوئی برا سلوک کرنا چاہتا ہے۔ پس میں نے اپنے اہل و عیال کے بارے میں وصیت کی اور میں نے کہا ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ پھر میں سوار ہو کر اس کی طرف گیا جب اس نے مجھے اپنے سامنے دیکھا تو اس نے کہا ”اے ابو حفص لگتا ہے کہ تم پر ہمارا رعب چھا گیا ہے اور تو ہم سے ڈر گیا ہے؟“ میں نے کہا ”جی ہاں! اس نے کہا ”یہاں سب خیر ہے“ میں نے کہا ”تو اپنے پیام

رساں کو میرے گھر پر بھیجو تا کہ وہ میرے اہل خانہ کو میری خیر کی خبر دے۔" اس نے کہا "ٹھیک ہے" پھر اس نے کہا "اے ابو حفص! کیا تو جانتا ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟" میں نے کہا "نہیں" اس نے کہا "کیا تو موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو پہچانتا ہے؟" میں نے کہا "اللہ کی قسم! جی ہاں! میرے اور ان کے درمیان ایک زمانے سے اچھائی ہے"

تو اس نے کہا "یہاں بغداد میں ایسا کون کون ہے کہ جو ان کو پہچانتا ہو اور اس کا قول بھی قابل قبول ہو؟" پس میں نے اسے بہت سے لوگوں کے نام بتائے اور میرے دل میں خیال آیا کہ آپ علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں۔ پس اس نے ان کو بلوایا جیسا کہ اس نے مجھے بلوایا تھا اور اس نے کہا "کیا تم بھی ایسے لوگوں کو جانتے ہو کہ جو موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو پہچانتے ہوں؟" تو ان لوگوں نے بھی اسے کچھ نام بتائے۔ تو اس نے انہیں بھی بلوایا۔ پس ہم اس گھر میں باون کے لگ بھگ افراد ہو گئے کہ جو موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو پہچانتے تھے اور آپ علیہ السلام کی صحبت میں رہ چکے تھے۔ پھر وہ اٹھ کر اندر گیا اور ہمارے پاس اس کا کاتب باہر آیا کہ جس کے پاس رجسٹر تھا۔ اس نے ہم سب کے نام، گھر، محلے اور شہروں کے نام لکھے۔ پھر وہ سندی کے پاس چلا گیا پھر سندی باہر آیا اور اس نے اپنا ہاتھ میری پشت پر مارا اور مجھے کہا "اے ابا حفص! اٹھو۔" پس میں اٹھا۔ اس نے ہمارے تمام ساتھیوں کو اٹھایا اور ہمیں اندر لے گیا اور مجھے کہا "اے ابو حفص! موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے چہرے سے کپڑا اٹھاؤ" پس میں نے گریہ شروع کر دیا اور کلمہ استر جاع پڑھا۔ پھر اس نے دوسرے لوگوں سے کہا "تم سب بھی آپ علیہ السلام کو دیکھ لو" پس یکے بعد دیگرے ہر کسی نے آگے بڑھ کر آپ علیہ السلام کی زیارت کی۔ پھر سندی نے کہا "کیا تم سب گواہی دیتے ہو کہ یہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام ہی ہیں؟" ہم سب نے کہا "جی ہاں! ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد علیہم السلام ہی ہیں۔" پھر اس نے کہا "اے غلام! تم آپ علیہ السلام کے جسد نورانی پر چھوٹا کپڑا ڈالو تا کہ آپ علیہ السلام کا باقی جسم دکھائی دے" اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس نے ہمیں کہا "کیا تم سب نے ان کے جسم پر کسی تشدد کا نشان دیکھا ہے؟" ہم نے کہا "نہیں، ہم ایسی کوئی چیز نہیں دیکھ رہے ماسوائے اس کے کہ آپ علیہ السلام شہید ہو چکے ہیں۔" تو اس نے کہا "دیر نہ کرو کہ آپ علیہ السلام کو غسل و کفن دو اور دفن کر دو۔" پس ہم نے دیر نہ کی اور آپ علیہ السلام کو غسل و کفن دیا اور جنازہ گاہ میں اٹھا کر لے گئے تو سندی بن شاہک نے آپ علیہ السلام پر نماز جنازہ پڑھائی۔ ہم نے آپ علیہ السلام کو دفن کیا اور واپس لوٹ آئے۔"

عمر بن واحد کہا کرتا تھا۔ "موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے بارے میں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا ہے وہ لوگ کیسے کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام بقیہ حیات ہیں حالانکہ میں نے خود آپ علیہ السلام کو دفن کیا۔"

(عمر بن واحد کا یہ قول امام علیہ السلام کی نعوذ باللہ توہین کرنے کیلئے نہیں ہے بلکہ ایسا وہ غالباً واقضہ فرقے کے خلاف کہا کرتا ہے کہ جو امام موسیٰ بن جعفر الکاظم علیہما السلام کو اب تک بقیہ حیات اور غائب امام علیہ السلام مانتے ہیں اور امام رضا علیہ السلام سے لے کر حضرت قائم آل محمد علیہم السلام تک ائمة الھدیٰ علیہم السلام کاسرے سے انکا ر کرتے ہیں (المترجم)

سب نے کہا "سندی بن شاہک (ملعون) موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے جسد نورانی پر غلط لفظوں میں منادی کر رہا ہے" تو اس نے اپنے بیٹوں اور غلاموں سے کہا "مجھے لگتا ہے کہ وہ یہ کام غربی

بغداد میں کر رہا ہے۔ جب وہ تمھارے سامنے آئیں تو تم اپنے غلاموں کے ساتھ نیچے جا کر آپ علیه السلام کے جسد نورانی کو ان کے ہاتھوں سے چھین لو۔ اگر وہ ایسا نہ کرنے دیں تو ان سے لڑو اور ان کو منه کے بل تڑپا ڈالو" پس جب وہ لوگ آپ علیه السلام کے جسد نورانی کو لے کر گزرے تو وہ نیچے اتر گئے اور ان سے لڑائی کے بعد آپ علیه السلام کا جسد نورانی چھین لیا اور ایک چوراہے میں تعظیم کے ساتھ رکھ کر منادی دینے لگے۔ "اے لوگو! جو شخص طیب ابن طیب موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی زیارت کرنا چاہے باہر آئے" اور مخلوق امڈ پڑی۔ آپ علیه السلام کو غسل دیا گیا اور بہترین حنوط کے ذریعے حنوط کیا گیا۔ اور سلیمان نے آپ علیه السلام کو بڑھیا کفن دیا که جس پر اس نے اڑھائی ہزار 2500درہم خرچ کیے که اس پر پورا قرآن لکھا ہوا تھا۔ اور وہ آپ علیه السلام کے جنازے کے ساتھ ننگے پاؤں گریبان چاک کر کے پیدل چلتا ہوا مقابر قریش تک گیا اور اس نے آپ علیه السلام کو وہاں دفن کر دیا۔ اور اس نے یه ساری خبر رشید کو لکھی تو رشید ملعون نے سلیمان بن جعفر کی طرف لکھا۔ "اے چچا! آپ نے صله رحمی کی ہے۔ اللہ آپ کو بہترین جزا دے۔ اللہ کی قسم! سندی بن شاہک لعنة الله علیه نے جو کیا ہے وہ میرے حکم سے نہیں کیا ہے۔"

اور اصول کافی میں علی بن ابراہیم سے، اس نے محمد بن عیسیٰ سے، اس نے مسافر سے روایت کی ہے که ابو ابراہیم علیه السلام نے اپنی گرفتاری کے وقت ابو الحسن امام رضا علیه السلام کو وصیت فرمائی تھی که وہ ہر رات آپ علیه السلام کے دروازے پر سویا کریں یہاں تک که انہیں ان کی شہادت کی خبر آئے۔ پس ہم ہر رات امام موسیٰ کاظم علیه السلام کے گھر کی دہلیز کے پاس امام رضا علیه السلام کا بستر لگاتے تھے۔ پھر آپ علیه السلام عشاء کے بعد تشریف لا کر سو جاتے۔جب صبح ہوتی تو آپ علیه السلام اپنے گھر لوٹ جاتے تھے۔ آپ علیه السلام کا پورے چار سال تک یہی معمول رہا۔ پھر ایک رات آپ علیه السلام نے بہت دیر کر دی۔ ہم نے آپ علیه السلام کیلئے بستر لگایا ہوا تھا۔ مگر آپ علیه السلام حسب معمول تشریف نه لائے تو اہل خانه علیہم السلام کو انتہائی تشویش لاحق ہو گئی اور وہ سب دہشت زدہ ہو گئے۔

آپ علیه السلام کی عدم تشریف آوری سے ہمیں بہت بڑے خدشات لاحق ہو گئے۔ جب دوسرا روز ہوا تو آپ علیه السلام گھر تشریف لائے اور اہل خانه علیه السلام میں گئے اور ام احمد علیہا السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا "آپ علیه السلام کے پاس جو امانت ہے وہ مجھے دے دیجئے۔" تو ام احمد علیہا السلام نے چیخ ماری اور اپنے چہرے پر ماتم کیا اور اپنا گریبان چاک کیا اور فرمایا "اللہ کی قسم! میرے آقا علیه السلام شہید ہو گئے"

تو امام رضا علیه السلام نے بی بی ام احمد علیہا السلام کو روکا اور فرمایا "ابھی خاموش رہیں اور اس بات کا کسی کے سامنے اظہار نه کریں یہاں تک یه خبر باضابطه طور پر حاکم کے پاس آئے۔" تب بی بی ام احمد علیہا السلام نے آپ علیه السلام کو ایک صندوق اور دو ہزار 2000دینار یا چار ہزار 4000دینار نکال کر دئیے۔ بی بی علیہا السلام نے یه سب آپ علیه السلام کے حوالے کیا کسی اور کو کچھ بھی نه دیا اور فرمایا "میرے مولا علیه السلام نے مجھے تنہائی میں فرمایا تھا اس امانت کو اپنے پاس سنبھال کر رکھو میری شہادت سے پہلے کسی کو بھی اس کی خبر نه دینا۔ پس جب میں شہید ہو جاؤں تو میرے بیٹوں میں سے جو بھی تیرے پاس آکر تم سے یه مانگے تم یه امانت اس کے حوالے کر دینا اور جان لینا که میں شہید ہو چکا ہوں۔ اللہ کی قسم! میرے آقا علیه السلام کی نشانی پوری ہو گئی"

آپ علیه السلام نے ان سب کو خاموش رہنے کا حکم دیا اور بی بی علیہا السلام سے امانت لی اور واپس چلے گئے مگر اس کے بعد آپ علیه السلام ہرگز اس طرح سونے کیلئے تشریف نه لائے۔ پس تھوڑے ہی دن گزرے تھے که آپ علیه السلام کی شہادت کی خبر کا خط آیا۔ ہم نے دن گنے اور وقت کو شمار کیا تو وہی رات تھی که جس رات ابو الحسن علیه السلام پہلی بار سونے کیلئے تشریف لائے تھے اور وہ امانت لی تھی۔

اور اسی کتاب میں ہی اس نے اپنی سند کے ساتھ احمد بن عمر الحلال وغیرہ سے روایت کی ہے که میں نے امام رضا علیه السلام سے عرض کی "مخالفین ہم سے بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں که امام علیه السلام کو غسل فقط امام علیه السلام ہی دے سکتا ہے" تو آپ علیه السلام نے فرمایا "ان میں سے کسی نے آپ علیه السلام کو غسل نہیں دیا۔ تو نے ان کو کیا کہا؟" میں نے عرض کی "آپ علیه السلام پر قربان جاؤں! میں نے ان سے کہا "اگر میرے مولا علیه السلام فرمائیں که انہوں نے آپ علیه السلام کو اپنے رب کے عرش کے نیچے غسل دیا ہے تو سچ فرمایا"اور اگر فرمائیں که انہوں نے آپ علیه السلام کو زمین کے ستاروں کے نیچے غسل دیا تو بھی سچ فرمایا۔

آپ علیه السلام نے فرمایا "اس طرح نہیں" میں نے عرض کی "تو میں انہیں کیا کہوں؟" آپ علیه السلام نے فرمایا "ان سے کہو۔ "میں نے آپ علیه السلام کو غسل دیا ہے۔" میں نے عرض کی۔ میں نے انہیں کہا ہے که یقینا آپ علیه السلام ہی نے امام علیه السلام کو غسل دیا۔"

اور اسی کتاب ہی میں اپنی اسناد کے ساتھ یونس بن طلحه سے روایت کی ہے که میں نے امام رضا علیه السلام سے عرض کی "یقینا امام علیه السلام کو امام علیه السلام کے سوا کوئی غسل نہیں دے سکتا" تو آپ علیه السلام نے فرمایا "کیا تم نہیں جانتے که آپ علیه السلام کو کس نے غسل دیا۔ آپ علیه السلام کے غسل میں وہ شریک ہوئے که جو ان سے غائب ہونے والے سے افضل تھے۔ وہ که جو یوسف علیه السلام کے پاس کنویں میں گئے تھے که جب یوسف علیه السلام سے ان کا بابا بزرگوار علیه السلام اور ان کے اہل خانه غائب تھے۔"

اور اسی کتاب ہی میں حسین بن محمد سے، اس نے معلی بن محمد سے، اس نے وشآء سے روایت کی ہے که میں نے ابو الحسن رضا علیه السلام سے عرض کی۔ "مخالفین روایت کرتے ہیں که آپ علیه السلام کو ابو الحسن موسیٰ کاظم علیه السلام کی شہادت کی خبر سعید نامی شخص نے دی۔" آپ علیه السلام نے فرمایا "سعید بعد میں آیا۔ میں اس کے آنے سے پہلے ہی خبر رکھتا تھا۔" اور میں نے آپ علیه السلام کو فرماتے سنا۔ "میں نے ام فروہ بنت اسحاق کو رجب کے مہینے میں اپنے بابا بزرگوار موسیٰ کاظم علیه السلام کی شہادت کے دو دن کے بعد طلاق دی۔"

میں نے عرض کی۔"جب آپ علیه السلام نے اسے طلاق دی تو آپ علیه السلام ابو الحسن موسیٰ کاظم علیه السلام کی شہادت کا علم رکھتے تھے؟" آپ علیه السلام نے فرمایا "جی ہاں" میں نے عرض کی۔ "اسی سے پہلے که سعید آپ علیه السلام کے پاس آتا؟" آپ علیه السلام نے فرمایا "جی ہاں"

اور اسی کتاب ہی میں محمد بن یحییٰ سے، اس نے محمد بن الحسین سے، اس نے صفوان سے روایت کی ہے که میں نے امام رضا علیه السلام سے عرض کی۔ "مجھے بتلائیے که امام علیه السلام کب جان لیتا ہے

که وہ امام علیہ السلام ہے جب اس سے پہلے والے امام علیہ السلام کی شہادت کی خبر اس تک پہنچے یا جس وقت پہلا امام علیہ السلام شہید ہو۔ اسی وقت جیسا کہ ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام بغداد میں شہید ہوئے اور آپ علیہ السلام یہاں تھے؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا "جب اس سے پہلے والا امام علیہ السلام شہید ہو اسے اسی وقت خبر ہو جاتی ہے" میں نے عرض کی "کس چیز کے ذریعے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ عزّوجلَّ اس پر الہام فرماتا ہے"

اور اسی کتاب ہی میں صاحب کتاب نے اپنی سند کے ساتھ ابو حریر سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے عرض کی۔ "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں۔ آپ علیہ السلام میرے اور آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام اور پھر آپ علیہ السلام سے والہانہ عقیدت کے بارے میں بخوبی واقف ہیں۔" پھر میں نے آپ علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کا واسطہ دیا اور پھر یکے بعد دیگرے آپ علیہ السلام کے نام تک واسطے دئیے کہ آپ علیہ السلام مجھے لوگوں میں سے کسی ایک کو بھی دئیے گئے جواب سے محروم نہ فرماویں اور میں نے آپ علیہ السلام سے آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا کہ امام علیہ السلام بقیہ حیات ہیں یا شہید ہو گئے ہیں؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ کی قسم! آپ علیہ السلام کی شہادت ہو چکی ہے"۔ میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! آپ علیہ السلام کے شیعہ روایت کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) میں چار انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے" (یعنی آپ علیہ السلام غائب ہیں) المترجم

آپ علیہ السلام نے فرمایا "اس اللہ کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ علیہ السلام اب نہیں رہے؟" میں نے عرض کی "شہادت کے سبب نہیں رہے یا غیبت کے سبب؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا "شہادت کے سبب" میں نے عرض کی "شاید آپ علیہ السلام میرے سامنے تقیہ فرما رہے ہیں؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اللہ پاک ہے" میں نے عرض کی "امام علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کو وصیت فرمائی تھی؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا"جی ہاں" میں نے عرض کی "کیا اس میں آپ علیہ السلام کے ساتھ کسی اور کو شریک فرمایا تھا؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "نہیں" کیا آپ علیہ السلام کے بھائیوں میں سے کوئی آپ علیہ السلام پر امام علیہ السلام ہے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "نہیں" میں نے عرض کی "تو آپ علیہ السلام امام علیہ السلام ہیں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "جی ہاں" (یہ روایت واقفیہ مذہب رکھنے والوں کے منہ پر ناقابل فراموش تھپڑ ہے (المترجم)

اور اسی کتاب ہی میں اپنی سند کے ساتھ علی بن اسباط سے روایت کیا گیا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی "ایک شخص نے آپ علیہ السلام کے بھائی ابراہیم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے انہیں بتلایا کہ آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام بقیہ حیات ہیں اور آپ علیہ السلام اس بارے میں ا س سے بہتر جانتے ہیں۔" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو رحلت ہو گئی مگر موسیٰ علیہ السلام کی رحلت نہیں ہوئی۔اللہ کی قسم! جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے اسی طرح امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی شہید ہو گئے ہیں۔ البتہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت ہوئی ہے۔ اللہ تبارک

و تعالیٰ نے اس دین مبین کی برکت کو عجمیوں کی اولاد کے نصیب میں جاری کر دیا ہے اور اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں سے پھیر لی ہے۔ پس تب سے دین ان لوگوں میں ہی ہے۔ میں نے اس کو ذی الحجۃ کے مہینے میں ایک ہزار 1000دینار دئیے ہیں کیونکہ وہ فقر کی وجہ سے اپنی عورتوں کو طلاق دینے پر تل گیا تھا اور اپنے غلاموں کو آزاد کرنے لگا تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے اس سے وہ سنا ہے کہ جو یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائیوں سے ملا تھا۔"

کشی نے اپنی رجال میں کہا ہے کہ میں نے محمدبن الحسن بن بندار کی اپنے ہاتھوں سے لکھی کتاب میں دیکھا ہے کہ مجھے بیان کیا حسن بن احمد مالکی نے، اس نے روایت کی عبداللہ بن طاوٗس سے کہ اس نے کہا کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی "یحیٰ بن خالد نے آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کو زہر دیا؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں! اس نے آپ علیہ السلام کو تیس 30کھجوروں میں زہر دیا۔"

میں نے عرض کی "کیا امام علیہ السلام کو خبر نہ ہو سکی کہ وہ زہریلی ہیں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "اس وقت محدث غائب ہو گیا تھا۔" میں نے عرض کی "محدث کون ہے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام سے بڑا فرشتہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوا کرتا تھا اور وہی فرشتہ ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام کے بھی ساتھ ہوتا ہے۔ اور ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ جب بھی امام علیہ السلام چاہے اسے اپنے پاس پائے" آپ علیہ السلام نے فرمایا "یقینا تم بوڑھے ہو کر مرو گے" پس وہ سو100 سال تک زندہ رہا۔

اور بحار الانوار میں بصائر الدرجات اور الاختصاص سے نقل کیا گیا ہے کہ احمد بن محمد نے ابراہیم بن ابی محمود سے، اس نے ہمارے اصحاب میں سے کسی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی "کیا امام علیہ السلام کو اپنی شہادت کے وقت کا علم ہوتا ہے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں, امام علیہ السلام کو علم ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے امر کو ہی خود مقدم رکھتا ہے۔"

میں نے عرض کی۔ "تو کیا ابو الحسن علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یحیٰ بن خالد نے آپ علیہ السلام کی طرف زہریلی کھجوریں اور پھول بھیجے ہیں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "جی ہاں"

میں نے عرض کی "تو آپ علیہ السلام نے جب انہیں تناول فرمایا تو آپ علیہ السلام ان کے زہریلی ہونے کے بارے میں جانتے تھے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "تب اللہ عزّوجلّ کا حکم یہی تھا تا کہ آپ علیہ السلام درجہ شہادت کو رونق بخشیں"

اور اسی کتاب ہی میں احمد بن محمد سے، اس نے ابراہیم بن ابی محمود سے روایت کی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی۔ "اگر امام علیہ السلام کو زہر دیا جائے اور اسے علم ہو جاتا ہے؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "جی ہاں" میں نے عرض کی "جب یحیٰ بن خالد ملعون نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس زہریلی کھجوریں اور پھول بھیجے تو امام علیہ السلام کو ان کے بارے میں علم تھا؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا "جی ہاں" میں نے عرض کی "پھر بھی آپ علیہ السلام نے جان بوجھ کر کھایا تا کہ اپنی جان کے خلاف مددگار ہوں؟" آپ علیہ السلام نے فرمایا "امام علیہ السلام اس سے پہلے

ہی جانتے تھے ان کے سامنے یہ سب لایا جائے گا۔ لیکن جب وہ وقت آیا تو اللہ عزّوجلؒ نے آپ علیہ السلام کے دل پر الہام فرمایا تاکہ آپ علیہ السلام درجہ شہادت کو رونق بخشیں“

خاتمه

اس میں امامؑ کی اولادؑ کی تعداد، ازواجؑ کی تعداد، ان کے ناموں اور ان کے بعض احوال اور آپؑ کے خاندانؑ پر ہونے والے ظلم میں سے کچھ کا تذکرہ ہے

شیخ مفید نے الارشاد میں کہا ہے کہ "ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سینتیس 37 اولادیں تھیں۔ ان میں کچھ بیٹے اور کچھ بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام، ابراہیم علیہ السلام، عباس علیہ السلام اور قاسم علیہ السلام، مختلف امہات علیہم السلام، اولاد سے اسماعیل علیہ السلام، جعفر علیہ السلام، ہارون علیہ السلام اور الحسن علیہ السلام، ایک ام ولد علیہ السلام، احمد علیہ السلام، محمد علیہ السلام اور حمزہ علیہ السلام ایک ام ولد علیہ السلام سے، عبید اللہ علیہ السلام، اسحق علیہ السلام، عبداللہ علیہ السلام، زید علیہ السلام، حسن علیہ السلام، فضل علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام، مختلف امہات علیہم السلام میں سے تھے۔ فاطمہ الکبریٰ علیہ السلام، فاطمہ الصغریٰ علیہ السلام، کلثوم علیہ السلام، ام جعفر علیہ السلام، لبابة علیہ السلام، زینب علیہ السلام، خدیجہ علیہ السلام، علیہ علیہ السلام، رقیہ علیہ السلام، حکیمہ علیہ السلام، آمنہ علیہ السلام، حسنة علیہ السلام، وجیھہ علیہ السلام، عائشہ علیہ السلام، ام سلمہ علیہ السلام، میمونہ علیہ السلام اور ام کلثوم علیہ السلام، آپ علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں۔

ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے با خبر، جلیل القدر اور سب سے بڑے عالم اور ہر قسمی فضیلت کے حامل ابو الحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام تھے۔ اور احمد بن محمد موسیٰ علیہ السلام سخی، پرہیزگار اور متقی تھے اور ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام ان سے بہت محبت کرتے تھے اور انہیں دوسروں پر مقدم فرماتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے ان کو اپنی یسیرہ نامی جائیداد ہبہ فرمائی تھی اور کہا جاتا ہے کہ احمد بن موسیٰ علیہما السلام نے ایک ہزار 1000 غلام آزاد فرمائے"

اور اسی طرح اس نے کہا کہ "مجھے ابو الحسن بن محمد بن یحییٰ شریف نے بتایا کہ ہمیں ہمارے دادا نے بیان کیا، اس نے کہا کہ میں نے اسماعیل علیہ السلام بن موسیٰ علیہ السلام سے سنا، اس نے روایت کی ہے کہ میرے بابا علیہ السلام اپنے بیٹوں کے ہمراہ مدینہ میں اپنی کسی جائیداد کی طرف گئے کہ اسے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی جائیداد کہا جاتا ہے (یحییٰ راوی نام بھول گیا)

ہم وہاں موجود تھے اور اس وقت احمد بن موسیٰ علیہما السلام کے ساتھ میرے بابا علیہ السلام کے بیس 20غلام و خادم تھے۔ اگر احمد علیہ السلام اٹھتے تو وہ بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور اگر وہ بیٹھتے تو وہ سب بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاتے۔ اس کے بعد سے میرے بابا علیہ السلام نے ان کی ہمیشہ رعایت کی اور ان سے ہرگز غافل نہ ہوئے۔ جب ہم واپس پلٹے تو آپ علیہ السلام نے احمد علیہ السلام پر اپنے کپڑے سے سایہ بنایا ہوا تھا۔ اور محمد بن موسیٰ علیہما السلام صاحب فضل اور اصلاح پسند تھے۔"

اس نے اسی کتاب ہی میں کہا ہے کہ "مجھے ابو محمد الحسن بن محمد بن یحییٰ نے بتایا ہے کہ مجھے میرے دادا نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا رقیہ بنت موسیٰ علیہما السلام کی کنیز ہاشمیہ

نے، اس نے کہا کہ محمد بن موسیٰ علیہما السلام نماز و وضو والے تھے۔ وہ علیہ السلام رات بھر وضو کرتے اور نمازیں پڑھتے رہتے تھے۔ ان کے ہاں سے ہمیشہ پانی بہائے جانے کی آوازیں آتی تھیں۔ پھر وہ رات میں نمازیں پڑھتے رہتے پھر کچھ دیر آرام فرماتے۔ پھر اٹھتے تو پانی گراتے اور وضو کرنے کی آوازیں سنائی دیتیں۔ پھر رات کی نمازیں پڑھتے پھر تھوڑی دیر آرام کرتے پھر اٹھتے اور پانی گرانے کی آوازیں آتیں۔ پھر نماز پڑھتے پوری رات ایسا ہی کیا کرتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی اور میں نے ہمیشہ آپ علیہ السلام کو اللہ عزّوجلّ کے قول ”وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں آرام کیا کرتے تھے“ (القرآن)

اور ابراہیم بن موسیٰ علیہما السلام سخی اور بہادر شخص تھے اور مامون عباسی کے زمانے میں انہوں نے یمن پر امارت کی، محمد بن زید بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہما السلام کی جانب سے کہ جن کی بیعت ابو السرایا نے کوفہ میں کی تھی۔ پس وہ یمن کی طرف بڑھے، اسے فتح کیا اور ایک مدت تک وہیں قیام پذیر رہے یہاں تک کہ ابو السرایا کے ساتھ جو ہونا تھا وہ ہو گیا تو ان کیلئے مامون عباسی سے امان لی گئی۔ ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام کی ہر ایک اولاد کی فضیلت اور منقبت مشہور ہے البتہ امام رضا علیہ السلام ہر فضیلت میں ان سے بڑھ کر تھے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔“

اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی فقط تیس 30اولادیں تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام کی سینتیس 37اولادیں تھیں۔ ان میں سے آپ علیہ السلام کے اٹھارہ 18بیٹے علیہم السلام تھے۔ امام علی علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، عباس علیہ السلام، قاسم علیہ السلام، عبداللہ علیہ السلام، زید علیہ السلام، الحسن علیہ السلام، فضل علیہ السلام (اور یہ سب مختلف امہات اولاد علیہم السلام میں سے تھے) اسماعیل علیہ السلام، جعفر علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، الحسن علیہ السلام (اور یہ ایک ام ولد علیہ السلام سے تھے) احمد علیہ السلام، محمد علیہ السلام، حمزہ علیہ السلام (ایک ہی ام ولد علیہ السلام سے تھے)، یحییٰ علیہ السلام، عقیل علیہ السلام، عبدالرحمن علیہ السلام، ان میں سے فقط گیارہ کی نسل آگے بڑھی۔ امام علی رضا علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، عباس علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، محمد علیہ السلام، عبداللہ علیہ السلام، عبید اللہ علیہ السلام، الحسن علیہ السلام، جعفر علیہ السلام، اسحق علیہ السلام، حمزہ علیہ السلام اور اپ کی بیس 20بیٹیاں تھیں۔ خدیجہ علیہا السلام، ام فروۃ علیہا السلام، ام ابیہا علیہا السلام، عنیہ علیہا السلام، فاطمہ کبریٰ علیہا السلام، فاطمہ صغریٰ علیہا السلام، نزیھہ علیہا السلام، کلثوم علیہا السلام، ام کلثوم علیہا السلام، زینب علیہا السلام، ام القاسم علیہا السلام، حکیمہ علیہا السلام، رقیہ صغریٰ علیہا السلام، ام رحیۃ علیہا السلام، ام سلمہ علیہا السلام، ام جعفر علیہا السلام، لبابۃ علیہا السلام، اسماع علیہا السلام، امامۃ علیہا السلام، میمونہ علیہا السلام سب مختلف امہات علیہ السلام سے تھیں۔

کشف الغمۃ میں ابن الخشاب نے کہا ہے کہ آپ علیہ السلام کی اولاد میں بیس 20بیٹے اور اٹھارہ 18بیٹیاں تھیں۔ آپ علیہ السلام کے فرزندان علیہ السلام کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ (1) امام علی رضا علیہ السلام (2) زید علیہ السلام (3) ابراہیم علیہ السلام (4) عقیل علیہ السلام (5) ہارون علیہ السلام (6) الحسن علیہ السلام (7) الحسین علیہ السلام (8) عبداللہ علیہ السلام (9) اسماعیل علیہ السلام (10) عبیداللہ علیہ السلام (11) محمد علیہ السلام (12) احمد علیہ السلام (13) جعفر علیہ السلام، (14)

یحییٰ علیہ السلام، (15) اسحق علیہ السلام، (16)عباس علیہ السلام، (17) حمزہ علیہ السلام، (18) عبدالرحمن علیہ السلام، (19) قاسم علیہ السلام، (20) جعفر الاصغر علیہ السلام۔

اورآپ علیہ السلام کی بیٹیوں کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ (1) خدیجہ علیہا السلام، (2) ام فروہ علیہا السلام، (3) اسماء علیہا السلام (4) علّیہ علیہا السلام (5)فاطمہ کبریٰ علیہا السلام، (6) فاطمہ صغریٰ علیہا السلام، (7)ام کلثوم کبریٰ علیہا السلام، (8) ام کلثوم صغریٰ علیہا السلام (9) آمنہ علیہا السلام، (10)زینب علیہا السلام (11) ام عبداللہ علیہا السلام، (12) زینب صغریٰ علیہا السلام، (13) ام القاسم علیہا السلام، (14) حکیمہ علیہا السلام، (15) اسماء صغریٰ علیہا السلام، (16) محمودہ علیہا السلام، (17) امامة علیہا السلام، (18) میمونہ علیہا السلام

اور بحار الانور میں عمدۃ المطالب سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی ساٹھ 60اولادیں تھیں۔ان میں سے سینتیس بیٹے تھے اور تئیس بیٹیان تھیں۔ اس نے درج کیا ہے کہ ان میں سے پانچ بغیر کسی اختلاف کے اولاد نہ تھی اور وہ (1) عبدالرحمن علیہ السلام (2) عقیل علیہ السلام (3) قاسم علیہ السلام، (4) یحییٰ علیہ السلام ، (5) داؤد علیہ السلام تھے اور ان میں سے تین کی فقط بیٹیاں تھیں کہ کوئی بیٹا نہ تھا اور وہ (1) سلیمان علیہ السلام، (2) فضل علیہ السلام، (3) احمد علیہ السلام تھے ان میں سے پانچ کی اولاد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے وہ (1) حسین علیہ السلام، (2) ابراہیم اکبر علیہ السلام ، (3) ہارون علیہ السلام، (4) زید علیہ السلام ، (5) الحسن علیہ السلام تھے۔ اور ان میں سے دس کی اولاد ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہ ہے اور وہ (1) علی علیہ السلام، (2) ابراہیم الاصغر علیہ السلام، (3) عباس علیہ السلام، (4) اسماعیل علیہ السلام، (5) محمد علیہ السلام، (6)اسحق علیہ السلام، (7) حمزہ علیہ السلام، (8) عبداللہ علیہ السلام،(9) عبید اللہ علیہ السلام، (10) جعفر علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح ہی ہمارے استاد ابو نصر بخاری نے کہا ہے

نقیب تاج الدین نے کہا ہے کہ موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد میں سے تیرہ کی نسل آگے بڑھی ان میں سے چار 4کی اولاد بہت زیادہ ہے اور وہ (1) امام علی الرضا علیہ السلام، (2) ابراہیم المرتضیٰ علیہ السلام، (3) محمد العابد علیہ السلام،(4)جعفر علیہ السلام تھے اور ان میں سے چار کی اولاد درمیانی ہے اور وہ (1) زید النار علیہ السلام ،(2) عبداللہ علیہ السلام،(3)عبیدا للہ علیہ السلام، (4) حمزہ علیہ السلام تھے اور پانچ کی اولاد بہت کم ہے اور وہ (1) عباس علیہ السلام، (2) ہارون علیہ السلام، (3)ہارون علیہ السلام، (4) اسحق علیہ السلام، (5) اسماعیل علیہ السلام، (6) الحسن علیہ السلام تھے۔

اور ہمارے استاذ ابو الحسن العمری کے قول کے مطابق حسین بن کاظم علیہما السلام کی اولاد ہوئی مگر فوت ہو گئی۔

اور کافی میں ہے کہ محمد بن یحییٰ نے موسیٰ بن الحسن سے، اس نے سلیمان جعفری سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے بیٹے قاسم علیہ السلام سے فرما رہے تھے۔"اے بیٹا! اپنے بھائی کے سرہانے سورۃ الصافات صفا تلاوت کرو تا کہ اسے آسانی سے موت آ سکے۔ "پس قسم علیہ السلام نے تلاوت شروع کی یہاں تک کہ جب وہ آیۃ مجیدہ "اھم اشد خلقاً ام من خلقنا" پر پہنچے تو وہ جوان چل بسے۔

جب ان کو کپڑے سے ڈھانک دیا گیا اور لوگ باہر گئے تو یعقوب بن جعفر نے آپ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر عرض کی "ہمارے ہاں تو رواج ہے کہ جب کسی کو موت آنے لگے تو اس پر"یس والقرآن الحکیم" پڑھی جاتی ہے اور اب آپ علیہ السلام نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم صافات پڑھیں"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے بیٹا! سورۃ صافات کو سکرات الموت والے کے پاس پڑھا جائے تو اللہ عزّوجلَّ اسے راحت سے موت دیتا ہے۔"

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب نے سہل بن زیاد سے، اس نے ابن محبوب سے، اس نے یونس بن یعقوب سے روایت کی ہے کہ جب ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام بغداد سے واپس پلٹے اور مدینہ کی طرف آ رہے تھے تو فید کے مقام پر آپ علیہ السلام کی ایک دختر علیہ السلام کا انتقال ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے اسے دفن فرمایا اور اپنے موالیوں میں سے کسی کو حکم دیا کہ وہ آپ علیہا السلام کی قبر کو پختہ کرے اور تختی پر اس مخدرہ علیہا السلام کا پورا مبارک نام لکھ کر قبر پر لگا دے۔

صدوق نے عیون میں اپنی سند کے ساتھ عبیداللہ البزاز نیشاپوری سے روایت کی ہے کہ میرا حمید بن قحطبہ طائی طوسی کے ساتھ کچھ معاملہ تھا پس ایک روز میں اسکے پاس گیا جب اسے میرے آنے کی خبر پہنچی تو اس نے مجھے اسی وقت اپنے پاس بلا لیا میں نے سفر والے کپڑے بھی ابھی تبدیل نہ کیے تھے اور وہ ماہ رمضان المبارک میں ظہر کی نماز کا وقت تھا۔"

جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے گھر میں پانی چل رہا ہے۔ میں نے اسے سلام کیا اور بیٹھ گیا وہ میرے پاس ایک طشت لایا اور لوٹا لیا۔ پس اس نے اپنے ہاتھوں کو دھویا اور پھر مجھے حکم دیا تو میں نے بھی اپنے ہاتھ دھوئے اور کھانا آگیا مجھے بھول گیا کہ میں روزے سے ہوں اور میں رمضان المبارک کے مہینے میں ہوں۔ جب مجھے یا دآیا تو میں نے کھانے سے ہاتھ روک لیا تو حمید نے مجھے کہا "کیا ہوا کہ تو نے کھانا چھوڑ دیا؟"

تو میں نے کہا "اے امیر! یہ ماہ رمضان المبارک ہے۔ میں مریض بھی نہیں ہوں اور مجھے کوئی ایسا عارضہ بھی لاحق نہ ہے کہ جس کے سبب افطار کر سکوں۔ یقینا امیر کا کوئی عذر ہو گا یا افطار کرنے کی کوئی وجہ ضرور ہو گی۔" تو اس نے کہا "مجھے کوئی ایسا عارضہ لاحق نہ ہے کہ جو افطار کا موجب بنے اور میں تندرست ہوں۔" پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ رونے لگا۔"

جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو میں نے اس سے کہا "اے امیر! آپ کیوں رو رہے ہیں؟" تو اس نے کہا "ہارون الرشید جب طور میں تھا تو اس نے ایک رات مجھے بلوا بھیجا کہ امیر کے پاس حاضری دو۔ جب میں اس کے پاس گیا تو اس کے سامنے مشعل تھی اور تیز دھار تلوار موجود تھی اور اس کے سامنے خادم کھڑ ا تھا۔ جب میں اس کے سامنے جا کر کھڑا ہوا تو اس نے میری طرف سر اٹھا کر کہا۔ "تو امیر کی کتنی اطاعت کرتا ہے؟" تو میں نے کہا "جان و مال کے ساتھ؟" تھوڑی دیر تک سر جھکا کر سوچنے کے بعد مجھے واپس جانے کی اجازت دے دی۔ میں اپنے گھر پہنچا ہی تھا کہ دوبارہ میرے پاس پیام رساں آیا اور اس نے کہا "امیر کے پاس حاضر ہو جاؤ"

تو میں نے اندر ہی اندر کہا "انا للہ" مجھے خوف ہوا کہ اس نے میرے قتل کا ارادہ باندھ لیا ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اسے حیا آگئی۔ میں واپس اس کے سامنے گیا تو اس نے میری طرف سر اٹھا کر

کہا۔ تو امیر کی کتنی اطاعت کرتا ہے؟" میں نے کہا "جان، مال، اہل وعیال اور اولاد سب کے ذریعے" پس وہ قہقہہ مار کر مسکرایا اور مجھے واپس جانے کی اجازت دے دی۔ مجھے گھر میں داخل ہوئے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اس نے میرے پاس ایک مرتبہ پھر پیام رساں بھیجا۔ اس نے کہا "امیر کے پاس حاضری دو۔" میں اس کے پاس تیسری بار گیا تو میں نے اسی حالت میں اسے دیکھا اس نے میری طرف سر اٹھا کر مجھے کہا" تو امیر کی کتنی اطاعت کرتا ہے؟" میں نے کہا "جان، مال، اہل و عیال، اولاد اور دین سب میں" وہ ہنسا پھر اس نے مجھے کہا "یہ تلوار لو اور جو تمہیں یہ خادم کہے بجا لاؤ۔"

پس خادم نے وہ تلوار اٹھا کر مجھے دی اور مجھے ایک ایسے گھر میں لے گیا کہ جس کا دروازہ بند تھا اس نے اسے کھولا۔ اس گھر کے درمیان میں کنواں تھا اور تین کمروں کے دروازے بند تھے۔ اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا تو اس میں بیس20 افراد تھے کہ جو خوش شکل اور لمبے گیسوؤں والے تھے۔ ان میں بڑے بوڑھے، درمیانی عمر کے اور نوجوان بھی تھے وہ سب بندھے ہوئے تھے۔ خادم نے مجھے کہا "امیر نے تمہیں ان کے قتل کا حکم دیا ہے" اور وہ سب علوی تھے علی علیہ السلام اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد میں سے تھے۔ پس وہ ان کو میرے پاس یکے بعد دیگرے لاتا گیا اور میں ان کی گردن مارتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ آخری کو بھی لے آیا۔ پھر اس نے ان کے جسموں اور ان کے سروں کو کنویں میں ڈال دیا۔ پھر اس نے دوسرے کمرے کا دروازہ کھولا تو اس میں بھی علی علیہ السلام اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد میں سے بیس 20 علوی قید تھے۔ تو اس نے مجھے کہا "امیر نے تمہیں ان کے قتل کا حکم دیا ہے" اور اس نے یکے بعد دیگرے ایک ایک کو لانا شروع کیا۔ میں اس کی گردن مارتا تو وہ اسے اسی کنویں میں ڈال دیتا۔

یہاں تک کہ آخری بھی قتل ہو گیا۔ پھر اس نے تیسرے کمرے کا دروازہ کھولا تو اس میں بھی علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام کی اولاد میں سے ان جیسے بیس 20افراد موجود تھے کہ جن کے ماتھوں پر سجدوں کے گھٹے تھے اور لمبے گیسو والے قید تھے۔

تو اس نے مجھے کہا "امیر تمہیں ان کے بھی قتل کا حکم دیتا ہے" اور وہ میرے پاس یکے بعد دیگرے ایک ایک کو لانے لگا یہاں تک کہ میں نے ان میں سے انیس 19کو قتل کر لیا تو ان میں سے فقط ایک بوڑھا باقی رہ گیا کہ جس کے لمبے گیسو تھے اس نے مجھے کہا "اے بد بخت! جیسا چاہو ویسے کرو مگر تم قیامت کے دن جب ہمارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جاؤ گے کیا جواب دو گے کہ تم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے ساٹھ تضر کو قتل کیا ہے کہ جن سب کے ماں باپ علی علیہ السلام و فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔"

میرا ہاتھ کانپ گیا میرے جسم نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ خادم نے غصہ سے میری طرف دیکھا اور مجھے ڈانٹا اور میرے پاس اس بوڑھے کو لایا گیا تو میں نے اسے بھی قتل کر ڈالا اور اس نے اسے اسی کنویں میں پھینک دیا۔ جب میرا کام یہ ہے کہ میں نے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ساٹھ 60افراد کو قتل کیا ہے تو میرا روزہ فائدہ نہیں دے سکتا ہے اور نہ ہی میری نماز اور مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ہمیشہ جہنم میں رہوں گا۔ (لعنة اللہ علی القوم الظالمین۔ المترجم)

گیارہواں باب

مولاؑ علیؑ ابن موسیٰؑ الرضاؑ

”یہ باب امام المرتضیٰ، قضاء و قدر صادر فرمانے والے، شکر و رضا کے سرچشمہ، ماکان و مایکون کے عالم، ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام میں سے آٹھویں ، امت کے روشن چراغ، ہر مشکل کو ٹالنے والے،امام ابو الحسن علی ابن موسیٰ الرضا صلوٰت اللہ علیہ وعلیٰ آبائہ الطاہرین و ابنائہ المنتجبین کے حالات کے بارے میں ہے۔“

اس میں چند فصلیں اور ایک خاتمہ ہے

پہلی فصل

یہ فصل آپؑ کی مادرؑ گرامی کے احوال و اسماء اور آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد کی تاریخ و کیفیت کے بیان اور آپؑ کے مبارکہ اسماء کنیت اور آپؑ کی انگوٹھی کے نقش کے بیان کے متعلق ہے

صدوق نے عیون میں حاکم ابو علی الحسین بن احمد البیھقی ؒسے اسکے گھر میں واقع نیشا پور میں 352ہجری میں، اس نے کہا کہ ہمیں بتایا محمد بن یحییٰ الصولیؒ نے کہ ہم انکے پاس پڑھتے تھے، اس نے روایت کی ہے کہ ابو الحسن الرضا علیہ السلام کی مادر گرامی علیھا السلام ام ولد کنیز تھیں۔ جب وہ ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ملکیت میں آئیں تو آپؑ کا نام "تکتم" تھا اور بعد میں یہی نام ہی رہا"۔

اور اسی کتاب ہی میں اس سے روایت ہے کہ مجھے بیان کیا الصولی نے اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا عون بن محمد الکندیؒ نے اس نے کہا میں نے سنا ابو الحسن علی بن میثم سے کہ (علی بن میثم) ائمة علیھم السلام کے امور و احادیث اور ترویج وغیرہ کے معاملات سے دوسری کی نسبت زیادہ معرفت رکھنے والاتھا۔ اس نے کہا کہ حمیدة المصنفاة علیھا السلام کہ جو امام موسی کاظم علیھا السلام کہ جو امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق علیھا السلام کی مادر گرامی علیھا السلام تھیں نے ایک کنیز خریدی کہ جو اشراف عجم میں سے کم عمر لڑکی تھی اور اسکا نام تکتم ؒتھا۔ اور اپنے عقل، دین اور اپنی مالکن حمیدة المصنفاة علیھا السلام کی تعظیم کرنے کے معاملے میں تمام عورتوں سے افضل تھی۔ یہانتک کہ وہ جب تک انکی ملکیت میں رہی تعظیماً انکے سامنے ہرگز نہ بیٹھیں۔ حمیدہ علیھا السلام نے اپنے فرزند امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے فرمایا: "اے بیٹا جان! تکتمؑ ایسی کنیز ہے کہ جس جیسی کنیز میں نے آج تک نہیں دیکھی وہ سب سے افضل ہے اور مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے اللہ عزوجل اسکو پاکیزہ نسل سے نوازے گا۔ میں نے اسے آپؑ کو ھبہ کیا ہے۔ پس میں آپؑ سے اسکے بارے میں خیر کی وصیت کرتی ہوں۔

جب آپ علیھا السلام کی پاکیزہ جھولی کو امام رضا علیہ السلام نے رونق بخشی تو امام موسیٰ کاضم علیہ السلام نے اسکا نام طاہرہ علیھا السلام رکھا۔

صدوق نے کہا ہے کہ ایک بہت برے گروہ نے روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی مادر گرامی قدر کا مبارک نام "سگن توبیہ" تھا انکی کنیت"ام البنینؑ "تھی اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ امام رضاؑ کی مادر گرامی قدر امّ ولد کنیز تھیں انکو "سکن النوبیہ"،"خیزرانؑ المرسیہ" "نجمۃؑ " اور صقراً " بھی کہا جاتا تھا۔ آپؑ کا مبارک نام اروئؑ تھا کنیت ام البنین علیہ السلام تھی۔ جب امام رضا علیہ السلام کی دنیا میں نورانی ظہور ہوا تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے انکا نام "طاہرۃؑ" رکھا۔

عیون میں اپنی سند کے ساتھ علی بن میثم سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب امام موسیٰ بن جعفر علیھا السلام کی مادر گرامی "حمیدہ" علیھا السلام نے امام رضاءؑ کی مادر گرامی "نجمہ" علیھا السلام کو جس وقت لیا تو حمیدہ علیھا السلام نے ذکر فرمایا کہ آپؑ نے خواب میں رسول اللہؐ کی زیارت کی کہ رسول اللہؐ فرمارہے تھے۔ اے حمیدۃؑ! نجمۃؑ اپنے بیٹے موسیٰ کو ھبہ کردو کیونکہ یہ نجمۃؑ

عنقریب موسیٰؑ سے ایسے فرزند کے نورانی ظہور کا سبب بنے گی کہ جو اھل زمین میں سب سے افضل ہوگا۔ پس حمیدہ علیھا السلام نے نجمہ علیھا السلام کو امام موسیٰ کاظمؑ کو بخش دی جب امام رضا علیہ السلام کا نورانی ظہور ہوا تو امام موسیٰ کاظمؑ نے نجمہؑ کا نام "طاہرہؑ"رکھ دیا۔ بی بی علیھا السلام کے اور بھی بہت سے نام تھے انمیں سے کچھ یہ ہیں۔" نجمہؑ " ارویٰ ، سکنؑ سحانؑ اور تکتمؑ "۔

علی بن میثم نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ کو کہتے سنا کہ "میں نے اپنی ماں کو کہتے سنا:۔

"جب نجمہؑ کو حمیدہ علیھا السلام نے لیا تو آپ ہر طرح سے محفوظ تھیں" اور اسی کتاب ہی مین اس نے اپنی اسنا د کے ساتھ ہشام بن احمر سے روایت کی ہے کہ مجھے ابو الحسن اول علیہ السلام نے فرمایا: کیا اھل مغرب میں سے کسی کی آمد کی تجھے خبر ہے؟ میں نے عرض کی"نہیں"تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:"ہاں وہ آچکا ہے تم ہمارے ساتھ چلو، پس آپ سوار ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سوار ہوکر چل دئیے یہانتک کہ ہم اس شخص تک پہنچے۔ وہ اھل مغرب میں سے ایک شخص تھا اور اسکے ساتھ بہت سے غلام برائے فروخت تھے۔ تو آپ نے فرمایا: ہمارے سامنے کنیزیں پیش کرو" اس نے ہمارے سامنے نو(9) کنیزیں منگوائیں ہر ایک کے بارے میں ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام فرماتے رہے:"مجھے اسکی ضرورت نہ ہے"اور آپؑ نے فرمایا"اورپیش کرو" اس نے عرض کی "میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے" اس نے عرض کی: "اللہ کی قسم! میرے پاس ایک بیمار کنیز کے سوا کوئی نہیں ہے"۔ آپؑ نے فرمایا:"پھر کیا وجہ ہے کہ تم اسے ہمارے سامنے پیش نہیں کرتے ہو؟" اس نے انکار کردیاتو آپؑ واپس تشریف لے آئے۔ پھر دوسرے دن مجھے اس کے پاس پیغام دے کر روانہ کیا اور مجھے فرمایا: "تم اس سے کہا۔ تم اس بیمار کنیز کی کتنی قیمت چاہتے ہو؟ جب وہ کہے:"اتنی تو تم اس سے کہا۔ میں نے اسے لے لیا" پس میں اسکے پاس گیا تو اس نے کہا:"میں اسکی قیمت میں سے کچھ کم نہیں کرنا چاہتا میں نے اس سے کہا:"میں نے اسے خرید لیا اور قیمت تیری ہوئی۔

اس نے کہا:"کنیز تمھاری ہوئی۔ البتہ یہ بتاؤ کہ کل جو شخص تمھارے ساتھ آیا تھا وہ بنی ھاشمؑ میں سے تو میں نے کہا: میرے پاس اس سے زیادہ جواب نہ ہے"

اس نے کہا: میں تمہیں اس کنیز کے بارے میں بتانا چاہتا ہو ں کہ میں نے اس کنیز کو مغرب کے دور دراز علاقے سے خریدا ہے تو مجھے اھل کتاب میں سے ایک عورت ملی تو اس نے کہا:"تمہارے ساتھ یہ کنیز کیسی ہے؟ میں نے کہا:"میں نے اسے اپنے لیے خریدا ہے"۔

تو اس عورت نے کہا: "اس کنیز کو تم جیسے کے پاس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کنیز کو اھل زمین کے افضل ترین فرد کے پاس ہونا چاہیے۔ یہ کنیز اس ہستی کے پاس بہت کم مدت ہی میں ایسے جوان کی دنیا میں نورانی ظہور کا سبب بنے گی کہ جسکا زمین کے مشرق و مغرب پر رعب ہوگا"۔

راوی نے کہا:"میں اس کنیز کو امام علیہ السلام کے پاس لے آیا تو تھوڑی مدت ہی میں اس مخدرہ علیھا السلام کو امام علی رضاعلیہ السلام نے نور سے اس کی گود کو رونق بخشی"۔

میں کہتا ہوں:"آپ کے نورانی ظہور کے وقت کے بارے میں اختلاف ہے" عیون میں صدوق نے اپنے سند کے ساتھ عتاب بن اسید سے روایت کی ہے کہ اھل مدینہ کے ایک گروہ سے سنا:امام علی ابن موسی

الرضا علیھا السلام اس دنیا میں نورانی ظھور مدینہ میں خمیس کے دن انیس ربیع الاول ابو عبداللہ علیہ السلام کی شہادت کے پانچ سال بعد 153ہجری میں ہوا(الخبر)

اور کہا گیا ہے کہ 151ہجری میں ہوا۔

معنیدنے کہا: آپؑ کا دنیا میں نورانی ظھور مدینہ میں 148ہجری میں ہوا۔

اور کافی میں ہے کہ ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی ظھور 148ق ھ میں ہوا۔

اور کشف الغمہ میں فبا بذی سے روایت ہے کہ آپؑ کا اس دنیا میں نورانی ظھور 153ق ھ میں ہوا۔

محمد بن طلھہ شافی نے مطالب السوول میں کہا ہے کہ آپؑ کا نورانی ظھور گیارہ ذی الحجہ 153ق ھ میں آپؑ کے جد امجد ابو عبداللہ علیہ السلام کی شہادت کے پانچ سال بعدہوا۔

اور دروس میں صاحب کتاب نے کہا کہ: آپؑ کا نورانی ظھور مدینہ میں 148ہجری میں ہوا۔ اور کہا گیا کہ: خمیس کے دن گیارہ11ذیعقد میں ہوا۔

اور روضة الواعظین میں ہے کہ آپؑ کا نورانی ظھور جمعة المبارک کے دن ہوا۔ اور دوسری روایت ہے کہ گیارہ دن قعد خمیس کے دن 148ہجری میں ہوا۔

میں کہتا ہو ں:"آپؑ کا نورانی ظھور کے بارے میں بعض روایات آپؑ کی شہادت کی فصل میں آئیں گی۔"

عیون میں صدوق نے اپنی سند کے ساتھ علی بن میثم سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی مادر گرامی نجمہ علیھا السلام کو فرماتے سنا:"میرے فرزند علی رضا علیہ السلام کی اور میں حالت نیند میں تسبیح و تہلیل و تمجید کی آواز سنا کرتی تھی جب میں خوف زدہ ہو کر جاگتی تو مجھے کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ اور جب آپؑ کا نورانی ظھور ہوا تو آپؑ نے زمین پر اپناہاتھ رکھا اور آسمان کی طرف سر اٹھا یا اور اپنے ہونٹوں کو حرکت دی گویا آپؑ گفتگو فرمارہے ہوں تب آپؑ کے بابا بزرگوار موسیٰ بن جعفر علیھا السلام میرے پاس تشریف لائے اور مجھے فرمایا: "اے نجمہؑ تمہیں تمارے رب کی کرامت مبار ک ہو"پس میں نے رضا علیہ السلام کو ایک سفید پارچے میں لپیٹ کر آپؑ کے سامنے پیش کیا تو آپؑ نے رضا علیہ السلام کو فرات کے پانی سے گھٹی لگائی۔ پھرمجھے واپس دیا اور فرمایا:"لو یہ اللہ کی زمین پر بقیة اللہ ہے"۔

اکمال میں عبدالواحد بن عبدوس سے، اس نے علی بن قیتبہ سے، اس نے حمدان بن سلیمان سے، اس نے محمد بن الحسین بن یزید سے، اس نے محمد بن زیاد الازدی سے روایت کی ہے کہ مین نے ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیھا السلام کو امام رضا علیہ السلام کے نورانی ظھور کے موقع پر فرماتے سنا: میرا یہ بیٹا پاک و پاکیزہ حالت میں دنیا میں آیا ہے اور امامؑ ہمیشہ پاک و پاکیزہ حالت ہی میں دنیا میں تشریف لاتا ہے"۔

اور کلینیؒ نے کافی میں حسین بن محمد سے، اس نے ہمارے کسی عالم سے، اس نے ابن ابی عمیر سے، اس نے حریز سے، اس نے زرارۃ سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا: امام الھدیٰؑ کی دس علامات ہوتی ہیں۔

امامؑ مختون اور پاک و پاکیزہ حالت میں دنیا میں تشریف لاتا ہے اور امامؑ جب پہلی مرتبہ زمین پر تشریف لاتے ہیں تو سب سے پہلے اپنی ہتھیلیاں زمین پر ٹیکتے ہیں اور بلند آواز سے شہادتیں پڑھتے ہیں امام الھدیٰؑ مجنت نہیں ہوتا ہے۔ امامؑ کی آنکھیں سوتی ہیں مگر امامؑ کا دل ہرگز نہیں سوتا ہے، امامؑ نہ جمائی لیتا ہے اور نہ ہی انگڑائی بھرتا ہے۔ امامؑ اپنے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتا ہے کہ جیسا اپنے آگے دیکھتا ہے۔ امامؑ کے ارد گرد ہمیشہ مشک کی خوشبو کی طرح خوشبو پھیلی رہتی ہے۔ زمین امامؑ کی غیر ضروری اشیا نہیں جاتی ہے۔ اور امامؑ جب رسول اللہؐ کی ذرع پہنے تو اسے بالکل پوری آتی ہے اور جب کہ لوگوں میں سے چھوٹا یا بڑا کوئی بھی پہنے تو اسے ایک بالشت لمبی ہوتی ہے اور امامؑ اس دنیا میں اپنے آخری دن تک محدث ہی ہوتا ہے“۔

صدوق نے عیون میں اپنی اسنا کے ساتھ مفصل بن عمر سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام آپؑ کی آغوش میں تھے، آپؑ اس بوسہ دے رہے تھے اور اپنی زبان مبارک اسے چسا ئے جارہے تھے اور اسے اپنے کندھوں پر سوار کرتے تھے اور اپنے سینے سے لگا کر فرماتے تھے:”میرا ماں باپ تم پر قربان! تمہاری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے اور تمہاری خلقت کتنی پاک ہے اور تمہارا فضل واضح تر ہے“۔میں نے عرض کی آپؑ پر قربان جاؤں! میرے دل میں اس جوانؑ کے لیے ایسی مودت گھر کر گئی ہے کہ جو آپؑ کے سواکسی کے لیے بھی نہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا اے مفضل! یہ میری نسبت ویسے ہے جیسا کہ میں اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کی نسبت ہوں“

میں نے عرض کی:”کیا یہ آپؑ کے بعد صاحب الامرؑ ہیں“؟

آپؑ نے فرمایا:”ہاں! جس نے اسکی اطاعت کی اس نے اس ہدایت پائی اور جس نے اسکی نافرمانی کی اس نے کفر کیا“

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسنا کے ساتھ سلیمان بن حعض المرزوی سے روایت کی ہے کہ امام موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیھم السلام نے اپنے فرزند علیہ السلام کا نام رضا علیہ السلام رکھا اور آپؑ فرمایا کرتے تھے ”میرے پاس میرے بیٹے رضا ع نے کہا“ اور جب آپؑ ان سے مخاطب ہو تے تو فرماتے ”اے ابو الحسنؑ“۔ اور اس نے اسی کتاب ہی میں اور علل میں اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن عمر محمد بن ابی نصر بذ نطی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ علیھم السلام سے عرض کی: آپؑ کا مخالف گروہ گمان کرتا ہے کہ آپؑ کے بابا بزرگوار علیہ السلام کا مامون عباس نے نام رضاؑ رکھا۔ کیونکہ وہ آپؑ کے ولی عھد ہونے پر راضی ہوا“۔

آپؑ نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! وہ جھوٹ بولتے ہیں اور گنہگا ہوتے ہیں۔ بلکہ

اللہ تبارک تعالیٰ نے آپؑ کا نام رضاؑ رکھا کیونکہ آپؑ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کے لیے اور زمین پر اللہ کے رسولؐ کے بعد ائمۃ الھدیٰ علیہ السلام کے لیے راضی ہوئے۔

میں نے عرض کی:”کیا آپؑ کے ماسلف آباء واجداد علیھم السلام میں سے ہر ایک علیه السلام اللہ عزو جل، اسکے رسولؐ اور آپ کے بعد ائمة الھدیٰ علیھم السلام سے راضی نه تھا“

آپ نے فرمایا: کیونکه آپؑ کے دشمنوں میں سے مخالفین بھی آپؑ سے راضی ہوئے جیسا که آپؑ کے دوستون میں سے آپ سے موافقت کرنے والے راجی ہوئے۔ جبکه آپؑ کے آباء اجداد علیھم السلام میں سے کسی ایکؑ کو یه صورت حال نصیب نه ہوئی۔ اسی وجه سے ان سبؑ میں سے فقط آپ کو ہی رضاؑ کہا گیا۔

اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے امام علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیھم السلام کی کنیت ابو الحسن علیه السلام تھی خاص افراد آپ کو ابو علی علیه السلام بھی پکارا کرتے تھے،

اور آپؑ کے القاب سرا ج اللہ، نورالھدیٰ، قرة عین المومنین، مکیدة الملحدین، کفو الملک، کافی الخلق، رب السریر، رب التدبیر، فاضل صابر، الومتی، الصدیق اور الرضی تھے۔

احمد بن بزنطی نے کہا:”آپؑ کو رضاؑ اس لیے کہا گیا ہے کیونکه آپؑ آسمانوں میں اللہ کے لیے اور اللہ کی زمین پر اللہ کے رسولؐ اور آپؐکے بعد ائمه علیھم السلام کے لیے راضی ہوئے۔

اور کہا گیا ہے که:”اس لیے که آپؑ سے دوست و دشمن سبھی راضی ہوئے“۔

اور کہا گیا ہے که: ”اس لیے که آپؑ مامون سے راضی ہوئے“۔

اور محمد بن طلحه شافع نے مطالب السؤ ول میں کہا ہے که آپؑ کا اسم مبارک علیؑ تھا آپؑ امیر المومنین علیه السلام اور زین العابدین علیه السلام کے بعد تیسرے علی علیه السلام تھے، آپؑ کی کنتی ابو الحسن علیه السلام تھی اور آپؑ کے القاب رضاؑ، صابرؑ،الرضیؑ،الوضی تھے ان میں سے زیادہ مشہور لقب رضاؑ تھا۔

اور کشف الغمة میں ابن الخشاب نے کہا: ابو الحسن رضا علی بن موسیٰ الامین بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب صلوٰت اللہ علیھم اجمیعن کی کنیت ابو الحسن علیه السلام تھی اور آپؑ کا لقب رضاؑ،صابرؑ،البرضیؑاورالوضیؑ تھا۔

صدوقؒ نے عیونؒ میں ھرثمه اعین کی آپؑ کی شھادت کی خبر کے آخر میں کہا که آپؑ کو الرضاؑ، الصادقؑ، الصابرؑ، الفاضلؑ،قرة اعین المومنین اور غیظ المحدیثن کہا جاتا تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سبند کے ساتھ حسین بن خالد صیرفیؒ سے روایت کی ہے که میں نے ابو الحسن علیه السلام سے عرج کی، ایک آدمی استنجاء

کرتا ہے اور اسکی انگوٹھی اسکی انگلی میں ہی رہتی ہے جبکه اس انگوٹھی کا نقش ”لااله الا اللہ“ ہے؟ تو آپ ع نے فرمایا: ’یه مجھے سخت ناپسند ہے“۔

میں نے آپؑ سے عرض کی:آپؑ پر قربان جاؤں! کیا رسول اللہؐ اور آپ کے آباء اجداد علیھم السلام میں سے ہر ایک علیھم السلام ایسا نہیں کیا کرتے تھے جبکه انکی انگوٹھی انکی انگلی میں ہی ہوا کرتی تھی؟“

آپؑ نے فرمایا:"درست ہے مگر وہ سب علیھم السلام اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔ اللہ سے ڈرو اور اپنے بارے میں غور وفکر کرو، پھر راوی نے حدیث کو انبیاء علیھم السلام اور ائمة الھدی علیھم السلام کی انگوٹھیوں کے نقوش میں کھینچا۔۔۔ یہانتک کہ آپ نے فرمایا۔ "ابو الحسن موسی بن جعفر علیھا السلام کی انگوٹھی کا نقش "بقی اللہ" تھا۔

حسین بن خالد نے روایت کی ہے کہ ابو الحسن رضا علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ پھیلا تو آپؑ کے بابا بزرگوار علیہ السلام کی انگوٹھی آپؑ کی مبارک انگلی میں موجود تھی یہانتک کہ آپؑ نے مجھے اسکا نقش دکھلایا۔

اور کافی میں اپنی سند کے ساتھ یونس بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے آپؑ کی انگوٹھی کے نقش اور آپؑ کے بابا بزرگوار علیہ کی انگوٹھی کے نقش کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: میری انگوٹھی کا نقش "ماشا اللہ لاقوۃ الا باللہ" ہے اور میرے بابا بزرگوار علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش:"حسبی اللہ" ہے اور یہی وہ انگھوٹھی ہے کہ جو میں پہنا کرتا ہوں"

بحار الانوار مین علی بن یوسب بن مظھر حلی کی کتاب عدد القویہ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپؑ کی انگوٹھی کا نقش "ولی اللہ" تھا۔

دوسری فصل

آپؑ کی امامت اور خلافت پر وارد ہونے والی نصوص کے بیان میں ہے

شیخ فاضل محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی نے اپنی کتاب رجال میں اور صدوق نے عیون میں۔ دونوں نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن سنان سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس

آپؑ کو عراق لے جانے سے ایک سال قبل حاضر ہوا تو آپؑ کے فرزند علی علیہ السلام آپؑ کے سامنے تھے۔ توآپؑ نے مجھے فرمایا:"اے محمد! "میں نے عرض کی: "لبیک" آپؑ نے فرمایا: "اس سال عنقریب ایک واقعہ ہوگا۔ اس سے خوفزدہ مت ہونا" پھر آپؑ نے سر جھکایا اور زمین پر لکیریں کھینچنا شروع کردیں۔ پھر میری طرف سے سر اٹھا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے" میں نے عرض کی:"آپؑ پر قربان جاؤں! وہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جس کسی نے بھی میرے اس فرزند کے حق میں ظلم کیا اور میرے بعد اسکی امامت کا انکار کیا وہ اس شخص جیسا ہے کہ جس نے علی ابن ابی طالب علیہا السلام کے حق میں ظلم کیا اور محمدؐ کے بعدآپؑ کی امامت کا انکار کیا" میں جان گیا کہ آپؑ مجھے اپنی شہادت کی خبر دے رہے ہیں اور اپنے فرزند علیہ السلام کی امامت کی طرف راہنمائی فرمارہے ہیں۔

تو میں نے عرض کی اللہ کی قسم! اگر اللہ نے میری زندگی اتنا طویل کی تو میں آپؑ کا حق آپؑ ہی کے حوالے کروں گا اور آپؑ کی امامت کا ہی اقرار کروں گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ آپؑ کے بعد اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔ اور اللہ کے دین کے داعی ہیں۔

تو آپؑ نے مجھے فرمایا: اے محمد! اللہ تیری عمر لمبی فرمائے گا اور تم اسکی اور اسکے بعد والے امام علیہ السلام کی امامت کی طرف لوگوں کو دعوت دوگے" میں نے عرض کی: آپؑ پر قربان جاؤں! وہ کون ہونگے؟"

آپؑ نے فرمایا: "اسکا فرزند محمد علیہ السلام" میں نے عرض کی۔"تسلیم و رضا کے ساتھ" آپؑ نے فرمایا ہاں میں نے امیر المومنین علیہ کی کتاب میں ایسا ہی پایا ہے۔ یقینا تم ہمارے شیعوں اندھیری رات میں بجلی کی روشنی سے بھی زیادہ واضح ہو۔"

پھر فرمایا:"اے محمد! مفضل مجھ سے انس رکھتااور میرے ساتھ رہتا تھا اور تم ان دونوں علیہا السلام سے انس رکھنا اور ان دونوں علیہا السلام کے ساتھ رہنا۔ جہنم کی آگ پر تمہیں کی آگ پر تمہیں چھونا ابداً حرام ہے"

اور صدوق نے عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ عبدالرحمن بن الحجاج سے اس نے ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہا السلام کے فرزندان اسحقؑ اور علیؑ سے روایت کی ہے کہ وہ دونوں علیہا السلام عبدالرحمن بن اسلم کے پاس مکہ میں اس سال وارد ہوئے کہ جس سال موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کو گرفتا کیا گیا اور ان دونوں علیہا السلام کے پاس ابو الحسن علیہ السلام کا خط تھا کہ جسمیں آپؑ نے چند چیزوں کا حکم صادر فرمایا تھا۔

ان دونوں علیہا السلام نے فرمایا: "امام علیہ السلام نے ان چیزوں میں اسطرح حکم فرمایا ہے اور اگر آپؑ کے حقوق میں سے کوئی چیز ہو تو وہ آپؑ کے فرزند علیؑ کے حوالے کی جائے۔ کیونکہ علی علیہ السلام امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے نائب اور انکے امرا امت کو قائم رکھنے والے ہیں اور یہ بات ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری کے پچیس25دن بعد کی ہے اور ابو عبداللہ علیہ السلام

کے فرزندان اسحقؑ اور علیؑ نے اس پر حسین بن علی بن احمد المنتصری، اسماعیل بن عمر اور حسان بن معاویہ کو گواہ بنایا اور حسین بن محمد نے انکی گواہی پر مہر ثبت کی کہ ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہا السلام اپنے بابابزرگوار علیہ السلام کے وصی اور نائب ہیں۔ پس دو افراد نے اسکی گواہی دی اور دو افراد نے کہا آپ امامؑ کے خلیفہ اور وکیل ہیں پس حعض بن غیاث قاضی کے پاس انکی گواہی قبول کی گئی۔

شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب غیبت میں ایوب بن نوح سے، اس نے حسن بن علی بن فضال سے روایت کی ہے کہ میں نے علی بن جعفر علیہا السلام کو فرماتے سنا۔ میں اپنے برادر بزرگوار موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کے بعد اللہ کی زمین پر حجت تھے کہ آپؑ کے فرزند علیع تشریف لائے تو آپؑ نے مجھے فرمایا: "اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام سے ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اسکے دین پر ثابت قدم فرمائے"۔ پس میں رودیا اور میں اندر ہی اندر کہا: آپؑ نے مجھے شہادت کی خبر دی ہے"۔

اس وقت ابو عبداللہ علیہ السلام اور آپؑ کے بھائیوں کے ساتھ تھے اور میرے والد نے آپؑ سے عرض کی تھی "میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپؑ سب کے سب پاک و پاکیزہ امامؑ ہیں اور اس دنیا سے تو ہر کسی نے کوچ کرنا ہے ل۔ پس آپؑ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے کہ جس سے میں جان پاؤں کہ آپؑ کے بعد آپؑ کا نائب کون ہے تاکہ گمراہ نہ ہوپاؤں"آپؑ نے فرمایا تھا "ہاں" اے ابو عمارة! یہ سب میری اولاد ہین اور یہ انکا سردار ہے۔ اور ابو عبداللہ علیہ السلام نے آپؑ کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ دانائی، حکمت اور سخاوت میں اپنی مثال آپ ہے اور یہ ہر اس چیز کی معرفت کا عالم ہے کہ جسکی لوگوں کو ضرورت ہے اور ہر اس چیز کا علم رکھتا ہے کہ جس دینی یا ددنیاوی امر میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ اور اسمیں حسن اخلاق ہے اور حسن جواب ہے یہ اللہ کے ابواب میں سے ایک باب ہے اور اسمیں ان سب سے بڑھ کر دوسری خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں"۔

تو میرے والد نے آپؑ سے عرض کی: "میری ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں! وہ کیا ہے؟"آپؑ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس سے اس امت کے غوث اور فریاداس کا ظہور فرمائے گا جو اس امت کا علم و نور ہوگا۔ جو اس امت کا فضل و حکمت ہو گا و ہ دنیا کابہترین مولود ہوگا اور بہترین پرورش پانے والا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے خون بہائے جانے کو روکے گا اور انتشار کی اصلاح فرمائے گا اسکے ذریعے منتشر متفق ہوجائیں گے۔ بھوکے کھانا کھائیں گے، عریاں لباس پہنیں گے خوف زدہ امن پائیں گے، اسی کے ذریعے اللہ بارش برسائے گا اسکے ذریعے ہی اللہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا اسکی پرورش اور بزرگی افضل ترین ہوگی اسکا قول محکم اور اس کی خاموشی علم ہوگی۔ جس و چیز میں لوگ اختلاف کریں گے وہ انہیں اسکی وضاحت کرئے گا اور بلوغت سے پہلے ہی اپنے خاندان کا سردار ہوگا"۔

تو میرے والد نے آپؑ سے عرض کی:"میرے ماں باپ آپؑ پر قربان! کیا انکا اس دنیا میں نورانی ظہور ہے؟ آپؑ نے فرمایا: "ہاں اور کچھ سال بھی گزر گئے ہیں" یزید نے کہا:آپؑ ہمارے سامنے لائے تو ہم آپؑ سے کلام کی طاقت نہ رکھتے تھے میں نے ابو ابراہیم سے عرض کی:"آپؑ بھی مجھے ویسا فرمائیے جیسا آپؑ کے بابا بزرگوار علیہ السلام نے فرمایا تھا؟" آپ نے فرمایا:"ہاں! میرے بابا بزرگوار علیہ السلام اس زمانے میں تھے کہ جو اس زمانے جیسا نہ تھا" تو میں نے عرض کی:"جو آپؑ کے اس جواب پر خاموش ہوجائے اس پر اللہ کی لعنت ہو"۔ تو ابوابراہیم علیہ السلام بہت مسکرائے پھر فرمایا:"اے ابو عمارہ! میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں اپنے گھر سے نکلا تو میں نے اپنے فلاں بیٹے کو وصیت کی ہے اور اسکے ساتھ میں نے اپنے دیگرفرزندوں کو ظاہراً شریک ٹھہرایا ہے اور میں نے پوشیدہ طور پر فقط اسے ہی وصیت کی ہے۔ اگر امر امامت میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں اسے اپنے بیٹے قاسمؑ کے لیے قرار دیتا کیونکہ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں مگر اللہ کی مرضی ہے کہ جہاں چاہے وہاں امرامامت رکھے مجھے اسکی خبر رسول اللہؐ سے ملی ہے کہ آپؐ نے مجھے وہ بھی دکھایا اور اسکے ساتھ جو ہوگا وہ بھی دکھایا اور اسی طرح ہم میں سے کوئی کسی ایک کو بھی وصیت نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ اسکی خبر رسول اللہؐ اور ہمارے جد امجد علی علیہ السلام سے وارد ہوتی ہے اور میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ انگوٹھی، تلوار،عصا، کتاب اور عمامہ کو بھی دیکھا تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ یہ کیا ہے؟"

تو آپؐ نے مجھے فرمایا: عمامہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ہے اور تلوار اللہ تبارک

وتعالیٰ کی عزت ہے، عصا اللہ تعالیٰ کی قوت ہے، کتاب اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور انگوٹھی ان سب امور کا مجمع ہے، پھر مجھے فرمایا:"امر امامت اب تم سے نکل کر کسی اور کے ہاتھ میں جائے گا"۔ تو میں نے عرض کی:"اے رسول اللہؐ مجھے دکھائیے کہ انمیں سے کون ہے؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا: "میں نے ائمہ علیہم السلام میں سے کسی ایک علیہ السلام کو بھی اس امر امامت کے دوسرے کو سونپنے میں تم سے زیادہ محتاط نہ دیکھا ہے۔اگر امر امامت محبت کے تقاضوں پر ہوتا تو اسماعیلؑ تمھارے بابا بزرگوار علیہ السلام کے نزدیک تم سے زیادہ محبوب تھا بلکہ یہ امرامامت تو اللہ عزو جل کی طرف سے ہے۔"

پھر ابراہیمؑ نے فرمایا: "میں نے اپنے تمام زندہ اور چل بسنے والے بیٹوں کو دیکھا تو مجھے امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: یہ ان سب کا سردار ہے۔

اور آپ نے میرے بیٹے علی رضاؑ کی طرف ارشاد فرمایا۔۔ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہی ہوتا ہے"۔

پھر ابو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اے یزید! یہ تمھارے پاس امانت ہے تم اسکی خبر ماسوائے عاقل اور سچے عبد کے سوا کہ جسکی معرفت رکھتے ہو ہر گز مت دینا اور اگر تم سے گواہی مانگی جائے تو تم اسکی گواہی دینا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:"اللہ تم سب کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں انکے مالکوں کو واپس کردو"(القرآن)اور اسی طرح ہم سے فرمایا ہے: اور اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوسکتا ہے کہ جو اللہ کی طرف سے اسک پاس موجود گواہی کو جھٹلائے"(القرآن)

ابو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں نے رسول اللہؐ سے مخاطب ہو کر عرض کی "میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپؐ نے ان سب کو میرے سامنے جمع فرمایا ہے انمیں سے امامؑ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "وہ

که جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اللہ کی دانائی کے ساتھ سنتا ہے اور اسکی حکمت ہی کے سبب بولتا ہے ہمیشہ درست کہتا ہے اور غلطی نہیں کرتا ہے وہ کہ جو عالم ہے کسی چیز سے جاہل نہ ہے علم وحکمت کا معلم ہے اور وہ یہ ہے---

اور آپ نے میرے فرزند علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور پھر فرمایا: "اب تمہاری اسکے ساتھ زندگی بہت ہی کم رہ گئی ہے۔ پس جب تم سفر سے واپس پلٹو تو وصیت کرو اور اپنا معاملہ درست کرو ار جو تم چاہتے ہو اس سے فارغ ہوجاؤ۔ کیونکہ تم ان سے متفل ہوکر دوسروں کی ہمسائیگی میں جانے والے ہو۔ جب تم چاہو تو علیہ السلام کو بلاؤ تو یقینا وہ ہی تمہیں غسل وکفن دے گا کیونکہ وہ ہی تمہارے لیے درست ہے اسکے علاوہ کوئی درست نہ ہے اور یہ اسی سال کی بات ہے کہ جو گزر رہا ہے۔ تم اپنے اس فرزند کو اپنے سامنے بٹھاؤ اور اسکے دیگر

بھائیوں اور چچاؤں کو اسکی خلافت بیان کرواور اسے حکم دو کہ وہ تمہارے سامنے نو9مرتبہ تکبیر کہے تاکہ تمہاری زندگی ہی میں اسکی وصابت اور ولایت کا معاملہ درست ہوجائے پھر تم اسکے لیے اپنی تمام اولاد کو جمع کرواور ان سے عہد لو اور ان سب کے تم بھی گواہ رہو اور اللہ عزو جل کو بھی گواہ بناؤ اور اللہ بطور گواہ کافی ہے"۔

پھر مجھے ابو ابراہیمؑ نے فرمایا: میں اسی سال گرفتا کرلیا جاؤں گا اور امر امامت میرے فرزند علیؑ کے حوالے ہوگا۔ اسکا نام پہلے اور دوسرے علیؑ کے نام پر رکھا گیا ہے پہلے علیؑ علی ابن ابی طالب علیہا السلام ہیں اور دوسرے علیؑ علی ابن الحسین علیہا السلام ہیں اسے پہلے علی ع کی دانائی،حکم، محبت اور دین عطا کیا گیا ہے اور دوسرے علیؑ کی محنت اور ناپسندیدہ امو ر پر صبر عطا فرمایا گیا ہے البتہ اسے عہدہ امامت سے کلام کرنے کا ھکم نہ ہے مگر یہ کہ ہارون عباسی کی موت کے چار سال بعد۔

پھر مجھے فرمایا:"اے یزید! جب تمہاری اس سے اس مقام پر ملاقات ہو اور یہ ملاقات عنقریب ہوگی تو اسے خوشخبری دینا کہ اسکے گھر میں ایک امین و مامون اور مبارک بچے کا نورانی ظہور ہوگا اور وہ تمہیں بتائے گا کہ تیری مجھ سے ملاقات ہوئی تھی۔ تب تم اسے بتانا کہ اس بچے کا نورانی ظہور رسول اللہؐ کی کنیز اُم ابراہیمؑ ماریہ علیہا السلام کے خاندان کی ایک کنیز سے ہوگا اور اگر اس نورانی مہمان تک تمہاری رسائی ہو تو اسے میری طرف سے سلام کہنا"۔

یزید نے روایت کی ہے کہ میں نے ابو ابراہیم علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام علی رضا علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تو آپؑ نے خود ہی گفتگو کی ابتدا فرماتے ہوئے فرمایا اے یزید! عمرہ بجالانے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟" میں نے عرض کی:"میرے ماں باپ آپ پرقربان! یہ آپؑ پر منحصر ہے کہ میرے پاس نفقہ تک نہ ہے" تو آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! ہم نے تمہیں تکلیف نہیں دی اور نہ ہی ہم تمہاری کفایت کرسکتے ہیں"

پس ہم چل پرے یہانتک کہ ہم اس مقام پر پہنچے تو آپؑ نے خود ہی گفتگو کی ابتدا فرماتے ہوئے فرمایا:"اے یزید! اس مقام پر اکثر طور پر تم نے اپنے رشتہ داروں اور چچاؤں سے ملاقات کی ہے" میں نے عرض کی"جی ہاں" پھرمیں نے پورا قصہ بیان کیا تو آپؑ نے مجھے فرمایا:"جہاں تک اس کنیز کا تعلق ہے تو ابھی تک نہیں پہنچی ہے جب وہ آئے گی تو میں اسے امامؑ کی طرف سے سلام پہنچادوں گا" پس ہم مکہ کی

طرف چل دئیے آپؑ نے اس کنیز کو اسی سال ہی خریدا پس تھوڑی ہی مدت میں اس کنیز کی جھولی کو ایک بچے نے اپنے نورانی ظہور کے ذریعے رونق بخشی“

یزید نے روایت کی ہے کہ امام علی رضا ع کے دیگر بھائی چاہتے تھے کہ وہ ہی آپؑ کے وارث بنیں پس آپؑ کے دیگر بھائیوں نے میری خوامخواہ مخالفت کی۔ تو اسحق بن جعفر علیہا السلام نے اس سب سے فرمایا:”اللہ کی قسم! میں نے اس کو دیکھا ہے کہ یہ ابو ابراہیمؑ کی محفل میں ابو ابراہیمؑ کے اتنا قریب بیٹھتا تھا کہ جتنا قریب میں بھی نہ بیٹھتا تھا۔“

صدوق نے عون میں اپنی سند کے ساتھ علی بن الحکم سے، اس نے حیدر بن ایوب سے روایت کی ہے کہ ہم مدینہ کے معروف مقام قبا کے مقام پر تھے کہ اس جگہ محمد بن زید بن علیؑ بھی موجود تھے۔ ہمارے وہاں پہنچنے کے بعد وہ ہمارے پاس آئے اور خاموش بیٹھ گئے تو ہم ان سے کہا ہم آپ پر قربان ہو ں آپ خاموش کیاں ہیں؟تو انہوں نے کہا ابو ابراہیمؑ نے آج کے دن ہمیں بلایا اور ہم علی و فاطمہ علیہا السلام کی اولاد میں سے سترہ افراد تھے اور آپؑ نے

ہم سب کو اپنے فرزند علی رضا علیہ السلام کی وصایت اور اپنی زندگی اور شہادت کے بعد اپنی وکالت پر گواہ بنایا ہے اور اس بات پر بھی کہ علی رضاؑ کا حکم انکی مخالفت اور انکی موافقت پر دوصورتوں میں جائز ہوگا۔ پھر محمد بن زید نے کہا:”اے حیدر! اللہ کی قسم! آپؑ نے آج اس کے لیے امر امامت کا اعلان کیا ہے یقینا شیعہ آپؑ کے بعد ان کی ہی امامت کے قائل ہونگے“۔

حیدر نے کہا میں نے کہا:”اللہ عزو جل آپؑ کو باقی رکھے گا تو یہ سب کیا ہے؟“ تو اس نے کہا اے حیدر! جب آپؑ نے اسے وصیت کردی ہے تو گویا اس کے لیے امامت کا اعلان کردیا ہے علی بن الحکم نے کہا: حیدر مرگیا حالانکہ وہ شک کا شکار ہوچکا تھا۔“

شیخ ابو عمر و محمدبن عمر بن عبدالعزیز الکشی نے اپنی کاب رجال میں کہا ہے کہ مجھے بیان کیا حمیدویہ نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا حسن بن موسیٰ نے اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا محمد بن الاصبع نے،اس نے ابراہیم سے، اس نے عثمان بن قاسم سے روایت کی ہے کہ مجھے منصور بن یونس بزرج نے کہا کہ میں ایک دن ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابو الحسن علیہ السلام نے مجھے فرمایا: ”اے منصور! کیاتو نہیں جانتا کہ میں نے اس دن کیا کیا ہے؟میں نے عرض کی:”جی نہیں“ آپؑ نے فرمایا۔ میں نے اپنے فرزند علی رضا علیہ السلام کو اپنا وصی اور میرے بعد خلیفہ مقرر کیا ہے پس تم اسکے پاس جاؤ اور اسے مبارک باد دو اور اسے بتاؤکہ میں نے تمہیں اسکا حکم دیا ہے پس میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ کو اسکی مبارک باد دی اور آپؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ کے بابا بزرگوار علیہ السلام ہی نے مجھے اسکا حکم دیا ہے۔حسن بن موسیٰ نے کہا کہ اسکے بعد منصور نے اسکا انکار کردیا ان اموال کی خاطر کے جو اسکے قبضے میں تھے اور اسے نے ان اموال کو ناحق مقام پر خرچ کردیا۔

اور عیون میں اس نے اپنی سند کے ساتھ علی بن عبید اللہ الھاشمی سے روایت کی ہے کہ ہم نبیؐ کی مزار اقدس کے پاس موجود تھے۔ ہم ساٹھ60 کے قریب افراد تھے کہ انمیں ہم اور ہمارے موالی بھی شامل تھے کہ اچانک ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہا السلام تشریف لائے کہ آپؑ کے فرزند علی علیہ السلام کا

ہاتھ آپؑ کے ہاتھ میں تھا۔ تو آپؑ نے فرمایا:"کیا تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟" ہم سب نے عرض کی: آپؑ ہمارے سردار اور بڑے بزرگ ہیں آپؑ نے فرمایا:"تم میرا نام و نسب بتاؤ"تو ہم نے عرض کی:"آپؑ موسیٰ بن جعفر بن محمد علیھم السلام ہیں" آپؑ نے فرمایا:"تو میرے ساتھ یہ کون ہیں؟ہم نے عرض کی "یہ علی ابن موسیٰ بن جعفر علیھم السلام ہیں" آپؑ نے فرمایا:"بس تم سب گواہ رہنا کہ یہ میری زندگی میں میرا وکیلؑ اور میری شہادت کے بعد میرا وصیؑ ہے"۔

اوراسی کتاب ہی میں محمد بن زید الھاشمی سے روایت ہے کہ اس نے کہا: اب تم شیعہ علی بن موسیٰ علیھا السلام کو امامؑ مانو گے"میں نے کہا:وہ کیسے؟ اس نے

کہا:"امام ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیھا السلام نے اسے بلاکر وصیت کی ہے" اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ عبدالرحمن بن الحجاج سے روایت کی ہے کہ امام ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیھا السلام نے اپنے فرزند علی علیہ السلام کو وصیت فرمائی اور آپؑ کی وصایت پر ایک تحریر لکھی کہ جس پر مدینہ کے ساٹھ60مختلف لوگوں کو گواہ بنایا:

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ حسین بن بشیر سے روایت کی ہے کہ امام ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیھا السلام نے اپنے فرزند علی رضاؑکو ہمارے اوپر اپنا نائب اسی طرح مقرر فرمایا کہ جیسا رسول اللہؐ نے علیؑ کو غدیر خم والے دن مقرر فرمایا تھا ار فرمایا: اے اھل مدینہ! یا فرمایا:اے اھل مسجد! یہ میرے بعد میرا وصیّ ہے"

اور اسی کتاب ہی میں اسے نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن الحارث سے روایت کی ہے کہ ابو ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں پیغام بھجواکر اپنے پاس جمع فرمایااور پھر فرمایا:"کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کس لیے جمع کیا ہے؟" ہم سب نے عرض کی:"جی نہیں" آپؑ نے فرمایا:"تم سب گواہ رہو کہ میرا یہ بیٹا علی رضا ع میرا وصی، میرے امرامامت کو سنبھالنے والااور میرا نائب ہے جس کسی کا میرے ذمہ قرض ہو وہ اسی سے لے۔ اور جس کسی سے میرا کوئی وعدہ ہو وہ اسی سے وعدے کی تکمیل کا مطالبہ کرے اور جو مجھے نہیں مل پایا اسے چاہیے کہ وہ اسکی تحریر کی طرف رجوع کرے"۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن مرحوم سے روایت کی ہے کہ میں بصرہ سے مدینہ کے ارادے سے نکلا تو راستے میں ایک مقام پر میری ملاقات ابو ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی کہ آپؑ مدینہ سے بصرہ جانا چاہتے تھے۔ آپع نے مجھے بلا بھیجا تو میں آپع کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ نے مجھ کچھ خطوط دئیے اور مجھے حکم دیا کہ میں ان خطوط کو مدینہ پہنچا ؤں تو میں نے عرض کی:"آپؑ پر قربان جاؤں! یہ خطوط کس کے حوالے کرو؟" آپؑ نے فرمایا: "میرے فرزند علی رضا علیہ السلام کے حوالے کرنا کیونکہ وہ میرا وصیؑ میرے امر امامت کو سنبھالنے والا اور میرے فرزند وں میں سے سب سے افضل ہے"۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ حسن بن علی الخذاز سے روایت کی ہے کہ ہم مکہ کی طرف چلے تو ہمارے ساتھ علی بن ابی حمزہ بھی تھا کہ اسکے پاس ساماں و متاع بھی تھا تو ہم نے اس سے کہا:یہ کہا ہے؟"

اس نے کہا:"یہ عبد صالح ؑکا حال ہے آپؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اسے آپؑ کے فرزند علی رضاؑ کے پاس لے جاؤں اور آپ ؑ نے انہیں ہی وصیت فرمائی ہے"۔

شیخ صدوقؒ نے کہا ہے کہ"امام موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کی شہادت کے بعد علی بن ابی حمزہ نے اسکا انکار کردیا اور اس نے وہ مال امام رضا علیہ السلام کے حوالے نہ کیا

اور رجال الکشی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ ضحاک بن الاشعث سے روایت کی ہے کہ مجھے داود بن ذربی نے بتایا کہ میں ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ کے پاس مال لے کر گیا تو آپؑ نے اسمیں سے کچھ مال لے لیا اور کچھ مال میرے پاس ہی رہنے دیا تو میں نے عرض کی آپؑ باقی کا مال کیوں نہیں لیتے؟"تو آپؑ نے فرمایا: "میرے بعد والد امامؑ ہی تم سے یہ طلب کرئے گا"۔ جب آپؑ شہید ہوگئے تو ابو الحسن امام رضاؑ نے میری طرف پیغام بھجواکر وہ مال مجھ سے وصول فرمایا"

عیون نے اپنی اسناد کے ساتھ سلیمان بن حفض المروزی سے روایت ہے کہ میں ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کی خدمت میں حاضر ہوااور میں چاہتا تھا کہ میں آپؑ سے آپؑ کے بعد لوگوں پر اللہ کی حجت کے بارے میں سوال کروں تو آپؑ نے جب مجھے دیکھا تو خود ہی گفتگو کی ابتداء فرماتے ہوئے فرمایا:"اے سلیمان! میرا فرزند علی رضاؑ میرا وصیؑ اور میرے بعد لوگوں پر اللہ کی حجت ہے اور وہ میری اولاد میں سے سب سے افضل ہے اگر تم میرے بعد زندہ رہو تو تم میرے شیعوں اور اهل بیتؑ کے سامنے اسکے حق میں گواہی دینا اور ان لوگوں کے سامنے بھی کہ جو میرے بعد میرے نائب کی خبر لینا چاہیں"

اور کافی میں اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن اسحق بن عمار سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو الحسن اول علیہ السلام سے عرض کی:کیا آپ میری راہنمائی اس ہستی کی طرف نہیں فرماتے کہ جن سے میں اپنا دین لوں؟" تو آپ ؑ نے فرمایا: میرایہ یہ بیٹا علی رضاؑ ہے میرے بابا بزرگوارؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے قبر رسول اللہؐ پر لے گئے اور فرمایا اے بیٹا! اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا: میں زمین پر خلیفہ بنانے والاہوں۔"(القرآن)اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا اسے پورا کیا"۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ حسین بن نعیم الصحاف سے روایت کی ہے کہ میں ھشام بن الھکم اور علی بن یقطین بغداد میں اکھٹے تھے کہ علی بن یقطین نے کہا:میں عبد صالح علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ آپؑ کے فرزند علی رضاؑ آپؑ کے پاس تشریف لائے تو آپؑ نے مجھے فرمایا:"اے علی بن یقطین! یہ علی رضاؑ ہیں اور میری اولاد کے سردار ہیں۔ میں نے اسے اپنی کنیت دی ہے۔تب ہشام بن الحکم نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی اپنی پیشانی پر مارا اور کہا:"افسوس ہے تم پر تم کیسے کہتے ہو" تو علی بن یقطین نے کہا:"اللہ کی قسم! جیسا میں نے آپؑ سے سنا میں نے ویسا ہی کیا ہے"

تو ھشام نے کہا میں تمہیں خبر دیتا ہو ں کہ آپؑ کے بعد امر امامت علی رضاؑ کے ہاتھ ہی ہوگا"۔

اور رجال الکشیؒ میں اس نے اپنی سند کے ساتھ نصر بن قابوسؒ سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن موسیٰ کاظم ؑ کے ساتھ انکے گھر پر موجود تھا تو آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے دیوار کے ساتھ موجود کمرے کے پاس لے گئے اور دروازہ کھولا تو وہاں پر آپؑ کے فرزند علی رضاؑ موجو د تھے کہ انکے ہاتھ میں کتاب

تھی اور وہ اسکو ملاحضہ فرمارہے تھے۔ تو آپع نے مجھے فرمایا: 'اے نصر! کیا انہیں پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کی:"جی ہاں" یہ آپؑ کے فرزند علی رضاؑ ہیں" تو آپؑ نے فرمایا: "اے نصر! کیا جانتے ہو کہ یہ کتا ب کیا ہے کہ جسے وہ ملاحظہ فرمارہے ہیں؟"میں نے عرض کی "جی نہیں"آپؑ نے فرمایا:"یہ کتاب"جعفر" ہے کہ جسمیں نبیؐ یا نبیؐ کے وصیؑ کے علاوہ کوئی نگاہ نہیں کرسکتاہے"

حسن بن موسیٰ نے کہا:"مجھے زندگی کی قسم! نصر نے ابو الحسن علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملنے تک اس بات میں کوئی شک و شبہ نہ کیا"۔

صفار نے بصائے میں عبداللہ بن محمد الاشعری سے، اس نے حسن بن موسیٰ سے، اس نے نعیم بن قابوس۔سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا: علی رضا علیہ السلام میری اولاد میں سے سب سے بڑے، میرے فرمان کو ان سب سے زیادہ غور کے ساتھ سننے والے اور میرے حکم کی ان سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے ہیں۔ وہ میرے ساتھ اس کتاب "جعفر"کو ملاحظہ کرتے ہیں کہ جسے نبیؐ یا نبیؐ کے وصیؑ کے علاوہ کوئی ملاحظہ نہیں کرسکتا ہے۔صدوق نے عیون میں اپنی اسنا دکے ساتھ سلمۃ بن مجدز سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے عرض کی:"مجلیہ زیدیہ میں سے ایک شخص نے مجھے کہا: تم اپنے اس بزرگ (امام جعفر صادقؑ) کے بارے میں کتنی زندگی کے قائل ہو وہ فقط ایک سال یا دوس ل زندہ رہ پائیں گے اسکے بعد رحلت کرجائیں گے پھر تم کو ایسا کوئی نہ ملے گا کہ جسی طرف نگاہ بھر کے دیکھ سکو" تو ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: 'کیا تم نے اسے نہیں کہا کہ یہ موسیٰ بن جعفر علیہا السلام ہیں کہ جو ہر چیز رکھتے ہیں کہ جو امامؑ رکھتا ہوتا ہے اور میں نے اس کے لیے ایک پاکیزہ کنیز خریدہ ہے۔ پس وہ اپنی جھولی میں اسکے فقیہ نائب کو لے گی۔

اور مفید نے الارشاد میں اپنی اسناد کے ساتھ حسین بن المختار سے روایت کی ہے کہ جو ابو الحسن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام قید میں تھے تب ہمارے پاس آپؑ کی طرف سے کچھ تختیاں برآمد ہوئیں "میرا عہد امامت میری اولاد میں سے سب سے بڑے کی طرف ہے اسے چاہیے کہ وہ فلاں فلاں کام کرے اور فلاں کو تم سے کچھ نہیں ملنا چاہئے یہانک کہ وہ تم سے ملے یا میری شہادت ہوجائے"

اور صدوق نے عیون میں اپنی سند کے ساتھ اسی سے ہی روایت کی ہے کہ جب بصر میں ابو الحسین موسیٰ کاظم علیہ السلام ہمارے قریب سے گزرے تو آپؑ نے ہمیں کچھ تختیاں نکال کر دیں کہ جنمیں چوڑائی میں لکھا تھا: میر اعہد امامت میری اولاد میں سے سب سے بڑے کے لیے ہے"۔

شیخ طوسی نے اپنی کتاب "غیبت"میں ابو الحسن محمد بن جعفر الاسدی سے اس نے سعد بن عبداللہ سے، اس نے ہمارے دوستوں کے ایک بہت برے گروہ سے کہ جنمیں محمد بن الحسین بن ابی الخطاب، حسن بن موسیٰ الخشاب اور محمد بن عیسیٰ عبید شامل ہیں۔ انہوں نے محمد بن سنان سے، اس نے حسن بن الحسن سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی: میں آپؑ سے سوال کرنا چاہتا ہوں؟" تو آپؑ نے فرمایا:"اپنے امامؑ سے سوال کرو"۔ تو میں نے عرض کی:"آپؑ کی مراد کون ہے؟ میں تو آپؑ کے علاوہ کسی امامؑ کو نہیں جانتا" آپؑ نے فرمایا:"وہ میرا فرزند علی رضاعلیہ السلام ہے کہ میں نے اسے اپنی کنیت بھی دی ہے"۔

میں نے عرض کی:"اے میرے آقا! مجھے آگ سے بچائیے! کیونکہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ یقنا آپؑ ہی قائم الامر علیہ السلام ہیں"آپؑ نے فرمایا:"کیا میں قائم نہیں رہا؟"پھر فرمایا:'اے حسن! جو بھی امامؑ جس امت میں قائم ہوتا ہے وہ انکا قائم ہوتا ہے۔ پس جب وہ چلا جاتا ہے تو اسکے بعد آنے والا انکا قائم ہوتا ہے اور حجت ہوتا ہے یہانتک کہ وہ غائب ہوجاتا ہے پس ہم سب قائمؑ ہیں۔ پس جو سلوک تم مجھ سے کرتے رہے ہو وہ سب میرے فرزند علی رضا علیہ السلام سے کرتے رہنا۔ اللہ کی قسم! اللہ کی قسم! میں اسکے بارے مین یہ خود نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے"

اور اسی کتاب ہی میں احمد بن ادریس سے، اس نے علی بن محمد بن قتیبہ سے اس نے فضل بن شاذان نیشا پوری سے اس نے محمد بن سنان اور صفوان بن یحییٰ اور عثمان بن عیسیٰ سے، ان سب نے موسیٰ بن بکر سے روایت کی ہے کہ میں ابو ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپؑ نے مجھے فرمایا:"امام جعفر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے "آدمی کی خوشبختی اسی میں ہے کہ اس وقت تک نہ مرے کہ جب تک اپنا نائب اپنے پیچھے دیکھ نہ لے" پھر آپؑ نے اپنے مبارک ہاتھ کے ذریعے اپنے فرزند علی رضا علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:'یہ میرا وہ نائب ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھایا ہے"۔

اور اسی کتاب ہی میں سعد بن عبداللہ سے، اس نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے اس نے علی بن الحکم س اور علی بن الحسن بنان فع سے ان دونوں نے ہارون بن خارجہ سے روایت کی ہے کہ مجھے ہارون بن سعد العجلی نے کہا: "اسماعیلؑ کہ جسکی طرف تمہاری گردنیں لمبی ہوتی تھیں وہ رحلت کرچکے ہیں اور جعفرعلیہ السلام بوڑھے ہیں کہ آج نہیں توکل اس دنیا سے چلے جائیں گے پس تم بغیر امامؑ کے باقی رہ جاؤ گے جو میں کہہ رہا ہو ں اسے تم نے سمجھا نہیں ہے" پس میں نے اسکی گفتگو ابو عبداللہؑ کے سامنے عرض کی تو آپؑ نے فرمایا: بعید ہے بعید ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ اس امر امامت کو منقطع کرنے پر ہرگز راضی نہ ہے یہانتک کہ وہ رات اور دن کو ختم کردے جب تم اس سے ملو تو اس سے کہو: یہ موسیٰ بن جعفر علیہا السلام بڑے ہوچکے ہیں۔ انشاء اللہ انکے ہاں ایک فرزند کا نورانی ظہور ہوگا کہ جو انکا نائب ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

شیخ نے کہا کہ دوسری روایت میں ہے کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا: "ہمارا صاحب امرؑ ظہور کرئے گا اور وہ اسکی صائب سے ہوگا اور آپؑ نے امام موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کی طرف اشارہ فرمایا:

اور وہ (صاحب الامرؑ) زمیجن کو عدل سے پرُ کردے گا جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی"

اور اسی کتاب ہی میں احمد بن محمد بن سعید بن عقدہ سے، اس نے محمد بن احمد بن نصر تیملی سے، اس نے کہا کہ میں نے سنا حرب بن الحسن الطحان سے کہ وہ یحییٰ بن الحسن علوی گفتگو کررہا تھا کہ یحییٰ بن مساور نے کہا کہ میں شیعوں کے ایک گروہ کے ہمراہ تھا کہ جنمیں علی بن ابی حمزہ بھی تھا میں نے اسے کہتے سنا کہ "علی بن یقطین، ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے آپؑ سے بہت سی چیزوں کے بارے میں سوال کیا اور آپؑ نے اسے جوابات دئیے پھر ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"اے علی! تمھار ا بادشاہ مجھے قتل کرنے والا ہے" تب علی بن یقطین رو پڑا اور عرض کی "اے میرے آقا! کیا میں بھی اسکے ساتھ ہونگا؟" آپؑ نے فرمایا: "نہیں۔ اے علی! تم اسکے ساتھ نہ ہو گے اور نہ تم میرا قتل دیکھ پاؤ گے" اس نے عرض کی:"اے میرے آقا! تب آپؑ کے بعد ہمارا امامؑ کون ہوگا؟ تو

آپؑ نے فرمایا: میرا فرزند علی رضا علیه السلام میری تمام اولاد سے افضل ہے اسکی نسبت مجھ سے وہی ہے کہ جو میری اپنے باپ سے ہے اسکے پاس ہمارے شیعوں کی ضرورت کا تمام علم موجود ہے وہ دنیا و آخرت میں سردار ہے۔ یقینا وہ عند الله مقربین میں سے ہے تب یحییٰ بن الحسن نے حرب سے کہا "تو کس چیز نے علی بن ابی حمزہ کو اس بات پر ابھارا کہ اس نے علی رضاعلیه السلام سے دوری اختیار کرلی۔ اس نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن مسار سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا:"اسے اس بات پر اس مال نے ابھارا کہ جو اس کے پاس تھا یقینا اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا و آخرت کی بدبختی دی ہے پھر بنی ہاشمؑ میں سے کوئی داخل ہوا تو گفتگو منقطع ہوگئی۔

مفید نے الارشاد میں داؤد رقی تک اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے ابو ابراہیم علیه السلام سے عرض کی:"آپؑ پر قربان جاؤں! میں سن رسیدہ ہوگیا ہوں پس آپؑ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جہنم سے بچا لیجیے۔ آپؑ کے بعد ہمارا امامؑ کون ہوگا؟ تب آپؑ نے اپنے فرزند ابو الحسن علی رضا علیه السلام کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا: "میرے بعد تمھارا امامؑ یہ ہے"

مفید نے کہا ہے کہ امام علی بن موسیٰ الرضا علیہا السلام کی امامت پر آپؑ کے بابا بزرگوار علیه السلام کی طرط سے نص اور اشارہ کو جن افراد نے روایت کیا ہے انمیں امام موسیٰ کاظم علیه السلام کے خواص، ثقات، متقی، عالم اور آپؑ کے شیعوں میں سے دانا ترین افرا د ہیں جنمیں دائد بن کثیر الرقی محمد بن اسحاق بن عمار، علی بن یقطین، نعیم القابوسی،حسین بن مختار، زیاد بن مروان مخذومی، داؤد بن سلیمان، نصر بن قابوس، داود بن زربی، یزید بن سلیط اور محمد بن سنان شامل ہیں"۔

میں کہتا ہوں:"جا ن لیجیے کہ اما م علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام کی امام کے بارے میں موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کی احادیث و روایات بہت زیادہ اور مضامین کے اعتبار سے ملتی جلتی ہیں اگر ان سب کا ذکر کیا جائے تو تکرار سے خالی نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے ہم نے انمیں سے بعض کے ذکر کو رہنے دیاہے"۔

اور آپؑ کی امام پر نص روایات و احادیث میں سے بعض اآپؑ کے نورانی ظہور والی فصل میں گزر چکی ہیں اور انمیں سے بعض آپؑ کے بابا بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیه السلام کی امامت پر نص کے باب میں بھی وارد ہوچکی ہیں۔ اور انشا اللہ اما م رضا علیه السلام کی امام پر نصوص میں سے کچھ بارہ اماموںؑ کی امامت پر نصوص میں اثبات الغیبة و کشف الحیرة میں آئیں گی۔ آپؑ کی امامت پر اور آپؑ کی اطاعت کے وجوب پر اورآپؑ کی حجت اور بلند مرتبتی کے ثبوت پر وہ چیزیں بھی دلالت کرتی ہیں کہ جو اللهکی واضح نشانیوں، ظاہری علامات، آپؑ سے صادر ہونے والے معجزات جیسے آپؑ کی دعاؤں کی قبولیت، آپؑ کا غیب کی خبر دینا اور کائنات کے بارے میں اسکی خلقت سے پہلے کی خبر دینا، مردوں کا زندہ کرنا، مریضوں کو شفاء دینا، چوپائیوں کے کلام کو سمجھنا وغیرہ میں سے جنکا ذکر آگے آنے والاہے جیسا کہ ان چیزوں کا انبیآء علیهم السلام سے صدور ہوا ہے انمیں سے ایک آپؑ کا حبابة الوالبیة کے ساتھجریصه ہے کہ جسکے پاس پتھر تھا کہ جس پر امیر المومنین علیه السلام نے مہر ثبت فرماکر اس سے فرمایاتھا:"جو بھی اس پر مہر لگادے وہ امامؑ ہوگا" اور وہ عورت امام رضاعلیه السلام کے دنوں تک باقی رہی تو امامؑ نے اس پتھر پرمہر ثبت فرمائی۔ اس عورت نے امامؑ کے آباؤ اجداد میں سے ائمه علیهم السلام سے ملاقات کی تھی اور سب حضرات علیهم السلام نے اس پر مہر لگادی تھی۔ اور امام رضا علیه السلام آخری امامؑ تھے کہ جن سے اس عوت کو ملاقات نصیب ہوئی۔ وہ عورت امام رضا علیه السلام سے ملاقات کے بعد فوت ہوگئی تو امام علیه السلام نے اسے

اپنی قمیض سے کفن دیا۔ اسی طرح آپؑ کا اُم غانم الاعرابیه الیمانیة کے ساتھجریصه ہے که جو پتھر رکھتی تھی اور اس پر امیر المومنین علیه السلام نے اور آپؑ کے بعد والے ائمة الھدیٰ علیھم السلام نے امام ابو محمد عسکر ی علیه السلام تک سب نے مہر ثبت فرمائی اور یه معروف و مشہور عورت تھی اگر ہمارے مولاابو الحسن رضا علیه السلام اور آپؑ کی اولاد میں سے دیگر ائمه الھدیٰ علیھم السلام کی امامت پر ان دو قصوں کے علاوہ کوئی نص بھی نه ہوتی تو بھی ہر انصاف پسند شخص ان کو کافی سمجھتا کیونکه امیر المومنین علیه السلام نے ان دونوں واقعات میں آپؑ کی امامت اور ان سب علیھم السلام کی امامت پر نص فرمائی ہے"۔

تیسری فصل

یہ فصل آپؑ کے معجزات، آپؑ کی بلند مرتبتی، آپؑ کے امور علویت کے بیان میں ہے اضافہ برایں کہ اسمیں آپؑ کے احوال شامل ہیں کہ جنکا حساب ممکن نہیں ہے کیونکہ آپؑ کو بہت دور دراز لے جایا گیا

انمیں سے آپؑ کا غائب کائنات کے بارے مین اسکی تخلیق سے پہلے کی خبریں دینا اور دلوں میں موجود رازوں کا بتلانا ہے

صدوق نے عیون میں اپنی سند کے ساتھ ایان بن صلت سے روایت کی ہے کہ جب میں نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو میں نے عزم کیا کہ میں امام رضا علیہ السلام سے الوداع کے لیے جاؤں گا اور میں نے اندر ہی اند ر کہا: ”جب میں آپؑ سے الوداع کروں گا تو میں آپؑ سے آپؑ کی اُترن میں سے قمیض مانگوں گا تاکہ اسے اپنا کفن بنا سکوں“ جب میں نے آپؑ سے وداع کیا تو مجھے گریہ و بکاء اور آپؑ کے فراق کے افسوس نے مجھے یہ سوال کرنا بھلا دئیے۔ جب میں آپؑ کے سامنے چل دیا تو آپؑ نے بلند آواز سے مجھے پکارکر فرمایا: اے ایان! واپس آؤ“ میں واپس گیا تو آپؑ نے مجھے فرمایا: ”کیا تم نہیں چاہتے کہ میں تمہیں اپنی اترن میں سے ایک قمیض دوں تاتکہ جب تمہارا وقت قریب آئے تو تم اسے کفن بنا سکو اور کیا تمہیں پسند نہیں ہے کہ میں تمہیں کچھ درہم دوں تاکہ تم ان سے اپنی بیٹیوں کے لیے انگوٹھیاں بنو سکو؟“ میں نے عرض کی: ”اے میرے آقا! میرے دل میں تھا کہ میں یہ سب آپؑ سے مانگوں گا مگر آپؑ کی جدائی کے غم نے مجھے ایسا نہ کرنے دیا“ آپؑ نے مسند کو اٹھایا اور قمیض نکالا اور مجھے عنایت فرمایا: اور مصلے کے کونے کو اُٹھایا میں کہتا ہوں: ”الحمیری، الکشی، قطیب راوندی اور علی بن عیسیٰ الاابلی نے ریان بن صلت تک اپنی اسناد کے ساتھ ایسی ہی روایت تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ نقل کی ہے“

بصائر میں احمد بن محمد بن عیسی سے، اس نے محمد بن الحسن بن اعلان سے، اس نے محمد بن عبداللہ القمی سے روایت کی ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ مجھے شدید پیاس نے گھیر لیا۔ مجھے اچھا نہ لگا کہ میں آپؑ کی محفل میں پانی مانگو۔ پس آپؑ نے ٹھنڈا پانی منگوایا اسمیں تھوڑا چکھا اور مجھے دے کر فرمایا: ”اے محمد!“ اسے پیو کہ یہ ٹھنڈا ہے“ پس میں نے وہ پانی پی لیا“

اور عیون میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن ابی نصر بیز نطی سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی امامت میں شک کا شکار تھا۔ میں نے آپؑ کو خط لکھا اور حاضر ہونے کی اجازت چاہی اور میں نے اندر ہی اندر چھپا رکھا تھا کہ جب میں آپؑ کے پاس جاؤں گا تو میں تین آیا ت کے بارے میں سوال کروں گا کہ جن پر میرے دل کو وسواس تھا۔

تو مجھے اپنے آپؑ کی طرف بھیجے گئے خط کا جواب ملا: ”اللہ ہمیں اور تم کو اپنی عافیت میں رکھے۔ تو نے میرے پاس حاضر ہونے کی اجازت مانگی ہے تو میرے پاس آنا بہت دشوار ہے کیونکہ ان لوگوں نے اس معاملے میں مجھ پر بہت سی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں اور اس وقت میں تم سے ملاقات کرنے پر قادر

نہیں ہوں۔ اللہ نے چاہا تو عنقریب ملاقات بھی ہوجائے گی اور آپؑ نے ان تین آیات کے بارے میں بھی لکھا کہ جن کے بارے مین سوال کا میں نے ارادہ کیا تھا۔ اللہ کی قسم! میں نے اپنے خط میں انمیں سے کسی کا ذکر تک نہ کیا تھا۔ جب آپؑ نے ان تین آیات کا خط میں ذکر فرمایاتو میں متعجب رہ گیا مجھے معلوم نہ ہوسکا مگر اس جواب کے بعد تو میں نے اس معنی کو ہی اپنایا کہ جو آپؑ نے لکھا تھا"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن حعض سے روایت کی ہے کہ عبدصالح ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کے غلام نے مجھے بیان کیا کہ ہم ایک سفر کے دوران پوری جماعت کے ساتھ امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ تھے تو ہمیں شدید پیاس نے گھیر لیا اور ہماری سواریوں کو بھی یہانتک کہ ہمین جان کے لالے پڑگئے۔ تو امام رضا علیہ السلام نے ہمیں فرمایا: "فلاں جگہ جاؤ" اور آپؑ نے ہمیں اس جگہ کا نام بتایا"یقینا تمہیں اس جگہ پانی ملے گا" پس ہم اس جگہ پہنچے تو ہمیں پانی ملا۔ پس ہم نے اپنی سواریوں کو اتنا پانی پلایا کہ انکی پیاس بجھ گئی اور ہم نے بھی پیا س بجھائی اور پورے قافلے نے بھی پیاس بجھائی۔ پھر ہم آپؑ کے پاس حاضر ہوئے تو آپؑ نے دوبارہ اسی چشمے کی تلاش کا حکم صادر فرمایا: ہم نے اسکی تلاش شروع کی مگر ہمیں اونٹ کی مینگنیوں کے علاوہ کچھ نہ ملا اور ہمیں چشمے کا کہیں نشان تک نہ ملا"

میں نے یہ یہ با ت قنبرؓ کی اولاد میں سے ایک شخص کو بتلائی کہ جو گمان کرتا تھا کہ وہ ایک سو بیس120سال کا ہے۔ تو مجھے اس قنبری نے بھی اسی طرح کی حدیث بیان کی۔ قنبر ی نے مجھے بتایا کہ میں بھی آپؑ کی خدمت تھا اور ایسیہی چیز وقوع پزیر ہوئی اور یہ سب خراسا کے سفر کے دوران ہوا"

الکشی نے اپنء رجال میں کہا کہ مجھے بیان کیا حمیدو نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا حسن بن موسیٰ نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کی علی بن خطاب نے کہ جو واقعی المذہب تھا۔ اس نے کہا کہ میں عرفہ کے دن عرفہ کے مقام پر تھا کہ ابو الحسن رضا علیہ السلام اپنے چند چچا زادوں کے ہمراہ تشریف لائے اور میرے سامنے پڑاؤ ڈالا اور میں اس وقت شدید بخار میں مبتلا تھا۔ اور مجھے شدید پیاس نے گھیر ا ہوا تھا تو امام رضا علیہ السلام نے اپنے گلام کو کچھ فرمایا کہ جو میں سمجھ نہ سکا۔ تو غلام جا کر ایک برتن میں پانی بھر لایا۔ آپؑ نے اسے نوش فرمایا: اسے بھر کے لاؤ" پس وہ غلام پانی بھر لایا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: "یہ پانی اس فاسق شیخ کے پاس لے جاؤ۔ پس وہ غلام میرے پاس پانی لایا اور اس نے مجھے کہا: تو بخار زدہ ہے"میں نے کہا:"جی ہاں" اس نے کہا:"پیو" میں نے وہ پانی پیا اللہ کی قسم میرا بخار ختم ہوگیا۔

تب مجھے یزید بن اسحاق نے کہا:"اے علی! تم پر افسوس ہے جو تو نے دیکھا ہے اس کے بعد اور کیا چاہتا ہے؟اس نے کہا اے میرے بھائی! ہمیں چھوڑ دو" اسے یزید نے کہا: مین تمہیں ابراہیم بن شعیب کا واقعہ بیان کرتا ہوں کہ وہ بھی اسی کی طرح واقضی تھا۔ اس نے روایت کی ہے کہ میں رسول اللہ ؐ کی مسجد میں تھا کہ میرے ایک جانب ایک موٹا تازہ انسان موجود تھا۔ میں نے اس سے کہا:"اسے شخص! تم کون ہو" اس نے کہا:"مین بنی ہاشمؑ کا گلام ہوں" مین نے کہا:"بنی ہاشمؑ میں سے سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس نے کہا"امام رضا علیہ السلام: تو میں نے کہا:"تو وجہ ہے کہ ان سے ایسے معجزوں کا ظہور نہیں ہوتا ہے کہ جب انکے آباؤ اجداد علیہم السلام سے ہوتا تھا؟" اس نے مجھے کہا:"مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو اور وہ اتھا اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ پس تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ وہ میرے پاس ایک خط لایا کہ جس کی لکھائی عمدہ نہ تھی اسمیں لکھا تھا:"اے ابراہیم! ہم تمہیں تمہارے

آباؤ اجداد سمیت جانتے ہیں اور یہ بھی کہ تمہاری اولاد کتنی ہے انمیں سے مرد کتنے ہیں یہانتک کہ آپؑ نے ان سب کے نام تک گنوائے اور تمہاری اتنی بیٹیاں ہیں۔ فلاں،فلاں،یہانتک کہ اسکی تمام بیٹیوں کے نام تک گنوائے۔ اس نے کہا کہ اسکی ایک بیٹی کا لقب جعفری تھا تو اسکا نام بھی لکھا تھا۔ جب میں نے وہ خط پڑھ لیا تو اس نے مجھے کہا "واپس کرو" میں نے کہا: "رہنے دو"اس نے کہا: نہیں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم سے یہ خط واپس لاؤں"پس میں نے وہ خط اس گلام کو واپس کردیا"

حسن نے کہا:"میں نے ان دونوں کو شک ہی کی حالت میں مرتے دیکھا" اور خرائج میں ریان بن صلت سے روایت کیا گیا ہے کہ میں خراسان میں امام رضا علیہ السلام کے پاس حاضر ہواتو میں نے اندر ہی اندر کہا:"میں آپؑ سے وہ رضوی دینار مانگوں گا کہ جن پر آپؑ کا نام مبارک کندہ ہے۔ جب میں آپؑ کی خدمت میں پہنچا تو آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا:"ابو محمد! ان دیناروں کی خواہش رکھتا ہے کہ جن پر میرا نام کنندہ ہے پس تم تیس30دینار لے آؤ" غلام وہ دینا لایا تو میں نے اس سے لے لیے۔ پھر میں نے اندر ہی اندر کہا:"اے کاش! آپؑ مجھے اپنے لباس میں سے کچھ عنایت فرمادیں: تو آپؑ اپنے گلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ان سے کہا میرے لباس کو مت دھوئیں اور جیسے میں نے اُتارا تھا ویے ہی میرے پاس لے آئیں' تو آپؑ کے پاس قمیض، شلوار اور جوتے لائے گئے تو وہ مجھے دے دئیے۔

عیون میں اپنی اسنادکے ساتھ حسن بن علی بن فضا ل سے روایت کیا گیا ہے کہ ہمیں عبداللہ بن مغیرہ نے کہا: "میں واقعی المذہب تھا۔ میں اسی عقیدے پر ہی حج کرنے نکلا جب میں مکہ پہنچا تو میرے دل میں کچھ عجیب سا احساس ہو ا تو میں نے کعبہ اللہ کے غلاف کو پکڑکر دعا مانگی "اے میرے معبود! تو میری تڑپ کا علم رکھتا ہے اور میرے ارادوں کا عالم ہے پس تو میری بہترین دین کی طرف راہنمائی فرما۔" تب میرے دل میں آیا کہ امام رضا علیہ السلام کے پاس جاؤں۔ میں مدینہ آیا اور میں نے دروازے پر رک کر گلام سے کہا:"اپنے مولاؑ سے کہو کہ عراق سے ایک آدمی آیا ہے۔

تو میں نے امامؑ کی ند ا سُنی۔ آپؑ فرمارہے تھے:"ا ے عبداللہ بن مغیرہ! اندر داخل ہو جاؤ" میں اندر گیا جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو فرمایا:"اللہ نے تمہاری دعا قبول کرلی ہے اور تمہیں اپنے دین کی طرف ہدایت بخش دی ہے" میں نے عرض کی:"میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناََ آپؑ اللہ کی مخلوق کی حجت اور اللہ کے امین ہیں۔

صفار نے بصائر میں احمد بن محمد سے، اس نے محمد بن ابی نصر سے روایت کی ہے کہ میں نے قادسیہ جاتے ہوئے راستے میں امام رضا علیہ السلام کی زیارت کی تو میں نے آپؑ کو سلام کیاتو آپؑ نے مجھے فرمایا:"میرے لیے ایک کمرہ کرائے پر لو کہ جس کے دروازے ہوں ایک گھر کی طرف کھلتا ہواور ایک باہر کی طرف کیونکہ یہ تمہارا پردہ رکھتا ہے"۔ اور آپؑ نے میری طرف ایک تھیلی بھیجی کہ جسمیں عمدہ دینا ر اور ایک مصحف تھا۔ آپؑ ہمیشہ میرے پاس رہنے نمائندے کا کام کاج کی غرض سے بھیجا کرتے تھے۔ میں نے آپؑ کے لیے خریداری کی۔ اور ایک دن میں تنہا تھا تو میں نے وہ مصحف کھولا تاکہ اسے پڑھ سکوں۔ جب میں نے اسے کھولا تو میں نے دیکھا کہ اسمیں جو لکھا تھا وہ ہماری سمجھ سے باہر تھا۔ میں نے اسکو پڑھنا شروع کیا مگر میں اسمیں سے کسی چیز کی معرفت حاصل نہ کرسکا۔ میں نے کاغذ اور قلم اُٹھایا تاکہ میں اسے لکھ لوں

اور آپؑ سے اس بار میں سوال کرسکوں میں نے اسمیں سے ابھی کچھ بھی نہ لکھا تھا کہ میرے پاس ایک مسافر آیا کہ جسکے پاس تھیلا، دھاگہ اور مہر تھی اس نے کہا:"میرے مولاؑ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اس مصحف کو میرے تھیلے میں ڈالو اور اس کو مہر لگادو اور تم اسکو مہر کے ساتھ آپؑ کی خدمت میں روانہ کرو"۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔

اور اسی کتاب ہی میں ھیثم ھندی سے، اس نے محمد بن فضل صیرفی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن رضا علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپؑ سے مختلف چیزوں کے بارے میں سوال کیا میں نے چاہا کہ میں آپؑ سے رسول اللہؐ کے اسلحہ کے بارے میں سوال کروں مگر میں بھول گیا۔ پس میں آپؑ کی خدمت سے نکل کر ابو الحسین بن بشیر کے پاس پہنچا۔ کہ اچانک آپؑ کا غلام آیا اور اسکے پاس ایک رقعه تھا جسمیں لکھا تھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں اپنے بابا بزرگوار علیه السلام کی طرح امامؑ ہوں اور میں نے آپؑ سے ہر طرح کی وراثت پائی ہے۔ جو کچھ آپؑ کے پاس تھا وہ سب میرے پاس موجود ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں موسیٰ بن عمرو سے، اس نے احمد بن عمیر الخلال سے روایت کی ہے کہ میں نے مکہ میں آخر س کو امام رضا علیه السلام کے بارے میں بکواسات کرتے سنا۔ میں نے مکہ کے اندر جاکر ایک چھری خریدی اور اسے تیز کر کے میں نے خود سے کہا:"اللہ کی قسم! جب وہ مسجد سے نکلے گا میں است ضرور قتل کردوں گا۔" پس میں نے اسی پر پکاارادہ بنالیا کہ اچانک ابو الحسن رضا علیه السلام کا رقعه آیا:"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔تمہیں تم پرمیرے حق کا واسطه اخرس کے قتل سے رُک جاؤ۔ اللہ ہی میرا بھروسه ہے اور وہ ہی میرے لیے کافی ہے"۔

اور خرائج میں ابو ھاشم جعفری سے روایت ہے کہ امام رضا علیه السلام کی محفل میں بیٹھا تھا کہ مجھے شدید پیاس نے آلیا۔ میں آپؑ کی ھیبت کی وجہ سے آپؑ کی محفل میں پانی نہ مانگ پایا۔پس آپؑ نے پانی منگوایا اور اسمیں سے ایک گھونٹ پیا پھر فرمایا: اے ابو ھاشم! اس کو پیؤ کہ یہ ٹھنڈا اور خوشبو دار ہے" پھر مجھے دوسری بار پیا س لگی تو آپؑ نے خادم کی طرف دیکھ کر فرمایا: "تم شکر اور ستو کا شربت لاؤ"۔آپؑ نے اس سے فرمایا: "بلکہ تم ستو لو اور اسکے برابر شکر بھی ڈالو"اور فرمایا:"اے ابو ھاشم! پیو کیونکہ یہ پیاس کو ختم کرتا ہے"

اور اسی کتاب ہی میں احمد بن محمد بن ابی نصر بیز نطی سے روایت ہے کہ میں اما م موسیٰ بن جعفر علیها السلام پر وقف کا قائل تھا (واقعی المذہب تھا) اور میں امام رضا علیه السلام کی امامت میں شک کیا کرتا تھا۔ پس میں نے امام رضا علیه السلام کی خدمت میں خط لکھا اور میں نے آپؑ سے بہت سے مسائل کے بارے میں سوال کیا اور میں اپنا ایک اہم مسئله بھول گیا تو آپؑ نے تمام مسائل کا جواب عنایت فرمایاپھر لکھا: تو بہت سے اہم مسائل بھول گیا ہے" پس میری آنکھیں کھل گئیں پھر میں نے آپؑ کی خدمت میں لکھا:ایرسول اللہؐ کے فرزندؑ میری خواہش ہے کہ آپؑ مجھے اپنے گھر بلائیں کسی ایسے وقت میں جب آپؑ جانتے ہوں کہ اس وقت دشمنوں کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہو"

پھر آپؑ نے دوسرے روز کے اختتام پر میرے پاس سواری بھیجی تو میں آپؑ کی خدمت میں گیا اور آپؑ کے ہمراہ مغر و عشاء کی نماز پڑھی اور آپؑ بذات خود ہی مجھ کو غلام کی معرفت سے نوازنے لگے اور میں نے آپؑ سے سوال شروع کیے اور آپؑ نے مجھے جوابا ت دینے شروع کیے یہاں تک کہ بہت سی رات گزر

گئی۔ پھر آپؑ نے غلام سے فرمایا: ”تم وہ کپڑے لاؤ کہ جنمیں میں سوتا ہوں تاکہ احمد بیز نطی ان کپڑوں میں سوپائے“آپؑ نے میری اتنی پرواہ کی کہ مجھ جیسا دنیا بھر میں کوئی خوش نصیب نہ ہوگا کہ امامؑ نے میرے پاس اپنی سواری بھیجی اور امامؑ میرے پاس تشریف فرما ہوئے پھر میرے لیے اتنی عز ت بھیجی اور حکم صادر فرمایا امام علیہ السلام اپنے ہاتھوں پر ٹیک لگا کر اٹھنے لگے تو آپؑ بیٹھ گئے اور فرمایا: اے احمد! اپنے ساتھیوں پر اس کے ذریعے فخر مت کرنا کیونکہ جب صعصعہ بن صوحان مریض ہوا تو امیر المومنین علیہ السلام نے اسکی عیادت فرمائی اور اسکو عزت بخشی کہ اپنا مبارک ہاتھ اسکی پیشانی پر رکھ کر آہستہ سے پھیرنے لگے جب امیر المومنین علیہ السلام نے اٹھنا چاہا تو فرمایا: اے صعصعہ! میں نے تمہارے ساتھ جو مہربانی کی ہے اس کے ذریعے اپنے ساتھیوں پر فخر مت کرنا کیونکہ میں نے جو بھی تیرے ساتھ کیا وہ مجھ پر واجب تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں محمد بن عیسیٰ سے، اس نے حسن بی علی بن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ میری کنیز نے میرے لیے ریشم کے تانے والے دو کپڑے تیار کیے اور اس نے مجھے کہا کہ میں ان دونوں میں ہی حرام باندھوں۔ پس میں نے اپنے غلام کو کہا کہ وہ انہیں صندوق میں رکھ دے۔ جب احرام باندھنے کا وقت آیا تو میں نے ان دونوں کپڑوں کو طلب کیا تاکہ انہیں پہن سکوں مگر میرے دل میں خیال آیا تو میں نے کہا:”میرے لیے مناسب نہیں کہ میں احرام کے طور پر ایسا کپڑا پہنوں کہ جسکا تانا ریشم کا ہے‘

پس میں نے ان دونوں کپڑوں کا رہنے دیا اور انکے علاوہ دیگر کپڑوں سے احرام باندھ لیا۔ جب میں مکہ پہنچا تو میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور اپنے پاس موجود کچھ چیزیں بھی آپؑ کی خدمت میں روانہ کیں۔ مگر میں بھول گیا کہ آپؑ کی خدمت میں احرام باندھنے والے شخص کے بارے میں لکھتا کہ کیا اس کے لیے ریشم کے تانے والا کپڑا پہننا جائز ہے؟“

پس تھوڑی دیر میں جواب آن پہنچا کہ آپؑ نے تمام مسائل کا جواب عنایت فرمایا تھا اور خط کے بالکل نیچے لکھا تھا:ریشم کے تانے والے کپڑوں کا احرام باندھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

عیون میں اپنی سند کے ساتھ ابن ابی کثیر سے روایت کیا گیا ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو لوگوں نے آپؑ پر وقف کا مذہب اختیار کرنا شروع کردیا میں نے اسی سال حج کیا۔ میں نے امام رضا علیہ السلام کو دیکھا تو میں نے دل ہی دل میں کہا:”آپؑ ہم ہی میں سے ایک بشر ہیں ہم تو معجزے کے پیروکار ہیں“ تو آپؑ ہم ہی میں سے ایک بشر ہیں ہم تو معجزے کے پیروکار ہیں“ تو آپؑ بجلی سی تیزی کے ساتھ میرے قریب سے گزرے اور فرمایا: میں ہی وہ بشر ہوں کہ جسکی تمہیں تلاش ہے“ میں نے عرض کی میں آپؑ سے اور اللہ سے معافی کا طلبگا رہوں“آپؑ نے فرمایا: ”تمہیں معاف کردیا گیا“

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن عبدالرحمن ہمدانی سے اس نے کہا مجھے بیان کیا ابو محمد غفاری نے، اس نے کہا کہ بھاری بھر کم قرض کے بوجھ نے مجھے گھیر لیا تو میں نے اندر ہی اندر کہا:میرے آقا و مولا اور ابو الحسن علی بن موسیٰ بن جعفر علیھم السلام کے علاوہ میرا یہ قرض کوئی نہیں اتا ر سکتا ہے“ جب صبح ہوئی تو میں آپؑ کے دولت سرا پر حاضرہوا میں نے حاضری کی اجازت چاہی تو آپؑ نے اجازت دے دی۔ جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے خود ہی گفتگو کی ابتداء فرماتے ہوئے فرمایا: اے محمد! ہماری تمہاری حاجت کو جانتے ہیں۔ تمہارے قرض کی ادائیگی

ہم پر ہوئی" شام کو جب افطار کے لیے کھانا لایا گیا تو ہم نے کھانا کھایا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:"اے ابو محمد! تو رات یہی رکے گا یا واپس جائے گا؟ میں نے عرض کی:"اے میرے آقا! اگر آپؑ میری حاجت پوری کردیں تو میں واپس جانا چاہوں گا۔آپؑ نے چٹائی کے نیچے سے مٹھی بھر اُٹھایا اور میرے حوالے کردیا۔ میں واپس گیا میں چراغ کے سامنے گیا تو وہ سرخ اور زرد رنگ کے دینار تھے۔ سب سے پہلا دینار جو میرے ہاتھ آیا میں نے اسکا نقس دیکھا تو اسمیں لکھا تھا: اے ابو محمد! کل پچاس 50دینار ہیں۔انمیں سے چھبیس26تیرے قرض کی ادائیگی کے لیے اور چوبیس24تیرے اھل و عیال کے نان و نفقه کے لیے ہیں" جب صبح ہوئی تو میں نے تمام دیناروں کو اچھی طرح دیکھا مگر انمیں وہ دینار نہ پایا جبکہ انمیں سے بھی کوئی دینا کم نہ ہوا تھا۔

اوراسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ حسن بی علی الوشاء سے روایت کی ہے کہ مجھے عباس بن جعفر بن محمد بن الاشعت نے کہا کہ میں امام رضاعلیه السلام سے عرض کروں کہ آپؑ اسکے خطوط کو پڑھنے کے بعد اس خوف سے کہ ہیں دوسروں کے ہاتھ نہ لگ جائیں جلا دیا کریں"وشاء نے کہا:"اس سے پہلے کہ میں آپؑ کو اسکے خطوط جلانے کی درخواست کرتا آپؑ نے مجھے اس کے خطوط کے بارے میں خط بھیجا:"اپنے ساتھی کو بتا دو کہ جب میں اسکے خطوط کو پڑھ لیتا ہوں تو انہیں جلا دیتا ہوں"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے روایت کی ہے کہ میری خواہش تھی کہ جب میں ابو الحسن رضا علیه السلام کی خدمت کو جاؤں تو آپؑ سے آپؑ کے سن اقد س کے بارے میں سوال کروں ۔ جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوااور آپؑ کے سامنے زانوتہہ کرکے بیٹھا تو آپؑ نے مجھے دیکھنے لگے اور میرے چہرے کو پڑھنے لگے پھر فرمایا: "تم کتنے سال کے ہو؟ میں نے عرض کی آپؑ پر قربان جاؤں! اتنے سال کا"آپؑ نے فرمایا:"میں تم سے بڑا ہو ن میں اب بیالیس 42سال کا ہوچکا ہوں" میں نے عرض کی:آپؑ پر قربان جاؤں! اللہ کی قسم! میرا ارادہ تھا کہ میں آپؑ سے اس بار ے میں سوال کرتا" تو آپؑ نے فرمایا: "میں نے تمہیں بتادیاہے"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ فیض بن مالک مدائنی سے روایت کی ہے اس نے کہا مجھے بیان کیا ذروان المدائنی نے کہ وہ ابوالحسن امام رضا علیه السلام کے پاس حاضر ہوا چاہتا تھا کہ وہ آپؑ سے عبداللہ بن جعفر صادقؑ کے بارے میں سوال کرے۔ آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑکر اپنے سینے پر رکھا اور اس سے پہلے کہ میں آپؑ کو کچھ عرض کرتا کہ جو میں ارادہ رکھتا تھا آپؑ نے مجھ سے فرمایا: "اے محمد ابن آدم! عبداللہ امامؑ نہ تھا" پس آپؑ نے جس کے بارے میں سوال کرنا چاہتا تھا میرے سوال کرنے سے پہلے ہی بتا دیا"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسنا کے ساتھ عمر بن یزید سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن امام رضا علیه السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ محمد بن جعفر علیھا السلام کا ذکر چل پڑا تو آپؑ نے فرمایا:"میں خود کو قسم دی ہے کہ مجھ پر اور اس پر ایک گھر کی چھت سایه نہ کرئے"تو میں نے اندر ہی اندرکہا: آپؑ ہمیں تو نیکی اور صله رحمی کا حکم دیتے ہیں مگر خود اپنے چچا کے بارے میں ایسا فرمارہے ہیں۔ تو آپؑ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: یہی نیکی اور صله رحمی ہے کیونکہ جب وہ میرے پاس آئے گا

اور پھر واپس جاکر لوگوں کو میرے بارے میں جو بھی کہے گا لوگ اسے سچ جانیں گے۔اورجب نہ وہ میرے پاس آئے گا اور نہ ہی میں اسکے پاس جاؤں گا تو وہ جو بھی کہتا پھرے اسکو قول قبول نہ کیا جائے گا"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن عیسیٰ یقطینی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے ھشام عباسی سے سنا کہ میں ابو الحسن رضاعلیہ السلام کے پاس حاضر ہوااور میں چاہتا تھا کہ میں آپؑ سے درخواست کروں کہ آپؑ مجھے سردرد کا تعویذ دیں۔

اور یہ کہ آپؑ مجھے اپنے کپڑوں میں سے دو چادریں عنایت فرمائیں کہ جنمیں میں احرام باندھ سکوں۔ جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپؑ سے اپنے مسائل پوچھے تو آپؑ نے مجھے جواب دئیے اور میں اپنی ان دونوں حاجات کو بھول گیا۔ جب میں باہر نکلنے کے لیے اٹھا اور آپؑ سے وداع کرنا چاہا تو آپؑ نے مجھے فرمایا:"بیٹھ جاؤ" تو میں آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا آپؑ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور مجھے تعویز دیا۔پھر آپؑ نے مجھے اپنے لباس سے دو چادریں عنایت فرمائیں اور مجھے فرمایا:"تم ان دونوں چادروں میں احرام باندھنا"عباسی نے کہا:"اور میں نے مکہ میں دو کپڑے ڈھونڈ ے تاکہ انمیں سے ایک اپنے بیٹے کو دے سکوں مگر مجھے مکہ وہ کپڑے نہ ملے کہ جیسا میں چاہتا تھا یہانتک کہ میں نے مدینہ میں بھی واپسی تک تلاش کیے پس میں ابو الحسن امام رضاعلیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب آپؑ سے وداع کرنے کے بعد جانے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے ویسے ہی دو کپڑے منگوائے کہ جن پر کڑھائی کی ہوئی تھی کہ جو میں ڈھونڈتا رہا تھا اور آپؑ نے وہ دونوں میرے سپرد کردئیے۔

اوراسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ حسن بن علی الوشاء سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی امامت پر یقین کرنے سے پہلے بہت سے مسائل لکھے اور انہیں ایک کتاب میں جمع کیا انمیں آپؑ کے آباؤ اجداد علیھم السلام سے مروی مسائل کے علاوہ دوسرے بھی تھے اور میں چاہتا تھا کہ مجھے آپؑ کے امر امامت کی اچھی طرح خبر ہو۔ پس میں نے وہ کتاب اپنی جیب میں ڈالی اور آپؑ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ تنہائی میں وہ کتاب آپؑ کے سپرد کروں۔ پس میں ایک طرف بیٹھ گیا اور میں آپؑ کے حضور حاضر ہونے کی اجازت کی فکر میں تھا اور دروازے پربہت سے لوگ بیٹھے باتیں کررہے تھے اور میں اسی طرح آپؑ کے پاس حاضر ہونے اجازت وحیلے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ گھر کے اندر سے ایک غلام برآمد ہوا کہ جسکے ہاتھ میں ایک کتاب تھی اس نے بلند آواز سے پکارکر کہا:"تم میں سے حسن بن علی الوشاء بن ابنۃ الیاس البغدادی کون ہے"میں اٹھ کر اسکے پاس گیا اور میں نے کہا: "میں حسن بن علی ہوں! تمہارا کیا کام ہے؟"

اس نے کہا:"مجھے یہ کتاب تمہیں دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس تم اسے اپنے پاس رکھو" میں نے اس کتاب کو لیااور ایک طر ف ہو کر اسے پڑھا تو اللہ کی قسم! اسمیں ہر ایک مسئلے کا جواب تھا تب سے مجھے امام رضا علیہ السلام کی امامت پر یقین ہوااور میں واقفی مذہب کو ترک کردیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ حس بن علی الوشاء سے روایت کی ہے کہ امام ابوالحسن رضاعلیہ السلام نے میرے پاس اپنا غلام بھیجا کہ جسکے پاس رقعہ تھا اسمیں لکھا ہوا تھا:"فلاں مقام کے بنے ہوئے فلاں قسم کے کپڑوں میں سے ایک کپڑا میرے پاس بھیجو" میں نے آپؑ کی خدمت میں جواباً لکھااور غلامسے بھی کہا:میرے پاس اس قسم کا کوئی کپڑا نہ ہے اور میں سامان میں ایسی چیز سے واقف بھی نہیں ہوں تو آپؑ نے میرے پاس پیام رساں کو دوبار بھیجا:"ٹھیک ہے تم تلاش کرو"میں نے پیام

رساں کو دوبارہ آپؑ کی خدمت میں بھیجا اور میں نے عرض کی:میرے پاس اس قسم کی کوئی چیز نہ ہے"تو غلام نے پلٹ کر مجھے سہہ بارہ کہا کہ:"تلاش کرو کہ تمہارے پاس ایسا کپڑا موجود ہے"حسن بن علی الوشاء نے روایت کی ہے کہ مجھے ایک شخص نے کچھ کپڑا دیا تھا کہ میں اسے فروخت کردوں مجھے وہ کپڑا بھولا ہوتا تھا۔ پس میں نے اپنے پاس موجود ہر چیز میں تلاش شروع کی تو میں نے اسے کپڑوں کے بالکل نیچے ایک صندوق میں پایا تو میں وہ کپڑا لے کر آپؑ کی خدمت میں پیش ہوا۔

الکشی نے اپنی رجال میں خلف بن حامد سے، اس نے ابو سعید الادمی سے اس نے حسین بن بشار سے روایت کی ہے کہ جب موسیٰ بن جعفر علیہا السلام شہید ہوگئے تو میں علی ابن موسیٰ رضا علیہا السلام کی خدمت میں پیش ہوا اس وقت میرا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت پر ایمان نہ تھا اور نہ ہی میں امام علی رضا علیہ السلام کی امامت پر یقین رکھتا تھا البتہ میرے دل میں تھا کہ میں آپؑ سے سوال کروں گا اور تب آپؑ کی تصدیق کروں گا۔

جب میں مدینہ پہنچا تو میں صراء کے مقام پر آپؑ کے پاس حاضرہوا میں نے آپؑ سے حاضر ہونے کی اجازت چاہی اور آپؑ کی خدمت میں وارد ہوا تو آپؑ نے اپنے قریب مجھے ایک جگہ عنایت فرمائی اور مجھ سے بہت مہربانی کے ساتھ پیش آئے میں نے چاہا کہ آپؑ سے آپؑ کے بابابزرگوار علیہ السلام کے بارے میں سوال کروں تو آپؑ نے خود ہی مجھ سے فرمایا: "اے حسین! اگر تم چاہتے کہ اللہ عزوجل بغیر کسی حجاب کے تم پر نگاہ فرمائے اور تم بغیر کسی حجاب کے اللہ عزو جل کو دیکھو تو آل محمد علیھم السلام سے محبت کرو اور انمیں سے اولی المر علیہ السلام سے محبت کرو" میں نے عرض کی: میں اللہ عزو جل کی طرف دیکھ سکتا ہوں؟" آپؑ نے فرمایا:"ہاں اللہ کی قسم! حسین نے کہا:"تب مجھے آپؑ کے بابا بزرگوارعلیہ السلام کی شہادت اور آپؑ کی امامت کا پکا یقین ہوگیا" پھر آپؑ نے مجھے فرمایا:"حالات کی دشواری کے سبب میں تم سے نہیں ملنا چاہتا تھا مگر تمہاری حقیقت کو جانتا تھا" پھر تھوڑی دیر خاموس رہے پھر فرمایا:"مجھے تمہارے حالات کی خبر ہوگئی تھی؟ میں نے عرض کی:"جی ہاں" پس یہ حدیث حسین کے واقضی مذہب کو ترک کرنے اور حق پر یقین کی دلالت کرتی ہے"۔

قطب راوندی نے خرائج میں محمد بن زید رازی سے روایت کی ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ جب مامون عباسی نے آپؑ کو اپنا ولی عھد بنایا۔تو خوارج میں سے ایک شخص آیا کہ جسی آستین میں ایک زہریلا خنجر تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا:"اللہ کی قسم! یہ خنجر اس کو گھونپوں گا کہ جو گمان کرتا ہے کہ وہ فرزند رسول اللہؐ ہے جبکہ اس ظالم کے کار سلطنت میں شریک ہوگیا ہے میں اس سے اسکی دلیل پوچھوں گا پس اگر اسکے پاس دلیل ہوگی تو ٹھیک ورنہ لوگوں کو اس سے راحت ملے گی" پس وہ آپؑ کے پاس آیا اور اس نے آپؑ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپؑ نے اسے اجازت دی اور ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا:"میں تمہارے سوال کا جواب ایک شرط پر دیتا ہوں کہ تو اس شرط پر پوراکرئے گا؟ اس نے کہا:"وہ شرط کونسی ہے؟" آپؑ نے فرمایا: "اگر میں تمہیں جواب دوں تو اس پر قناعت کرنا اور اس پر راضی ہوجانا تمہاری آستین میں جو چھپا یا ہوا ہے اسے باہر نکال کر توڑ پھینکو گے؟ تو خارجی حیران رہ گیا اس نے خنجر نکالا اور اسے توڑ پھینکا پھر اس نے کہا: آپؑ مجھے اس ظالم کے کار سلطنت میں شریک ہونے کے بارے میں بتائیے جبکہ وہ تمہارے ہاں کافر شمار ہوتے ہیں اور آپؑ تو رسول اللہؐ کے فرزند ہیں آپؑ کو اس پر کس نے مجبو کیا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: "تم کیا سمجھتے ہو

که یه تمہارے نزدیک بڑے کافر ہیں یا عزیز مصر اور اسکے اهل مملکت زیادہ پر ے کافر تھے۔ کیا وہ اسی حال پر نہ تھے کہ وہ گمان کرتے تھے کہ وہ موحد ہیں حالانکہ وہ اللہ کو ایک نہ جانتے تھے اور نہ ہی وہ اللہ کی معرفت رکھتے تھے۔ جبکہ یوسف بن یعقوب خود بھی نبیؑ اور نبیؑ زادے بھی تھے؟ یوسفؑ نے عزیز سے کہا جبکہ وہ کافر تھا:"تو مجھے زمین کے خزانوں پر اختیار دے یقینا میں حفاظت کرنے والا ور جاننے والاہوں"(القرآن)

اور یوسف علیہ السلام فرعونوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھے تھے۔ اسی طر ح میں رسول اللہؐ کی اولاد میں سے ایک شخص ہوں۔ اس نے مجھے اس پر مجبور کیا ہیاور مجھے دھمکایا ہے تو کونسی بات ہے کہ جسے تو میرے اوپر مصیبت سمجھتا ہے؟

اس نے کہا:"آپؑ پر کوئی سزا نہ ہے۔ میں گواہی دتیا ہو ں کہ آپؑ اللہ کے نبیؐ کے فرزند ہیں اور آپؑ یقینا سچے ہیں"

اور اسی کتاب ہی میں اسماعیل بن مہران سے روایت کیا گیا کہ میں ایک دن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں اور احمد بزنطی صریا کے مقام پر حاضر ہوئے اور ہم نے آپؑ کے سن اقدس کے بارے میں ایک دوسرے سے گرما گرم بحث کی تھی احمد نے مجھے کہا جب ہم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں تو تم مجھے یاد دلانا کہ میں آپؑ سے آپؑ کے سن اقدس کے بارے میں سوال کروں گا میں نے کئی مرتبہ اسکا ارادہ کیا مگر میں بھول جاتا ہوں۔ جب ہم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپؑ پر سلام کیا اور بیتھ گئے تو آپؑ نے احمد سے مخاطب ہو کر فرمایااور یہ آپؑ کی ابتدائی گفتگو تھی۔ آپؑ نے فرمایا: اے احمد! تم کتنے سالوں کے ہو؟" اس نے عرض کی: انتالیس 39سال کا آپؑ نے فرمایا: البتہ میرے تینتالیس43سال پورے ہوگئے ہیں"

کشف الغمة میں دلائل الحمیری سے نقل کیا گیا ہے کہ سلیمان بن جعفر جعفری سے روایت ہے کہ مجھے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: میرے لیے فلاں فلاں صفت کی کنیزخریدو" تو میں نے جیسا آپؑ نے وصف بیان فرمایا تھا ویسی کنیز اهل مدینہ میں سے ایک شخص کے پاس پائی پس میں نے وہ کنیز خریدی اور اسکی قیمت اسکے مالک کو ادا کردی میں وہ کنیز لے کر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو تو آپؑ کو وہ کنیز بہت پسند آئی اور آپؑ نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد اس کنیز کا مالک ملا تو وہ رو رہا تھا۔

اس نے مجھے کہا: مجھے پر اللہ کے واسطے رحم کرو میرا جینا دو بھر ہوگیا ہے نہ مجھے سکون اور نہ ہی نیند آتی ہے۔ پس تم ابو الحسن علیہ السلام سے بات کرو کہ آپؑ میری کنیز واپس کردیں اور اپنا مال مجھ سے لے لیں "میں نے کہا:"کیا تو پاگل ہے مجھ میں اتنی جرات نہیں ہے کہ میں آپؑ سے اسکی واپسی کی بات کروں" پس میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے خود ہی گفتگو کی ابتداء فرماتے ہوئے فرمایا: اے سلیمان! کنیز کا سابقہ مالک چاہتا ہے کہ میں اسکو کنیزواپس کردوں" میں نے عرض کی:"جی ہاں" اللہ کی قسم! اس نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اس بارے میں آپؑ سے درخواست کروں"

آپؑ نے فرمایا: "پس تم وہ کنیز اسے واپس کر کے قیمت واپس لے لو"

میں نے ایسا ہی کیا کچھ دنوں بعد اسکا مالک مجھے ملا تو اس نے کہا:آپؑ پر قربان جاؤ! تم ابو الحسن علیه السلام سے درخواست کرو که وہ کنیز کق قبول فرمادیں کیونکه میں اس سے کوئی فائدہ نہیں لے سکتا ہوں اور مجھے اسکے قریب جانے کی قدرت نه ہے میں نے کہا: مجھے خود ایسی گفتگو کرنے کی قدرت نه ہے پس میں (ابو الحسن علیه السلام) کی خدمت میں گیا تو آپؑ نے فرمایا: اے سلیمان! کنیز کا مالک چاہتا ہے که میں کنیز واپس لے کر اسکی قیمت لوٹا دوں" میں نے عرض کی:اس نے مجھے ایسے ہی کہا ہے" آپؑ نے فرمایا:"تم کنیز ہمارے پاس واپس لاؤ اور قیمت اسکو پلٹا دو" اوعر اسی کتاب ہی میں حسن بن علی الوشاء سے روایت کی ہے که فلاں بن محدز نے کہا که ہمیں خبر ملی ہے که ابو عبداللہ علیه السلام فرمایا کرتے تھے که آدمی جب اپنی بیوی سے بغیر غسل جنابت کے دوبارہ جماع کرے تو اسے چاہیے که وہ نماز کا وضو کرلے۔ میں چاہتا ہوں که تم اس بارے میں ابو الحسن ثانی علیه السلام سے اس بارے میں سوال کرو؟" وشاء نے کہا:"میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے سوال کرنے سے پہلے ہی آپؑ نے فرمایا:ابو عبداللہ علیه السلام فرمایا کرتے تھے آدمی جب اپنی بیوی سے غسل کیے بغیر جماع کرنا چاہئے تو اسے چاہیے که وہ نماز کا وضو کرے اور اگر سہه بارہ ایسا کرنا چاہے تو دوبارہ نماز کا وضو کرے" پس میں اس شخص کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا که امام علیه السلام نے تیرے مسئله کا بغیر پوچھے جواب دے دیا ہے"

بحارالانوار میں عیون المعجزات نامی کتاب سے نقل کیا گیا ہے که حسن بن علی الوشاء سے روایت کیا گیا ہے که اس نے کہا: میں خراسان کی طرف نکلا اور میرے پاس کپڑے اور تجارت کا سامان تھا۔ میں رات کے وقت "مرو" شہر میں وارد ہوا اس وقت میں موسیٰ بن جعفر علیها السلام پر وقف کیا کرتا تھا اور میں واقضی المذہب تھا۔ جہاں میں نے پڑاؤ کیا تھا وہاں پر ایک حبشی غلام آیا گویا وہ اهل مدینه میں سے تھا۔ اس نے آکر مجھے کہا: تمہیں میرے آقاً فرماتے ہیں تیرے پاس کفن کا جوکپڑا ہے وہ ہمیں دے دو تاکه ہم اسکے ذریعے اپنے غلام کو کفن دیے سکیں که جو فوت ہوچکا ہے" میں نے اس سے کہا:"تمہارا آقا کون ہے؟" اس نے کہا علی ابن موسیٰ الرضا علیها السلام:می نے کہا:"میرے پاس کفن کا جو بھی کپڑا تھا وہ میں نے راستے میں بیچ دیا ہے"پس وہ چلا گیا اور دوبارہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا:"ٹھیک ہے مگر تمہارے پاس کچھ کپڑا باقی ہے" میں نے اس سے کہا:"میں اسے اپنے پاس نہیں پاتا" پس وہ چلا گیا اور تیسری بار پلٹ کر آیا اور اس نے کہا وہ کپڑا فلاں صندوق کے اندر موجود ہے" میں نے اندر ہی اندر کہا: اگر ان کا قول سچ ہے تو یه آپؑ کی امامت پر دلیل ہوگی"۔

میری بیٹی نے مجھے کفن کا خاص کپڑا دیا تھا اور اس نے کہا تھا آپ میرے اس کپڑے کی قیمت کے ذریعے خراسان سے فیروزے اور تسبیحاں خرید لانا"اور میں اس کپڑے کو بھول گیا تھا تو میں نے اپنے غلام کو کہا: جو صندوق انہوں نے کہا ہے وہ میرے پاس لے آؤ۔ پس اس نے میرے سامنے وہ صندوق کھولا تو میں نے اسکے اندر کپڑوں میں وہ کپڑا پایا اور میں نے وہ کپڑا اسکے حوالے کردیا اور میں نے کہا: "میں اسکی قیمت نہیں لیتا ہوں" پس وہ گلام میرے پاس واپس آیا اور امام علیه نے فرمایا تھا:أ "تو اس چیز کو ہدیه کرنا چاہتا ہے که جو تیری نہیں ہے یه کپڑا تو تیری فلاں بیٹی نے تیرے حوالے کیا تھا اور اس نے تم سے کہا تھا که تم اس کپڑے کی قیمت کے ذریعے خراسان سے اس کے لیے فیروزے اور تسبیحاں لے کر آنا۔ پس تم اس قیمت کے ذریعے اس نے جو تمہیں کہا تھا وہ چیزیں لو۔ اور آپؑ نے خراسان میں مجھے اس کپڑے کی قیمت کے برابر رقم ایک غلام کے ذریعے بھجوادی"

پس میں اس واقعہ سے بہت متعجب ہوااور میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپؑ کی خدمت میں وہ تمام مسائل ضرور لکھوں گا کہ جنمیں مجھے شک ہے اور میں ان مسائل کے ذریعے کہ جو آپؑ کے بابا بزرگوار علیہ السلام سے پوچھے گئے تھے۔ آپؑ کا امتحان ضرور لوں گا۔ پس میں نے وہ تمام مسائل ایک کتابچے میں درج کیے اور میں آپ کے در دولت پر حاضر ہوا جبکہ مسائل والا وہ کتابچہ میری آستین میں چھپا ہوا تھا۔ میرے ساتھ مخالفین میں سے ایک دوست تھا کہ جو اس معاملے کی تفصیل جانتا تھا۔

جب میں آپؑ کے دولت سرا پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپؑ کے پاس بڑے بڑے فوجی سردار اور لشکر والے حاضر ہورہے تھے۔ میں آپؑ کے در دولت کے ایک طرف بیٹھ گیا اور میں نے اندر ہی اندر کہا: میں آپؑ تک کب پہنچ سکتا ہوں؟ میں پریشان تھا کہ میرا وہاں بیٹھنا بہت طویل ہوگیا تھا۔ میں نے واپس جانے کا ارادہ کیا کہ اچانک ایک خادم باہر آیا کہ جو لوگوں کے چہروں کو غور سے دیکھ دیکھ کر کہہ رہا تھا:"الیاس کی بیٹی کا بیٹا کہاں ہے؟ میں نے کہا: وہ میں ہوں اس نے اپنی آستین سے ایک کتابچہ نکال کر دیا اور کہا: یہ تمہارے مسائل کا جواب ہے اور انکی تفسیر ہے" تو میں نے کہا میں خود پر اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو گواہ بناکر کہتا ہوں کہ یقینا آپؑ اللہ کی حجت ہیں اور میں اللہ کے حضور توبہ و استغفار کرتا ہوں میں اُٹھ کھڑا ہوا تو میرے دوست نے مجھ سے کہا "اتنی جلدی کیوں جارہے ہو؟ میں نے کہا میری حاجت اسی وقت ہی پوری ہوگئی ہے اور میں آپؑ کی ملاقات کے شرف کے لیے دوبارہ حاضر ہونگا۔

اور اسی کتاب ہی میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ سلیمان جعفری سے روایت ہے کہ میں ابو الحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا لوگ آپؑ سے سوال کرتے جارہے تھے اور آپؑ انہیں جواب دیتے جاتے تھے۔ میں نے اندر ہی اندر کہا:"انہیں تو انبیاً ہونا چاہیے" تو آپؑ لوگوں کو چھوڑ کر مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے سلیمان! ائمہ الھدیٰ علیھم السلام علماء ہوتے ہیں جاہل انہیں انبیاء گمان کرتے ہیں حالانکہ وہ انبیاءؑ نہیں ہیں۔

اور اسی کتاب ہی میں اس سے روایت ہے کہ انصار کی اولاد میں سے ایک شخص آپؑ کے پاس ایک صندوقچی لے کر آیا کہ جو تالا بند تھی اور اس نے کہا:"آپؑ کے سامنے ایسا مسئلہ ہرگز کسی نے پیش نہ کیا ہوگا: اس نے اسے کھولا اور اس نے اسمیں سے سات 7بال نکالے اور اس نے کہا:"یہ رسول اللہؐ کے موئے اقدس ہیں"تو امام رضا علیہ السلام نے انمیں سے فقط چار کو علیحدہ کیا اورفرمایا: یہ رسول اللہؐ کے بال ہین پس اس آدمی نے ظاہرا توقبول کیا مگر دل سے نہیں۔ امام رضاعلیہ السلام نے اسے شک سے نکالنے کے لیے باقی تین بالوں کو آگ پر ڈالا تو آگ نے انہیں جلا دیا پھر ان چاروں کو آگ پڑ ڈالا تو وہ سونے جیسے ہوگئے"

اور اسی کتاب ہی میں روضہ سے نقل کرتے ہوئے اس سے ہی رویات کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن ابراہیم غفاری نے ایک طویل خبر میں کہا ہے کہ میرے قرض خواہ نے مجھے تنگ کردیا اور مجھے اذیت دینا شروع کردی۔ جب وہ مجھ سے چلا گیا تو میں صریا کی جانب چل پڑا تاکہ اپنے معاملے میں اس کے بارے میں ابو الحسن علیہ السلام سے عرض کرسکوں۔ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ کے سامنے دستر خوان اُتھایا لیا گیا تو آپؑ مجھ سے گفتگو فرمانے لگے پھر اچانک فرمایا: جو کچھ اس معاملے کے نیچے ہے اسے اٹھا لو" وہ تین 300 سو سے زاہد دینار تھے انمیں سے ایک دینار تھا کہ جس پر لکھا تھا:"لا الہ الا اللہ محمد

رسول اللہ“ اوردوسری جانب لکھا تھا: ہم تمہیں نہیں بھولے ہیں تم یہ دینار لو اور ان کے ذریعے اپنا قرض ادا کرو اور جو باقی بچے وہ اپنے اهل و عیال پر خرچ کرو“

کافیؒ میں اس نے اپنی سند کے ساتھ غفاری سے روایت کی ہے کہ نبیؐ کے غلام ابو رافع کی اولاد میں سے ایک شخص کا مجھ پر قرض تھا اسے طیش کہا جاتا تھا اس نے مجھ سے تقاضا کیا اور مجھے رسوا کرنا شروع کردیا اور لوگوں نے بھی اس معاملے میں اسکی مدد کی۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے صبح کی نماز رسول اللہؐ کی مسجد میں پڑھی پھر میں امام رضا علیہ السلام کی طرف طل پڑا اور آپؑ ان دنوں عریض کے مقام پر تھے جب میں آپؑ کے دروازے کے قریب گیا تو آپؑ سواری پرنمودار ہوئے کہ آپؑ نے قمیض پر ردا ڈال رکھی تھی۔ جب میں نے آپع کو دیکھا تو مجھے سوال کرنے میں شرمندگی ہوئی جب آپؑ میرے قریب آئے تو رک گئے اور میری طرف دیکھا تو میں نے آپؑ سے عرض کی: اللہ مجھے آپؑ پر قربان فرئے! آپؑ کے غلام طیسؓ کا مجھ پر قرض ہے“ آپؑ نے مجھے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے پتا ہے میں نے دل ہی دل مین گمان کیا کہ آپؑ اسے مجھ سے تقاضا کرنے سے روک دیں گے۔ اللہ کی قسم! میں نے آپؑ کو ہرگز عرض نہ کیا تھا کہ اس کا مجھ پر کتنا قرض ہے اور نہ ہی آپؑ کے سامنے کوئی متعین کیا تھا۔ تو آپؑ نے مجھے اپنی واپسی تک وہیں بیٹھنے کا حکم صادرفرمایا: پس میں اس طرح بیٹھا رہا یہانتک کہ میں نے مغرب کی نما ز پڑھ لی اور میں روزے سے بھی تھا۔ تو مجھے تنگی محسوس ہونے لگی اور میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپؑ میرے سامنے نمودار ہوئے کہ آپؑ کے ارد گرد بہت سے لوگ تھے۔ لوگ آپؑ سے سوال کرتے جاتے تھے اور آپع انہیں صدقہ دیتے جاتے تھے۔ پس آپؑ چلے گئے گھر کے اندر سے پھر باہر تشریف لائے اور مجھے بلایا اور میں نے آپؑ سے ابن المسیب کے بارے میں گفتگو شروع کردی کہ جو مدینہ کا گورنر تھا اور میں اسکے بارے میں اکثر اوقات آپؑ سے بات چیت کرتا رہتا تھا۔

جب میں فارغ ہوا تو آپؑ نے فرمایا:”میرا خیال ہے کہ تو نے افطار نہیں کیا ہے“۔ میں نے عرض کی:”جی نہیں“ پس آپؑ نے میرے لیے کھانا منگوایا اور میرے سامنے رکھا اور غلام کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ کھانا کھائے۔ غلام اور میں نے ملکر کھانا کھایا جب ہم فارغ ہوئے تو آپؑ نے فرمایا:”مسند کو اُٹھاؤ اور اس کے نیچے جو کچھ ہے اُٹھالو‘ میں نے اسے اُٹھا لیا تو اسکے نیچے دینار تھے میں نے اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لیئے اور آپؑ نے اپنے چار غلاموں کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ جاکر مجھے میرے گھر تک چھوڑ آئیں۔میں نے عرض کی:”آپؑ پر قربان جاؤں! طائف بن مسیب گھمتا رہتا ہے میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے ساتھ آپؑ کے غلاموں کو دیکھے“۔ تو آپؑ نے مجھے فرمایا:”اللہ تمہیں ہدایت دے تو نے درست ہی کہا ہے“ اور غلاموں کو کہا کہ جب وہ تمہیں واپس بھیج دے تو تم واپس چلے آنا۔ جب میں اپنے گھر کے قریب پہنچا تو میں نے غلاموں کو واپس بھیج دیا، میں گھر کے اندر گیا اور میں نے چراغ مانگا اور میں نے دیناروں کو دیکھا وہ اڑتالیس48دینار تھے۔اس آدمی کا مجھ پر اٹھائیس28دینار قرض تھا۔ اور انمیں ایک دینار لوح کی مانند تھا۔ مجھے بہت پسند آیا میں نے اسے چراغ کے قریب کیا تو اس پر واضح لفظوں میں منقوش تھا:”اس آدمی کا تم پر قرض 28اٹھائیس دینار ہے جو باقی ہیں وہ تمہارے لیے ہیں“

اور اسی کتاب ہی میں علی بن ابراہیم سے، اس نے اپنے باپ سے اس نے ہمارے کسی عالم سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن امام رضا علیہ السلام اس سال مدینہ سے نکلے کر جس سال ہارون عباسی نے حج کیا آپؑ بھی حج کا ارادہ رکھتے تھے تو آپؑ راستے کے بائیں طرف والے پہاڑ پر پہنے کہ جو مکہ تک پھیلا ہوا تھا

اسے فارع کہا جاتا تھا ابو الحسن علیہ السلام نے اس پہار کی طرف دیکھا پھر فرمایا: یہ فارع ہے اسکو منہدم کرنے والا ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے گا۔ ہمیں اسکا مطلب سمجھ میں نہ آیا۔ جب آپؑ چلے گئے تو وہاں پر ہاروں پہنچا اور اس نے اس جگہ پڑاؤ ڈالا اور جعفر بن یحییٰ اس پہاڑ پر چڑھ گیا اس نے حکم دیا کہ اس کے لیے یہاں پر ایک کمرہ بنایا جائے پھر وہ اس میں بیٹھ گیا۔ جب وہ مکہ سے واپس پلٹا تو وہ اس پر چڑھا اور اسکو منہدم کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ عراق واپس گیا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کردیا گیا۔

اور رجال الکشی میں نضر بن صباح سے روایت ہے کہ مجھے بیان کیا اسحق بن محمد نے، اس نے محمد بن عبداللہ بن مہران سے، اس نے احمد بن محمد بن مطر اور زکریا لو لوی سے، اس نے کہا کہ ابراہیم بن شعیب نے روایت کی ہے کہ میں مسجد نبوی میں بیٹھا تھا کہ میری ایک جانب اہل مدینہ میں سے ایک شخص بیٹھا تھا میں نے اس سے نرم انداز میں گفتگو کی تو اس نے مجھ سے پوچھا: "تم کہاں سے ہو؟" تو میں نے اسے بتایا کہ میں اہل عراق میں سے ایک شخص ہوں۔ مین نے اس سے کہا: "تو کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے؟" اس نے کہا: "میں ابو الحسن رضا علیہ السلام کا غلام ہوں" میں نے کہا: "مجھے تم سے کام ہے" اس نے کہا: "" "کیا کام ہے؟" میں نے کہا: "میرا ایک رقعہ آپؑ تک پہنچا دو گے؟" اس نے کہا: "جی ہاں! جب تم چاہو" میں باہر گیا میں نے کاغز قلم لیا اورمیں نے اسمیں لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ آپؑ سے پہلے والے آپؑ کے آباء و اجداد علیہم السلام ہمیں ایسی باتیں بتایا کرتے تھے کہ جنمیں دلائل اور براہین ہوا کرتے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپؑ مجھے میرے نام، میرے باپ کے نام اور میری اولاد کے نام بتائیے" پھر میں نے خط کا اختتام کیا اور اسکے حوالے کردیا۔

جب دوسرا روز ہوا تو وہ میرے پاس ایک مہرزدہ خط لے کر آیا۔ میں نے اسکو کھولا اور میں نے اسے پرھا تو خط کے نیچے عام سی لکھائی میں لکھا تھا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تیرے آباء میں سے شعیب تھا اور صالح تھا اور تیرے آباء میں سے محمد تھا اور علی تھا اور فلانۃ فلانۃ تھی" اسمیں آپؑ نے ایسے نام بھی لکھے تھے کہ جنہیں میں بھی نہ جانتا تھا۔تو محفل میں بیٹھے کسی شخص نے ابراہیم سے کہا: "جب آپؑ نے تمہیں دیگر نام درست بتائے ہیں تو یہ بھی درست بتائے ہونگے تم انکے بارے میں پوچھ گچھ کرو۔"

بحار الانوار میں المناقب سے ایسی ہی روایت نقل کی گئی ہے اسکے آخر میں ہے کہ لوگوں نے کہا یہ زنازادوں کے نام ہیں کہ جنہیں تم نہیں جانتے۔

صدوق نے عون میں اپنی اسنا د کے ساتھ محمد بن داود سے روایت کی ہے کہ میں اور میرا بھائی امام رضا علیہ السلام کے پاس موجود تھے۔ ایک شخص نے آکر آپؑ کو آکر خبر دی کہ محمد بن جعفر علیہا السلام حالت نزع میں ہیں۔ پس الحسن رضاؑ اٹھ کر چل دئیے اور ہم بھی آپؑ کے ہمراہ تھے۔ تو ہم نے دیکھا کہ محمد بن جعفرؑ کے جبڑے بندھے ہوئے تھے تو ابو الحسنؑ انکے سرہانے بیٹھ گئے اورانکے چہرے کو غور سے دیکھا اور مسکرا دئیے۔ تب محفل میں بیٹھے لوگوں نے آپؑ پر اعتراض کیا اور انمیں سے کسی نے کہا: "یقینا امام رضاءاپنے چچا کی مصیبت پر مسکرارہے ہیں" جب آپؑ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے باہر نکلے تو ہم نے آپع سے عرض کی: "ہم آپؑ پر قربان جائیں۔جب آپؑ مسکرائے تھے تو ہم نے انمیں سے کسی کو آپؑ کے خلاف بات کرتے ہوئے سنا ہے" تو ابو الحسن امام رضاؑ نے فرمایا: "مجھے تو اسحقؑ کے گریہ سے تعجب ہوا اللہ کی قسم اسحقؑ محمدؑ سے پہلے فوت ہونگے اور یہی محمدؑ ان پر گریہ کریں گے۔" ہو ابھی یوں ہی کہ محمدؑ تندرست ہوگئے اور اسحقؑ کی وفات ہوگئی۔

اور رجال الکشی میں حمیدویه سے، اس نے حسن بن موسیٰ سے، اس نے حسین بن قاسم سے روایت کی ہے که امام جعفر علیه السلام کی اولاد میں سے کسی کی رحلت کا وقت آیا تو امام رضا علیه السلام نے اسکی پرواہ نه کی۔ پس مجھے آپؑ کے اپنے چچاءکو اس حال میں چھوڑنے پرغم ہوا۔ آپ تھوڑی دیر بیٹھے اور چل دئیے تو میں بھی آپؑ کے ساتھ چل دیا اور میں نے عرض کی:آپؑ پر قربان جاؤں! آپؑ کے چچاءکی حالت آخر ہے مگر آپؑ انکو اسی حال میں چھوڑ کر چلے آئے؟ تو آپؑ نے فرمایا: ”میرے چچاء فلاں کو دفن کریں گے یعنی وہ که جو انکے پاس موجود تھا۔

الله کی قسم! تھوڑا عرصه بھی نه گزرا تھا که مریض تندرست ہوگئے اور انہوں نے اپنے اس بھائی کو دفن کیا که جو اس وقت انکے پاس تندرست تھا۔

حسن بن خطاب نے روایت کی ہے که اس واقعے کے بعد حسین بن قاسم حق کو حق کی معرفت ہوگئی تھی اور وہ آپؑ کی امامت کا قائل ہوگیا تھا۔

عیون میں صدوق نے اپنی سند کے ساتھ حسین بن موسیٰ بن جعفر بن محمد علیهم السلام سے روایت کی ہے که ہم ابو الحسن امام رضا علیه السلام کے اردگرد موجود تھے اور ہم اس وقت بنی ہاشمؑ کے نوجوانوں میں سے تھے که اچانک ہمارے سامنے سے جعفر بن عمر علوی کا گزر ہو ا که وہ انتہائی تھیف اور خسته حال تھے۔ ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر جعفر بن عمر علوی کی حالت پر ہنسنے لگے۔ تم امام رضا علیه السلام نے فرمایا:”تم عنقریب اسے کثیر المال اور بہترین تندرستی میں دیکھو گے“

پس ایک ماہ بھی نه گزرا تھا که وہ مدینے کے والی بن گئے اور انکے حالات سدھر گئے اور جب وہ ہمارے سامنے سے گزرتے تھے تو اپنے ساب بہت سے غلام و خادم ہوا کرتے تھے“ ان جعفر سے مراد جعفر بن محمد بن عمر بن حسن بن علی بن ابی طالب علیهم السلام تھے۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسنا د کے ساتھ اسحق بن موسیٰ علیها السلام سے روایت کی ہے که جب میرے چچا محمد بن جعفرؒ مکه میں بادشاہ وقت کے خلاف تلوار لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو اپنی طرف بلایااور خود کو امیر المومنین کہلوانے لگے اور انکی بطور خلیفه بیعت ہونے لگی تو امام رضا علیه السلام انکے پاس گئے میں بھی آپؑ کے ہمرا ہ تھا تو آپؑ نے فرمایا: ”اے چچا! اپنے بابا بزرگوار علیه السلام اور اپنے براور بزر گوار علیه السلام کو مت جھٹلاؤ۔ کیونکه یه معامله پایه تکمیل تک نه پہنچ پائے گا“ پھر آپؑ مدینه کی طرف چل دئیے تو بھی میں آپؑ کے ہمراہ تھا۔ پس تھوڑا عرصه بھی نه گزرا تھا که جلودی نے آخر ان سے مقابله کیا اور انہیں شکست دی۔ پھر اس نے امان مانگی اور سیاہ لباس پہن کر منبر پرآئے اور خود ہی دستبردار ہوگئے۔ اور کہا امر خلافت مامون عباسی کے لیے ہے میرا اس پر کوئی حق نه ہے“ پھر وہ خراسان کی طرف چل دئیے۔ اور جرجان میں انکی رحلت ہوگئی۔ اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن الاثر م سے روایت کی ہے که جو ابو سرایا کے ایام میں مدینه میں محمد بن سلیمان علوی کے سپاہیوں پر افسر تھا۔ سے روایت کی ہے که اسکے پاس اسکی اهل بیت اور قریش کے دیگر اگراد جمع ہوئے اور ان سب نے اسکی بیعت کر ڈالی اور انہوں نے محمد بن سلیمان علوی سے کہا: ”اگر تم ابو الحسن امام رضا علیه السلام کو پیغام بھیجو اور وہ ہمارے ساتھ ہوجائیں تو ہمارے ایک ہونے سے ہماری طاقت بڑھ جائے گی تو محمد بن سلیمان نے مجھے کہا:”تم امامؑ کے پاس جاؤ اور انہیں میرا سلام پیش کرو اور ان سے عرض کرو۔آپؑ کے تمام اهل بیت جمع ہیں وہ چاہتے ہیں که آپؑ بھی انکے ساتھ ہوجائیں

اور اگر آپؑ ایسا کرنا مناسب سمجھیں تو ہمارے پاس تشریف لائیں" میں آپؑ کے پاس حاضر ہوا میں نے آپؑ کو پیغام عرض کیا تو آپؑ نے فرمایا: تم اسے میری طرف سے سلام کہنا اور اسے سے کہنا: جب بیس 20دن گزر جائیں ے تو میں تمہارے پاس آؤ گا" پس میں نے واپس جاکر محمد بن سلیمان کو آپؑ کا پیغام پہنچایا۔ تھوڑے دن ہی گزر ے تھے جب اٹھارواں 18دن ہوا تو جلادی کی قیادت میں لشکر ہم پر ٹوٹ پڑے اور ہم سے جب کی اور ہمیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ میں صورین نامی مقام کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تب مجھے پکارنے والے نے پکارا"اے اشرم" میں متوجہ ہوا تو وہ ابو الحسن امام رضاعلیہ السلام تھے جو فرمارہے تھے:"بیس 20گزرے ہیں یا نہیں؟"

محمد سے مراد محمد بن سلیمان بن داود بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام تھے۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ حسین بن بشار سے روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"عبداللہ، محمد کو قتل کردے گا"میں نے آپؑ سے عرض کی:"عبداللہ ہارون عباسی، محمد بن ھارون عباسی کو قتل کرے گا؟" آپؑ نے فرمایا: "جی ہاں عبداللہ مامون عباسی جو کہ خراسان میں رہتا ہے محمد بن زبیدہ و ھاروں عباسی کو کہ جو بغداد میں رہتا ہے قتل کردے گا"۔ پس مامون نے امین کو قتل ہی کرڈالا۔

صدوق نے عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ عبدالرحمن بن ابی نجران سے اور صفوان بن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے کہا کہ ہمیں واقضی مذہب کے رئیس حسین بن قیاماء نے کہا تو ہم نے اس کے لیے امام رضاعلیہ السلام سے اجازت مانگی۔ جب وہ آپع کے سامنے حاضر ہوا تو اس نے آپؑ سے کہا:"کیا آپؑ امامؑ ہیں؟" آپؑ نے فرمایا: "ہاں" اس نے کہا: "میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ امامؑ بے اولاد نہیں ہوسکتا ہے۔جبکہ آپؑ کا سن اقدس کافی ہوگیا ہے مگر آپؑ ابھی تک بے اولاد ہیں" آپؑ نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچا پھر سر اٹھا کر فرمایا:"مین اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ کچھ دن اور راتیں نہ گزریں گی کہ اللہ میرے بیٹے کا ظہور فرمائے گا۔

عبداللہ بن ابی بخران نے روایت کی ہے کہ ہم نے آپؑ کے اس فرمان کے بعد سے مہینے گننے شروع کردئیے تب اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ایک سال سے بھی کم عرصے میں ظہور ابو جعفر علیہ السلام فرمایا:

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن مہران سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام رضا علیہ السلام نے مدینہ میں ہرثمہ کو دیکھا تو فرمایا: "مجھے ایسے لگ رہا ہے کہ جیسے ہارون کے پاس لے جایا جارہا ہے اور اسکی گردن ماری جارہی ہے" پس جیسا آپؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

اور اسی کتاب ہی میں احمد بن زیاد بن جعفر الھمدانی نے علی بن ابراہیم بن ھاشم سے روایت کی ہے کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ؐکی زیارت کی کہ آپؐ نباح میں تشریف لائے ہوئے تھے اور آپؐ نباح کی اس مسجد میں قیام پذیر تھے کہ جسمیں ہرسال حاجی رکتے تھے۔ گویا میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ کو سلام کیا اور میں آپؐ کے سامنے رک گیا میں نے دیکھا کہ آپؐ کے سامنے کجھوروں کا ایک طبق موجود ہے۔ آپؐ نے اسمیں سے مٹھی بھر کجھوریں مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے انہیں شمار کیا تو وہ اٹھارہ18کجھوریں تھیں۔ میں نے تاویل نکالی کہ میں ہر کجھور کے بدلے ایک سال زندہ رہوں گا تقریباً بیس20دنوں کے بعد میں اپنی مقبوضہ زمین کی آباد کاری کے لیے کام میں مصروف تھا کہ میرے پاس ایک

شخص نے آکر مجھے ابو الحن امام رضا علیه السلام کی مدینه سے تشریف آوری اور آپؑ کی اسی مسجد میں قیام پذیر ہونے کی خبر دی۔میں نے دیکھا که لوگ آپؑ کی طر ف دوڑے جارہے تھے۔ میں بھی آپؑ کی خدمت میں چل دیا۔ میں نے دیکھا که آپؑ کی بعینه اسی جگه پر تشریف فرما تھے که جہاں پر میں رسول اللهؐ کو تشریف فرما دیکھا تھا۔ جیسے رسول اللهؐ کے نیچے چٹائی تھی اسی طرح آپؑ کے نیچے بھی چٹائی تھی اور جیسے رسول اللهؐ کے سامنے کجھوروں کا طبق تھا ویسے ہی آپؑ کے سامنے کجھوروں کا طبق تھا۔ میں نے آپؑ کو سلام کیا تو آپؑ نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ اور مجھے قریب بلاکر مجھے مٹھی بھر کجھوریں عنایت فرمائیں میں نے انکو شمار کیا تو یه اتنی ہی کجھوریں تھیں که جتنی تعداد میں رسول اللهؐ نے مجھے عنایت فرمائی تھیں میں نے آپؑ سے عرض کی:"اے فرزند رسولؐ! کچھ اور دیجیے؟" تو آپؑ نے فرمایا:"اگر رسول اللهؐ تمہیں اس سے زیادہ دیتے تو ہم بھی اس سے زیادہ دیتے"۔

میں کہتا ہوں:"امام صادق علیه السلام کے معجزات میں سے بھی ایک معجزا بالکل اسی طرح کا ہے میں نے اسکا ذکر امام صادق علیه السلام کے معجزات میں کیا ہے" عیون میں صدوق نے اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن سیار سے روایت کی ہے که میں امام رضا علیه السلام کے پاس آپؑ کے بابا بزرگوار علیه السلام کی شہادت کے بعد حاضر ہوا۔ تو میں نے آپؑ سے آپؑ کے بابا بزر گوار علیه السلام نے مجھے جو فرمایا تھا سمجھنا چاہا تو آپؑ نے فرمایا:"ہاں اے سماع!" میں نے عرض کی: آپؑ پر قربان جاؤں! الله کی قسم! یه تو میرے بچپن لقب ہے که جب میں مدرسه میں پڑھتا تھا" آپؑ مسکرا دئیے۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ حسن بن موسیٰ بن عمر بن یزیع سے روایت کی ہے که میری دو کنیزیں حامله تھیں میں نے خط لکھ کر امام رضا علیه السلام کی خدمت میں عرض کیا که آپؑ الله تعالیٰ سے دعا فرمائیں که الله تعالیٰ ان دونوں کے حمل کو لڑکا قرار دے اور دونوں بیٹے مجھے بخش دے۔ تو آپؑ نے جواب دیا:"انشاء الله میں دعا کروں گا پھر آپؑ نے خود ہی مجھے ایک خط تحریر فرمایا جسمیں لکھا تھا "بسم الله الرحمن الرحیم! الله تعالیٰ ہمیں اور تمہیں دنیا و آخرت کی عافیت اور رحمت عطا فرمائے۔ تمام امور الله کے ہاتھ میں ہیں وہ اپنی تقادیر میں جیسا چاہتا ہے که کرتا ہے۔ ان شاء الله تعالیٰ تمہارے ہاں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوگی۔ پس تم لڑکے کا نام "محمد" رکھنا اور لڑکی کا نام "فاطمه" رکھنا۔ الله عزو جل تمہیں برکت عطا فرمائے گا" پس جیسا آپؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا که ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ حسین بن موسیٰ سے روایت کی ہے که ہم ابو الحسن امام رضا علیه السلام کے ہمراہ آپؑ کی کسی جاگیر کی طرف چلے تو اس دن کوئی بادل نه تھے مطلع بالکل صاف تھا۔ جب ہم راستے میں تھے که آپؑ فرمایا: کیا تمہارے پاس برساتیاں ہیں؟ ہم نے عرض کی:جی نہیں! ہمیں برساتیوں کی کیا ضرور ت ہے نه تو کوئی بادل ہے اور نه ہی ہمیں بارش برسنے کا خوف ہے؟" توآپؑ نے فرمایا: البته میں تو برساتی اٹھالایا ہوں کیونکه عنقریب بارش ہونے والی ہے" ہم تھوڑا راسته ہی چلے تھے که ایک دم بادل اٹھے اور ہم پربارش برسنے لگی یہانتک که ہمیں جانوں کا خوف ہونے لگا۔ ہم میں سے ہر ایک بھیگ گیا۔ اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن عیسیٰ سے، اس نے موسیٰ بن مہران سے روایت کی ہے که اس نے امام رضا علیه السلام کی خدمت میں خط لکھا اور درخواست کی که

آپؑ اسکے بیٹے کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیں۔ تو آپؑ نے اسے تحریر فرمایا:"اللہ تعالیٰ تمہیں صالح بیٹا عطا فرمائے گا"۔ پس اسکا وہ بیٹا مرگیا اور اسکا ایک اور بیٹاپیدا ہوا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ ھیثم بن ابی مسروق ھندی سے، اس نے محمد بن فضیل سے روایت کی ہے کہ نے بطن مر نامی مقام پر پڑاؤ ڈالا تو میرے پہلو اور میرے پاؤں پر پھوڑے نکل آئے۔ پس میں مدینہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاجر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: "کیا وجہ ہے کہ تو درد سے بلبلا رہا ہے؟ میں نے عرض کی:"جب میں بطن مر نامقام پر پہنچا تو میرے پہلو اور میرے پاؤں پر پھوڑے نکل آئے ہیں تو آپؑ نے اس پھوڑے کی طرف اشارہ کہا کہ جو میری بغل کے نیچے میرے پہلو پر تھا اور کچھ کلام فرمایا اور اس پر اپنا لعاب دہن لگایا پھر فرمایا: تمہیں اس سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ اور آپؑ نے میرے پاؤں والے پھوڑے کی طرف دیکھا اور فرمایاکہ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعوں میں سے جس پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے نامہ اعمال میں ایک ہزار شہیدوں جتنا اجر لکھتا ہے" میں نے اندر ہی اندر کہا:اللہ کی قسم! میرا یہ پاؤں ہرگز تندرست نہ ہوسکے گا" ھیثم نے کہا۔"پس وہ ہمیشہ لنگڑا ہی رہا یہانتک کہ وہ مرگیا"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ ابو الحسن بن واقد سے روایت کی ہے کہ میرا سامان تجارت آیا تو اس سے قبل میں اسمیں موجود کتب یا دیگر اشیا ء کا ملاحظہ کرتا میرے پاس امام رضا علیہ السلام کا پیام رساں آیا اور اس نے مجھے کہا کہ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میرے پاس ایک رجسٹر بھیجو کہ میرے گھر پر کوئی رجسٹر ہی نہ ہے تو میں نے کہا میرے پاس تو کوئی رجسٹر نہ ہے میں کہاں سے لاؤں" جب پیام رساں چلا گیا تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے کچھ سامان کو کھولا تو مجھے ایک رجسٹر ملاجسکا مجھے ہرگز علم نہ تھا اور نہ ہی میں نے خریدا تھا۔ تب مجھے علم ہو ا کہ آپؑ نے درست ہی مانگا تھا۔ پس میں وہ رجسٹر لے کر آپ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد ابن مصیری سے روایت کی ہے کہ ابوالحسن امام رضا علیہ السلام تشریف لائے تو میں نے آپؑ کی خدمت میں عرضی نامہ لکھ کر آپؑ سے اجازت چاہی کہ میں مصر کی طرف تجارت کی غرض سے جانا چاہتا ہوں۔ تو آپؑ نے مجھے جواباً تحریر فرمایا: ابھی رکے رہو جب تک اللہ چاہتا ہے پس میں دو 2سال تک وہی رکا رہا۔ جب تیسرا سال ہوا تو میں نے آپؑ کی خدمت مین پھر خط لکھا اور آپؑ سے اجازت چاہی تو آپؑ نے جوابا۔ تحریر فرمایا: خوش ہو کر جاؤ کہ حالات تبدیل ہوگئے ہیں اللہ تمہارے لیے بہتر ہی کرے گا۔ پس میں سفر پر چلا گیا اور خیریت کے ساتھ مصر پہنچ گیا بغداد میں فتنے تھے مگر میں ان سے بھی سالم رہا"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے احمد بن یحییٰ عطار سے، اس نے اپنے باپ سے اس نے محمد بن اسحق الکوفی سے، اس نے اپنے چچا احمد بن عبداللہ بن حارثہ الکرفی سے روایت کی ہے کہ میری اولاد زندہ نہ رہتی تھی میرے تقریباً دس10بچے فوت ہوگئے۔ میں نے حج کیا اور ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا! آپؑ باہر تشریف لائے تو میں نے اٹھ کر آپؑ کے مبارک ہاتھ کو بوسہ دیا اور میں نے آپؑ سے کچھ مسائل کے بارے میں سوال کیا اور پھر میں نے آپؑ کے حضوراپنی اولاد کی کمی کا شکوہ کیا تو آپؑ نے بہت سی دیر سر جھکا کر آہستہ سے دعا فرمائی پھر مجھے فرمایا: "مجھے امید ہے کہ تم جب واپس جاؤ گے تمہارے بیوی پہلے ہی حاملہ ہے تمہارے ایک بیٹا پیدا ہوا پھر بعد میں دوسرا بیٹا پیدا ہوگا اور تم اپنی

زندی میں ان دونوں سے سُکھ پاؤ گے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب عدا قبول کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو قبول کرلیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"

جب میں حج سے واپس پلٹا تو میں نے گھر پر اپنی اھلیہ جو کہ میرے ماموں کی بیٹی تھی کو حاملہ پایا۔ اس نے میرے لیے ایک بیٹے کو جنم دیا کہ جسکا نام میں نے ابراہیم رکھا۔ پھر اسکے بعد وہ حاملہ ہوئی تو اس نے ایک اور لڑکے کو جنم دیا کہ جسکا نام میں نے محمد رکھا اور میں نے اسکی کنیت ابو الحسن رکھی۔ پس ابراہیم بتیس32سال زندہ رہا اور ابو الحسن محمد چوبیس24سال زندہ رہا۔ پھر دونوں ایک ساتھ بیمار ہوگئے میں حج کرنے کے لیے نکلا اور واپس آیا تو بھی دونوں بیمار تھے میرے حج سے واپس آنے کے بعد دونوں دو ماہ تک زندہ ہے۔ پہلے مہینے میں ابراہیم فوت ہوگیا اور دوسرے مہینے میں محمد فوت ہوگیا" پھر انکے بعد وہ بھی ڈیڑھ سال بعد فوت ہوگیا اس سے پہلے اسکی اولاد میں سے کوئی بھی ایک ماہ تک زندہ نہ رہتا تھا۔

ثقۃ السلام شیخ کلینیؒ نے کافی میں حسین بن محمد سے، اس نے معلی بن محمد سے اس نے مسافر سے یا وشاء سے اور اس نے مسافر سے روایت کی ہے کہ جب ھارون بن مسیب نے محمد بن جعفرؑ سے جنگ کرنا چاہی تو مجھے ابو الحسن رضا علیہ السلام نے فرمایا: تم محمد بن جعفرؑ کے پاس جاؤ اور اس سے کھو کل کے دن خروج نہ کرنا کیونکہ اگر تم کل کے دن جنگ کے لیے نکلے تو تم شکست کھاؤگے اور تمہارے ساتھی مارے جائیں گے۔ پس اگر وہ تم سے پوچھے کہ تم نے یہ کہاں سے جانا تو تم کہنا کہ میں نے نیند میں دیکھا ہے" پس میں محمد بن جعفرؑ کے پاس آیا اور میں نے ان سے کہا: آپ پر قربان جاؤں! آپ جنگ کے لیے مت نکلیے کیونکہ اگر آپ کل کے دن جنگ کے لیے نکلے تو آپ کو شکست ہوگی اور آپ کے ساتھی مارے جائیں انہوں نے مجھے کہا: تم کیسے جانتے ہو؟ میں نے کہا: میں نے نیند میں دیکھا ہے" تو انہوں نے کہا آدمی سوتا ہے اور اپنی سرین بھی نہیں دھو سکتا ہے۔ پھر وہ جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوئے انکو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور انکے ساتھی مارے گئے۔

مجھے مسافر نے بیان کیا کہ میں منیٰ کے مقام پر ابو الحسن رضا علیہ السلام کے ہمراہ موجود تھا کہ یحییٰ بن خالد کا وہاں سے گزر ہوا اور اس نے اپنے سر سے غبار کو جھاڑہ تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "مساکین ہیں نہیں جانتے کہ انکے ساتھ اس سال کیا ہونے والا ہے" اور پھر فرمایا: "اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ میں اور ہارون عباسی یوں ہونگے آپؑ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔ مسافر نے کہا:"اللہ کی قسم! مجھے اس حدیچ کے معنی کی معرفت اس وقت نہ ہوئی کہ جب تک ہم نے آپؑ کو ہارونؑ کے پاس دفن نہ کیا۔

الحمیری نے قرب السناد میں محمد بن عبدالحمید سے، اس نے حسن بن علی بن فضال سے، اس نے حسن بن جھم سے روایت کی ہے امام رضا علیہ السلام نے میری طرف میرے مکہ سے واپس چلے جانے کے بعد صفر میں تحریر فرمایا: تمہارے بال چار ماہ تک بہت سے واقعات ہونگے"

اور ہوا بھی یوں ہی کہ محمد بن ابراہیم نے اھل بغداد کو زیر اور اسکے ساتھیوں کو قتل کرنے اور انکو شکست دینے کا حکم دیا۔

اس نے روایت کی ہے کہ مجھے ابراہیم بن ابی اسرائیل نے بیان کیا کہ مجھے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے کہا گیا ہے کہ تمہاری اولاد نہ ہوگی یہانتک کہ تم چالیس40سے تجاوز کرجاؤ گے اور جب تم چالیس40سال سے اوپر کے ہوجاؤ گے تو معمولی رنگت کی کم قیمت والی کنیز سے تمہاری اولاد ہوگی"

اور عیون میں صدوق نے اپنی سند کے ساتھ سعد بن سعد سے روایت کی ہے ابو الحسن رضا علیہ السلام نے ایک شخص کی طرف دیکھا اور اس سے فرمایا: "اے اللہ کے بندے! جس چیز کی وصیت کرنا چاہتا ہے کرلو اور اس چیز کے لیے تیار ہوجا کہ جو حتمی ہے(موت کے لیے) تو ایسا ہی ہوا کہ جیسا آپؑ نے فرمایا تھا۔ وہ شخص اسکے تین دن کے اندر ہی مرگیا اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ صفوان بن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن رضا علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ آپؑ کے پاس حسین بن خالد صیرفی داخل ہوا اور اس نے آپؑ سے عرض کی:آپؑ پر قربان جاؤں! میں اعوض جانا چاہتا ہوں" تو آپؑ نے فرمایا: عافیت کے ساتھ تجھے جتنا منافع ہوا ہے اسے ہی کافی سمجھ" مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی اعوض کی طرف چل پڑا تو راستے میں راہزنوں نے اسکا راستہ روک کر اس کا سارا مال لوٹ لیا۔

الخرائج الجرائح نامی کتاب میں علی بن الحسین بن یحییٰ نے روایت کی ہے کہ ہمارا ایک بھائی تھا کہ جو گمراہ کن آراء پر یقین رکھتا تھا اسے عبداللہ کہا جاتا تھا اور وہ ہم پر ہمیشہ ہمارے مذہب کے بارے میں طعنہ زنی کیا کرتا تھا میں نے اس کے بارے میں ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں لکھا اور آپؑ سے دعا کی التماس کی تو آپؑ نے میری طرف جواباً تحریر فرمایا: عنقریب تم اسے تمہاری پسندیدہ حالت میں دیکھو گے اور اسکی موت دین الہی پر ہی ہوگی اور اسکی ام ولد کنیز سے ایک لڑکا پیدا ہوگا"

علی بن الحسین بن یحییٰ نے رویات کی ہے کہ ایک سال سے بھی کم کا عرصہ گزرا تھا کہ وہ بھائی حق کی راہ پر لوٹ آیا اور وہ ان دنوں میرے اھل خانہ میں سے بہترین فرد ہے اور ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد اسکے ام ولد کنیز سے وہ لڑکا پیدا ہوا ہے"

اور اسی کتاب ہی میں ابو محمد مصیری سے، اس نے ابو محمد رفی سے روایت کی ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو میں نے آپؑ کو سلام عرض کیا تو آپؑ نے مجھ سے میرے احوال کے بارے میں پوچھتے ہوئے اچانک فرمایا: اے ابو محمد! اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کا کسی مصیبت کے ذریعے امتحان لے اور وہ بندہ صبر کرے تو اس کے لیے شہید کے برابر اجر ملتا ہے"

اس سے پہلے بیماری وغیرہ کا ذکر نہ ہو رہا تھا مجھے کچھ اچا نہ لگا اور میں نے اندر ہی اندر کہا کتنا عجیب ہے کہ میں آپؑ کے ساتھ اور گفتگو کررہا تھا مگر آپؑ نے بغیر کسی موقع و محل کے بیماری کا تذکرہ چھیڑدیا ہے"

میں نے آپؑ کو الوداع کہا اور آپؑ کی بارگاہ سے باہر نکل آیا اور اپنے ساتھیوں سے جاملا۔ مجھے اسی رات ہی میری ٹانگ میں درد شروع ہوگیا میں نے اندر ہی اندر کہا "یہ ہے وہ غیب کی بات کہ جو آپؑ نے مجھے بتلائی ہے" جب دوسرا روز ہو ا تو ٹانگ سوج گئی اور ورم بڑھتا ہی گیا۔

مجھے آپؑ کا فرمان یاد آیا۔ جب میں مدینہ پہنچا تو اسمیں پھوڑا نکل آیا کہ جو بہت بڑا زخم بن گیا نہ میں سو سکتا تھا اور نہ دوسروں کو سونے دیتا تھا تب مجھے علم ہو کہ آپؑ نے مجھے اس بات ہی کے لیے حدیث بیان فرمائی تھی اور میں دس سال تک بربر مریض رہا راوی نے کہا:"پھر وہ تندرست ہوگیا پھر اسمیں مبتلا ہوگیا اور مرگیا۔

اور اسی کتاب ہی میں روایت کیا گیا ہے کہ دعبل خزاعی نے آپؑ کا قصیدہ لکھا تو آپؑ نے اسکی طرف کچھ رضوی درہم بھیجے تو اس نے واپس کردئیے تب آپؑ نے فرمایا: لے لو کہ یقینا تمہیں انکی ضرورت ہے" دعبل نے کہا کہ میں نے وہ لے لیے اور جب میں گھر واپس اایا تو میرے گھر کا سارا سامان چوری ہوچکا تھا اور لوگ مجھے ایک درہم کے بدلے کئی کئی دینار دینے لگے پس میں انہی دیناروں کے سبب غنی ہوگیا۔

اور بصائر میں معاویہ بن حکیم سے، اس نے سلیمان بن جعفر جعفری سے روایت کی ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حمیرا کے مقام پر موجود تھا ہمارے سامنے دستر خوان لگا ہوا تھا کہ اچانک آپؑ نے سر اُٹھایا کہ تیزی سے آتے ہوئے ایک شخص کی طرف دیکھا تو آپؑ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا تھوری ہی دیر میں وہ شخص آن پہنچا ااپؑ اسکی طرف اٹھ کر گئے تو اس نے عرض کی:خوشخبری ہو کہ زبیری مر گیا"اپ نے زمین کی طرف دیکھنا شرود کیا آپؑ کا رنگ متغیر ہوگیا اور چہرہ زرد ہوگیا پھر آپؑ نے سر اٹھاکر فرمایا۔میں سمجھتا ہوں کہ اس نے اس رات جو گناہ کیا ہے وہ اسکے دیگر گناہوں سے بڑا نہیں ہے پھر فرمایا: اللہ کی قسم! انکے گناہ ہی ہیں کہ جو انہیں غرق کر کے جہنم میں داخل کرر ہے ہیں پھر آپؑ نے ہاتھ بڑھا کر کھانا شروع کردیا ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ آپؑ کا غلام آیا اور اس نے عرض کی آپؑ پر قربان جاؤں! زبیری مر گیا" آپؑ نے فرمایا: اسکی موت کا سبب کیا بنا؟ اس نے عرض کی اس نے گزشتہ رات شراب نوشی کی اور اسی میں غرق ہوکر مرگیا"

اور الخرائج میں احمد بن عمر سے روایت کیا گیا ہے میں امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے گھر سے نکلا تو میری بیوی حاملہ تھی میں نے امام علیہ السلام سے عرض کی میں نے بیوی کو حاملہ حالت میں گھر پر چھوڑا ہے اللہ دے دعا کیجیے کہ میرے بیٹا پیدا ہو" تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:وہ بیٹا ہی ہوگا تم اسکا نام "علی" رکھوں گا اور میں نے اپنی اھلیہ کو بھی یہی حکم دیا تھا آپؑ نے فرمایا اسکا نام "عمر" رکھو میں کوفہ واپش گیا تو میرا بیٹا پیدا ہوچکا تھا اور اسکا نام "علی" رکھا گیا تھا۔ میں نے اسکا نام تبدیل کر کے عمر رکھ دیا تو میرے ہمسائیوں نے مجھ سے کہا: اس کے بعد ہم تیری مخالفت میں کہی جانے والی کسی بات کو سچ نہ جانیں گے کہ کہا جاتا تھا۔ کہ تو رافضی ہے غلط ہے تب مجھے علم ہوا کہ آپؑ نے ایسامیری حفاظت کی غرض سے فرمایا تھا

اور اسی کتاب ہی میں بکر بن صالح سے روایت کیا گیا ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی:"میری بیوی جو کہ محمد بن سنان کی بہن ہے حاملہ ہے اللہ سے دعا کیجیے کہ لڑکا پیدا ہو" آپؑ نے فرمایا: "جڑواں بچے پیدا ہونگے"میں نے اندر ہی اندر کہا ایک کا نام محمد رکھوں گا اور دوسرے کا نام علی رکھوں گا" جب میں واپس جانے لگا تو امام علیہ السلام نے مجھے واپس بلا کر فرمایا: انمیں سے ایک کا نام علی رکھا اور دوسرے کا نام ام عمر رکھنا" میں کوفہ واپس آیا تو میرے ہاں ایک بچے اور ایک بچی کی جڑواں پیدائش ہوئی۔ تو میں انکے نام آپؑ کے حکم کے مطابق رکھے۔ تب میں نے اپنی ما ں سے کہا: ام عمر رکھنے کا مطلب کیا ہے؟ تو اس نے کہا: میری ماں کو ام عمر پکارا جاتا تھا"

اور اسی کتاب ہی میں وشاء سے، اس نے مسافر سے روایت کی ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام سے عرض کی: میں نے نیند میں دیکھا ہے کہ زمین پر پنجرہ سا بنا ہوا کہ جسمیں کبوتر کے چالیس40بچے ہیں آپؑ نے فرمایا: اگر تو سچا ہے تو ہم میں سے ایک شخص خلیفہ کے خلاف جنگ کے لیے اُٹھ کھڑا ہوگا اور صرف چالیس 40دن ہی زندہ رہ پائے گا' پس مهمد بن ابراہیم طبا طبا نے خلیفہ کے خلاف جنگ کے لیے خروج کیا اور صرف چالیس 40دن تک ہی زندہ رہ پائے۔

اور اسی کتاب ہی میں الوشاء سے روایت کیا گیا ہے کہ مجھے بچھونے ڈنک مارا تو میں نے چیخ کر کہا:"یا رسول اللہؐ" تو لوگوں کو عجیب سا لگا اور امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ کی قسم! یقینا یہ رسول اللہؐ کی زیارت کرچکا ہے حقیت یہ ہے کہ میں نے خواب میں رسول اللہؐ کی زیارت کی تھی مگر اللہ کی قسم! میں نے کسی ایک تک کو بھی اس بارے میں ہرگز نہ بتایا تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں حسن بن علی الوشاء سے روایت کیا گیا ہے کہ ہم مرو کے مقام پر ایک شخص کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہ ہمارے ساتھ ایک واقضی المذہب شخص بھی تھا۔ تو میں نے اس سے کہا: "اللہ کے غضب سے ڈرو۔ میں بھی تمہاری طرح واقضی مذہب تھا پھر اللہ عزوجل نے میرے دل کو نورانی کیا۔ پس تم بدھ، جمعرات اور جمعة المبارک کے دن روزہ رکھو اور غسل کرو اور دو رکعت نماز پڑھو اور اللہ سے درخواست کرو کہ وہ تمہیں امر امامت کے لیے ہدایت کا راستہ دکھائے" میں گھر گیا تو میرے پاس ابو الحسن علیہ السلام کا مبارک خط آیا ہوا تھا جسمیں امام علیہ السلام نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اس شخص کو حق کی دعوت دوں۔ پس میں اس شخص کے پاس گیا اور اسے بتایا اور اسے کہا: میرے گھر پہنچنے سے پہلے ہی میرے پاس ابو الحسن علیہ السلام کا خط آیا ہوا تھا اسمیں جو کچھ تھا وہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے مجھے پکی امید ہے اللہ تعالیٰ یقینا تمہارے دل کو نورانی فرمائے گا۔ پس میں نے تمہیں روزوں اور دعاؤں کا کہا ہے بجالاؤ" پس وہ شخص میرے پاس ہفتہ کے دن صبح سویرے آیا اور اس نے مجھے کہا:"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ ایسے امامؑ ہیں کہ جنکی اطاعت فرض ہے میں نے کہا:"وہ کیسے؟" اس نے کہا: پچھلی رات ابوالحسن علیہ السلام میرے خواب میں آئے اور فرمایا: "اے ابراہیم! اللہ کی قسم تو ہر قیمت پر حق کی طرف پلٹے گا اور آپؑ نے فرمایا:"اس بات کی خبر اللہ کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے"

اور اسی کتاب ہی میں حسن بن سعید سے، اس نے فضل بن یونس روایت کیا ہے کہ ہم مکہ کہ سفر پر نکل پڑے۔ ہم نے مدینہ میں قیام کیا اس وقت ہارون الرشید عباسی بھی مدینہ میں تھا اور حج کا ارادہ باندھے ہوئے تھا۔ میرے پاس امام رضا علیہ السلام تشریف لائے تو میرے پاس ہمارے ساتھیوں کا ہجوم سا تھا کہ کھانا لگا ہوا تھا۔ اچانک غلام آیا اور اس نے کہا: دروازے پر ایک شخص آیا ہے کہ جسکی کنیت ابو الحسنؑ ہے وہ تمہارے پاس آنا چاہتا ہے "میں نے کہا:"اگر ابو الحسن علیہ السلام وہی ہیں کہ جنہیں میں جانتا ہوں تب تو آزاد ہے" میں باہر نکلا تو امام رضا علیہ السلام تشریف فرماتے تھے۔ میں نے عرض کی:"سواری سے نیچے تشریف لائیے۔ تو آپع نیچے اترے اور اندر تشریف لے آئے۔ پھر کھانے کے بعد فرمایا: اے فجل! امیر ہارون عباسی نے حسین بن زید کے لیے دس ہزار دینار لکھ دئیے ہیں۔ اور یہ خط تمہاری طرف لکھا ہے پس تم دس ہزار دینار حسین کو دے دو" میں نے عرض کی:اللہ کی قسم! میرے پاس تو بادشاہ کا تھوڑا بہت مال بھی نہ ہے۔ اگر میں اپنی طرف سے دوں تو میری رقم ضائع ہوجائے گی البتہ اگر آپؑ ایسا چاہتے ہیں تو میں دے دیتا ہوں"

تو آپؑ نے فرمایا: "اے فضل! تم دینار اسے دے دو۔ عنقریب تمہیں تمہارے دینار مل جائیں گے اس سے پہلے کہ تم گھر پہنچو پس میں نے حسین کو دینار دے دئیے اور جیسے آپؑ نے فرمایا تھا مجھے میرے دینار گھر پہنچنے سے پہلے مل گئے۔

بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ حسن بن علی الوشاء سے روایت کیا گیا ہے کہ مرو کے مقام پر میرے آقا امام رضا علیه السلام نے مجھے بلایا اور فرمایا:"اے حسین! علی بن ابی حمزه بطائنی اسی دن مرگیا ہے اور اسے اسی وقت منبر میں اتارا گیا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے داخل ہوئے ہیں۔ پس ان دونوں نے اس سے سوال کیا "تمہارا رب کون ہے" تو اس نے کہا:"اللہ عزو جل" پھر ان دونوں نے سوال کیا:"تمہارارب کون ہے" تو اس نے کہا "اللہ عزول جل" پھر ان دونوں نے سوال کیا: تمہارا نبیؐ کون ہے؟"

تو اس نے کہا: محمد صلی اللہ علیه واله وسلم" پھر ان دونوں نے پوچھا:'تمہارا ولیؑ کون ہے؟" تو اس نے کہا علی ابن ابی طالب علیہا السلام" پھر ان دونوں نے پوچھا:"پھر کون ہے؟" اس نے کہا "حسن علیه السلام"

پھر ان دونوں نے پوچھا:"پھر کون ہے؟ اس نے کہا:"حسین علیه السلام"

انہوں نے پوچھا:"وہ کون ہے؟ اس نے کہا:"علی ابن الحسین علیہا السلام"

انہوں نے پوچھا:"پھر کون؟" اس نے کہا "جعفر بن محمد علیہا السلام"

انہوں نے پوچھا:"پھر کون ہے؟" اس نے کہا:"موسیٰ بن جعفر علیہا السلام"

انہوں نے پوچھا:"پھر کونہے؟" تواسکی زبان لڑکھڑا گئی۔ انہوں نے پوچھا۔"پھر کون ہے؟" تو وہ خاموش ہوگیا۔ پھر انہوں نے کہا: کیا موسیٰ بن جعفر علیہا السلام نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا تھا؟ "پھر ان دونوں نے اسے آگ کے گرز مارے تو اسکی آگ اس کے لیے قیامت تک شعلے اگلنے لگی ہے" میں آپؑ کی خدمت سے باہر نکلا اور میں نے اس دن کو لکھ لیا پس تھوڑے دن بھی نہ گزرے تھے کہ کوفیوں کا خط آیا کہ بطائی اسی دن ہی مرا تھا۔ اور اسے اسی وقت ہی قبر میں اُتارا گیا تھا۔

اور کلینیؒ نے روضه الکافی میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن سنان سے روایت کی ہے کہ میں نے ہارون عباسی کے دور حکومت میں ابو الحسین رضا علیه السلام سے عرض کی: آپؑ نے خود کو امامت سے مشہور کردیا ہے اور اپنے بابا بزرگوار علیه السلام کی جگه بیٹھ گئے ہیں حالانکه ہارون کی تلواریں خون بہا رہی ہے" تو آپؑ نے فرمایا: "میرا جواب اسی طرھ ہے کہ جیسے جنبیؐ نے فرمایا تھا: "گر ابو جھل میرے سر سے ایک بال بھی اکھاڑلے تو گواہ رہنا کہ میں نبیؐ نہیں ہوں" اور میں تم سے کہتا ہوں:"اگر ہارون الرشید عباسی میرے سر کا ایک بال بھی بیکا کرے تو میں بھی امام نہیں ہوں"

اور اسی کتاب ہی میں حسین بن احمد بن ہلال سے، اس نے یاسر خادم سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن امام رضا علیه السلام سے عرض کی:"میں نے نیند میں دیکھا ہے کہ ایک پنجرہ ہے کہ جسمیں سترہ17پیالے رکھے ہوئے ہیں۔ پنجرہ زمین پر گرپڑا تو پیالے ٹوٹ گئے تو آپؑ نے فرمایا:اگر تمہارا خواب سچ ہے تو میری اھل بیتؑ سے ایک شخص اٹھ کھڑا ہوگا کہ جو صرف سترہ 17 دن بادشاہ رہے گا پھر مرجائے گا" پس محمد بن ابراہیم نے کوفه میں ابو السرایا کے ہمراہ اُٹھ کھڑا ہو ا صرف سترہ17دن زندہ ہرا پھر مرگیا۔

رجال الکشی میں حمدویه سے، اس نے حسن بن موسیٰ سے، اس نے علی بن عمرالزیادسے، اس نے ابن ابی سعید المکاری سے روایت کیا ہے که امام رضاؑ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے آپؑ سے عرض کی: آپؑ نے اپنا دروازہ لوگوں کے لیے کھول دیا ہے اور انمیں بیٹھ کر لوگوں کو فتوے دیتے ہیں لیکن آپؑ کے بابا بزرگوار علیه السلام تو ایسا نہیں کیا کرتے تھے؟ تو آپؑ نے فرمایا: "مجھے ہارون کی طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ہے"۔ اور آپؑ نے اس سے فرمایا:"الله تمہارے دل کے نور کو بجھا دے اور تمہارے گھر میں فقر کو داخل کرے! تمہارے لیے جہنم کی وادی ویل ہو کیا تم نہیں جانتے که الله عزول جل نے مریمؑ کی طرف وحی فرمائی که تیرے بطن میں نبیؑ ہے۔ تب مریمؑ نے عیسیٰ علیه السلام کو جنم دیا۔ پس مریمؑ عیسیٰؑ سے ہیں اور عیسیٰؑ مریمؑ سے ہیں اور میں اپنے بابا بزرگوارؑ سے اور میرے بابا بزرگوار علیه السلام مجھ سے ہیں تب اس نے آپؑ سے عرض کی۔ "کیا میں آپؑ سے سوال کرسکتا ہوں؟" آپؑ نے فرمایا:"پوچھ" تو اس نے عرض کی:"ایک شخص کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا:"میرے تمام پرانے غلام آزاد ہوئے اور جو پرانے نہیں ہیں وہ آزاد نہیں ہیں؟ آپعلیه السلام نے فرمایا کیا تم نے قرآن کی آیت نہیں پڑھی:"اور ہم نے چاند کی کچھ منازل مقدر کی ہیں یہانتک که وہ کجھور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے" الایة۔ پس جو غلام اس شخص کی ملکیت میں چھ ماہ سے بنے وہ قدیم ہے اور جو چھ ماہ سے کم عرصے سے ہے وہ قدیم نه ہے پس وہ اُٹھا اور آپؑ کی مبارک بارگاہ سے چلاگیا۔ پس اس شخص پر امام علیه السلام کی بددعا کے سبب فقر اور مصیبتیں ٹوٹ پڑیں۔

میں کہتا ہوں۔ اور اسی کتاب ہی میں اس نے داود بن محمد محمد ہندی سے، اس نے ہمارے علماء میں سے بعض سے علی بن عمرزیات کی گزشته روایت کی طرح تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ روایت کی ہے اسمیں فقط یه اضافه ہے که آپؑ نے فرمایا:میں اپنے بابا بزرگوار علیه السلام سے اور میرے بابا بزرگوارؑ مجھ سے ہیں اور میں اور میرے بابا بزر گوارؑ ایک ہی چیز ہیں

اور اسی کتاب ہی میں حمدویه بن نصیر سے، اس نے محمد بن عیسیٰ سے اس نے کہا مجھے بیان کیا علی ابن الحسین عبدالله نے که میں نے امام رضاؑ سے سوال کیا که کیا میری موت موخر ہوسکتی ہے تو آپؑ نے فرمایا:"کیا تو اپنے رب سے ملاقات نہیں کرنا چاہتا که وہ تمہیں معاف کر کے تمہیں بہترین اجردے"

پس علی بن الحسین نے یه بات مکه میں اپنے بھائیوں کو بتائی اور پھر وہ اسی سال ہی واپسی پر خزیمه کے مقام پر فو ت ہوگیا اور یه 229ق ھ کی بات ہے۔جب میں وہاں سے نکلا تو تھوڑے ہی عرصے میں وہاں پھوڑا نکلا که جس کا کوئی زیادہ درد نه تھا

اور اسی کتاب ہی میں احمد بن مہران سے، اس نے محمد بن علی سے، اس نے ابن قیاما واسطی سے که جو واقفی المذہب تھا سے روایت کی ہے که میں علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام کی خدمت میں حاضرہوا تو میں نے عرض کی: کیا ایک وقت میں دو امامؑ ہی ہوسکتے ہیں؟" آپؑ نے فرمایا:"نہیں' البته اگر ہوں تو انمیں سے ایک صامت ہوگا تو میں نے آپؑ سے عرض کی:آپؑ بھی تو امامؑ ہیں مگر آپؑ کا کوئی صامت نه ہے" تب ابھی جعفر علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی ظہور تھا تو آپؑ نے مجھے فرمایا:"الله کی قسم! میرا وارث وہ ہوگا که جس کے ذریعے حق اور اہلیان حق کو ثابت قدمی ملے گی اور اس کے ذریعے باطل اور اهلیان باطل کا نام مٹ جائے گا۔ تو آپؑ کے ہاں ایک سال کے بعد ابو جعفر علیه السلام کا نورانی ظہور ہوا۔ تو آپؑ نے ابن قیاما سے فرمایا: کیا تمہارے لیے یه نشانی کافی نه ہے: تو اس نے عرض کی الله کی قسم! یه آیت

عظیمه ہے۔ لیکن میں اس کا کیا کروں که جو ابو عبداللہ علیه السلام نے اپنے فرزند علیه السلام کے بارے میں فرمایا تھا۔

کلینیؒ نے کافی میں محمد بن یحییٰ سے اس نے احمد بن محمد وغیرہ سے اس نے علی بن الحکم سے، اس نے حسین بن عمر بن یزید سے روایت کی ہے که میں امام رضا علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان دنوں میں واقضی المذہب تھا۔ اور میرے والد نے آپؑ کے بابا بزرگوار علیه السلام سے سات مسائل کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپؑ کے بابا بزرگوار علیه السلام نے چھ سوالات کے جوابات عطا فرمائے تھے مگر ساتویں کے جواب میں خاموش رہے میں نے آپ سے سوالات کیے تو آپؑ نے بھی جوابات عطا فرمائے اور ساتویں سوال که جواب میں خاموش رہے۔آپؑ نے جوابات میں واؤ یا یا کا بھی اضافه یا کمی نه فرمائی میرے بابا نے آپؑ کے بابا بزرگوار علیه السلام سے کہا تھا:"میں قیامت کے دن اللہ کے حضور آپؑ کی شکایت کروں گاکه آپؑ یقینا گمان کرتے ہیں که عبداللہ امام نہیں ہے" تو آپؑ کے بابا بزرگوار علیه السلام نے میرے والد کی گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: "ٹھیک ہے تم اللہ عزوجل کے حضور میری شکایت کرنا۔ اسمیں اگر کوئی گنا ہے تو میری گردن پر ہے"

جب میں نے آپؑ کو وداع کیا تو آپؑ نے فرمایا: "ہمارے شیعوں میں سے کسی پر کوئی مصیبت آتی ہے یا وہ بیمار ہوتا ہے اور وہ اس سب پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے نامه اعمال میں ایک ہزار شہید کا اجر لکھتا ہے" مین نے اندر ہی اندر کہا:"اللہ کی قسم! ایسی بات کا موقع و محل نه ہے" جب میں چلا تو میں ابھی راستے ہی میں تھا که مجھے پھوڑانکلا اور مجھے اس سے شدید تکلیف ہوگئی۔ آئندہ سال میں نے حج کیا اور آپؑ کے حضور حاضر ہوا ابھی مجھے درد باقی تھا میں نے آپؑ سے شکایت کی تو میں نے آپؑ سے عرض کی:"آپؑ نے پر قربان جاؤں! میرے پاؤں پر دم فرمائیے" اور میں نے آپؑ کے سامنے پاؤں پھیلادیا تو آپؑ نے فرمایا تمہارے اس پاؤں میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکه میں تو اسے تندرست دیکھ رہا ہوں" پس آپؑ نے دم فرمایا:

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حکیمه بنت موسیٰ علیها السلام سے روایت کی ہے که میں نے امام رضا علیه السلام کو لکڑی کے دروازے کے پاس تشریف فر ما ہوکر سرگوشی کرتے دیکھا جبکه وہاں پر میں نے کسی شخص کو نه دیکھا تھا تو میں نے عرض کی:"اے میرے آقاءآپؑ کسی سے سرگوشی فرمارہے ہیں؟" تو آپؑ نے فرمایا:"یه عامر زہرائی ہے که جو میرے پاس آکر سوال کررہا ہے اور گلے شکوے کررہا ہے میں نے عرض کی: اے میرے آقا!میں اسکا کلام سننا چاہتی ہوں۔ تو آپؑ نے فرمایا"اگر تم نے اسکی آواز سن لی تو سال برابر بخار بھگتو گی۔ میں اسکی آواز سننا چاہتی ہوں تو آپؑ نے فرمایا: "سنو" تب میں نے چڑیوں جیسی آواز سنی اور مجھے ایک سال برابر متواتر بخار رہا۔

شیخ طوسی کی کتاب غیبت میں محمد بن عبداللہ بن الحسن الافطس سے روایت ہے که میں ایک دن مامون عباسی کے پاس تھا اور ہمارے دستر خوان پر شراب موجود تھی پھر جب اسکے سامنے سے شراب اٹھالی گئی تو اس نے اپنے خواص کو رخصت کیا اور مجھے اپنے قریب کیا پھر اس نے اپنی لونڈیوں کو باہر آنے کو کہا که وہ ناچنے اور گانے لگیں۔

پھر وہ رونے لگا یہانتک که اس نے مجھے بھی رلا دیا پھر اس نے مجھے کہا:"ویل ہو تم پر اے محمد! کیا تیرے خاندان والے اور میرے خاندان والے ابو الحسن علیه السلام کو ولی عہد بنانے پر مجھے ملامت

کرتے ہیں اللہ کی قسم! میں تو چاہتا تھا کہ میں امر خلافت کو چھوڑ دوں اور آپؑ کو اپنی جگہ بٹھا دوں مگر اللہ کی لعنت ہو حسن کے بیٹوں عبید اللہ اور حمزہ پر کہ ان دونوں نے آپؑ کو قتل کروایا۔" پھر اس نے مجھے کہا: اے محمد بن عبداللہ! اللہ کی قسم! میں تمہیں ایک عجیب واقعہ بیان کرتا ہوں مگر تم اسے چھپانا" میں نے کہا:"اے امیر! وہ کیا ہے؟"

اس نے کہا: جب میرے پاس زاہریہ نامی کنیز کو لایا گیا تو میں نے اس سے ہمبستری کی تب میں نے ابو الحسن سے عرض کی آپ پر قربان جاؤں! مجھے خبر پہنچی ہے کہ ابو الحسن موسیٰ بن جعفر اور جعفر بن محمد اور محمد بن علی اور علی بن الحسین اور حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام پرندوں سے فال لیتے تھے اور ہرگز خطا نہ کرتے تھے آپؑ ان سب کے وصی ہیں اور آپؑ کے پاس وہ سارا علم ہے کہ جو ان سب علیہم السلام کے پاس تھا۔ میں زاہریہ سے بہت محبت کرتا ہوں میرے نزدیک میری کنیزوں میں سے کوئی ایک کنیز بھی اس پر مقدم نہ ہے۔ وہ ایک سے زائد مرتبہ حاملہ ہوئی ہے مگر ہر مرتبہ اسقاط حمل ہوگیا۔ کیا آپؑ کہ پاس کوئی ایسی چیز ہے کہ جس سے اس معاملے میں فائدہ ہوسکے؟" تو آپؑ نے فرمایا: اسکے اسقاط حمل سے خوف زدہ مت ہو۔ عنقریب اسکا حمل سالم رہے گا وہ ایک صحیح و سالم بچے کو جنم دے گی کہ جو اپنی ماں کا ہمشکل ہوگا۔البتہ اللہ تعالیٰ نے اسکی خلقت میں اسکے دائیں ہاتھ میں ایک انگلی اور اسکے دائیں پاؤں میں ایک انگلی زائد ہوگی۔

تو میں نے اندر ہی اندر کہا: اللہ کی قسم! یہ ایک بہترین بہانہ ہے جیسے آپؑ نے فرمایاہے اگر ایسا نہ ہو تو میں آپؑ سے جان چھڑا لوں گا۔ پس مجھے اس کنیز کے معاملے کی توقع رہی یہانتک کہ وہ حاملہ ہوگئی تو میں نے دائیہ سے کہا: "جب وہ بچے جنے تو اسکا بچہ میرے پاس لے آنا خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو" پس میں دائیہ کے انتظار ہی میں تھا کہ دائیہ میرے پاس ایک لڑکے کو لائی جیسا آپؑ نے فرمایا تھا اسی طرح اسکے ہاتھ اور پاؤں میں اضافی انگلیاں تھیں۔ پس میں نے اسی روز ہی فیصلہ کرلیا کہ میں خود کو امر خلافت سے علیحدہ کرلوں اور اپنے ہاتھ میں موجود سب کچھ آپؑ کے حوالے کردوں مگر میرے نفس نے مجھے اجازت نہ دی البتہ میں نے آپؑ کے پاس خادم کو بھیجا اور میں نے عرض کیا:"آپؑ امر خلافت کی جیسے چاہیں تدبیر کریں آپؑ مجھ سے اس معاملے میں مقدم ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر آپؑ ایسا کرتے تو میں مخالفت نہ کرتا"

اور اسی کتاب ہی میں اس ہی سے روایت ہے کہ میں مامون عباسی کے پاس گیا تو اس نے مجھے قربت دی اور میرا بہت احترام کیا پھر اس نے کہا: اللہ رحم فرمائے رضا علیہ السلام پر۔ آپؑ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ تھا۔ جس رات لوگوں نے آپؑ کی بیعت کرلی تھی میں نے آپؑ سے سوال کیا تو آپؑ نے مجھے عجیب چیز کے بارے میں خبر دی۔ میں نے عرض کی:"آپؑ پر قربان جاؤں! میری آپؑ کے بارے میں رائے یہ ہے کہ آپؑ عراق تشریف لے جائیں اور میں خراسان میں آپؑ کا نائب بن کر رہ جاؤں تو آپؑ نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا"نہیں"۔ ہمارا مسکن یہی ہے۔آئندہ سال سے پہلے ہی میں اس دنیا سے کوچ کر جاؤں گا اور لا محالة میرا حشر خراسان ہی سے ہوگا" میں نے آپؑ سے عرض کی آپؑ پر قربان جاؤں! اس بارے میں آپؑ کیا علم رکھتے ہیں؟آپؑ نے فرمایا:"مجھے اپنے بارے میں ویسے ہی علم ہے جب کہ تمہارے بارے میں ہے" تو میں نے عرض کی:اللہ آپؑ کے امور کی اصلاح فرمائے! میری آخری آرامگاہ کہاں ہوگی۔ تو آپؑ نے فرمایا: تیرے اور میرے درمیان بہت دوری ہوگی میں مشرق میں اس دنیا کو چھوڑوں گا جبکہ تیری موت مغرب میں ہوگی

تو میں نے عرض کی:"اللہ کی قسم! آپؑ نے سچ فرمایا: اللہ، اسکا رسولؐ اور آل محمد علیھم السلام ہی بہت بہتر جانتے ہیں" پس میں نے ہر ممکن کوشش کی اور میں نے آپؑ کو خلافت کا لالچ دیا اور اسکے علاوہ بھی بہت سا لالچ دیا مگر آپؑ کو لالچ نہ دے سکا"۔

کتاب ثاقب المناقب کو مصنف نے عیسیٰ بن موسیٰ بن عمانی سے روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام مامون کے پاس تشریف لے گئے تو اسے پریشان دیکھا تو آپؑ نے فرمایا: "اے مامون! میں تمہیں پریشان دیکھ رہا ہوں" تو مامون نے کہا:"جی ہاں! دروازے پر ایک دو ر دراز کا دیہاتی موجود د ہے اس نے سات بال اٹھا رکھے ہیں اور اسکا گمان ہے کہ وہ رسول اللہؐ کی داڑھی کے بال ہیں وہ شخص وظیفہ چاہتا ہے پس اگر وہ سچا ہے اور میں اسے وظیفہ نہ دو ں تو میں نے اپنے عہدے کو نجس کیا اور اگر وہ جھوٹا ہے اور میں اسے وظیفہ دے دوں تو اس نے مجھے زیر کرلیا۔ میں نہیں جانتا کہ اس سے کیسا سلوک کروں؟ تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "وہ بال میرے پاس لاؤ" جب آپؑ نے ان بالوں کو ملاحظہ فرمایااور انہیں سونگھا تو فرمایا: یہ چار بال رسول اللہ کی ریش اقدس کے ہیں اور باقی آپؑ کی ریش اقدس کے نہ ہیں" تو مامون نے کہا:"آپؑ یہ کیسے فرماتے ہیں؟" تو آپؑ نے فرمایا: بالوں کو آگ پر ڈالو" پس اس نے بالوں کو آگ میں ڈالا تو تین بال جل گئے اوروہ چار بال کے جو امام رضا علیہ السلام نے علیحدہ فرمائے تھے آگ ان کا کچھ نہ بگاڑ پائی۔

مامون نے کہا: اس بدوی کو میرے پاس لاؤ" جب اسے مامون کے سامنے لایا گیا تو اس نے اس بدوی کی گردن مارنے کا حکم دیا تو بدوی نے کہا:"میرا گناہ کیا ہے؟ مامون نے کہا:"بالوں کے بارے میں سچ بتاؤ"تو اس نے کہا:"چار بال رسول اللہؐ کی ریش اطہر کے ہیں اور تین بال میری داڑھی کے ہیں"تب مامون کے دل میں حسد نے جگہ بنالی۔

اور انمیں سے آپؑ کا بصرہ اور کوفہ میں زمین سمیٹ کر پہنچ جانا ہے اور آپؑ کا رائس الجالوت اور جاثلیق نصاری سے مناظرہ ہے۔ اور آپؑ سے مختلف معجزات کا ظہور ہے جیسا کہ آپؑ کا غیب کے بارے میں خبر دینا اور آپؑ کا تمام زبانوں میں گفتگو فرمانا اور آپؑ کا تورات، انجیل اور زبور اور ان سب کی تفیسر کا تلاوت فرمانا ہے

شیخ قطب الدین سعید بن ھبۃ اللہ الراوندی نے خرائج میں محمد بن فضل ہاشمی سے روایت کی ہے کہ جب موسیٰ بن جعفر علیھا السلام کی شہادرت ہو گئی تو میں مدینہ آیا اور میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپؑ کو امام سمجھ کر سلام عرض کیا۔ اور جو کچھ میرے پاس تھا میں نے آپؑ کی خدمت میں پیش کیا اور میں نے عرض کی:"میں بصرہ کی طرف جارہا ہوں میں نے لوگوں میں شدید اختلاف دیکھا ہے انہیں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچ چکی ہے مجھے یقین ہے کہ لوگ مجھ سے آئندہ امامؑ کے بارے میں دلائل مانگیں گے۔ اگر آپؑ مناسب سمجھیں تو مجھے

کوئی ایسی چیز عنایت فرمائیں؟"تو امام رضا علیہ السلام فرمایا:"یہ بات مجھ سے مخفی نہ ہے۔ بصرہ اور گردو نواح کے ہمارے محبوں کو خبر کرو کہ میں انکے پاس آنے والا ہوں۔

پھر آپؑ نے میرے سامنے وہ سارا سامان وا اسلحہ کہ جو نبیؐ کا تھا اور تمام ائمة الھدیٰ علیھم السلام کے پاس ہوا کرتا تھا تو میں نے عرض کی:"آپؑ ان لوگوں کے پاس کب تشریف لائیں گے؟" آپؑ نے فرمایا:"تمہارے بصرہ پہنچنے اور اسمیں داخل ہونے کے تین دن بعد"

جب میں بصر ہ پہنچا لوگوں نے مجھ سے حالات کے بارے میں سوالا ت کیے تو میں نے لوگوں کو کہا:"میں امام موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کے پاس آپؑ کی شہادت سے ایک دن پہلے حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:"اب میری لا محالة طور پر شہادت ہونے والی ہے۔ جب تم مجھے لحد میں اُترا دیکھو تو یہاں رکے مت رہنا اور تم میری امانتوں کو مدینے لے جانا۔ اور ان کو میرے فرزند علی بن موسی ٰ علیہا السلام کے حوالے کرنا کہ وہ میرے وصی اور میرے بعد اولی الامرءہیں" پس جیسا آپؑ نے حکم دیا تھا میں نے ویسا ہی کیا مین نے امانتیں امام رضا علیہ السلام کے حوالے کیں اور آپؑ آج سے ٹھیک تین دن بعد تم تک پہنچنے والے ہیں۔ پس تم لوگ آپؑ سے جو تمہارے جی میں آئے سوال کرلینا" پس اس گروہ میں سے عمر و بن ھذاب کہ جو ناصبی شخص تھا اور ہمیشہ امامت کے مقام کو کم کرنیکے چکروں میں رہتا تھا نے گفتگو کی ابتدا ء کی۔

تو اس نے کہا: "اے محمد! حسن بن محمد اہلبیت کے فاضل ترین شخص ہیں تقویٰ و زہد، علم اور عمل میں اپنی مثال آپ ہے اور وہ (نعوذ باللہ) علی ابن موسیٰ (علیہا السلام) کی طرح جھوٹا نہ ہے اور یقینا اگر علی ابن موسیٰ (علیہا السلام سے مشکل مسائل کے بارے میں سوالات کیے جائیں تو وہ عاجز آجائیں گے" تو حسن بن محمدنے کہ جو وہاں موجود تھا نے کہا: "اے عمرو! یہ مت کہو یقینا علی علیہ السلام ویسے ہی ہیں کہ جیسا ابن فضل نے کہا ہے اور یہ محمد بن فضل یہ بھی کہتا ہے کہ وہ تیسرے دن یہاں تشریف لانے والے ہیں پس تمہارے لیے یہ ہی دلیل کافی ہے" پس وہ سب متفرق ہوگئے۔

جب تیسرا دن ہوا تو امام رضا علیہ السلام پہنچ گئے اور آپؑ نے حسن بن محمد کے گھر کا رُخ کیا اور وہ اپنے گھر میں تنہاتھا آپؑ نے اسے امر و نہی کیا اور اس سے فرمایا: "ے محمد! محمد بن فضل کے ہاں موجود ہمارے شیعوں اور دیگر شیعوں کو یہاں بلاؤ اور جا ثلیق نصاری اور رائس الجالوت کو بلاؤ اور لوگوں سے کہو کہ جا انکے جی میں آئے سوال کریں"جو

پس حسن بن محمد نے ان سب کو، زیدیہ کو اور معتزلھلہ کو جمع کیا جبکہ انہیں معلوم نہ تھا کہ اس نے ان سب کو کیوں بلایا ہے۔

جب وہ سب جمع ہوگئے تو امام رضا علیہ السلام کے لیے مند لگائی گئی آپؑ اس پر تشریف فرما ہوگئے پھر آپؑ نے فرمایا: السلام علیکم و رحمتہ اللہ وبرکا تہ! کیا تم جانتے ہو کہ کس وجہ سے میں نے تمہیں سلام میں پہل کی ہے؟" ان سب نے کہا: "جی نہیں" آپؑ نے فرمایا:"تاکہ تمہارے نفس مطمئن ہوجائیں" ان سب نے کہا:"اللہ آپؑ پر رحم فرمائے! آپؑ کون ہیں؟" آپؑ نے فرمایا:"میں علی بن موسیٰ بن جعفربن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیھم السلام ہوں اور میں رسول اللہؐ کا فرزند ہوں۔ میں نے آج کے دن صبح کی نماز مسجد نبویؐ میں مدینہ کے والی کے ساتھ پڑھی ہے اور اس نے ہمارے نماز پڑھ

چکنے کے بعد اپنے خلیفه کا اسکی طرف خط پڑھا اور اپنے بہت امورمیں مجھ سے مشورہ کیا اور میں نے اسے ایسے مشورے دیے که جسمیں اسکی بھلائی تھی اور میں نے اس سے وعدہ کیا ہے که وہ میرے پاس اس دن کی عصر کی نماز کے بعد آئے اور میرے پاس بیٹھ کر اپنے خلیفه کو خط لکھے اور انشا اللہ میں نے اس سے اپنے کیے ہوئے وعدے کو بھی پورا کرنا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

پورے گروہ نے کہا:"اے فرزندِ رسولؐ ہم اس دلیل کے بعد کوئی برہان نه چاہتے ہیں آپؑ ہمارے نزدیک قول کے سچے ہیں" پس وہ اٹھے تاکه واپس چلے جائیں تو ان لوگوں سے امام رضا علیه السلام نے فرمایا: ابھی مت جاؤ! مین نے تو تمہیں فقط اس لیے جمع کیا ہے تاکه آثار نبوت اور علامات امامت کو جو تم نے ہمیشه ہم اهل بیت میں پائی ہیں انمیں سے جس کے بارے میں تمہار ا دل چاہے سوال کرو۔ پس اپنے مسائل لاؤ۔"

عمر و بن هذاب نے ابتدا کی اور کہا محمد بن فضل ہاشمی نے آپ کے بارے میں ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے که جنہیں دل قبول نہیں کرتے" تو امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"وہ کیا ہیں؟" اس نے کہا:: "اس نے ہمیں آپؑ کے بارے میں بتایا ہے که آپؑ اللہ کی نازل کردہ تمام کتابوں کے عالم ہیں اور یه که آپ ہر زبان اور لغت کو جانتے ہیں" تو امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"محمد بن فضل نے سچ کہا ہے میں نے ہی اسے بتایا تھا۔ پس آؤ اور سوال کرو"

ان سب نے کہا:"سب چیزوں سے پہلے ہم آپؑ کے بارے میں زبانوں اور لغتوں کے بارے میں خبر لینا چاہتے ہیں۔ یه رومی ہے اور یه فارسی ہے اور یه هندی اور یه ترکی ہے ہم ان سب کو لائے ہیں" تو آپؑ نے فرمایا: جس زبان میں چاہیں کلام کریں ان شاء اللہ تعالیٰ میں ان سب کو ان ہی کی زبانوں میں جواب دوں گا" پس انمیں سے ہر ایک نے اپنا اپنا مسئله اپنی اپنی زبان اور لغت میں پوچھا تو امام علیه السلام نے انمیں سے ہر ایک کو اسی ہی کی زبان میں جواب عنایت فرمایا: لوگوں کو حیرت اور تعجب ہوا اور ان سب نے اقرار کیا که آپؑ انکی زبانوں کو ان سب سے زیادہ فصیح انداز میں جانتے ہیں۔

پھر امام رضا علیه السلام نے ابن هذاب کی طرف دیکھ کر فرمایا: اگر میں تمہیں بتاؤں که تو عنقریب انہی امام میں اپنے ایک قریبی رشته دار کے خون میں مبتلا ہوگا تو کیا تو میری تصدیق کرے گا؟ اس نے کہا:"نہیں کیونکه غیب کا علم فقط اللہ کے پاس ہے" تو آپؑ نے فرمایا:"کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا "وہ غیب کا عالم ہے اور اپنیغیبکو کسی ایک پر بھی ظاہر نہیں کرتا ماسوائے اپنے پسندیدہ رسول کے(القرآن) پر رسول اللہؐ اللہ کے حضور پسندیدہ ہیں اور ہم اللہ کے رسولؐ کے ہر اس علم غیب کے وارث ہیں که جو آپؐ کو اللہ نے عطا فرمایا تھا۔ پس ہمیں ہرگز شته اور قیامت کے دن تک ہر آئنده کا بخوبی علم ہے اور اے ابن هذاب جس چیز کی میں نے تمہیں خبر دی ہے وہ پانچ دنوں میں ہونے والا ہے۔ اگر اس مدت میں وہ سب نه ہو که جو میں نے تمہیں بتایا ہے تو میں جھوٹا اور جعلساز ہوں اور اگر سچ ہوتو پھر تو اللہ اور اسکے رسولؐ کے حکم کو پس پشت ڈالنے والے ہو۔

تمہارے لیے ایک اور دلیل بھی ہے که عنقریب تیری آنکھوں کو بیماری لگ گی اور که تم اندھے ہوجاؤگے تم نه تو میدان دیکھ پاؤ گے اور نه ہی پہاڑ دیکھ پاؤ گے اور یه کچھ دنوں میں ہونے والا ہے۔ اور تمہارے لیے ایک اور دلیل بھی میرے پاس موجود ہے که تم عنقریب جھوٹا حلف دوگے که توتمہیں برص کی بیماری لگ جائے گی"

محمد بن فضل نے کہا: ”اللہ عزوجل نے وہ سب ابن ھذاب پر نازل کیا تو اس سے کہا گیا: امام رضا علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا یا نہیں؟ اس نے کہا: ”اللہ کی قسم! جس وقت آپؑ نے مجھے یہ سب بتایا تھا مجھے اسی وقت ہی علم تھا کہ یہ سب ہونے والا البتہ میں نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا“۔

پھر امام رضا علیہ السلام جاثلیق سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:”کیا انجیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی ہے؟ اس نے کہا اگر انجیل اس پر دلالت کرتی تو ہم انکی نبوت کا ہرگز انکار نہ کرتے“

تو آپؑ نے فرمایا ”مجھے اس سکتة کے بارے میں بتاؤ کہ جو تیری سفر میں ہے“ تو جاثلیق نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے ہمارے لیے جائز نہیں ہے کہ ہم اسکو ظاہر کریں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اور اگر میں تمہیں ثابت کردوں کہ وہ محمدؐ کا نام ہے اور آپؐ کا ذکر ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اسکا اقرار کیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو محمدؐ کی بشارت دی تھی تو کیا تم اسکا اقرار کروگے اور اسکا انکار نہ کروگے؟“ جاثلیق نے کہا:’اگر آپؑ ایسا کریں تو میں اقرار کروں گا کیونکہ میں انجیل کو رد نہیں کرسکتا اور نہ ہی اسکا انکا ر کرسکتا ہوں“

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: میرے پاس سے تیرے سفر کہ جسمیں محمدؐ کا ذکر ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں بشارت موجود ہے“ جاثلیق نے کہا: سنائیے؟ تو امام رضا علیہ السلام نے انجیل کے اس سفرکی تلاوت شروع کردی یہانتک محمد سلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذکر تک پہنچے تو آپؑ فرمایا: میں اسکی صفت بیان نہیں کرتا مگر وہ کہ جو اللہ نے بیان ہے وہ ناقہ سوار، عصارکھنے والا اور چادر اوڑھنے والا مکی نبیؐ ہوگا کہ جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا پاتے ہیں وہ لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرے گا اور برائی سے روکتا ہوا اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال ر دے گا اور نجس چیزوں کو ان پر حرام کرے گا اور ان سے غلامی کے طوق اور زنجیریں اتارڈالے گا۔ اور انہیں بہترین راستے کی ہدایت اور عدل کے معیار اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرے گا۔ اے جاثلیق! تجھے اللہ کی روح اور اسکے کلمہ عیسیٰؑ کہ حق کا واسطہ کیا تم لوگ انجیل میں اس نبیؐ کے ان اوصاف کو پاتے ہو؟“ تو جاثلیق نے تھوڑی دیر سر جھکا یا اور جان گیا کہ اگر اس نے انجیل کا انکا ر کیا تو کافر ہوجائے گا تو اس نے کہا:”جی ہاں“ انجیل میں یہی صفت پائی جاتی ہے یقینا عیسیٰؑ نے انجیل میں اس نبیؐ کا ذکر کیا ہے البتہ نصاریٰ کے نزدیک درست نہ ہے کہ وہ آپ لوگوں کے نبیؐ ہیں“

تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ”جب تم نے انجیل کا انکار کرکے کفر اختیار نہ کیا ہے اور تو نے محمدؐ کی اسمیں موجود صفت کو قبول کیا ہے تو تم دوسرا سفر مجھ سے سنو کہ اسمیں میں تمہیں آپ کا نام آپ کے وصیؑ کا اور آپ کی دختر فاطمہ سلام اللہ علیہا کا اور حسنؑ اور حسین علیہ السلام کا ذکر موجود ہے۔ جب جاثلیق اور رائس الجالوت نے جب یہ سنا تو دونوں جان گئے کہ امام رضا علیہ السلام تورات اور انجیل کے عالم ہیں۔ پس ان دونوں نے کہا:”اللہ کی قسم! آپؑ نے وہ دلیل دی ہے کہ جسکو رد کرنا اور جسکا دفاع کرنا ہمارے لیے ہرگز ممکن نہ ہے ماسوائے اس کے کہ ہم تورات، زبور اورانجیل کا انکار کردیں یقینا اس نبیؐ کے بارے میں موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سب نے بشارت دی ہے البتہ ہمارے ہاں پوری طرح ثابت نہ ہے کہ وہ یہی محمدؐ ہی ہیں۔ اسکا نام تو محمدؐ ہی ہے لیکن ہماے لیے جائز نہ ہے کہ ہم انکی نبوت کا اقرار کریں کیونکہ ہمیں شک ہے کہ وہ آپ لوگوں کے محمدؐ ہی ہیں یا کوئی اور ہیں۔

تو امام رضا علیه السلام نے فرمایا: "تمھارے پاس فقط تمھار اشک ہی دلیل ہے کیا اللہ عزو جل نے محمدؐ سے پہلے یا آپؐ کے بعد ہمارے آج کے اس دن تک بنی آدمؑ میں سے کسی نبیؐ بناکر بھیجاہے کہ جسکا نام محمدؐ ہویا تم لوگ اللہ کی طرف سے تمام انبیاءؑ پر اتاری گئی کتب میں محمد کے علاوہ کسی کاذکر پاتے ہو پس وہ لوگ اس کا جواب نہ دے پائے اور ان سب نے کہا: "ہمارے لیے جائز نہ ہے کہ ہم تمھارے سامنے اقرار کریں کہ وہ محمدؐ تمھارے محمدؐ ہی ہیں کیونکہ اگر ہم تمھارے سامنے اقرار کرلیں کہ جنکا آپؑ نے ذکر کیا ہے وہ محمدؐ انکے وصیؑ،انکی دخترؑ اور ان دونوں کے فرزندان علیہا السلام ہیں تو آپ لوگ ہمیں زبردستی اسلام میں داخل کرلیں گے"

تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اے جاثلیق تمہیں اللہ اور اسکے رسولؐ کے نام پر امان ہے کہ تمہیں ہماری طرف سے ایسی کوئی چیز نہ پہنچے گی کہ جسکا تمہیں ڈر یا خوف ہے اور نہ ہی کوئی ناپسندیدہ چیز کا سامنا کرنا پڑے گا تو اس نے کہا: "جب آپؑ نے مجھے امان دے ہی دی ہے تو سنیں کہ جس نبیؐ کا آپؑ نے ذکر کیا ہے کہ اسکا نام محمدؐ ہے اور اس وصیؑ کا جسکا نام علیؑ ہے اور نبیؐ کی یہ بیٹی کہ جسکا نام فاطمہؑ ہے اور یہ سبطین کہ جنکا نام حسنؑ اور حسینؑ ہی ان سب کا تورات، انجیل، اور زبور میں تذکرہ موجود ہے"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: تب میں نے تورات و انجیل اور زبور میں سے اس نبیؐ کاجو نام اور اسی وصیؑ اور نبیؐ کی دخترؑ اوران سبطینؑ کا جو ذکر کیا ہے وہ سچ ہے یا جھوٹ اور لغو ہے؟"

اس نے کہا:نہیں بلکہ سچ اور درست ہے۔ آپؑ نے حق سوا کچھ نہیں کیا ہے"

جب امام رضا علیہ السلام نے جاثلیق سے اس سب کا اقرار لے لیا تو رائس الجالوت سے فرمایا: اے رائس الجالوت اب تم مجھ سے داود علیہ السلام کی زبور کا فلاں سفر سنو تو اس نے کہا سنائیے! اللہ آپؑ کو اور آپ جیسوں کو برکت عطا فرمائے۔ تو امام رضا علیہ السلام نے زبور کے پہلے سفر کی تلاوت شروع کردی یہانتک کہ آپ محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ حسنؑ، حسینؑ، کے ذکر تک پہنچے تو آپؑ نے فرمایا: اے رائس الجالوت! میں تمہیں اللہ کے حق کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ تمہیں بھی جاثلیق کی طرح امان دی جاتی ہے۔ کہ کیا یہ سب داود علیہ السلام کی زبور میں موجود ہے؟ تو راس الجالوت نے کہا: "جی ہاں! یہ سب بعینہ ان حضرات (علیھم السلام) کے ناموں کے ساتھ موجود ہے"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ان دس آیات کے حق کا واسطہ کہ اللہ عزو جل نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہا السلام پر تورات میں اتاریں کیا تم نے تورات میں محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کا فضیلت کے ساتھ ذکر دیکھا ہے؟ اس نے کہا: "جی ہاں" جو بھی ان حضراتؑ کا انکار کرے وہ اپنے رب تعالیٰ اور اسکے انبیآءؑ کا کافر ہے"۔

امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا: اب تم تورات میں اسکے علاوہ سنو" اور امام رضا علیہ السلام نے تورات کی تلاوت شروع فرمائی تو رائس الجالوت آپ کی تلاوت کی عمدگی، بیان اور آپ کی زبان کی فصاحت سے متعجب ہوا یہانتک آپ جب محمدؐ کے ذکر تک پہنچے تو رائس الجالوت نے کہا: جی ہاں! یہ احماد، بلت، الیااحماد، شبر اور شیر علیھم السلام کا ذکر ہے کہ جسکی عربی میں تفسیر محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ بنتی ہے"

تو امام رضا علیه السلام نے پوری تلاوت فرمائی جب آپؑ تلاوت سے فارغ ہوئے تو رائس الجالوت نے کہا: "اللہ کی قسم! اے فرزند محمدﷺ اگر مجھے قوم یهود پر جو سرداری حا صل ہے نه ہوتی تو یقینا میں احمدﷺ پر ایمان لے آتا اور آپؑ کے حکم کی پیروی کرتا۔ اس اللہ کی قسم که جس نے موسیٰؑ پر تورات نازل کی اور داود علیه السلام پر زبور نازل کی میں نے آپؑ سے بڑھ کر تورات، انجیل اور زبو ر کا قاری کسی ایک کو بھی نه دیکھا ہے"۔ اور میں نے آپؑ سے بڑھ کر ان کتابوں کی فصیح تفسیر کرنے والا نه دیکھا ہے" امام رضا علیه السلام انکے ساتھ وقت زوال تک رہے جب زوال کا وقت ہوا تو آپؑ نے ان سب سے فرمایا: میں نماز پڑھ کر مدینے پهنچنا چاہتا ہوں تاکه میں اپنا وعدہ جو که میں نے مدینه کے والی سے کیا ہوا ہے پورا کروں تاکه وہ خلیفه کے خط کا جواب لکھ سکے۔

انشاء اللہ صبح سویرے میں تمہارے پاس واپس آجاؤں گا"۔

پس عبداللہ بن سلیمان نے اذان کہی اور اقامت کہی۔امام رضا علیه السلام نے آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی اور نماز میں پوشیدہ قرات فرمائی اور سنت کے مطابق نماز پڑھائی اور واپس پلٹ گئے۔

جب دوسرا روز ہوا تو آپ اپنی اس محفل میں واپس تشریف لائے۔ لوگ آپ کے پاس ایک رومی کنیز کو لائے تو آپؑ نے اس کنیز سے رومی زبان میں گفتگو فرمائی اور جاثلیق وہ سب سن رہا تھا۔

اور وہ رومی زبان سمجھتا تھا۔ امام رضا علیه السلام نے رومی زبان میں فرمایا: تمہارے نزدیک کون زیادہ محبوب ہے محمدؐ یا عیسیٰؑ؟ تو اس عورت نے کہا: جب تک میں محمدؐ کی معرفت نه رکھتی تھی تب تک میرے نزدیک عیسیٰؑ زیادہ محبوب تھے۔ البته اس وقت جب که مجھے محمدؐ کی معرفت ہوچکی ہے تو میرے نزدیک محمدﷺ عیسیٰؑ سے زیادہ محبوب ہیں اور ہر نبیؑ سے زیادہ محبوب ہیں" تو جاثلیق نے اس عورت سے کہا: جب تو محمدؐ کے دین میں داخل ہوچکی ہے تو تو عیسیٰ علیه السلام سے نفرت کرنے لگی ہے؟" تو اس عورت نے کہا "معاذ اللہ! بلکه میں تو عیسیٰؑ سے محبت کرتی ہوں اور آپؑ پر ایمان رکھتی ہوں مگر میرے نزدیک محمدؐ ان سے بڑھ کر محبوب ہیں"۔

تو امام رضا علیه السلام نے جاثلیق سے فرمایا: "اس پورے گروہ کو بتاؤ که کنیز نے کیا گفتگو کی ہے اور تم نے اس سے کیا کہا ہے اور اس نے پھر تمہیں کیا جواب دیا ہے؟" تو جاثلیق یه سب ان لوگوں کو بتایا۔ پھر جاثلیق نے کہا: اے فرزند محمدؐ! یہاں پر ایک سندھی شخص موجود ہے اور وہ نصرانی ہے اور سندھی میں قادر کلام اور مناظرہ کرنے والا ہے" تو آپؑ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ" جاثلیق اسے آپؑ کی خدمت میں لایا تو آپؑ نے اس سے سندھی زبان میں گفتگو فرمائی پھر آپؑ نصرانی مذہب کی ہر ایک چیز کے بارے میں اسے دلائل دیتے رہے۔ پس ہم نے سنا که سندھی نے کہا: آپؑ نے تو میری تمام دلیلوں کو باطل کردیا ہے" امام رضا علیه السلام نے سندھی میں فرمایا: "اللہ واحد ہے" پھر آپؑ نے اس سے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے بارے میں گفتگو فرمائی۔ پس آپؑ سندھی زبان ہی میں مختلف حالات سے گزارتے ہوئے اسے یہانتک لے آئے که اس شخص نے سندھی زبان میں کہا: "میں گواہی دیتا ہوں که اللہ کے سوا کوئی معبود نه ہے اور یه که محمدؐ اللہ کے رسولﷺ ہیں پھر اس نے خود پر موجود چادر کو اُتارا تو نیچے انار نظر آیا تب اس نے کہا: "اے فرزند رسولﷺ اسے اپنے ہاتھوں سے ہی کاٹیے" پس امام رضا علیه السلام نے چھری منگوائی اور اسے کاٹ ڈالا۔ پھر آپؑ نے محمد بن فضل ہاشمی سے فرمایا: اس سندھی کو حمام لے جاؤ اسے پاکیزہ کرو اور اسے اور اسکے اهل عیال کو نئے کپڑے پہناؤ اور ان سب کو مدینه لے جاؤ۔

جب آپؑ ان تمام افراد سے گفتگو سے فارغ ہوئے تو فرمایا:"محمد بن فضل نے تمہیں ہمارے بارے میں جو بتایا تھا تم اس سب کی تصدیق کرتے ہو؟ ان سب نے کہا: جی ہاں! اللہ کی قسم! جو کچھ اس نے بتایا تھا اس سے کئی گنا زیادہ دیکھ لیا ہے اور ہمیں محمد بن فضل نے بتایا ہے کہ آپؑ کو خراسان لے جایا جائے گا؟" تو آپؑ نے فرمایا: "محمدنے ہمارے بارے میں سچ فرمایا ہے مجھے عزت واحترام کے ساتھ مجبوراً وہاں لے جایا جائے گا"۔

محمد بن فضل نے کہا: پوری جماعت نے آپؑ کی امامت کی گواہی دی اور وہ رات آپؑ ہمارے ہا ں ہی تشریف فرمارہے جب صبح ہوئی تو پوری جماعت نے آپؑ کو الوداع کیا اور آپؑ نے جو چاہا مجھے وصیت فرمائی اور چل دئیے میں بھی آپؑ کے پیچھے پیچھے چل دیا یہانتک کہ جب ہم قریہ کے درمیان میں پہنچے تو آپؑ راستے سے ہٹ گئے اور چار رکعت نماز ادا فرمائی پھر فرمایا: اے محمد! اللہ کی حفاظت میں واپس چلے جاؤ۔ اپنی آنکھیں بند کرو" پس میں نے اپنی آنکھیں بند کیں پھر فرمایا: اپنی آنکھیں کھولو" میں نے آنکھیں کھولیں تو میں بصرہ میں اپنے گھر کے دروازے پر تھا۔ البتہ مجھے امام رضا علیہ السلام نظر نہ آئے اور میں حج کے موسم میں سندھی اور اسکے اھل و عیال کو مدینہ لے گیا۔

راوندی نے کہا کہ محمد بن فضل نے کہا کہ بصرہ سے واپس جاتے وقت امام رضا علیہ السلام نے مجھے جو وصیتیں فرمائی تھیں انمیں سے ایک یہ تھا کہ آپؑ نے مجھے فرمایا:"کوفہ جاؤ اور وہا ں پر شیعوں کو جمع کرو اور انہیں بتاؤ کہ میں انکے پاس آنے والا ہوں اور مجھے حکم دیا کہ میں حعض بن عمیر تنکیری کے گھر مہمان بنوں" پس میں کوفہ گیا اور میں نے شیعوں کو بتایا کہ امام رضا علیہ السلام انکے پاس تشریف لارہے ہیں۔ میں ایک دن نصر بن مزاحم کے ہاں موجود تھا کہ میرے قریب سے امام رضا علیہ السلام کا خادم سلام گزرا پس مجھے علم ہو ا کہ امام رضا علیہ السلام تشریف لائے ہیں پس میں حفض بن عمیر کے گھر کی طرف دوڑا تو آپؑ وہاں موجود تھے۔ میں نے آپؑ کو سلام کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا: ہمارے شیعوں کے لیے عمدہ کھانا تیار کرو" میں نے عرض کی:"میں نے کھانا تیار کرلیا ہے اور ہر ضروری چیز درست کرلی ہے تو آپؑ نے فرمایا تمہاری توفیق پر اللہ کی حمد ہے"

پس ہم نے شیعوں کو جمع کیا جب انہوں نے کھانا کھالیا تو آپؑ نے فرمایا: "اے محمد! کوفے کے مناظر اور عالم لوگوں کو بلاؤ" پس ہم ان سب کو آپؑ کے پاس لائے تو امام رضا علیہ السلام نے ان سے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں اپنے بارے میں آگاہی دوں جیسا کہ میں نے اھل بصرہ کودی۔ یقینا اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ ہر کتاب کا علم دیا ہے" پھر آپؑ نصاریٰ کے جاثلیق سے مخاطب ہوئے کہ جو مناظرہ کرنے، علم اور انجیل سے واقفیت میں مشہور تھا تو آپؑ نے فرمایا: "اے جاثلیق! کیا تم جانتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک صحیفہ تھا اسمیں فقط پانچ اسماء لکھے ہوئے تھے کہ جو آپؑ اپنی گردن میں لٹکائے رکھتے تھے۔ اگر آپؑ مغرب سے مشرق جانے کا ارادہ فرماتے تو اس صحیفہ کو کھولتے تھے اور اللہ کو ان پانچ اسماء میں سے فقط ایک کی قسم دیتے تھے کہ ان کے لیے زمین سمٹ جائے اور آپؑ مغرب سے مشرق پہنچ جاتے تھے اور ایک لحظہ ہی میں مشرق سے مغرب پہنچ جاتے تھے؟"

تو جاثلیق نے کہا:"مجھے صحیفہ کا کوئی علم نہ ہے۔ البتہ آپؑ کے پاس پانچ اسما مبارک ضرور تھے کہ آپؑ ان سب کے ذریعے یا انمیں سے کسی ایک کے ذریعے جب بھی اللہ تعالیٰ سے جس بھی چیز کا سوال کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ آپؑ کو وہ چیز عطا فرماتا تھا"

آپؑ نے فرمایا: ”اللہ اکبر! جب تم نے اسماء مبارکہ کا انکار نہیں کیا ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم صحیفہ کا انکار کرو یا اقرار کرو۔ اے لوگو! اسکے قول پر گواہ رہو“

پھر فرمایا: ”اے لوگو! کیا لوگوں میں سے سب سے زیادہ انصاف پسند وہ نہیں ہے کہ جو اپنے مدمقابل کو اسکی ملت، اسکی کتاب، اسکے نبیؐ اور اسکی شریعت سے دلائل دے؟ سب نے کہا:”جی ہاں وہ انصاف پسند ہے“ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ”جان لو کہ محمدؐ کے بعد کوئی امامؑ نہیں ہے مگر وہ کہ جو اس چیز پر قائم ہو کہ جو پر محمدؐ قائم تھے کہ جب اسے امامت کی ذمہ داری مل جائے۔ کوئی امامؑ بننے کے قابل نہیں ہے ماسوائے اس کے کہ جو مختلف امتوں کو امامت کے دلائل دے سکے“

تو رائس الجالوت نے کہا: امامؑ کی دلیل کیا ہے؟“

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:”امامؑ کی دلیل یہ ہے کہ وہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن الحکیم کا عالم ہو۔ پس وہ اھل تورات کو انکی تورات سے، اھل انجیل کو انکی انجیل سے اور اھل قرآن کو انکے قرآن سے دلیل دے۔

اور یہ کہ امامؑ تمام لغات کا عالم ہو کہ اس سے کوئی ایک زبان بھی پوشیدہ نہ ہو اور وہ ہر قوم سے انکی لغت ہی میں بحث کرے پھر ان تمام صفات کے ساتھ ساتھ تقی ہوا ور ہر برائی سے بچا ہوا ہوا ور ہر عیب سے پاک ہو،عادل ہو، انصاف پسند ہو، حکمت والا ہو، مہربان ہو، رحم کرنے والا ہو، بخشنے والا ہو، محبت کرنے والا ہو، سچا ہو، شفیق ہو، نیکوکار ہو،امین ہو، مامون ہو اور اصلاح کرنے والا ہو“

تب نصر بن مزاحم نے آپؑ کے سامنے کھڑے ہوکر عرض کی: آپؑ جعفر بن محمد علیہا السلام کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟“

آپؑ نے فرمایا: ”میں اس امامؑ کے بارے میں کیا کہوں کہ جسکے بارے میں امام امت محمدیہؐ گواہی دیتی ہے کہ وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔

اس نے عرض کی:تو آپؑ موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟“

آپؑ نے فرمایا: ”وہ بھی ان کی طرح تھے“

آپؑ نے فرمایا: ”لوگ امام موسیٰؑ کے معاملے میں حیران تھے کہ آپؑ نے زمانے میں تھوڑا ہی عرصہ گزارا تھا اور آپؑ نبطیوں سے انکی زبان میں اور اھل خراسان سے ان کی زبان میں اور رومیوں سے انکی زبان میں اور عجمیوں سے انکی زبانوں میں گفتگو فرمایا کرتے تھے اور آپؑ کے پاس پوری دنیا سے یہود و نصاریٰ کے علماء آتے تھے ور آپؑ ان سب سے ان کی کتابوں اور انکی زبانوں ہی میں بحث فرمایا کرتے تھے۔ جب آپؑ کی مدت امامت کا وقت ختم ہونے چلا اور آپؑ نے مجھے فرمایا: ”اے میرے فرزند! وقت قریب آیا چاہتا ہے۔ مدت ختم ہوا چاہتی ہے اور تم اپنے باپ یعنی میرے وصی ہو کیونکہ جب رسول اللہؐ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے علی علیہ السلام کو بلایا اور انہیں وصیت فرمائی اور آپؑ وہ صحیفہ کہ جسمیں وہ اسماء تھے کہ جو اللہ تعالی نے انبیآء اور اوصیآءؑ کے لیے خاص کیے تھے علی علیہ السلام کے حوالے کیا پھر فرمایا:”اے علیؑ! میرے قریب آؤ“ پھر رسول اللہؐ نے علی علیہ السلام کے دہری چادر سے ڈھانپا پھر

فرمایا:”اپنی زبان باہر نکالو! تو علی علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک باہر نکالی تو آپؑ نے اپنی انگوٹھی سے اس پر مہر لگائی پھر فرمایا: اے علیؑ! اپنی زبان واپس اپنے منہ میں لے جاؤ اور اسے چوسو“ تو علی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تو آپؑ نے علی علیہ السلام سے فرمایا: اللہ عزوجل نے تمہیں ہر چیز کی فہم و بصیرت عطا فرمائی ہے وہ سب تمہیں بھی عطا فرمایا ہے ماسوائے نبوت کے کیونکہ میرے بعد کوئی نبیؑ نہ ہے“ پھر امامؑ اپنے بعد والے امامؑ کے ساتھ ایسا ہی کرتا رہا۔ جب امام موسیٰ علیہ السلام کی شہادت ہوگئی تو اب میں ہر زبان اور ہر کتاب کا عالم ہوں“

اور عیون میں ہے کہ ہمیں بیان کیا ابو محمد جعفر بن علی بن احمد قمی نے پھر ایلاقی نے، اس نے کہا کہ ہمیں بتایا ابو محمد الحسن بن محمد بن الحسن بن علی بن صدقہ قمی نے، اس نے کہاکہ ہمیں بتایا ابو عمر و محمد بن عمر بن عبدالعزیز الانصاری الکجی نے اس نے کہا کہ مجھے بیا ن کیا کہ جس نے حسین بن محمد نوفلی سے پھر ہاشمی سے سُنا:کہ جب علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام کو مامون کے پاس لایا گیا تو اس نے فضل بن سہل کو حکم دیا کہ وہ اسکے پاس مناظرہ کرنے والوں کو اکھٹا کرے جیسے جاثلیق، رائس الجالوت اصابئین کے سردار، ھریز اکبر، زردشت کے علماء اور رومی نسطاس کو تاکہ وہ آپؑ کی ان سے گفتگو اور مکالمے کو سن سکے۔ پس فضل بن سہل نے ان سب کو اکھٹا کیا۔

پھر اس نے مامون کو ان سب کے اجتماع کی خبر دی تو مامون نے کہا:”ان سب کو میرے پاس لاؤ“ اس نے ایسا ہی کیا تو مامون نے ان سب کی اچھی آؤ بھگت کی پھر ان سب سے کہا:میں نے تمہیں ایک اچھے کام کے لیے اکھٹا کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تم سب میرے اس مدنی چچا زادسے مناظرہ کروکہ جو میرے پاس آیا ہو ا ہے۔ جب صبح ہو تو تم سب صبح کا ناشتہ میرے ساتھ کرو اور تم میں سے کوئی ایک بھی غیر حاضر نہ ہو“

تو ان سب نے کہا:”اے امیر! ہم نے سن لیا اطاعت ہوگی ہم انشاء اللہ صبح سویرے پہنچ جائیں گے“

حسن بن محمد نوفلی نے کہا ہم ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے گفتگو جاری تھی کہ ہمارے پاس یاسر آیا کہ جو ابو الحسن علیہ السلام کے امور کی نگہداشت کرنے والا تھا تو اس نے آپؑ سے عرض کی اے میرے آقاءامیر نے آپؑ پر سلام بھیجا ہے اور اس نے کہا ہے کہ:آپؑ کا بھائی آپؑ پر قربان! میرے پاس مختلف ادیان اور ملتوں کے لوگ اکھٹے ہوئے ہیں کہ جو سب مناظرے پر دسترس رکھتے ہیں۔ اگر آپؑ ان سب سے گفتگو کرنا پسند فرمائیں تو صبح سویرے ہمارے پاس قدم رنجافرمادیں اور اگر آپؑ اسے ناپسند فرمائیں تو آپؑ پرکوئی دباؤ نہ ہے اور اگر آپؑ چاہیں کہ ہم آپؑ کے پاس حاضر ہوں تو بھی ہمارے لیے مشکل نہ ہے“ تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا: ”اسے میرا سلام پہنچاؤ اور اس سے کہو: میں جانتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو اور میں خود ہی صبح سویرے تمہارے پاس آؤں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ“

حسن بن محمد نوفلی نے کہا:”جب یاسر چلاگیا تو آپؑ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پھر مجھے فرمایا:”اے نوفلی! تم عراقی ہو اور سریع الفہم ہو! تمہارے نزدیک تمہارے چچا زاد کا ہماری مخالفت میں اھل شرک اور مناظرہ کو کس لیے جمع کیا ہے؟“ تو میں نے عرض کی: آپؑ پر قربان جاؤں! وہ امتحان لینا چاہتا ہے اور چاہتا ہے آپؑ کی علمی معرفت کا اندازہ کرے اور اس سلسلے میں ناقابل اعتماد بنیادوں پر

بنیاد استوار کی ہوئی ہے۔ اللہ کی قسم! اسکی بنیاد انتہائی بُری ہے آپؑ نے مجھے سے فرمایا:"اسمیں اسکی کیا سازش ہے؟"

میں نے عرض کی:"اصحاب الکلام اور اصحاب بدعت علماء کے مخالفت ہوتے ہیں وہ اس لیے کہ عالم منکرات کے علاوہ کسی چیز کا انکار نہیں کرتا ہے جبکہ یہ مناظرہ کرنے والے متکلمین اور اھل شرک تو جلد باز اور جھوٹ کے ذریعے ہکا بکا کردینے والے ہوتے ہیں اگر آپؑ ان سے بحث کریں کہ اللہ واحد ہے تو وہ کہیں گے "وحدانیت کو درست ثابت کیجیے اور اگر آپ کہیں:"محمدؐ اللہ کے رسول ہیں تو وہ کہیں گے "آپؐ کی رسالت کو ثابت کیجیے پھر وہ آدمی کو بہتان کے ذریعے ہکا بکا کردیتے ہیں اور پھر وہ لوگوں کے سامنے انکی حجت (دلیل) کو باطل کردیتے ہیں اور اسیغلط کر کے اس کے قول کر کم تر بنادیتے ہیں پس آپؑ ان سے پرہیز کیجیے آپؑ پر قربان جاؤں"

تب آپؑ نے تبسم فرمایا پھر مجھے فرمایا اے نوفلی! کیا تمہیں خوف ہے کہ وہ میری دلیل کو رد کردیں گے؟ تو میں نے عرض کی:"نہیں۔ اللہ کی قسم! مجھے آپؑ کے بارے میں ہرگز ایسا کوئی خوف نہ ہے اور مجھے یقینا امید ہے کہ اللہ عزو جل آپؑ کو ان پر کامیابی عطا فرمائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ"

تو آپؑ نے مجھے فرمایا:"اے نوفلی! کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں معلوم ہو کہ مامون عباسی کو کب قدامت کا سامنا کرنا پڑے گا؟"

میں نے عرض کی "جی آپ بہتر جانتے ہیں آپؑ نے فرمایا: "جب وہ میری اھل تورات سے انکی تورات میں سے بحث، اور اھل انجیل سے انکی انجیل میں سے بحث اور اھل زبور سے انکی زبور میں سے بحث اور صائبین سے انکی عبرانی زبان میں اور آتش پرستوں سے انکی فارسی زبان میں اور اھل روم سے انکی رومی زبان میں اور دیگر مناظر ہ کرنے والوں سے انکی زبانوں میں ہی بحث کرتے سنے گا۔ اور جب میں ہر قسمی لوگوں کی دلیل کو توڑوں گا اور انکے عقائد کو باطل کروں گا اور میرا قول سچ ثابت ہوگا تو مامون جان لے گا کہ جس جگہ وہ برا جمان ہے وہ اسکا ہرگز مستحق نہ ہے تب اسکو ندامت ہوگی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جب صبح ہوئی تو ہمارے پاس فضل بن سھل آیا اور اس نے آپؑ سے عرض کی: آپؑ پر قربان جاؤ ں! آپؑ کے چچا زاد آپؑ کے منتظر ہیں کہ تمام لوگ اکھٹے ہوچکے ہیں تو ان کے پاس تشریف لے جانے کے بارے میں آپؑ کا کیا خیال ہے؟ تو امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا: "تم چلو۔ میں تمہاری طرف ہی آرہا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ" پھر آپؑ نے ستوکا شربت پیا اور اسمیں سے ہمیں بھی پلایا اور پھر آپؑ چل پڑے اور ہم بھی آپؑ کے ساتھ ہی چل دئیے یہانتک کہ ہم مامون کے پاس پہنچے تو محفل میں تل دھرنے کی جگہ بھی نہ تھی طالبین میں سے محمد بن جعفرؒ ہاشمیوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ اور تمام فوجی امرا بھی موجود تھے۔

جب امام رضا علیہ السلام داخل ہوئے تو مامون کھڑا ہوگیا اور محمد بن جعفرؒ اور تمام بنی ھاشم بھی کھڑے ہوگئے اور کھڑے ہی رہے یہانتک کہ امام رضا علیہ السلام مامون کے ساتھ بیٹھ گئے اور آپؑ ان تمام لوگوں کو بھی بیٹھنے کی اجازت دی۔ پس سب لوگ بیٹھ گئے۔ مامون آپؑ سے مسلسل مخاطب رہا یہانتک کے ایک ساعت کے بعد وہ جاثلیق سے مخاطب ہو اتو اس نے کہا: اے جاثلیق! یہ میرے چچا زاد

علی ابن موسیٰ بن جعفر علیھم السلام ہیں۔ یہ ہمارے نبیؐ کی دختر فاطمہ علیھا السلام کی اولاد میں سے ہیں اور علی ابن ابی طالب علیھا السلام کے فرزند ہیں میں چاہتا ہوں کہ تم ان سے بحث و مباحثہ کرو اور مناظرہ کرو"تو جا ثلیق نے کہا: "اے امیر! میں اس شخص سے کیسے بحث کروں کہ جو مجھے ایسی کتاب سے دلائل دے گا کہ جسکا میں منکر ہوں اور اس نبیؐ کی حدیث بیان کرے گا کہ جس پر میں ایمان نہیں رکھتا؟"

تو امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا: اے نصرانی اگر میں تمہیں تمہاری انجیل سے دلیلیں دوں تو کیا انہیں مانو گے؟"

جاثلیق نے کہا: کیا مجھ میں جرات ہے کہ میں انجیل کے کہے کو رد کروں ہاں۔ اللہ کی قسم! میں اسے اپنی ناک کے بل بھی قبول کروں گا"

تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "جو تمہارے جی میں آئے سوال کرو اور جواب سنو"

تو جاثلیق نے کہا: اس نے کہا آپ عیسیٰ علیہ السلام اور انکی کتاب کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ کیا آپؐ ان دونوں میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہیں؟"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: میں عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت، انکی کتاب اور اس کتاب کے ذریعے آپؐ نے اپنی امت کو جو بشارت دی اس سب کا اقرار کرتا ہوں اور میں آپؐ کے حواریوں کیعظمت کا اقرار کرتا ہوں اور میں ہر اس عیسیٰ کی نبوت کا انکار کرتا ہوں کہ جومحمدؐ کی نبوت کا اقرار نہ کرتا تھا اور نہ ہی آپؑ کی کتاب کا۔ اور جس نے اپنی امت کو محمدؐ کی بشارت نہ دی"

جا ثلیق نے کہا: کیا ہم دو عادل گواہوں کے ذریعے احکام میں یقین نہیں کرتے ہیں؟" آپؑ نے فرمایا "یقینا ایسا ہی ہے"

اس نے کہا:"تو آپؐ اپنی ملت اسلامیہ کے علاوہ میں سے محمدؐ کی نبوت پر کوئی گواہی لائیں کہ جنکا نصرانی انکار نہ کرسکیں۔اور ہم سے اسی طرح ہماری ملت نصرانیہ کے علاوہ سے گواہ طلب فرمائیے"۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اے نصرانی! اب میں ثبوت دینے لگا ہوں۔ کیا تم مجھ سے ایسے شخص کی گواہی کو قبول نہ کرو گے کہ جو عیسیٰ بن مریم علیھا السلام کے نزدیک مقدم و عادل تھا" جاثلیق نے کہا:"وہ عادل کون ہے آپؐ مجھے اسکا نام بتائیے؟" تو آپؐ نے فرمایا: "تم یوحنا دیلمی کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: مبارک مبارک آپؐ نے اس شخص کاذکر کیا ہے کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب تھا۔"

آپ نے فرمایا: "میں تمہیں قسم دیتا ہوں کیا انجیل نہیں کہتی کہ یوحنا نے کہا:یقینا مجھے مسیحؑ نے محمدؐ عربی کے دین کے بارے میں بتایا تھا اور مجھے انکی بشارت دی تھی کہ وہ میرے بعد نبیؐ ہونگے۔ پس میں نے حواریوں کو یہ بشارت سنائی تو وہ سب ایمان لے آئے"

جاثلیق سے کہا:"ہاں! یوحنا نے عیسیٰؑ کے بارے میں یہ سب ذکر کیا ہے اور ایک شخص کی نبوت اسکی اھل بیتؑ اور اسکے وصیؑ کی بشارت دی تھی۔ مگر واضح کچھ نہ فرمایا تھا کہ وہ سب کب ہوگا اور

نہ ہی پوری قوم کوانکا نام بتایا کہ ہم ان سب کی معرفت حاصل کرسکیں۔امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اگرتمہارے سامنے یہ سب انجیل میں سے اس شخص کے ذریعے ثابت کروں کہ جو انجیل کو پڑھ سکتا ہے اور وہ تمہارے سامنے محمدؐ، انکی اهل بیتؑ اور انکی امت کا ذکر تلاوت کرے تو کیا تم اس پر ایمان لے آؤ گے؟" اس نے کہا:"ہر صورت میں"

تب امام رضا علیہ السلام نے رومی فسطاس سے فرمایا:"انجیل کے تیسرے سفر کے بارے میں تیرا حافظہ کیسا ہے؟" تو اس نے کہا:''مجھ سے بڑھ کر اس کا کوئی حافظہ نہ ہے" پھر آپؑ نے اس الجالوت سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:"کیا تم انجیل نہیں پڑھتے ہو؟" اس نے کہا "یقینا پڑھتا ہوں"۔

آپؑ نے فرمایا: "تم مجھ سے ایک سفر سنو اگر اسمیں محمد اور انکی اهل بیتؑ اور امت کا ذکر ہو تو تم میری گواہی دینا اور اگر اسمیں انکا ذکر نہ ہوتو میری گواہی مت دینا" پھر آپؑ نے تیسرے سفر کی تلاوت فرمائی یہانتک کہ جب نبیؐ کے ذکر تک پہنچے تو رک گئے۔ پھر فرمایا:"اے نصرانی! میں تم سے مسیحؑ کے اور انکے مادرگرامیؑ کے حق کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں انجیل کا عالم ہوں؟" اس نے کہا:"جی ہاں"

پھر آپؑ نے ہمارے سامنے محمدؐ، اهل بیتؑ اور امت محمدیہؐ کے ذکر کو انجیل میں سے تلاوت فرمایا: پھر فرمایا: "اے نصرانی! تم کیا کہتے ہو یہ عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کا فرمان ہے؟ اگر تم نے انجیل کے قول کو جھٹلایا تو گویا تو نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اور جب تو نے اس مبارک ذکر کا انکار کیا تو تمہارا قتل واجب ہوجائے گا کیونکہ تب تو اپنے رب، اسکے نبیؑ اور اسکی کتاب کا کافر ہوگا"

جاثلیق نے کہا میں اس کا انکار نہیں کرتا کہ جو واضح طور پر انجیل میں موجود ہے میں اسکا اقرار کرتا ہوں"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"تم سب اسکے اقرار پر گواہ رہو" پھر فرمایا: "اے جاثلیق جو تمہارے جی میں آئے سوال کرو" جاثلیق نے کہا:"مجھے بتائیے کہ عیسیٰؑ بن مریمؑ کے حواریوں کی تعداد کتنی تھی؟ اور علماء انجیل کتنے تھے؟" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "حواری بارہ آدمی تھے اور ان سب سے زیادہ عالم اور افضل الوقا تھا۔

اور نصاریٰ کے علماء تین آدمی تھے۔ باج کا یوحنا الاکبر، قرقیسیا کا یوحنا اور بر جار کا یوحنا دیلمی اور اس ہی کے پاس نبیؐ، انکی اهل بیتؑ اور انکی امت کا ذکر موجود تھا اور وہ ہی تھا کہ جس نے عیسیٰؑ کی امت اور بنی اسرائیل کو محمد کی بشارت دی"

پھر اس نے فرمایا:"اے نصرانی! اللہ کی قسم! ہم فقط اس عیسیٰؑ پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو محمدؐ پر ایمان رکھتا تھا۔ہم تمہارے عیسیٰ میں کم ہمتی اور صوم و صلاۃ کی کمی کے علاوہ کوئی عیب نہیں نکالتے" جاثلیق نے کہا:"اللہ کی قسم! آپ نے اپنے علم کو فاسد کردیا اور اپنے معاملے کو کمزور کرلیا میں تو آپؑ کو اهل اسلام کا سب سے بڑا عالم سمجھتا تھا" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"وہ کیسے؟" جاثلیق نے کہا:"آپؑ کے یہ کہنے سے کہ عیسیٰؑ کم ہمت تھے اور بہت کم روزے و نماز والے تھے حالانکہ عیسیٰؑ نے کبھی بھی روزہ نہیں چھوڑا تھا اور رات کو تو وہ ہرگز نہ سوتے تھے۔ وہ زندگی بھر دن کو روزہ رکھنے والے اور

راتوں کو قیام کرنے والے تھے" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"تو وہ کس کی خاطر روزہ رکھتے اور نماز پڑھتے؟" پس جاثلیق کو چپ سی لگ گئی اور اسکی دلیل ختم ہوگئی۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اے نصرانی! میں تم سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں؟" اس نے کہا:"پوچھیے اگر مجھے علم ہوا تو آپؑ کو ضرور جواب دوں گا"

امام رضاعلیہ السلام نے فرمایا:"کس چیز کے سبب تم اس بات کے منکر ہو کہ عیسیٰؑ مردوں کو اللہ کی اجازت سے ہی زندہ کیا کرتے تھے؟" جاثلیق نے کہا:"میں نے اس کا اس وجہ سے انکار کیا ہے کیونکہ جو مردوں کو زندہ کرے اور کوڑھ زدہ و برص زدہ لوگوں کو شفا دے وہ رب ہوتا ہے اور مستحق ہوتا ہے کہ اسکی عبادت کی جائے"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: یسوعؑ نے بھی عیسیٰؑ کی طرح معجزات دیکھائے وہ پانی پر چلتے تھے مردوں کو زندہ کرتے تھے کوڑھ زدہ اور برص کے مریضوں کو شفا یاب کرتے تھے مگر انکی امت نے انہیں رب نہیں مانا اور نہ ہی ان میں سے کسی نے اللہ کے سوا کسی ایک کی عبادت کی اور حزقیل نبیؑ نے بھی حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کی طرح معجزات دکھائے اور پینتیس35ہزار لوگوں کو انکی موت کے چھ سال بعد زندہ کیا۔

پھر آپؑ رائس الجالوت سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: "اے رائس الجالوت! کیا تم تورات میں بنی اسرائیل کے ان جوانوں کا ذکر پاتے ہو کہ جنہیں قیدیوں میں سے بخت نصر نے منتخب کیا جب وہ بیت المقدس پر حملہ آور ہوا پھر وہ ان کی لاشوں کو بابل لے گیا۔ تو اللہ عزو جل نے انکی طرف رسول بھیجا کہ جس نے ان سب کو زندہ کیا۔ یہ تورات میں موجود ہے کہ اسکا انکار تم میں سے کافر کے سوا کوئی نہیں کرسکتا ہے؟' رائس الجالوت نے کہا:"ہم نے اس بارے میں سنا بھی ہے اور ہم اس واقعے کو اچھی طرح جانتے بھی ہیں آپؑ نے فرمایا: "تو نے سچ کہا"

پھر آپؑ نے فرمایا: "اے یہودی! تم مجھ سے تورات کا وہ سفر سنو" پس آپؑ نے ہمارے سامنے تورات میں سے کچھ آیات تلاوت فرمائیں تو یہودی عالم کو آپؑ کی قرات بہت پسند آئی اور اسے بہت تعجب ہوا۔ پھر آپؑ نصرانی سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: "اے نصرانی! یہ یہودی عالم کو آپؑ کی قرات بہت پسند آئی اور اسے بہت تعجب ہوا۔ پھر آپؑ نصرانی سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: "اے نصرانی! یہ یہودی عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے یا عیسیٰؑ یہودیوں سے پہلے تھے؟ اس نے کہا بلکہ یہودی عیسیٰؑ سے پہلے تھے" تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"قریش رسول اللہؐ کے پاس جمع ہوئے اور ان لوگوں نے آپؐ سے سوال کیا کہ وہ ان کے لیے انکے مردوں کو زندہ کریں۔تو آپؐ نے انکے ہمراہ علی علیہ السلام کو بھیجا اور آپؐ سے فرمایا: تم جیانة جاؤ اور جن کے بارے میں یہ لوگ سوال کررہے ہیں انہیں بلند آواز سے ندادو انکے نام لے کر:"اے فلان! اے فلان! تمہیں محمد رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ تم سب اللہ کے حکم سے اٹھ جاؤ" علی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تو وہ لوگ اپنے سروں سے خاک جھاڑتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے تب قریش ان لوگوں کی طرف بڑھے اور ان سے انکے معاملات بارے پوچھ گچھ کی پھر قریش نے ان لوگوں کو بتایا کہ محمدؐ کی نبیؐ بنا کر بھیجا گیا ہے"

تو انہوں نے کہا:"ہم تو چاہتے تھے کہ ہم آپؐ کو دیکھ پائیں تاکہ ان پر ایمان لاتے" آپؐ نے کوڑھ زدہ، برص زدہ اور مجنون لوگوں کو صحت یاب فرمایا۔ آپ سے چوپائے، پرندے، جنات اور شیاطین تک

کلام کیا کرتے تھے۔ مگر ہم نے آپ کو کبھی بھی اللہ کے علاوہ رب نہیں بنایا ہے اور ہم نے انمیں سے کسی ایک کی فضیلت کا انکار بھی نہیں کیا ہے پس جب تم نے عیسیٰؑ کو رب بنالیا ہے تو تمہارے لیے یہ بھی جائز ہے کہ تم یسوعؑ اور حزقیلؑ کو بھی رب بنالو کیونکہ ان دونوں حضرات علیہا السلام نے بھی عیسیٰؑ کی طرح مردوں کو زندہ وغیرہ کیا۔ بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ طاعون کے خوف سے اپنے شہر سے نکل پڑے اور وہ سب ہزاروں کی تعداد میں تھے انہیں موت کا ڈر تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ایک ہی ساعت میں موت دے دی۔

پس قریہ والوں نے ایک گڑھا کھود کر اسمیں ان سب کو ڈال دیا۔ پس وہ اسی میں پڑے رہے یہانتک کہ انکی ہڈیاں گل کر سرمہ ہوگئیں۔ انکے قریب سے بنی اسرائیل کے انبیاءؑ میں سے ایک نبیؑ کا گزر ہوا توان کو ان کے بارے میں تعجب ہوا اور انہوں نے اتنی زیادہ ہڈیوں کو گلا سڑا دیکھا تھا تو اللہ عزوجل نے انکی طرف وحی فرمائی: "کیا تم چاہتے ہو کہ میں انہیں تمہارے لیے زندہ کروں اور تم انہیں انداز کرو؟ تو اس نبی نے عرض کی: "جی ہاں! اے میرے رب" تو اللہ عزول جل نے انکی طرف وحی فرمائی کہ تم ان کو پکارو تو اس نبیؑ نے فرمایا: "اے گلی سڑی ہڈیوں اللہ کے حکم سے زندہ ہوجاؤ" پس وہ سب زندہ ہو کر اٹھے کہ سروں پر خاک جھاڑتے تھے۔

پھر ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام نے جب پرندوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور انکے اجزاء کو مختلف پہاڑوں پر رکھا پھر انہیں پکارا تو وہ آپؑ کی طرف جلدی سے اڑتے چلے آئے۔

پھر یہ کہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اور انکے ستر صحابی کہ جنہیں موسیٰ علیہ السلام نے منتخب کیا تھا اور وہ انکے ساتھ کوہ طور پر گئے اور انہوں نے عرض کی: "آپؑ نے اللہ عزوجل کو دیکھا ہوا ہے پس ہمیں بھی اپنی طرح اللہ سبحانہ کی زیارت کرائیے۔

تو آپ نے ان سے فرمایا: "میں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا ہے" تو ان سب نے کہا! ہم آپؑ پر ایمان نہیں لانے والے یہانتک کہ آپؑ ہمیں اللہ کا دیدار کرائیں پس ان پر بجلی گری تو وہ سب جل گئے اور موسیٰ علیہ السلام تنہا بچ گئے۔ تو آپؑ نے دعا کی: اے پالنے والے! میں نے بنی اسرائیل میں سے ستر آدمی منتخب کیے اور انکو ساتھ لایا اور واپس تنہا لوٹ کر جاؤں تو میری قوم میری بتائی گئی باتوں کو سچا کیسے جانے گی؟ اگر تم چاہتے تو اس سے پہلے بھی ان کو اور مجھے اس سے پہلے بھی ہلاک کرسکتے تھے کیا تم ہمیں ہمارے بے وقوفوں کے کارناموں کے سبب ہلاک کرنا چاہتا ہے تو اللہ عزو جل نے ان سب کو موت کے بعد زندہ کیا اور یہ جو سب میں نے تمہارے سامنے بیان کیا ایسا ہے کہ جسکا انکا ر تمہارے لیے ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید سب آسمانی کتابوں نے ان چیزوں کو بیا ن کیا ہے پس اگر ہر وہ کہ جس نے مردوں کو زندہ کیا اور کوڑھ و برص کے مریضوں اور مجنوں لوگوں کو شفا دی کو اللہ کے علاوہ سے رب مانا جاسکتا ہے تو تم ان سب کو بھی رب مانو۔ اے یہودی تم کیا کہتے ہو؟"

تو جاثلیق نے کہا: "آپؑ کا فرمان ہی سچ ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہ ہے" پھر آپؑ رائس الجالوت سے مخاطب ہوئے توفرمایا: "اے یہودی! میرے پاس آؤ کہ میں تم سے ان دس آیات کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں کہ جو موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل ہوئی تھیں کیا تم نے تورات میں محمدؐ اور انکی امت کے بارے میں خبر لکھی دیکھی ہے کہ جب آخری امت آئے گی تو وہ اونٹ سوار کی پیروکار ہوگی اور وہ سب لوگ نئے انداز سے اللہ کی انتہائی تسبیح کرنے والے ہونگے۔

نئی قسم کی عبادت گاہوں میں۔ پس بنو اسرائیل انکی طرف سے اور انکی ملکیت کی طرف سے خوف زدہ ہونگے تاکہ انکے دل مطمئن ہوں۔ تو انکے ہاتھوں میں تلواریں ہونگی وہ ان تلواروں کے ذریعے زمین پر موجود کافر قوموں سے قطار در قطار انتقام لیں گے۔ کیا تورات میں ایسا لکھا ہوا ہے؟"

رائس الجالوت نے کہا: "جی ہاں۔ ہم نے ایسا ہی پایا ہے"

پھر آپؑ نے جاثلیق سے فرمایا:"اے نصرانی! تم کتاب شعیا کے بارے میں کتنا علم رکھتے ہو" اس نے کہا: میں اسکے حرف بحرف کو جانتا ہوں" آپؑ نے ان دونوں سے فرمایا: کیا تم انکے کلام میں سے اس کو پہچانتے ہو؟ "اے میری قوم! میں اس گدھا سوارکی صورت کو دیکھا ہے کہجو نور کی چادریں اوڑھے ہوئے ہے اور میں نے اونٹ سوار کو دیکھا جسکے چہرے کی روشی چاند کی روشنی جیسی ہے" ان دونوں نے کہا:"شیعا نے ایسا کہا تو تھا"

امام رضا علیه السلام نے فرمایا: اے نصرانی! کیا تو انجیل میں عیسیٰؑ کے قول کو جانتا ہے که عیسیٰؑ نے فرمایا تھا "میں تمہارے اور اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں والبار قلیطا۔ یعنی وہ آئے گا که جو میرے لیے حق کی گواہی دے گا جیسا که میں نے اس کے لیے گواہی دی ہے اور وہ تمہارے لیے ہر چیز کی تفسیر بیان کرے گا اور وہ ہی ہے که جو امتوں کے رسواکن رواجوں کو تبدیل کرے گا اور وہ ہی ہے که جو کفر کے ستونوں کو گرائے گا"

تو جاثلیق نے کہا:آپؑ نے انجیل میں سے جو بھی ذکر کیا ہے ہم اسکا اقرار کرتے ہیں" توآپؑ نے فرمایا کیا تم اس کو بعینه انجیل میں پاتے ہواے جاثلیق؟" اس نے کہا:"جی ہاں"

امام رضا علیه السلام نے فرمایا: اے جا ثلیق کیا تم مجھے انجیل اول کے بارے میں نہیں بتاؤ گے که جب وہ تم سے کھو گئی تو تم نے اسے کہاں پایا اور کس نے تمہارے لیے ان انجیلوں کو وضع کیا؟" تو اس نے آپؑ سے کہا:"ہم نے انجیل کو فقط ایک دن کے لیے کھویا تھا پھر ہم نے اسے اصلی حالت ہی میں پالیا تھا اور ہمارے لیے اسے یوحنا اور متی نے لکھا تھا تو امام رضا علیه السلام نے اس سے فرمایا:"تمہاری انجیل کی تشہیر اور اسکے علماء کے بارے میں کتنی کم معرفت ہے۔ پس اگر ایسا ہی ہے که جیسا تم گمان کرتے ہو تو پھر کس وجه سے تم لوگ انجیل کے بارے میں آپس میں اختلاف کرتے ہو۔ تمہار اختلاف تو فقط اس انجیل کے بارے میں ہے که جو ان دنوں تمہارے ہاتھوں میں ہے پس اگر یه انجیل پہلے زمانے کی انجیل کے مطابق ہوتی تو تم لوگوں کا اس کے بارے میں باہمی اختلاف ہرگز نه ہوتا۔ البته مجھے اسکے کھونے بارے پورا علم ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیے که جب انجیل اول گم ہوئی تو نصاریٰ اکھٹے ہوکر اپنے علماء کے پاس گئے اور ان سب نے ان علماء سے کہا:"عیسیٰ بن مریم علیہا السلام قتل ہوچکے ہیں اور ہم سے انجیل گم ہوگئی ہے تم لوگ عالم ہو تو تمہارے پاس کیا ہے؟" تو ان لوگوں اسے الوقا اور مرقابوس نے کہا:"انجیل ہمارے سینوں میں موجود ہے اور ہم تمہارے لیے اسکے ہر ایک سفر کو علیحدہ علیحدہ لکھ دیتے ہیں پس تم انجیل کے کھو جانے پر غم نه کرو اور گرجا گھروں کو خالی نه چھوڑو۔ ہم تمہارے

سامنے ہر ایک سفر کو علیحدہ علیحدہ تلاوت کریں گے یہانتک که تمہارے لیے ساری تلاوت کردیں گے پس الوقا، مرقابوس، یوحنا اور متی نے تم سے پہلے انجیل کے کھوجانے کے بعد بیٹھ کر تمہارے لیے یه انجیل تیار کی اور وہ یقینا پہلے شاگردوں کے شاگر دتھے۔ کیا تم یه سب جانتے ہو؟"

تو جاثلیق نے کہا:"مجھے اسکا علم نہ تھا البتہ اب میں جان چکا ہوں اور میرے لیے آپؑ کا انجیل کے بارے علم بھی واضح ہو چکا ہے اورآپؑ کے علم میں سے میں نے جو چیزیں سنی ہیں میرا دل ان کے بارے میں گواہی دیتا ہے کہ وہ سب حق ہیں اور میری فہم و بصیرت میں بہت اضافہ ہوا ہے"

تو امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا: "تمہارے نزدیک ان مذکورہ لوگوں کی گواہی کیسی ہے؟" اس نے کہا:"جائز ہے کہ وہ سب انجیل کے عالم تھے اور وہ جس چیز کے بارے میں گواہی دیں وہ حق ہے" تب امام رضا علیہ السلام نے مامون عباسی اور اسکے خاندانی والوں اور دیگر حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا: تم سب اسکی اس بات پر گواہ رہنا" ان سب نے کہا:"ہم گواہ ہیں"

پھر آپؑ نے جاثلیق سے فرمایا: "تجھے ان ماں، بیٹے علیہا السلام کا واسطہ۔ کیا تم جانتے ہو کہ متی نے کہا تھا "مسیح داود بن ابراہیم بن اسحق بن یعقوب بن یہود بن حضرون تھے؟ اور مرقابوس نے عیسیٰؑ بن مریم علیہا السلام کے بارے میں کہا:"وہ اللہ کا کلام تھے کہ جو آدمی کے جسم میں خلول کرگیا اور انسان بن گیا" اور الوقا نے کہا:"عیسیٰؑ بن مریم علیہا السلام اور انکی مادر گرامی گوشت پوست کے آدمی تھے کہ جنمیں روح القدس داخل ہوگئی ہے" پھر تم یقینا عیسیٰؑ کی اپنی ذات کے بارے میں گواہی کو حق سمجھتے ہو:"اے حواریو! میں تم سے کہتا ہوں کہ آسمان کی طرف بلند ہو نا اور آسمان سے زمین پر نازل ہونا وہ اس اونٹ سوار کا کام ہے کہ جو خاتم الانبیآء ہوگا کہ وہ آسمان کی طرف جاسکتا ہوگا اور اس سے نیچے زمین پر بھی آسکتا ہوگا۔ تم لوگ عیسیٰؑ کے اس فرمان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟جاثلیق نے کہا:"یہ عیسیٰؑ ہی کا فرمان ہے ہم اسکا ہرگز انکار نہیں کرسکتے"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"تم الوقا، مرقابوس اور متی کی عیسیٰؑ کے بارے میں گواہی اور جو کچھ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے کہ بارے میں کیا کہتے ہو؟"جاثلیق نے کہا:"ان سب نے عیسیٰؑ کے بارے میں جھوٹ بولا"تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اے لوگو! کیا اس نے انکی تعریف نہیں کی ہے اور اس نے گواہی نہ دی ہے وہ انجیل کے عالم ہیں اور انکا قول حق ہے؟"

توجاثلیق نے کہا:"اے مسلمانوں کے عالم میں چاہتا ہوں کہ آپؑ مجھے ان لوگوں کے معاملے سے معاف ہی رکھیے" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "ہم نے تمہیں معاف کیا۔ اے نصرانی جو چاہو سوال کرسکتے ہو"

جاثلیق نے کہا:"یقینا میرا غیر ہی آپؑ سے سوال کرے گا مجھے حق مسیحؑ کی قسم! میرے گمان میں مسلمانوں کے علماء میں آپؑ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ ہے' تب امام رضا علیہ السلام رائس الجالوت سے مخاطب ہوئے اور اس سے فرمایا:"تم مجھ سے سوال کروگے یا میں تم سے سوال کروں؟"

تو اس نے کہا: "بلکہ میں ہی آپؑ سے سوال کروں گا اور میں آپؑ کی کوئی دلیل قبول نہ کروں گا ماسوائے اس کے کہ جو تورات یا انجیل یا داؤ یا زبوریا ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے صحف میں سے ہوگی۔"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"تم مجھ سے ہرگز کوئی دلیل قبول نہ کرو مگر وہ کہ جو دلیل تورا ت میں حضر ت موسیٰ بن عمرانؑ کی زبان پر جاری ہوئی ہو اور اس انجیل میں کہ جو عیسیٰؑ بن مریمؑ کی زبان پر جاری ہوئی ہو اور اس زبور میں کہ جو حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان پر جاری ہوئی ہو"

تو رائس الجالوت نے کہا: "آپؐ محمدؐ کی نبوت کہاں سے ثابت کریں گے؟" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "محمدؐ کی نبوت پر موسیٰ بن عمرانؑ، عیسیٰؑ بن مریمؑ اور زمین پر اللہ کے خلیفہ داؤد علیہ السلام نے گواہی دی ہے۔" تو اس نے کہا: "موسیٰ بن عمرانؑ کا قول ثابت فرمائیے؟"

امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا: "اے یہودی کیا تم جانتے ہو کہ موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو وصیت فرمائی تو ان سے فرمایا: "عنقریب تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبیؐ آئے گا پس تم سب اسکی تصدیق کرنا اور اسکی بات کو غور سے سنو پس کیا تم بنی اسرائیل کے اولاد اسماعیلؑ کے علاوہ بھی کوئی بھائی جانتے ہو۔ اگر تم اسرائیلؑ کی اسماعیلؑ سے قرابت کے بارے میں معرفت رکھتے ہو اور اس سب کی معرفت رکھتے ہو کہ جو ان دونوں کے درمیان ابراہیمؑ کی طرف سے رشتہ ہے؟" رائس الجالوت نے کہا: "یہ موسیٰ علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جسے ہم نہیں ٹھکرا سکتے تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "کیا بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے محمدؐ کے علاوہ کوئی نبیؐ گزرا ہے؟" اس نے کہا: "جی نہیں" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "کیا یہ تمہارے نزدیک درست نہ ہے؟" اس نے کہا "جی ہاں!" لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپؐ مجھے اسے تورات سے ثابت کیجیے۔

تو امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا: "کیا تم اسکا انکار کرتے ہو کہ تورات تمہیں بتاتی ہے کہ طور سیناکہ پہاڑ سے نورآئے گا اور ہمارے لیے جبل ساعیر سے چمکے گا اور جبل فاران سے ہمیں بلائے گا؟ رائس الجالوت نے کہا: "میں ان کلمات کو تو جانتاہو ں مگر اس کی تفسیر کو نہیں جانتا" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "میں تمہیں اسکی تفیسر بتاتا ہوں "طور سیناء سے سے نور آئے گا" کی تفسیر وہ وحی ہے کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی "وہ ہمارے لیے جبل ساعیر سے چمکے گا" کی وہ تفسیر وہ پہاڑ ہے کہ جس پر حضرت عیسیٰؑ ابن مریم علیہا السلام موجود تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر وحی فرمائی تھی اور ہمیں جبل فاران سے پکارے گا" کی تفسیر مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے کہ جو مکہ سے ایک دن کے فاصلے پر ہے۔

شعیا نبیؑ نے فرمایا جیسا کہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے تورات میں کہا ہے "میں نے دو سواروں کو دیکھا کہ جن کی وجہ زمین روشن ہوگی انمیں سے ایک گدے پر سوار اور دوسرا اونٹ پر سوار ہے" تو بتاؤ کہ گدھاسوار کون ہے؟ اور اونٹ سوار کون ہے؟"

رائس الجالوت نے کہا: میں ان دونوں کو نہیں جانتا آپؑ ہی مجھے بتائیے؟ آپؑ نے فرمایا: گدھا سوار عیسیٰؑ ہیں اور اونٹ سوار محمدؐ ہیں کیا تم تورات میں سے اس چیز کا انکار کرتے ہو؟"

اس نے کہا: "نہیں میں اسکا انکار نہیں کرتا"

پھر امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: کیاتم حیقون نبیؑ کو جانتے ہو؟" اس نے کہا: "جی ہاں میں انکی معرفت رکھتا ہوں"تو آپؑ نے فرمایا: حیقون نبیؑ نے فرمایا: اور تمہاری کتاب ہی اسے بیان کرتی ہے "اللہ تعالیٰ جبل فاران سے بیان کو وارد کرے گا۔ احمدؐ اور اسکی امت کی تسبیح سے آسمان گونج اٹھیں گے اسکے گھوڑے کا سفر بھی کریں گے جیا کہ وہ خشکی پر سفر کرتے ہیں۔

وہؑ بیت المقدس کی ویرانی کے بعد ہمارے پاس ایک نئی کتاب لائے گا“ کتاب سے مراد قرآن ہے۔ کیا تم اسکی معرفت رکھتے ہو اور اس پر ایمان رکھتے ہو؟“ رائس الجالوت نے کہا: حیقون نبیؑ نے ایسا ہی کہا تھا ہم انکے فرمان کے منکر نہیں ہیں“

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:”داؤد علیہ السلام نے اپنی زبور میں کہا ہے اور تم اسکی تلاوت کرتے رہتے ہو:”اے میرے معبود! خالی زمانے کے بعدسنت کو قائم کرنے والے کو معبوث فرما“ کیا تم فترت (نبیؑ سے خالی زمانے، کے بعد محمدؐ کے علاوہ کسی اور کو سنت قائم کرنے والا جانتے ہو؟“ رائس الجالوت نے کہا:”یہ داؤد علیہ السلام کا ہی فرمان ہے اور اس سے انکی مراد عیسیٰؑ انکے ایام ہیں کہ جو فترت کا زمانہ تھا“

امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ”تم جاہل ہو عیسیٰؑ نے سنت کی مخالفت نہیں کی ہے اور وہ تورات کی سنت کے موافق رہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔ اور انجیل میں لکھا ہے:”ابن البرۃ جانے والا ہے اوربار قلیطا میرے بعد آنے والاہے وہ وہ ہوگا کہ جو لوگو کہ بوجھ کم کرے گا اور تمہارے لیے ہر چیز کی تفسیر بیان کرتے گااور میری گواہی دے گا جیسا کہ میں نے اسکی گواہی دی ہے میں تمہارے پاس مثالیں لایا اوروہ تمہارے پاس تاویل لے کر آئے گا“ کیا تم انجیل کے اس کلام پر ایمان رکھتے ہو؟“ اس نے کہا:”جی ہاں! ہم اسکا انکار نہیں کرتے ہیں: تو امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ”اے رائس الجالوت! میں تم سے تمہارے نبی موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں تو اس نے کہا:”پوچھیے“ آپؑ نے فرمایا: موسیٰؑ کی نبوت کو ثابت کرنے والی دلیل کیا ہے؟ یہودی نے کہا: موسیٰ علیہ السلام ایسے معجزات لائے کہ ان سے پہلے انبیاءؑ اس جیسے معجزات ہرگز نہ لائے تھے؟“

آپؑ نے اس سے فرمایا: ”مثال کے طور پر؟ یہودی نے کہا:”جیسے کہ موسیٰؑ نے سمندر کو شگافتہ کیا اور اپنے عصاء کو چلتے پھرتے اژدھا میں تبدیل کیا اور پتھر پر ضرب ماری تو اس سے چشمے جاری ہوئے اور ید بیضاء کو دکھانا اور بھی بہت سی علامات ہیں کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان جیسی علامات لانے پر قادر نہ ہے“

امام رضاؑ نے فرمایا: ”تم نے ٹھیک کہا ہے کہ یہ سب موسیٰ کی نبوت پر دلیل ہے اگر ان جیسے معجزات مخلوق ہیں اسے کوئی نہ لاسکے کیا ایسا نہیں ہے کہ ہر وہ جس نے نبیؑ ہونے کا دعویٰ کیا پھر وہ ایسے معجزات لایا کہ جو مخلوق نہیں لاسکتی تم پر واجب ہے کہ تم اس کی نبوت کی تصدیق کرو؟“ اس نے کہا:”نہیں“ کیونکہ موسیٰؑ کی اپنے رب کے ہاں منزلت اور قربت جیسی کسی کو حاصل نہ ہے۔ ہم پر واجب نہیں ہے کہ جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے ہم اس کا اقرار کرلیں جب تک کہ وہ ایسے معجزات نہ لائے کہ جیسے موسیٰؑ لائے تھے“

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:”پھر تم موسیٰؑ سے پہلے والے انبیا کی نبوت کا اقرار کیسے کرتے ہو حالانکہ انھوں نے بھی تو سمندر شگافتہ نہیں کیے اور نہ ہی پتھر میں سے بارہ چشمے جاری کیے اور نہ ہی انھوں نے موسیٰؑ کی طرح ید بیضاً دیکھا اور نہ ہی انھوں نے عصا کو چلتا پھرتا اژدھا بنایا“ یہودی نے امام رضاؑ سے کہا:”میں نے آپ کو بتایا ہے کہ جب وہ انبیاءؑ اپنی نبوت پر ایسی آیات لائے کہ جن پر مخلوق قادر نہ ہے خواہ وہ آیات موسیٰؑ جیسی ہوں یا اس کے علاوہ ہوں ان انبیاًّ کی تصدیق واجب ہے“

امام رضاؑ نے فرمایا: اے رائس الجالو تو پھر عیسیٰؑ ابن مریم کی نبوت کے اقرار سے تمہیں کون سی چیز مانع ہے کہ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا اور مٹی سے پرندے کی طرح کی شکلا بنائی پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اللہ کے ھکم سے پرندہ بن گیا؟

رائس الجالوت نے کہا:"کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایسا کیا مگر ہم نے خود تو نہیں دیکھا"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"کیا تم موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو خود دیکھا ہے کیا ان معجزات کے گواہ ہو؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ یہ خبریں تمہیں موسیٰؑ کے قابل اعتماد اصحاب سے نہیں پہنچی ہیں کہ موسیٰعلیہ السلام نے ایسا کیا؟"

اس نے کہا:"ایسا ہی ہے" آپعلیہ السلام نے فرمایا:"اسی طرح ہی تم تک عیسیٰؑ بن مریم علیہا السلام کے معجزات کی خبر متواتر پہنچی ہے تو پھر تم لوگ موسیٰؑ کی تصدیق تو کرتے ہو مگر عیسیٰؑ کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ اس سے جواب نہ بن پایا۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اسی طرح محمدؐ کا اور آپؐ کے معجزات کابھی یہی معاملہ ہے اور اسی طرح ہر اس نبیؑ کا معاملہ ہے کہ جسے اللہ نے معجزات دے کے بھیجا۔ محمدؐ یتیم، بے سروسامان، بھیڑ بکریاں چرانے والے، اجرت پر مزدوری کرنے والے تھے کہ جنھوں نے نہ تو لکھنا سیکھا اور نہ ہی کسی استاد کے سامنے زانوہا ادب تہہ کیا مگر وہ قرآن لائے کہ جسمیں انبیآء علیہا السلام کے قصے اور خبریں حرف بحرف موجودہیں اسمیں گزشتہ زمانے اور قیامت تک آئندہ زمانے کی خبریں بھی موجود ہیں آپؐ لوگوں کی انکی پوشیدہ باتیں اور جو کچھ وہ گھروں میں کرتے تھے بتاتے تھے اور لاتعداد معجزات لے کر آئے"

رائس الجالوت نے کہا ہمارے ہاں عیسیٰؑ اور محمدؐ کی خبر درست نہ ہے۔ہمارے لیے جائز نہ ہے کہ جنکی خبر ہمارے لیے درست نہ ہے ہم ان دونوں کا اقرار کریں"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: تو کیا جس نے عیسیٰؑ اور محمدؐ کی گواہی دی تھی وہ جھوٹا گواہ تھا: اس سے جواب نہ بن پایا۔ پھر آپؐ نے ھربذ اکبر کو بلایا

امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا:"مجھے تم زرتشت کے بارے میں بتاؤ کہ جس کے بارے میں تم گمان کرتے ہو کہ وہ نبی تھا اس کی نبوت پر تمہارے پاس کیا ثبوت ہے" اس نے کہا "وہ ایسے معجزات لائے کہ ان سے پہلے ہمارے پاس کوئی ویسے نہ لایا تھا اور ہم نے وہ معجزات دیکھے نہیں ہیں بلکہ ہمارے اسلاف کی طرف سے ہمیں خبر یں پہنچی ہیں کہ زرتشت نے ہمارے لیے وہ معجزات دیکھائے کہ جو اس کے علاوہ کسی ایک نے بھی ہمیں نہیں دیکھائے چنانچہ ہم نے اس کی پیروی کی"

آپؐ نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ تمہارے پاس خبریں پہنچیں اور تم نے اس کےء پیروی کی؟ اس نے کہا "ایسا ہی ہے"

آپؐ نے فرمایا اسی طرح گذشتہ تمام امتوں کے پاس انبیاؑء کے معجزات کی خبریں پہنچیں اور موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور محمدؐ بھی معجزات لائے ان کی نبوت کے اقرار نہ کرنے پر تمہارے پاس کیا عذر ہے جبکہ تم نے زرتشت کا اقرار بھی تو تم تک پہنچنے والی خبروں کے سبب کیا ہے" ھربذاپنی جگہ خاموش ہوگیا تو امام

رضاء نے فرمایا:"اے لوگوں! تم میں سے کوئی ایک بھی اگر اسلام کا مخالف ہے اور سوال کرنا چاہتا ہے تو بغیر کسی جھجک کے سوال کرے"

تو آپؑ کے سامنے عمران صابی کھڑا ہوا اور وہ متکلمین میں سے ایک تھا تو اس نے کہا:"اے لوگوں کے عالم! اگر آپ خود سے سوال کرنے کی دعوت نہ دیتے تو میں ہرگز آپ سے سوال کرنے میں پہل نہ کرتا میں کوفہ بصرہ، شام اور جزیرہ ہائے عرب میں گھوما میں نے مختلف متکلمین سے ملاقاتیں کیں مگر کسی ایک نے بھی میرے سامنے اللہ کے واحد ہونے کو ثابت نہیں کیا۔ آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ سے سوال کروں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"لوگوں می ں اگر عمران صابی موجود ہے تو وہ تم ہو" اس نے کہا:"جی ہاں وہ میں ہی ہوں تو آپؑ نے فرمایا:"اے عمران سوال کرو انصاف تم پر ہے ہیرا پھیری اور ظلم سے دور رہنا تو اس نے کہا "اے میرے آقا! اللہ کی قسم میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا کہ آپ میرے لیے ایسی چیزیں ثابت کریں کہ جن کے بارے میں مجھے شکوک ہیں میں اپنی حد سے تجاوز نہیں کروں گا" آپؑ نے فرمایا:"جو تمہارے جی میں آئے سوال کرو" لوگوں میں ہلچل سی پیدا ہوگئی اور وہ ایک دوسرے سے مل کر بیٹھ گئے

تو عمران صابی نے کہا:"مجھے سب سے پہلے موجود اور راس کی خلقت کے بارے میں بتائیے؟ آپؑ نے فرمایا:"تو نے سوال کیا ہے تو جواب کو سمجھو واحد ہمیشہ سے واحد ہی تھا اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی نہ اس کی کوئی حدیں تھیں اور نہ ہی کوئی ہمسر پس وہ ہمیشہ اسی طرح رہا پھر اس نے مخلوق کو مختلف صورتوں اور حدوں میں خلق فرمایا کسی چیز میں اس کی ذات اور نہ ہی کسی چیز میں اس کی حد محدود ہوئی اور نہ ہی کسی چیز کو اس کی مثال سے بنایا پھر اس نے اس کے بعد چیزوں کو رنگوں، ذائقوں اور کھانے کے اعتبار سے بہت مختلف بنایا اسے اس چیز کی ہرگز ضرورت نہ تھی اور ایسا بھی نہ تھا کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو صاحب فضیلت نہ ہوتا اور نہ ہی اس نے مخلوق کے خلق کرنے میں اپنی ذات کے کسی نفع یا نقصان کو مد نظر رکھا۔ اے عمران! کیا اس کو سمجھ سکتے ہو؟ اس نے کہا:"جی ہاں!" اللہ کی قسم! میرے آقاؑ"

آپؑ نے فرمایا:اے عمران! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر اللہ نے مخلوق کو اپنی ضروت کے لیے بنایا ہو تا تو کوئی بھی ضرور ایسا ہوتا کہ جو اسکی حاجت کو پوری کرنے میں اسکا مددگا ہوتا اور یقینا وہ اس سے کئی گنا زیادہ مخلوق کو خلق کرتا کیونکہ مددگا جتنے بھی زیادہ ہو ں اس سے طاقت بڑھتی ہے اے عمران! اور حاجت بھی تو اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی ہے کیونکہ وہ اسے جانتا ہے کہ مخلوق میں سے جو چیز بھی خلق ہو اس کے لیے اور چیزوں کی ضرورت بھی پڑتی ہے اس لیے میں نے کہا کہ اس نے مخلوق کو ضرورت کے لیے خلق نہ کیا ہے بلکہ اس مخلوق کی حاجتیں تو ایک دوسرے میں رکھی ہیں اور اس نے لوگوں میں سے بعض کو دوسروں پر فضیلت بخشی ہے کہ اسے فضیلت کی کوئی ضرورت نہ ہے اور نہ ہی کسی کے ذلیل ہونے پر اسے کوئی فرق پڑتا ہے۔ پس اس نے مخلوق کو بغیر کسی ضرورت کے خلق فرمایا:"

عمران نے کہا:"اے میرے آقاؑ! کیا جب سے وہ ہے اسے اپنی ذات کا علم تھا؟"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"کسی چیز کے بارے میں معلومات فقط اسکی خلاف کی نفی کے لیے ہوتی ہے اور کسی چیز کا دارومدار اسکے علاوہ موجود کی نفی پر ہوتا ہے مگر وہاں تو کوئی چیز ہی نہ تھی

که جو اسکی مخالفت ہوتی اور وہ اسکی ذات کو اس ضرورت پر ابھارتی کہ وہ اس چیز کی اپنی ذات سے نفی کے لیے اپنی ذات کی معلومات لے اے عمران! کیا تم سمجھے ہو؟" اس نے کہا اللہ کی قسم! جی ہاں اے میرے آقا! مجھے بتائیے کہ جو وہ جانتا ہے وہ کسی چیز کے ساتھ جانتا ہے ضمیر کے ساتھ یا اسکے علاوہ کے ساتھ؟"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم سمجھتے ہو کہ اگر وہ ضمیر کے ساتھ معلوم کرے تو لامحالہ طور پر ایسی ذات کا ہونا ضروری ہے ایسے کسی کا ہونا کہ جو اس ضمیر کی تعریف کرے کہ جس سے اسکی معرفت ہو؟" عمران نے کہا: "ایسا بالکل ضروری ہے؟" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:تو ہی بتا وہ ضمیر کیا ہے؟پس عمران لاجواب ہو کر رہ گیا۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اسمیں کوئی قباحت نہیں ہے کہ میں تم سے اسکی ذات کے ضمیر بارے میں سوال کروں اور تم اسکی پہچان کسی دوسرے ضمیر سے کراؤ۔

پس اگر تم کہو۔جی ہاں تو تمہار ا عقیدہ اور تمہارا دعویٰ تم خود ہی باطل کردو گے۔ اے عمران! کیا یہ سزوار نہیں ہے کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس واحد کو ضمیر کی صفت نہیں دی جاسکتی ہے اور اس کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس نے فلاں کام کیا یا عمل بجالایا یا اس نے صناعت کیا۔ اس سے مختلف مذاہب اور تجربات کا گمان تک نہ ہے جیسا کہ مخلوق کے مذاہب اور تجزئیات ہوتے ہیں پس تم اسے سمجھو اور اسی پر ہی اپنے علم کی بنیاد رکھو تو درست ہوگا

عمران نے کہا:"اے میرے آقا! کیا آپؑ مجھے اس کی مخلوق کی حدود کے بارے میں نہیں بتائیں گے کہ وہ کیسی ہیں؟ انکے معانی کیا ہیں؟ اور انکی کتنی قسمیں ہیں؟" امام رضاؑ نے فرمایا:"تو نے سوال کیا ہے تو جواب بھی سمجھو اللہ کی مخلوق چھجریسموں کی ہے چھوئی جانے والی، وزن کی جانے والی، دیکھائی دینے والی، اور وہ کہ جنکا کوئی وزن نہیں ہوتا ان میں سے کوئی ایسی ہیں جو دکھائی تو دیتی ہے لیکن نہ اس کا وزن ہوتا ہے نہ اسے چھوا جاسکتا ہے نہ اسے محسوس کیا جاسکتا ہے نہ اس کا کوئی رنگ ہوتا ہے اور نہ کوئی ذائقہ اور تقدیر ہے ہمسری ہے صورت ہے طور ہے ان میں سے ہی چیزوں کا کام کرنا اور حرکت کرنا اور ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا ہے کہ جس سے وہ چیزیں گھٹتی اور بڑھتی ہیں جہاں تک اعمال اور حرکات کا تعلق ہے تو وہ گذ ر جانے والی چیزیں ہیں کیونکہ ان کے لیے ضرورت سے زیادہ وقت نہ ہوتا ہے پس جب کوئی چیز فارغ ہوتی ہے تو حرکت کے ذریعے آگے بڑھ جاتی ہے اور اثر باقی رہ جاتا ہے گویا وہ کلام کی طرح ہے جو ختم ہوجاتا ہے اور اس کا اثر باقی رہ جاتا ہے"

عمران نے آپؑ سے کہا:"اے میرے آقا! کیا آپ مجھے خالق کے بارے میں نہیں بتائیں گے۔ جب وہ ایک تھا اس کے علاوہ کوئی چیز نہ تھی اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی چیز تھی تو جب اس نے مخلوق کو خلق کیا تو کیا اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی؟"

امام رضاؑ نے فرمایا:"خالق قدیم ہے اللہ عزوجل مخلوق کے خلق کرنے کے سبب تبدیل نہیں ہوا بلکہ مخلوق اپنی خلقت کے سبب تبدیل ہوتی رہتی ہے"

عمران نے کہا:"ہم خالق کی معرفت کس چیز سے حاصل کرسکتے ہیں" امام رضاؑ نے فرمایا:"اس کے غیر کے ذریعے" اس نے کہا کون سی چیز اس کا غیر ہے؟"

امام رضاعلیه السلام نے فرمایا:"اس کی مشئیت، اس کا نام اس کی صفت اور ان جیسی دوسری چیزیں کیونکہ یہ سب نئی خلق کردہ اور تدبیر کردہ چیزیں ہیں"

عمران نے کہا:"اے میرے آقاؑ! تو وہ خود کیا چیز ہے؟"

امام رضاؑ نے فرمایا:"وہ نور ہے اس معنیٰ میں کہ وہ زمین و آسمان میں رہنے والی اپنی مخلوق کے لیے ہادی ہے اورتم مجھ سے زیادہ اس کی توحید کے بارے میں معرفت نہیں رکھتے"

عمران نے کہا:"اے میرے آقاؑ! کیا ایسا نہیں ہے کہ وہ مخلوق کو خلق کرنے سے پہلے خاموش تھا نہیں بولتا تھا پھر اس نے کلام کیا؟"

امام رضاؑ نے فرمایا:"خاموشی تب ہوتی ہے کہ جب اس سے پہلے بولنا ہو اس کی مثال یہ ہے کہ چراغ جلانے سے پہلے نہیں کہاجاسکتا کہ وہ روشنی نہیں دے رہا اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ چراغ روشن ہے کیونکہ چراغ کا روشنی دینا اس کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ روشنی اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے جب اسے ہمارے لیے روشن کیا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے لیے روشن کیا گیا ہے یہاں تک کہ ہم اس سے روشنی لیتے ہیں پس اس مثال کے ذریعے ہی ہمیں تمہارے معاملے کی بصیرت حاصل ہوتی ہے"

عمران نے کہا:"اے میرے آقاؑ! جو کچھ میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق کو خلق فرمایا تو اپنے اس فعل کی وجہ سے اپنی پہلی حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوگیا۔

امام رضاؑ نے فرمایا:"اے عمران! کیا تو سمجھتا ہے کہ تیرے قول کے مطابق اللہ اپنی حالتوں کو تبدیل کرتا ہے تو اس کی ذات متاثر ہوتی ہے؟' اے عمران! اسے کون سی چیز تبدیل کرتی ہے کیا تم نے دیکھا ہے کہ آگ خود کو متاثر کرے یا گرمی خود کو ہی جلا ڈالے؟ یا تم نے دیکھا ہے کہ بینا شخص کس طرح اپنی بینائی کو دیکھ سکتا ہے؟"

عمران نے کہا:"اے میرے آقا! میں یہ نہیں سمجھتا البتہ آپؑ مجھے یہ بتائیے کہ وہ مخلوق میں ہے یا مخلوق اس میں ہے؟

امام رضاؑ نے فرمایا:"اے عمران! اللہ تعالیٰ اس چیز سے بلند و بالا ہے نہ وہ مخلوق میں ہے اور نہ مخلوق اس میں ہے عنقریب تمہیں ایسی چیز بتانے والا ہوں کہ جس سے تجھے اس کی معرفت ہوگی ولاقوۃ الا باللہ۔ تم مجھے بتاؤ کہ آئینہ میں تم ہوتے ہو یا وہ تم میں ہوتا ہے اور اگر تم دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے اندر نہیں ہوتا تو کس چیز کے ذریعے تم خود کو اس میں دیکھتے ہو؟"

عمران نے کہا:"میرے اور اس کے درمیان روشنی کے ذریعے"

امام رضاؑ نے فرمایا:"کیا تم نے شیشے میں اس روشنی کو اس سے زیادہ دیکھا ہے۔

کہ جیسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں

امام رضاؑ نے فرمایا:"ہمیں وہ بھی دکھاؤ؟" تو اس سے کوئی جواب نہ بن پایا امام رضاعلیہ السلام نے فرمایا:"نور کو نہیں دیکھا جاسکتا مگر صر ف اسی وقت اور آئینہ تمہیں تمہاری صورت تم دونوں کے

ایک دوسرے میں واقع ہوئے بغیر دکھاتا ہے۔ اور اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں کہ جن میں جاہل کے لیے بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اللہ کے لیے تو اعلیٰ مثالیں ہیں"

پھر آپؑ مامون عباسی کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: "نماز کا وقت ہوچکا ہے" تو عمران نے کہا:"اے میرے آقاؑ! میرے مسئلہ کو ادھورا مت چھوڑئیے کہ میرادل پگھل گیا ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"ہم نماز پڑھ کر لوٹ آتے ہیں" پس آپؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور مامون بھی اٹھ کھڑا ہوا امام رضا علیہ السلام نے اندر نماز پڑھی اور باہر لوگوں نے محمد بن جعفرؒ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر باہر تشریف لائے امام رضا علیہ السلام اپنی جگہ تشریف فرما ہوئے اور عمران کو بلایا تو فرمایااے عمران! سوال کرو" اس نے کہا: اے میرے آقاؑ کیا آپؑ مجھے یہ نہیں بتائیں گے کہ کیا اللہ عزو جل اپنی حقیقت میں واحد ہے یا اپنی صفت میں واحد ہے؟"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اللہ عزوجل نور ہے ابتدا کرنے والا ہے، پلٹانے والا ہے، واحد ہے اور قدیم ہے اول ہے ہمیشہ سے واحد ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی تنہا ہے کہ اسکے ساتھ دوسرا کوئی نہیں ہے نہ معلوم ہے اور نہ مجھول ہے نہ محکم ہے اور نہ مشابہ ہے نہ مذکور ہے اور نہ ہی اس پر اسکے علاوہ کسی چیز کا نام آسکتا ہے نہ تو وہ کسی معین وقت سے ہے اور نہ ہی وہ کسی معین وقت تک ہوگا نہ کسی چیز کی وجہ سے قائم تھا اور نہ ہی کسی چیز میں سکونت پذیر ہوسکتا ہے اور وہ مخلوق سے پہلے بھی اسی طرح تھا کیونکہ اسکے علاوہ کوئی چیز نہ تھی اور یہ جو اس کے بارے میں کہا جاتا ہے سب کا سب اسکی پیدا ہونے والی صفات ہیں اور ایسی ترجمہ کرنے والی چیزیں کہ جس سے وہ سمجھ میں آتا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایجاد کرنا، مشیئت اورارادہ کا معنیٰ ایک ہی ہے۔ اور اس ایک معنیٰ کے تین نام ہیں۔ اور اسکی ایجاد مشیئت اور ارادے میں سب سے پہلے حروف ہیں کہ جنہیں اس نے ہر چیز کی بنیاد قرار دیا ہے اور ہر سمجھدار کے لیے دلیل ہیں اور ہر مشکل میں فیصلہ کرنے والے ہیں اور انہی حروف کے ذریعے ہی حق و باطل میں سے کسی چیز کا نام فاعل یا مفعول، معنیٰ یا غیر معنیٰ ترتیب پاتے ہیں اور اس نے حروف کی ایجاد میں انکے علاوہ کا معنیٰ نہیں رکھاہے کیونکہ انہیں ایجاد کے ذریعے ہی خلق کیا گیا ہے اس مقام پر نور اللہ کا پہلا فعل ہے کہ وہ زمین و آسمان کا نور ہے۔ اور حروف اس فعل کے مفعول ہیں اور یہ حروف ہی ہیں کہ جن پر کلام اور عبارات کا انحصار ہے یہ سب حروف اللہ عزوجل کی طرف سے ہی اسکی مخلوق کو تعلیم کیے گئے ہیں یہ کل تینتیس حروف ہیں انمیں سے اٹھائیس حروف عربی زبان کے ہیں اور اٹھائیس میں سے بارہ حروف سریانی اور عبرانی زبان پر دلالت کرتے ہیں۔

انمیں سے پانچ حروف عجم کی تمام زبانوں میں سے منحرف ہوتے ہیں کیونکہ تمام زبانوں کی رسم الخط ہے اور یہ پانچ حروف ہیں کہ جو مختلف زبانوں میں تحریف کئے جاتے ہیں پس کل حروف تینتیس ہوتے ہیں البتہ پانچ مختلف حرفوں کے بارے میں دلائل ہیں کہ جنکا اس سے زیادہ ذکر جائز نہ ہے"

پھر اللہ تعالیٰ نے حروف کے احصاء اور انکی احکام کی تعداد مقرر کرنے کے بعد حروف کا فعل مقرر فرمایاجیسے اللہ عزوجل کا قول ہے:"کن فیکون" اسمیں سے کُن کا فعل ہے اور یکون مفعول ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے پہلا ایجا د ہے کہ نہ اسکا کوئی وزن ہے اور نہ کوئی حرکت ہے نہ سنائی دینے والی چیز ہے اور نہ ہی کوئی رنگ ہے اور نہ ہی کوئی حس ہے۔ اور دوسری مخلوق حروف ہیں کہ جنکا نہ کوئی وزن ہے اور نہ ہی کوئی رنگ ہے۔ یہ صرف مختلف صفتوں کے ساتھ محسوس کیے جاتے ہیں کہ انکی طرف

دیکھنا بھی ممکن نہیں ہے اور تیری مخلوق ان میں سے ہر قسم میں سے ہے جو محسوس کی جانے والی اور چھوئی جانے والی، ذائقه والی اور دکھائی دینے والی ہیں۔ الله تعالیٰ ایجاد سے پہلے ہے کیونکه الله عزوجل سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی اور نه ہی اسکے ساتھ کوئی چیز تھی اور ایجاد حروف سے پہلے ہے اور حروف اپنی ذات کے علاوہ کسی چیز پر دلالت نہیں کرتے“

مامون نے کہا:”اپنی ذات کے علاوہ پر دلالت کیوں نہیں کرتے“

امام رضا علیه السلام نے فرمایا: ”کیونکه الله تعالیٰ نے حروف میں معنی کے علاوہ کسی چیز کو نه رکھا ہے اور جب انمیں سے چار یا پانچ یا چھ یا اس سے زائد یا اس سے کم کے ذریعے تالیف ہوتی ہے تووہ معنی کے علاوہ کے لیے نہیں ہوتی اوروہ اپنے سے پہلے معنیٰ کے علاوہ کسی چیز کے لیے واقع نہیں ہوتے“

عمران نے کہا:”ہمیں اس چیز کی معرفت کیسے ہوگی؟“ امام رضا علیه السلام نے فرمایا:”جہاں تک معرفت کی بات ہے تو اسکی اور اسکے بیان کی مختلف صورتیں ہیں۔ یقینا جب تم حروف سے انکی ذات کے علاوہ کا اراده نه رکھتے ہو تو تم انہیں تنہا تنہا ہی ذکر کرتے ہو (ا،ب،ت،ث،ج،ح،خ) یہانتک که تم انکے آخر تک چلے جاتے ہو تم انکا انکی ذات کے علاوہ کوئی معنیٰ نہیں پاتے ہو۔

جب تم انکو تالیف کرتے ہو اور انمیں سے کچھ حروف کو یکجا کرتے ہو اور اسے ایک اسم بناتے ہو یا اس معنی کے لیے که جیسے تم چاہتے ہو صفت بناتے ہو اور جس صورت کا تم اراده کرتے ہو تو وہ اس کے معانی پر دلالت کرنے والے بن جاتے ہیں اور وہ اپنے موصوف کے لیے پکارے جاتے ہیں۔ کیا تیری سمجھ میں آیا ہے؟“

اس نے کہا:”جی ہاں“

امام رضا علیه السلام نے فرمایا:”تمہیں معلوم ہونا چاہیے که صفت موصوف کے علاوہ واقع نہیں ہوسکتی ہے اور نه ہی معنیٰ کے علاوہ کوئی نام ہوسکتا ہے اور نه ہی غیر محدود کی کوئی حد ہوتی ہے صفات اور اسماء سب کے سب کمال اور وجود پر دلالت کرتے ہیں اور وہ احاطه پر دلالت نہیں کرتے جیسا که مربع، مثلث اور مسدس احاطے پر دلالت کرتے ہیں۔

کیونکه الله تعالیٰ کی معرفت کا ادراک صفات اور اسماء کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے۔ انکی معرفت کا ادراک کے طول و عرض اور قلت و کثرت کے ساتھ حد بند ی کے ذریعے ممکن نه ہے اور نه ہی رنگ و وزن اور اس جیسی چیزوں کے ذریعے ہوسکتی ہے اور الله عزوجل کو اس کی ضرورت نه ہے بلکه مخلوق کو ضرورت ہے که خود الله عزوجل کی معرفت حاصل کرسکیں۔ الله عزوجل پر اسکی صفات دلالت کرتی ہیں اور اسکا ادراک اسکے اسماء کے ذریعے ہوتا ہے اور انہیں کے ذریعے ہی وہ اپنی مخلوق پر استدلال کرتاہے یہانتک که خلوص دل سے طلب معرفت کرنے والے کو آنکھ سے دیکھنے اور کانوں سے سنے ہاتھ سے چھونے اور دل سے احاطه کرنے کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ پس اگر الله جل ”سنا ؤ ہ“ کی صفات اس پر دلالت نه کریں اور اس کے اسماء اس کے ہونے پر دلالت نه کریں اور مخلوقات کی تعلیمات اسے معنیٰ کو ترک نه کرسکیں تو مخلوق کی طرف سے عبادت فقط اسکے اسماء ار اسکی صفات کی ہوگی اسکے معنیٰ کی ہوگی۔ اگر اس طرح نه ہو تو اس طرح معبود و موحد الله کے علاوہ ہو کیونکه اسکی صفات اور اسکے اسماء اسکے غیر ہیں۔ کیا تو سمجھا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! میرے آقا! میرے علم میں اضافه فرمائیے“

امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"تم جاہل و سرکش اور گمراہ لوگوں کے عقائد سے دور رہو کہ جو گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی آخرت میں حساب لینے، ثواب اور سزادینے کے لیے موجود ہوگا اور دنیا میں اطاعت اور امید کے لیے موجود نہ ہے اگر اللہ تعالیٰ کے وجود میں کوئی نقص یا عیب ہوتا تو وہ آخرت میں بھی ہرگز نہ ہوتا بلکہ ایسا گروہ تو بھٹک گیا ہے وہ اندھے اور بہرے ہوچکے ہیں اور حق سے دور ہوگئے ہیں کہ وہ خود بھی نہیں جانتے ہیں اور یہ اللہ عزوجل کا قول ہے جو اس دنیا میں بے بصیرے ہوگا وہ آخر میں بھی اندھا ہوگا۔ اور وہ راستے سے گمراہ ہوچکا ہے" یعنی موجود حقائق سے جو اندھا ہو۔ صاحبان عقل جانتے ہیں کہ وہاں موجودگی پر استدلال نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ جو یہاں موجودگی پر ہوتا ہے پس جو بھی اس چیز کا علم اپنی رائے سے حاصل کرے اور اسکے وجود کو چاہیے اور اسکا ادراک کو اپنی ذات کے علاوہ کسی سے نہ چاہے تو اسے یہ علم دوری کے سوا کچھ نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا علم ایک خاص قوم کہ جو عقل و فہم اور علم کی دولت سے مالا مال ہیں کہ پاس رکھا ہے"

عمران نے کہا:"اے میرے آقا! کیا آپؑ مجھے ابداع کے بارے میں نہیں بتائیں گے کہ وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے؟"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"بلکہ مخلوق ہے ایسا ساکن ہے کہ اسکے سکون کا ادراک نہیں ہوسکتا ہے اور یہ مخلوق اس لیے ہے کہ یہ حاوث چیز ہے اور اللہ ہی وہ ذات ہے کہ جس نے اسے حدث کیا ہے پس یہ اس ہی کی مخلوق ٹھہری اور یقینا اللہ عزوجل اور اسکی مخلوق کے درمیان کوئی ثالث نہ ہے اور نہ ہی انکے علاوہ کوئی ثالث ہے، پس جس چیز کو اللہ عزوجل نے خلق فرمایا وہ اس ہی کی مخلوق شمار ہوگی اور کبھی کبھی تو مخلوق ساکن بھی ہوتی ہے اور متحرک بھی۔ مختلف بھی اور موتلف بھی،معلوم بھی اور متشابہ بھی۔ پس جب اس پر تصریف صادق آجائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے"

عمران نے کہا:"اے میرے آقا! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ویسا ہی ہے کہ جیسا آپ نے بیان کیا لیکن میرا مسلہ اب بھی باقی ہے۔

آپؑ نے فرمایا:"جو چاہو پوچھو" اس نے کہا:"میں آپ سے حکیم کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کس چیز میں ہے؟ اور کیا کوئی چیز اسکا احاطہ کرسکتی ہے؟ کیا وہ ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف حرکت کرتا ہے یا اسے کسی چیز کی حاجت ہوتی ہے؟"

امام رضاؑ نے فرمایا:"اے عمران! جس چیز کے بارے میں تو نے سوال کیا ہے میں بتاتا ہوں اور تم اپنے عقل سے غور کرو کیونکہ جو شخص مخلوق کے مسائل میں آنکھیں بند کرتا ہے اسکی عقل سمجھنے سے قاصر رہتی ہے حالانکہ انصاف پسند صاحبان عقل اس کے سمجھنے سے قاصر نہیں ہوتے ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر اس نے مخلوق کو اپنی ضرورت کے لیے خلق کیا ہوتا تو کہنے والے کا یہ کہنا جائز ہوتا کہ وہ اپنی ضرورت کے سبب اپنی مخلوق کی طرف منتقل ہوجاتا ہے لیکن اللہ عزوجل نے کوئی چیز اپنی ضرورت کے لیے خلق نہیں کی ہے وہ ہمیشہ سے ہے نہ کسی چیز میں ہے نہ کسی چیزپر ہے ہاں البتہ مخلوق میں سے بض بض پر دارومدار ہے اور اس نے بض کو بض کے اندر رکھا ہے اور اسے باہر نکالا ہے اللہ عزوجل جلالہ نے اپنی قدرت کے ساتھ اس سب کو سنبھال رکھا ہے نہ تو وہ خودکس چیز میں ہے اور نہ ہی اس سے کوئی چیز نکلتی ہے اس کے لیے اس کی حفاظت مشکل نہ ہے اور نہ ہی وہ ان کو روکے رکھنے سے عاجز ہے مخلوق میں سے اس چیز کی کسی کو معرفت نہیں ہے یہ کیسے ہوتا ہے صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا اسکے رسولوںؑ

صاحبان راز اور اسکے امر کی حفاظت کرنے والوں میں سے جیسے اس نے بتایا ہے وہ ہی اسکے خزانے دار اور اس کی شریعت کو قائم رکھنے والے ہیں۔

یقینا اس کا امر پل جھپکنے یا اس سے بھی کم وقت میں پورا ہوجاتا ہے جب وہ جانتا ہے وہ تو فقط "کن" کہتا ہے تو ہوجاتا ہے اسکی مشئیت اور اسکے ارادے کے سبب۔ کوئی چیز اسکی مخلوق میں سے دوسری چیز سے زیادہ اسکے قریب نہ ہے اور نہ ہی کوئی چیز کی دوسری چیز کی نسبت اس سے دور ہے۔

اے عمران! کیا تم سمجھے ہو؟" اس نے کہا "جی ہاں اے میرے آقا ء! مجھے سمجھ آگیا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ویسے ہی ہے کہ جیسا آپؑ نے اسکی توصیف ہے۔ اور وہ واحد ہے اور محمدؐ اسکے عبد اور ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ معبوث کیے گئے ہیں" پھر وہ قبلہ رخ ہوکر سجدے میں گر پڑا اور اسلام لے آیا حسن بن نوفلی نے کہا:جب متکلمین نے عمران صابی کی گفتگو کو دیکھا کہ جو ایسا شخص تھا کہ جسکی دلیلوں کی کوئی ایک بھی ہرگز نہ توڑ پاتا تھا تو ان میں سے کوئی ایک بھی امام رضا کے قریب نہ آیا اور نہ ہی انہوں نے آپؑ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا۔ شام ہوگئی تو مامون اور امام رضاؑ اٹھ کر چلے گئے تو لوگ بھی واپس چل دئیے۔

میں اپنے ساتھیوں کے گروہ کے ساتھ تھا کہ میری طرف محمد بن جعفر نے مجھے بلابھیجا میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا: اے نوفلی! کیا تو نے دیکھا ہے کہ تیرے دوست نے کیسے مناظرہ کیا اللہ کی قسم! علی ابن موسیٰ رضاؑ ان چیزوں میں ہرگز پڑنے والے نہ تھے اور ہم نے مدینہ میں انھیں کبھی بھی مناظرہ کرتے نہیں دیکھا اور نہ ہی ان کے پاس متکلمین جمع ہوتے تھے"

میں نے کہا: حاجی آپؑ کے پاس آتے تھے اور وہ آپؑ سے حلال و حرام چیزوں کے بارے میں آپؑ سے سوال کیا کرتے تھے اور بسا اوقات جو اپنی ضرورت کے تحت آتا تھا آپؑ اس سے مناظرہ کیا کرتے تھے"

تو محمد بن جعفرء نے کہا اے ابو محمد! مجھے خوف ہے کہ مامون ان سے حسد کرے گا اور اس شخص (امام رضاؑ) کو زہر دے دے گا یا انہیں مصیبت میں ڈال دے گا پس تم اپنے امامء کو ان چیزوں سے دور رہنے کا اشارہ کرو"

میں نے کہا: آپؑ میری بات کو قبول نہ کریں گے اور مامون امامء کا فقط امتحان لینا چاہتا ہے تاکہ وہ جان سکے کہ آپؑ کے پا س آپؑ کے آبا و اجداد علیھم السلام کے علوم میں سے کچھ ہے یا نہیں"

تو اس نے مجھے کہا:"تم امامء سے کہو:"آپؑ کے چچا اس گفتگو کو ناپسند کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپؑ مختلف وجوہات کے سبب ان چیزوں سے دور رہیے۔

جب میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں گیا تو میں آپؑ کے چچا محمد بن جعفرء سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا تو آپؑ مسکرادئیے پھر فرمایا:"اللہ میرے چچا کی حفاظت کرے کہ اس نے مجھے جو بتایا ہے ویسا نہیں ہے وہ اس لیے ناپسند نہیں فرماتے ہیں اے غلام! عمران صابی کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس بلالاؤ۔ میں نے عرض کی:"آپؑ پر قربان جاؤں! میں اسکی رہائش سے بخوبی واقف ہوں وہ ہمارے شیعہ بھائیوں میں سے کسی کے ہاں ہے"

آپؑ نے فرمایا: کوئی قباحت نہ ہے اسکے پاس سواری لے جاؤ"

پس میں عمران کے پاس گیا اور اسے آپؑ کے پاس لے آیا۔ آپؑ نے اسے خوش آمدید کہا اور ایک چادر منگواکر اسے پہنائی اور اسے لباس بھی دئیے اور اسے دس ہزار درھم بطور انعام وصله عطا فرمائے میں نے عرض کی: آپؑ پر قربان جاؤں! آپؑ نے اپنے جد امجد امیر المومنین علیه السلام کی سنت کو دہرایا ہے آپؑ نے فرمایا:"ہمیں ایسا کرنا ہی پسند ہے پھر آپؑ نے مجھے عشا کی نماز کے لیے بلایا اور مجھے اپنے دائیں طرف اور عمران کو اپنے بائیں طرف بٹھایا۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے عمران سے فرمایا: اپنے ساتھیوں کے پاس واپس چلے جاؤں صبح ہمارے پاس آنا ہم تمہیں مدینه کا طعام کھلائیں گے"

اس کے بعد عمران کے پاس متکلمین جمع ہو ا کرتے تھے تو وہ انکے معاملے کو باطل کردیتا تھا یہانتک که وہ لوگ اس سے اجتناب کرنے لگے مامون نے اسے دس ہزار درھم بطور صله دئیے اور فضل نے بھی اسے مال دیا اور اسے سواری دی اور امام رضاؑ نے اسے بلخ کے صدقات کا نگران مقرر فرمایا اور وہ راہ راست پر آگیا۔

شیخ صدوق نے عیون اور کتاب توحید میں بھی اپنی گزشته اسناد کے ساتھ حسن بن محمد نوفلی سے روایت کی ہے که سلیمان المروزی جو که خراسان کا مناظر تھا مامون کے پاس آیا تو اس نے اسکا احترام کیا اوراسے انعام و اکرام سے نوازا پھر اس نے اس سے کہا:"میرے چچا زاد علی ابن موسیٰ الرضا (علیها السلام) حجاز سے آئے ہوئے ہیں وہ مناظرہ اور مناظرہ کرنے والوں کو چاہتے ہیں۔ تم قرویه کے دن ہمارے پاس آنا تاکه تم اس سے مناظرہ کرسکو"

تو سلیمان نے کہا:"اے امیرا! میں نہیں چاہتا که میں ان جیسی ہستی سے آپ کی محفل میں بنی ہاشمؑ کی جماعت کے سامنے ایسے سوال کروں که انکی قوم کے سامنے عزت کم ہو که جب وہ مجھ سے مناظرہ کرے پس ان پربرتری طلب کرنا جائز نه ہے؟"

تو مامون نے کہا:"میں نے تمہیں اس لیے ہی تو کہا ہے که میں تمہاری طاقت سے واقف ہوں میں فقط یه چاہتا ہوں که تم ان کی فقط ایک دلیل کو توڑو" تو سلیمان نے کہا:"اے امیر! جیسا آپ چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا آپ فقط انہیں اور مجھے اکھٹا کیجیے اور مجھے اور انہیں تنہا چھوڑدیجیے"۔

پس مامون نے امام رضا علیه السلام کی طرف پیغام بھیجا:"ہمارے پاس اهل مرو میں سے ایک شخص آیا ہے که جو خراسان کے اهل کلام میں سے ایک ہے۔ اگر آپؑ کو گراں نه گزرے تو آپؑ ہمارے پاس تشریف لے آئیں۔

امام علیه السلام اٹھے اور ہم سے فرمایا: تم مجھ سے پہلے روانه ہو چلو صابی بھی ہمارے ہمراہ تھا ہم دروازے پر پہنچے تو یا سر اور خالد نے میرے ہاتھ سے پکڑ کر مامون کی محفل میں داخل کیا۔ جب میں نے اسے سلام کیا تو اس نے کہا "میرے برادر بزرگوار ابوالحسن ا؛بقاہ الله تعالیٰ کہاں ہیں؟ میں نے کہا:"آپؑ اپنا لباس درست فرمارہے تھے۔ ہمیں هکم دیا ہے که ہم پہلے روانه ہوچلیں" پھر میں نے کہا:اے امیر! آپؑ کا غلام عمران میرے ساتھ تھا وہ دروازے پر ہے۔ تو اس نے کہا:"عمران کون ہے؟" تو میں نے کہا:"عمران صابی که جو آپ کے ہاتھوں پر اسلام لایا ہے" تو اس نے کہا:"اسے اندر آنا چاہیے" پس وہ اندر آیا تو مامون نے اس کو مرحبا کہا پھر اس سے کہا:"اے عمران! تجھے موت نہیں آئی یہانتک که تو بنی ہاشمؑ

میں سے ہوگیا" اس نے کہا: تمام تر حمد اس اللہ کے لیے ہے کہ جس نے مجھے آپ حضرات کے ذریعے عزت بخشی اے امیر!

تو مامون نے اس سے کہا: اے عمران! یہ سلیمان مروزی ہے کہ جو خراسان کا متکلم ہے" عمران نے کہا" اے امیر! یہ خراسان میں فقط خود کو ہی صاحب نظر گمان کرتا ہے اور بداء کا انکار کرتا ہے" تو اس نے کہا تو پھر تم کس وجہ سے اس سے مناظرہ نہیں کرتے ہو؟" عمران نے کہا: آپؑ کی اجازت کی ضرورت ہے" اسی اثناء میں امام رضا علیہ السلام داخل ہوئے اور فرمایا:"تم لوگ کس چیز میں بحث کرر ہے ہو؟" عمران نے کہا:"اے فرزند رسولؐ! یہ سلیمان المروزی ہے تو سلیمان نے کہا:"کیا تم اس بارے میں ابو الحسن علیہ السلام کے قول پر راضی ہو؟ عمران نے کہا:"میں تو ابو الحسن علیہ السلام کے بداء کے معاملے میں قول پر راضی ہوچکا ہوں اور آپؑ نے اس مسئلہ میں ایسی دلیل دی ہے کہ جس کے ذریعے میں نے مناظرہ کرنے والوں کو زیر کیا ہے"

مامون نے کہا:"اے ابو الحسنؑ! آپؑ اس مسئلے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جسمیں یہ دونوں بحث کرر ہے ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "اے سلیمان! تم بدا کا انکار کیوں کرتے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:"کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے خلق کیا حالانکہ وہ اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا اور فرماتا ہے:"وہ ہی ہے کہ جس نے شروع میں خلق کیا پھر دوبارہ اٹھانے والا ہے" اور فرماتا ہے وہ ہی زمین و آسمان کا خلق کرنے والا ہے اور فرماتا ہے اور مخلوق میں جیسے چاہتا ہے اضافہ فرماتا ہے اور فرماتا ہے:"اس نے انسان کی ابتدائی خلقت مٹی سے فرمائی اور فرماتا ہے اور دوسرے اللہ کے امر سے منہ موڑنے والے ہیں یا تو اللہ انہیں عذاب دے گا یا انکی توبہ قبول کرے گا" اور فرماتا ہے اس کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے یا کمی ہوتی ہے کتاب میں موجود ہے"

سلیمان نے کہا:"کیا اس مسئلے میں آپؑ کے اپنے آباو اجداد علیہم السلام سے بھی روایت کیا گیا ہے؟"

آپؑ نے فرمایا:"ہاں! مجھے فرمایا میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عزوجل کا علم دو قسموں کا ہے ایک ایسا علم کہ جو پوشیدہ خزانہ ہے کہ جسے اسکے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے تو بداسی میں ہی واقع ہوتا ہے اور دوسرا وہ علم ہے کہ جسے اس نے اپنی ملائکہ اور رسولوں کو عطا فرمایا ہے پس اللہ کے نبیؐ کی اہل بیتؑ کے علماء اسے جانتے ہیں"

سلیمان نے کہا:"میں جانتا ہوں کہ آپؑ مجھے اللہ تعالیٰ عزوجل کی کتاب سے اسے ثابت کریں"

آپؑ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو فرمایا پس آپؐ ان سے منہ پھیر لیجیے کہ آپؐ پرکوئی ملامت نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے انکو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کو تبدیل کیا (بدائو ا) تو فرمایا اور آپؐ انہیں تذکر فرمائیں کہ ذکر مومنین کو فائدہ دیتا ہے"

سلیمان نے کہا: آپؑ پر قربان جاؤں! میرے علم میں اضافہ فرمائیں" امام رضا علیھم السلام سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اپنے انبیاءؑ میں سے ایک نبیؑ کی طرف وحی فرمائی کہ تم فلاں بادشاہ کو بتا دو کہ میں اسے فلاں دن موت دینے والا ہوں"

پس اس نبیؑ نے اسکو یہ پیغام پہنچایا تو وہ بادشاہ تخت پر براجمان تھا۔وہ اس سے نیچے گر پڑا اور اس نے دعا کی: اے پالنے والے! مجھے مہلت عطا فرمایا یہانتک کہ میرے بچے جوان ہوجائیں اور میرے معاملات نمٹ جائیں"' تو اللہ عزوجل نے اس نبیؑ کی طرف وحی فرمائی کہ تم اس بادشاہ کے پا س جاؤ اور اسے بتاؤ کہ میں نے اسکی موت میں مہلت دی ہے اور میں نے اسکی عمر میں پندرہ15سال کا اضافہ کردیا ہے"

تو اس نبی نے عرض کی:"اے پالنے والے! تو بہتر جانتا ہے کہ میں نے ہرگز جھوٹ نہ بولا ہے"۔

تو اللہ تعالیٰ نے اسکی طرف وحی نازل فرمائی:"تم صرف مامور بندے ہو پس تم اس پیغام کو پہنچاؤ اللہ سے نہیں پوچھا جاسکتا کہ وہ کیا کررہا ہے" پھر آپؑ نے سلیمان کی طرف ہو کر فرمایا: کیا تو اس معاملے میں یہودیوں کو خوش کرنا چاہتا ہے؟

اس نے کہا:"میں اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہو ں یہودی کیا کہتے ہیں؟" آپؑ نے فرمایا:"یہودی کہتے ہیں کہ ہاتھ بندھے ہوئے ہیں وہ اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاملات سے فارغ ہوچکا ہے اب وہ کوئی نئی چیز خلق نہیں کرسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"خود انکے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں اور ان پر انکے عقیدے کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے" میں نے اس گروہ سے سنا ہے کہ جنھوں نے میرے بابا بزرگوار موسیٰ بن جعفر علیھا السلام سے بدا کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:"لوگوں میں سے جو بھی بدا ئکا انکا رکرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے لیے ایک قوم پیدا کرتا ہے کہ جو اسکے امر کی طرف پلٹاتا ہے۔

سلیمان نے کہا: کیا آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہ وہ ہم نے اسے شب قدر میں اتارا" نہیں بتائیں گے کہ یہ کس چیز کے بارے میں نازل ہوا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:"اے سلیمان! شب قدرف ایسی رات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں ایک سال سے دوسرے سال تک کی زندگی، موت، خیر شر اور رزق کو مقدر فرماتا ہے پس وہ جس چیز کو اس رات میں مقدر فرماتا ہے وہ حتمی ہوتی ہے"

سلیمان نے کہا:"اب میری سمجھ میں آگیا ہے۔آپؑ پر قربان جاؤں! میرے علم میں مزید اضافہ فرمائیے۔

آپؑ نے فرمایا:"اے سلیمان! کچھ معاملات اللہ عزوجل کے ہاں موقوف ہیں انمیں سے جنکو وہ چاہتا ہے مقدم کردیتا ہے اور جنکو چاہتا ہے موخر کردیتا ہے۔ اے سلیمان! علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:"علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ علم کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہؑ اور رسولوںؑ کو جھٹلانا نہیں چاہتا ہے۔ اور دوسرا علم وہ ہے کہ جسے اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی تعلیم نہ فرمایا ہے۔ پس وہ اسمیں سے جس کو چاہتا ہے مقدم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے موخر کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لکھ دیتا ہے"

سلیمان نے مامون سے کہا:"اے امیر! آج کے بعد سے میں بداء کا ہرگز انکار نہ کروں گا اور انشاہ اللہ تعالیٰ اسے کبھی بھی نہ جھٹلاؤں گا" مامون نے کہا:"اے سلیمان! تم جس چیز کے بارے میں چاہو ابو الحسنؑ سے سوال کرو البتہ تمہارے لیے لازم ہے کہ تم غور سے سنو اور انصاف کرو"۔

سلیمان نے کہا:"اے میرے آقا ؑ! کیا میں آپؑ سے سوال کرسکتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا:"جو تمہارے جی میں آئے سوال کرو" اس نے کہا:"آپ کیا فرماتے ہیں اس کے بارے میں کہ جو ارادے کو اسم یا صفت بنا ڈالے جیسے حیّ سمیع و بصیر اور قدیر؟

امام رضاؑ نے فرمایا:"میں بول رہا ہو ں تو چیز وں کو پیدا کررہا ہوں اور اختلاف کررہا ہوں کیونکہ جب وہ چاہتا ہے اور ارادہ کرتا ہے تو تم نہیں کہتے کہ میں پیدا کررہا ہوں اور اختلاف کررہا ہوں کیونکہ وہ سمیع اور بصیر ہے پس یہ اس بات پر دلیل ہے کہ وہ سمیع اور بصیر اور قدیر جیسا نہیں ہے۔ سلیمان نے کہا:"کیا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مرید ہے؟"آپؑ نے فرمایا:"اے سلیمان! تو کیا اسکا ارادہ اسکی ذات کے علاوہ ہے؟" اس نے کہا : "جی ہاں" آپؑ نے فرمایا:"گویا تو نے ثابت کردیا ہے کہ اسکے ساتھ کوئی دوسری چیز بھی ازلی ہے؟ سلیمان نے کہا :"میں نے تو ثابت کیا"۔

امام رضاؑ نے فرمایا:"کیا اللہ کی صفت مرید حاوث ہے؟" سلیمان نے کہا:"نہیں یہ حادث نہیں ہے؟" تو مامون نے چیخ کر اس سے کہا:"اے سلیمان! آپؑ جیسے ہی انصاف کے ساتھ تمہارے عیب نکال سکتے ہیں اور تم پر بڑائی کرسکتے ہیں۔ کیا تم نے اپنے اردو گرد اھل نظر نہیں دیکھے ہیں پھر کہا:"اے ابو الحسنؑ! اس سے مناظرہ فرمائیے کہ یہ خراسان کا مناظر ہے تو آپؑ نے اسکے سامنے مسئلہ دہرایا اور فرمایا: اے سلیمان! یہ صفت حاوث ہے کیونکہ جب کوئی چیز اذلی نہ ہو تو حادث ہو تی ہے اور جب حادث نہ ہو تو ازلی ہوتی ہے"

سلیمان نے کہا: اسکا ارادہ کیا اس طرح نہیں ہے کہ جیسے اس نے سنا ہو یا اس نے دیکھا ہو یا اس کا علم ہو؟" امام رضاعلیہ السلام نے فرمایا:"تو اسکا ارادہ اسکی ذات ٹھہرا؟اس نے کہا:"جی نہیں" آپؑ نے فرمایا:"پس مرید کی صفت سمیع و بصیر کی طرح نہ ہے"

سلیمان نے کہا اس نے فقط اپنی ذات کا ویسے ارادہ کیا کہ جیسے اس نے اپنے نفس کو سنا اور اپنے نفس کو دیکھا اور اپنے نفس کو جانا؟

امام رضاؑ نے فرمایا:"اپنی ذات کے ارادے کا معنیٰ کیا ہے ارادہ کیا کہ کوئی چیز ہو یا ارادہ کیا کہ حتمی ہو یا سمیر ہو یا بصیر ہو یا قدیر ہو؟"

اس نے کہا:"جی ہاں"

امام رضاؑ نے فرمایا:"کیا سب اسکے ارادے سے ہوا؟"سلیمان نے کہا:"جی ہاں" امام رضاؑ نے اس سے فرمایا:"اگر یہ سب اسکے ارادے کے بغیر نہیں ہوا تو تمہارے قول کا کہ اس نے ارادہ کیا کہ وہ حیّ، سمیع اور بصیر بن جائے"

سلیمان نے کہا:"بالکل ایسا ہی ہے یہ سب اسکے ارادے سے ہی ہوا ہے"

تب مامون اور اسکے گرد جمع لوگ اور امام علیه السلام مسکرادئیے پھر آپؑ نے ان لوگوں سے فرمایا:"خراسان کے متکلم پر نرمی کرو۔ اے سلیمان! تمہارے نزدیک وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتا رہتا ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ جسکی صفت اللہ تعالیٰ کو نہیں دی جاسکتی ہے" پس وہ لاجواب ہو کر رہ گیا۔

پھر امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"اے سلیمان! میں تم سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں"اس نے کہا آپؑ پر قربان جاؤں! پوچھیے"

آپؑ نے فرمایا:'مجھے تم اپنے بارے میں اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں بتاؤ کہ جب تم لوگوں سے کلام کرتے ہو تو وہ کیسے سمجھتے اور جانتے ہیں یا کیسے نہیں سمجھتے اور نہیں جانتے ہیں؟" اس نے کہا:"بلکہ ہم انہیں سمجھاتے اور تعلیم دیتے ہیں"۔

امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"پس لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ مرید ارادہ سے الگ ہوتا اور مرید ارادہ سے پہلے ہوتا ہے اور فاعل مفعول سے پہلے ہوتا ہے اور یہ بات تمہارے اس قول کو باطل کرتی ہے کہ ارادہ اور مرید ایک ہی چیز ہوتے ہیں"

اس نے کہا:"آپؑ پر قربان جاؤں! لوگ ایسا ہی سمجھتے اور نہ ہی اس طرح سوچتے ہیں"

آپؑ نے فرمایا:"میں تو سمجھتا ہوں کہ تم اس بارے میں بغیر معرفت کے علم کا دعویٰ کرتے ہو اور تم کہتے ہو ارادہ سمیع اور بصیر کی طرح ہے۔ اگر تمہارے نزدیک ایسا ہے تو بغیر معرفت اور عقل کے ہے" پس اس سے جواب نہ بن پایا۔

پھر امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"اے سلیمان! کیا اللہ تعالی جانتا ہے وہ ہوگا وہی ہوتا ہے" اس نے کہا:"جی ہاں"

آپؑ نے فرمایا:"اگر ایسا ہواور اسمیں سے کوئی چیز باقی نہ رہے اور سب ہوجائے تو وہ اسمیں اضافہ فرماتا ہے یا انہیں انکے حال پر چھوڑ دیتا ہے؟" سلیمان نے کہا:"بلکہ انمیں اضافہ فرماتا ہے"

آپؑ نے فرمایا:"تمہارے قول میں یہ دکھائی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انمیں اس چیز کا اضافہ کیا کہ جو اسکے علم میں نہیں تھا کہ وہ ہونے والا ہے"

اس نے کہا:"آپ پر قربان جاؤں! اضافہ کی تو کوئی غرض نہ ہے" آپؑ نے فرمایا:"تمہارے نزدیک اس کا علم اسکا احاطہ نہیں کرسکتا ہے کہ کیا ہونے چلا ہے خصوصاً جب اسکی غرض کا علم نہ ہوسکا ہے اور جب اس کا علم آئندہ ہونے والے معاملات کا احاطہ نہ کرسکتا ہے تو گویا اسے اس بارے میں علم ہی نہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سب سے بہت بلند ہے۔

سلیمان نے کہا:"میں نے فقط یہ کہا ہے کہ وہ اسے نہیں جانتا کیونکہ اس کی کوئی غرض ہی نہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمیشگی سے وصف دیا ہے اور ہم اسے پسند نہیں کرتے کہ ہم انمیں عدم تسلسل کو قرار دیں"۔

امام رضاؑ نے فرمایا:"اس سب کا علم اسکے ان سے عدم تسلسل کا موجب نہیں بنتا ہے کیونکہ وہ اسے جانتا ہے پھر انمیں اضافہ کرتا ہے پھر ان سے عدم تسلسل کا شکار نہیں ہوتا ہے اور اسی طرح ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:"جب انکی جلدیں سڑجائیں گی تو ہم انکو نئی جلدیں دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مذا چکھ سکیں" اور اللہ تعالیٰ نے اهل جنت سے کہا:"ایسی عنایت ہے کہ جسمیں عدم تسلسل نہیں ہے اور اللہ عزو جل فرماتا ہے:"اور اسمیں بہت زیادہ پھل ہیں کہ جنمیں نہ تو کوئی کمی آسکتی ہے اور نہ ہی اسمیں کوئی ممنوعہ ہیں" پس اللہ عزوجل یہ سب جانتا ہے اور اسمیں اضافہ کو ان سے منقطع نہیں کرتا ہے۔تم کیا سمجھتے ہو کہ جو اهل جنت کھائیں گے اس نے کہا: بالکل کرے گا"

آپؑ نے فرمایا:"کیا وہ ان سے منقطع کرے گا کہ اس نے اس کا عوض بھی دیا؟" سلیمان نے کہا:"جی نہیں"

آپؑ نے فرمایا:''پس اسی طرح ہر وہ کہ جو واقع ہوگا اور اسمیں وہ نعم البدل دینا ہے وہ اسمیں ان سے منقطع نہیں کرتا ہے"

سلیمان نے کہا:"یقینا وہ ان سے منقطع کرتا ہے اور اسمیں اضافہ نہیں کرتا ہے" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"تب تو ان دونوں میں بدا واقع ہوگا اور اے سلیمان! یہ ہمیشگی کے دعوے کے برخلاف ہو گا اور قرآن کے بھی خلاف ہوگا کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ان کو اختیار ہوگا کہ اسمیں جو چاہیں گے اور ہمارے پاس تو مزید بھی ہے اور فرماتا ہے "ایسی عنایت ہے کہ جسمیں عدم تسلسل نہیں ہے اور فرماتا ہے وہ اس میں سے نہیں نکالے جائیں گے" اور فرماتا ہے: وہ ہمیشہ رہیں گے اور فرماتا ہے اسمیں بہت زیادہ پھل ہیں کہ جو کبھی نہ ختم ہونے والے اور ممنو ع نہیں ہیں"

پس اس سے جواب نہ بن پایا۔

پھر امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اے سلیمان! کیا تم مجھے نہیں بتاؤ گے کہ ارادہ فعل ہے یا غیر فعل ہے؟" اس نے کہا بلکہ یہ فعل ہے"

امام علیہ السلام نے فرمایا:"تب یہ حادث ہے کیونکہ ہر فعل حادث ہوتا ہے"

اس نے کہا:"وہ فعل نہ ہے" آپؑ نے فرمایا:"تب وہ اس کے ساتھ اذلی ہے؟" سلیمان نے کہا:"ارادہ انشاء ہے"

آپؑ نے فرمایا:"اے سلیمان! یہ وہ چیز ہے کہ جو تم نے ضرار اور اسکے ساتھیوں کے خلاف بطور داؤ استعمال کیا ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آسمان یا زمین یا بحر یا جیل یا خشکی میں کتے یا خنزیر یا بند ر یا یانسان یا چو پائے کو خلق کیا تو اللہ عزوجل کا ارادہ تھا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہی سے وہ سب زندہ ہیں اور مرتے ہیں اور جاتے ہیں اور کھاتے ہیں اور پیتے ہیں، جماع کرتے اور بچے پیدا کرتے ہیں، ظلم کرتے اور برائیاں کرتے ہیں اور کفراور شرک کرتے ہیں۔ پس وہ ہی اسمیں سے نکالتا ہے اور اسمیں دوبارہ ڈالتا ہے اور یہی اسکی تعریف ہے"

سلیمان نے کہا:"ارادہ سننے، دیکھنے اور علم کی طرح ہے"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"تم دوبارہ اس طرف لوٹ آئے ہو تو مجھے سننے، دیکھنے اور علم کے بارے میں بتاؤ کہ کیا وہ مخلوق ہیں؟"

سلیمان نے کہا:"نہیں"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: تم اسکی نفی کیسے کرسکتے ہو تم ایک مرتبہ کہتے ہو کہ اس نے ارادہ نہیں کیا اور ایک مرتبہ کہتے ہو کہ اس نے ارادہ کیا اور اس کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے؟"

سلیمان نے کہا:"یہ سب تو فقط ہمارے اس قول کی طرح ہے ایک مرتبہ وہ جانتا ہے اور ایک مرتبہ نہیں جانتا ہے"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"یہ ایک جیسا ہرگز نہیں ہے کیونکہ معلوم کی نفی علم کی نفی ہوتی ہے جبکہ مراد کی نفی ارادے کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب اس نے ارادہ کیا تو ارادہ واقع نہیں ہوتا اور کبھی کبھی علم ثابت ہوتا ہے اور اگر معلوم بصر جیسا نہ ہے تو انسان بھی بصیر ہوتا۔ اور اگر مبصر نہ ہو تو علم ثابت ہوگا اگرچہ وہ معلوم نہ بھی ہو"

سلیمان نے کہا:"ارادہ مخلوق ہے؟" آپؑ نے فرمایا:"تب یہ حادث ہے اور سمع اور بصر کی طرح نہ ہے کیونکہ سمع اور بصر مخلوق نہیں ہیں جبکہ ارادہ مخلوق ہے"

سلیمان نے کہا: تو اس نے کہا یہ اسکی صفات میں سے ازلی صفت ہے" آپؑ نے فرمایا:"تو پھر انسان کو بھی لازوال ہونا چاہیے کیونکہ اسکی صفت لازوال ہے" سلیمان نے کہا:"نہیں کیونکہ اس نے ایسا نہیں کیا ہے" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اے خراسانی! تم کتنے غلط ہو کیا اس کے ارادہ اور قول کے علاوہ چیزیں واقع نہیں ہوتی ہیں سلیمان نے کہا: "جی نہیں آپ نے فرمایا:"جب اسکے ارادہ اسکی مشیت اور اسکے امر و نہی ہی مباشرت کے ساتھ اشیاء واقع نہین ہوتی ہیں تو اللہ عزوجل اس چیز سے کیسے منزو ومبریٰ ہے" اس سے جواب نہ بن پایا۔

پھر امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:کیا تم مجھے اللہ کے فرمان "اور جب ہم کسی گاؤں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اسمیں رہنے والوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ اسمیں فسق و محوز پھیلا تے ہیں" یعنی اس سب کے ذریعے وہ ارادے کو پیدا کرتاہے؟"

اس نے کہا:"جی ہاں"

آپؑ نے فرمایا:"جب وہ ارادہ پیدا کرتا ہے تو تمہارا یہ کہنا کہ ارادہ وہ خود ہے یا اسمیں سے کوئی چیز ہے باطل ہوجاتا ہے کیونکہ یہ تو ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ خود کو پیدا کرے اور نہ ہی وہ اپنی حالت کو تبدیل کرسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند تر ہے"

سلیمان نے کہا:"اس سے اس نے یہ مراد نہیں لیا کہ اس نے ارادہ کو پیدا کیا" آپؑ نے فرمایا: تو اس نے اس سے کیا مراد لیا ہے؟"

اس نے کہا:"اس نے اس سے کسی چیز کے فعل کو مراد لیا ہے"

امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"تمہارے لیے ویل ہو کیوں اس مسئله میں تردکا شکار ہو جبکه میں تمہیں بتا چکا ہوں که اراده حاوث شئی ہے کیونکه فعل حاوث چیز ہوتا ہے"

اس نے کہا:"اس کا کوئی معنی نہیں ہے"

امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"تمہارے نزدیک اس نے اپنی ذات کو صفت دی اور اراده کو بھی اپنی صفت بتایا که جس کا کوئی معنیٰ نه ہے اور جب اس کے لیے قدیم ہونے یا حاوث ہونے کا کوئی معنیٰ نه ہے تو تمہارا یه قول باطل ہے که الله تعالیٰ ازل سے مرید ہے"

سلیمان نے کہا:"میری مراد فقط یه تھی که اراده الله تعالیٰ کا ازل سے فعل ہے آپؑ نے فرمایا:"کیا تم نہیں جانتے که جو ازلی ہوتا ہے وہ ایک ہی حالت میں مفعول، قدیم اور حاوث نہیں ہوسکتا ہے" پس اس سے کوئی جواب نه بن پایا۔

امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"اسمیں کوئی حرج نہیں ہے میں تمہارے مسئلے کو تمام کروں گا" سلیمان نے کہا:"آپؑ نے فرمایاہے که:"اراده اسکی صفات میں سے ایک صفت ہے؟" آپؑ نے فرمایا:"تو کتنی مرتبه مجھ سے پوچھے گا که وہ اسکی صفات میں سے ایک صفت ہے تم ہی بتاؤ که صفت حاوث ہوتی ہے یا لازوال ہوتی؟

سلیمان نے کہا:"حاوث ہوتی ہے" امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"الله اکبر! تب اراده حاوث ہے گرچه وہ اسکی صفات میں سے لازوال صفت ہے پس اس نے کسی چیز کا اراده نہیں کیا ہے"

امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"جو ازل نہیں ہے وہ مفعول واقع نہیں ہوسکتا ہے۔

سلیمان نے کہا:"چیزوں کا کوئی اراده نہیں ہوتا ہے اور نه ہی اس نے کسی چیز کا اراده کیا" امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"اے سلیمان! تجھے وسوسه ہوا ہے۔ اس نے ایسا کیا اور خلق کیا اور وہ اسکا فعل اور اسکی مخلوق ہی ہے۔ اور یه ایسی صفت ہے که جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا ہے که الله تعالیٰ نے اس بارے میں کیا کیا ہے۔

سلیمان نے کہا:"اے میرے آقاؑ! میں آپؑ کو بتا چکا ہوں که اراده سننے، دیکھنے اور علم جیسا ہے"

مامون نے کہا: اے سلیمان! ویل ہو تمہارے لیے۔ کتنا غلط اور تکرار ہے یه اس کو چھوڑو اور اسکے علاوہ کوئی بات کرو کیا تم اس کے علاوہ کے ذریعے رد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے؟"

امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"اے امیر! اس کو چھوڑئیے اسکے مسئله میں آپ دخل اندازی مت کیجیے اور وہ اسے حجت نه بنالے! اے سلیمان! تم گفتگو جاری رکھو" اس نے کہا:"میں آپؑ کو بتا چکا ہوں که اراده سننے،دیکھنے اور علم کی طرح ہے"

امام رضا علیه السلام نے فرمایا:سمیں کوئی حرج نہیں ہے تم مجھے یه بتاؤ که اس کا معنیٰ ایک ہی ہے یا مختلف معانی ہیں؟"

اسلیمان نے کہا: ایک ہی معنی ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"تب تمام ارادوں کا معنیٰ ایک ہی ہے؟"

سلیمان نے کہا:"جی ہاں"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"جب ارادے کا معنیٰ ایک ہی ہے تو اٹھنے کا ارادہ بیٹھنے کا بھی ارادہ ہوگا اور زندگی کا ارادہ موت کا بھی ارادہ ہوگا۔ اور جب ارادہ ایک چیز ہے تو انمیں سے کوئی ایک بھی دوسرے پر مقدم نہ ہوگا اور انمیں سے کوئی دوسرے کے مخالف نہ ہوگا اور وہ سب ایک چیز ہوئے"

سلیمان نے کہا: ارادے کا معنیٰ مختلف ہوتا ہے"

آپؑ نے فرمایا:"تم مجھے مرید کے بارے میں بتاؤکیا وہ ارادہ ہی ہے یا ارادہ کے علاوہ کوئی دوسری چیز ہے؟"

سلیمان نے کہا:"بلکہ وہ ارادہ ہی ہے"

امام رضا علیہ السلام بت فرمایا:"جب وہ ارادہ ہے تو تمہارے نزدیک مرید بھی مختلف ہونگے؟ اس نے کہا اے میرے آقاً ارادہ مرید نہیں ہے آپؑ نے فرمایا:"تب ارادہ حاوث ہے بصورت دیگر اس کے ساتھ اسکا غیر شریک ہوگا سمجھو اور اپنے مسئلہ میں مزید علم حاصل کرو"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"کیا اس نے اپنا یہ نام خود رکھا ہے؟"

سلیمان نے کہا:نہیں اس نے اپنا نام خود نہیں رکھا ہے"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"پس تمہیں کوئی حق نہیں ہے کہ جو اس نے اپنا خود نام نہیں رکھا وہ تم اسکا نام بنادو؟" اس نے کہا اس نے اپنی صفت بیان کی ہے کہ وہ مرید ہے"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"صفت اسکی ذات کی نہیں ہوتی ہے وہ مرید ہے اسکے ارادہ کے بارے میں اخبار ملتی ہیں۔لیکن اس بارے میں کوئی خبر نہیں ملتی ہے کہ ارادہ اسکے ناموں میں سے ایک نام ہے"

سلیمان نے کہا:"کیونکہ اس کا ارادہ اسکا علم ہے'

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اے جائل!جب وہ کسی چیز کو جانے گا تو ہی اس کا ارادے کرے گا؟"

سلیمان نے کہا:"درست ہے" آپؑ نے فرمایا:"جب اس نے ارادہ نہ کیا تو مطلب ہے کہ وہ نہیں جان پایا؟ سلیمان نے کہا:"درست ہے"

امام علیہ السلام نے فرمایا:"تم کس بنیاد پر یہ سب کہتے ہو اور اس بات پر کیا دلیل ہے کہ اسکا ارادہ اسکا علم ہی ہے حالانکہ وہ جس کا ارادہ نہیں کرتا ہے وہ اسکو بھی جانتا ہے اور یہ اللہ عزوجل کا قول ہے اور اگر ہم چاہتے تو یقینا وہ اس کے ساتھ ہی ختم ہوجاتا کہ جسکی ہم نے تمہاری طرف وحی فرمائی تھی"

پس وہ جانتا ہے کہ اسے کیسے ختم کرسکتا ہے حالانکہ اس نے ہرگز ختم نہیں کیا ہے؟سلیما ن نے کہا:"اس لیے کہ وہ معاملے سے فارغ ہوگیا اور وہ اسمیں کسی چیز کا اضافہ کرنے والا ہی نہیں ہے"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"یہ یہودیوں کا عقیدہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا ہے: تم سب مجھ سے دعا کرو تو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" سلیما ن نے کہا:"اس سے اسکی مراد فقط یہ ہے کہ وہ اس پر قادر ہے"

آپؑ نے فرمایا:"کیا اللہ نے ایسا وعدہ کیا ہے کہ جس سے وہ وفا نہیں کرنے والا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:" وہ خلقت میں جتنا چاہے اضافہ کرتا ہے"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لکھ دیتا ہے اور اس کے پاس ہی بنیادی کتاب ہے جبکہ وہ معاملات سے فارغ ہوچکا ہے تو اس سے کوئی جواب نہ بن پایا۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اے سلیمان! کیا وہ جانتا ہے کہ انسان واقع نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کا ارادہ ہے کہ وہ انسان کو کبھی خلق کرے گا اور انسان جو اس دن مررہا ہے وہ نہیں چاہتا ہے کہ وہ اس دن مرے؟

سلیمان نے کہا:"جی ہاں"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: گویا وہ جانتا ہے کہ جسکے ہونے کا ارادہ رکھتا ہے وہ ہوگا اور یہ جانتا ہے کہ جس کا وہ ارادہ نہیں رکھتا ہے وہ بھی ہوگا؟"

اس نے کہا:"وہ جانتا ہے کہ وہ دونوں ہی ہونگے"

امام رضاعلیہ السلام نے فرمایا: تب تو وہ جانتا ہے کہ انسان ایک ہی حالت میں زندہ، مردہ، کھڑا، بیٹھا، اندھا اور دیکھنے والا ہے اور یہ محال ہے"

اس نے کہا: آپؑ پر قربان جاؤں! وہ جانتا ہے کہ انمیں سے ایک ہوگا دوسرا نہیں ہوگا" آپؑ نے فرمایا:"کوئی حرج نہیں ہے کہ انمیں سے کوئی بھی واقع ہو خواہ وہ کہ جس کا اس نے ارادہ کیا یا وہ کہ جس کا اس نے ارادہ نہ کیا ہے؟

سلیمان نے کہا:"وہ ہوتا ہے کہ جسکا وہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ ہو"

تو امام رضا علیہ السلام مسکرا دئیے اور مامون اور دیگر مناظر بھی ہنسنے لگے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"تو نے غلط کہا اور تو نے اپنے اس قول کو چھوڑ دیا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ انسان آج کے دن مرجائے گا حالانکہ وہ ارادہ نہیں رکھتا وہ اس دن مرجائے، اور یہ کہ وہ مخلوق کو خلق کرتا ہے حالانکہ وہ انکو خلق کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے اور جب تم لوگوں کے مطابق علم رکھتا ہے کہ جس کا وہ ارادہ نہیں رکھتا وہ بھی ہوجائے گا تویقینا وہ جانتا ہے کہ جس کا اس نے ارادہ کیا ہے وہ بھی ہوکر رہے گا"

سلیمان نے کہا:"میرا کہنا فقط یہ ہے کہ ارادہ نہ تو وہ خود ہے اور نہ ہی اسکا غیر ہے"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اے جائل جب تم نے کہا کہ ارادہ وہ نہیں ہے تو تم نے ارادہ کو اس کا غیر بنا دیا اور جب تم نے کہا کہ وہ اسکا غیر نہیں ہے تو گویا تم اسے ارادہ اسی ہی قرار دیا"

تو سلیمان نے کہا:"تو وہ جانتا ہے کہ اس نے چیز کو کیسے بنایا؟"

آپؑ نے فرمایا:"ہاں" سلیمان نے کہا:"تو یہ سب اس چیز کے لیے اثبات ہے"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو کہنا چاہتا ہے کہ کیونکہ آدمی کبھی کبھی اچھی عمارت بنالیتا ہے حالانکہ اس نے کبھی عمارت نہیں بنائی ہوتی ہے اور اچھی سلائی کرلیتا ہے حالانکہ اس نے کبھی سلائی نہیں کی ہوتی اور کبھی اچھی چیز بنا لیتا ہے حالانکہ اس نے کبھی بھی کوئی چیز نہیں بنائی ہوتی ہے پھر اس سے فرمایا:"اے سلیمان! کیا اللہ جانتا ہے کہ وہ واحد ہے اور اس کے ساتھ کوئی چیز شریک نہ ہے؟" اس نے کہا:"جی ہاں" آپؑ نے فرمایا:"کیا یہ سب کسی چیز کا اثبات ہوسکتا ہے؟" سلیمان نے کہا:"وہ نہیں جانتا ہے کہ وہ ایک ہے اور اسکے ساتھ کوئی چیز شریک نہیں ہے"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"کیا تم جانتے ہو کہ تم کیا ہو؟اس نے کہا:"جی ہاں" آپؑ نے فرمایا:"تب تو تم اس سے بھی بڑے عالم ہو؟"

سلیمان نے کہا:"مسئلہ محال ہے"

آپؑ نے فرمایا:"تمہارے نزدیل محال ہے کہ وہ واحد ہے اور اسکے ساتھ کوئی چیز نہیں ہے اور یہ کہ وہ سمیع و بصیر اور حکیم اور قادر ہے؟"

اس نے کہا:"جی ہاں" آپؑ نے فرمایا:"جب اللہ ہی نہیں جانتا ہے کہ وہ واحد، حیٔ، سمیع، بصیر،حکیم،قادر، علیم اور خبیر ہے تو میں یہ سب کیسے بتا سکتا ہوں؟

اور یہ اس کے قول کا رد تھا اور اس کو اس بات میں جھٹلاتا تھا کہ جس سے اللہ تعالیٰ بلند و بالا ہے۔

پھر اما م رضا امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"تو وہ کیسے ارادہ کرسکتا ہے کسی چیز کو بنانے کا جبکہ وہ اسے بنانے کو نہیں جانتا ہے اور نہ ہی یہ جانتا ہے کہ وہ کیا ہے اور جب بنانے والا بنانے سے پہلے یہ نہ جانتا ہو کہ چیز کیسے بنائی جاتی ہو تو وہ حیران ہی رہ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے"

سلیمان نے کہا:"ارادہ قدر ت ہے" امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اللہ عزو جل ہر اس چیز پر قادر ہے کہ جس کا وہ ارادہ کرتا ہے اور یہ لازم ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:"اور اگر ہم چاہتے تو جو ہم نے تمہاری طرف وحی کیا ہے اسے ہرگز ختم کردیتے" پس اگر ارادہ قدرت کا حصہ ہوتا تو اس نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اسے اپنی قدرت کے سبب ختم کردے" سلیمان ہکا بکا رہ گیا تو مامون نے اس وقت کہا:"اسے سلیمان! یہ ہاشمیوں میں سب سے بڑے عالم ہوں۔" پھر پورا گروہ منتشر ہوگیا۔

شیخ صدوق نے دونوں کتابوں میں اس روایت کے بعد کہا ہے کہ مامون امام رضا علیہ السلام کے خلاف مختلف فرقوں کے مناظر اور گمراہ کن خواہشات کے پیروکاروں میں سے جس کے بارے میں سنتا تھا

جمع کیا کرتا تھا کیونکہ اسے حرص تھا کہ وہ انمیں سے کسی کی دلیل کے ذریعے ہی امام رضا علیہ السلام کولاجواب کر سکے اور یہ اسکا آپؑ سے حسد کے سبب تھا اور آپؑ کی علمی منزلت کی وجہ سے تھا کہ کوئی بھی آپؑ سے مناظرہ کرتا تھا تو وہ آپؑ کی فضیلت کا اقرار کرتا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آپؑ کی عزت میں اضافہ اور انکے آپؑ کے نور کو کامل اور آپؑ کی حجت میں نصرت کرنا چاہتا تھا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایسا ہی وعدہ کیا ہے کہ اس نے فرمایا ہے: "یقینا ہم اپنے رسولوںؑ اور ان لوگوں کی کہ جو دنیا وی زندگی میں ہی ایمان لائے مددکریں گے" یعنی صاحبان ایمان کو جو ائمۃ الھدیٰ علیھم السلام ہیں اور انکی معرفت کے ساتھ پیرو کار ہیں۔ اور ان سے دین لینے والے ہیں اور انکی معرفت کے ساتھ پیرو کار ہیں۔ اور ان سے دین لیے والے ہیں وہ دلیل کے ذریعے انکی مدد کرے گا"

صدوق نے عیون اور امالی میں ہی اپنی اسناد کے ساتھ ابو صلت ھروی سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے مناظرے کے لیے جب اھل اسلام کے مختلف مناظروں اور مختلف ادیان مثلاً یہود و نصاری، مجوس، صائب اور باقی تمام مناظرہ کرنے والوں کو بلایا تو جب کوئی ایک بھی آپؑ کے دلائل کے سامنے نہ ٹک پایا کہ گویا آپؑ نے انکے منہ پر پتھر باندھ دیا۔ تو آپؑ کے سامنے علی بن محمد الجھم کھڑا ہوا تو اس نے کہا: "اے فرزند رسولؑ علیہ السلام کیا آپؑ انبیاءؑ کی عصمت کے قائل ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "ہاں"

اس نے کہا: تو آپؑ اللہ تعالیٰ کے قول: اور آدمؑ نے اپنی ر ب کی نافرمانی کی اور دھوکہ کھا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول "اور جب ذالنون غصے ہوکر چلا اور اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر قدر ت نہیں رکھتے" اور یوسفؑ کے بارے میں قول: اس عورت نے اسکا خیال کیا اور اس نے اس عورت کے بارے میں قول:"اس عورت نے اسکا خیال کیا اور اس نے اس عورت کے بارے میں سوچا' اور داوئد علیہ السلام کے بارے میں اللہ عزوجل کے قول اور داوئدؑ نے گمان کیا کہ ہم نے ہی اسے فتنہ میں ڈالا ہے اور عزوجل کے اپنے نبی محمدؐ کے بارے میں قول" اور آپ نے اپنے اندر وہ چھپا رکھی ہے کہ جسے اللہ ظاہر کرنے والا ہے؟ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟" امام رضاؑ نے فرمایا:"افسوس ہے تم پر اے علی! اللہ کے غضب سے ڈرو اور انبیاءؑ کی طرف فحاشی کی نسبت مت دو۔

اور اللہ کی کتاب کی اپنی رائے سے تاویل مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اسکی تاویل ہرگز کوئی نہیں جانتا ہے ماسوائے اللہ تعالیٰ کے اور ان کے کہ جو راسخون فی العلم ہیں"

اللہ عزوجل کا آدمؑ کے بارے میں فرمان کہ:"اور آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور دھوکہ کھاگئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی زمین پر اپنی حجت اور اپنی سلطنت میں اپنا نائب بنا کہ خلق کیا اور آدمؑ کو جنت کے لیے خلق نہیں کیا تھا۔ اورآدمؑ سے نافرمانی جنت میں ہوئی ہے نہ کہ زمین میں۔ اور آدمؑ کی عسمت کا وجواب فقط زمین پر ہے تاکہ اللہ عزول کے امر کے مقادیر مکمل ہوسکیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو زمین پر اتارا اور اسے حجت اور نائب بنایا تو وہ معصوم تھے اور اس کا ثبوت اللہ عزو جل کا فرمان ہے" یقینا اللہ نے آدمؑ، نوحؑ، آل ابراہیمؑ، اور آل عمرانؑ کو عالمین پر اصطفا کیا"

اور جہاں تک اللہ عزوجل کے قول: اور جب ذالنونؑ غصے ہو کر چلا اور اس نے گمان کیا کہ ہم اس پر قدرت نہیں رکھتے" یہاں پر ظن یقین کے معنیٰ میں ہے کہ اسے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اس پر اسکے رزق میں تنگی نہ کرے گا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سُنا: اور جب اس کا رب اسے مصیبت میں ڈالنا چاہے تو اس پر اس کے رزق کو مقدر کردیا یعینی اس پر اسکا رزق تنگ کردیا۔ اگر وہ گمان کرتے کہ اللہ ان پر قادر نہ ہے تو یقینا وہ کفر کرتے"

اور جہاں تک یوسفؑ کے بارے میں اللہ عزوجل کے فرمان: اور یقینا اس عورت نے اس کے بارے میں سوچا اور اس نے اس عورت کے بارے میں سوچا کا تعلق ہے تو اس عورت نے گنا ہ کے بارے میں ہی سوچا تھا۔ اور یوسفؑ نے اسکے قتل کے بارے میں سوچا تھا کہ اگر اس نے آپؑ کو مجبور کیا تو وہ ایسا کریں گے تو اللہ عزوجل نے یوسف علیہ السلام سے اس عورت کے قتل اور فحاشی سے بچایا اور یہ اللہ عزوجل کا ہی فرمان ہے:"اور اس طرح ہی ہم نے اس سے برائی کو دور ہٹایا" یعنی قتل اور فحاشی یعنی زنا سے

اور جہاں تک داود علیہ السلام کی بات ہے تو تمہارے ہاں انکے معاملے میں کیا کہا جاتا ہے؟"

تو علی بن محمدبن الجهم نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ:"داود علیہ السلام محراب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابلیس انکے سامنے ایک خوبصورت پرندے کی صورت میں آیا تو داود علیہ السلام نے اپنی نماز توڑدی اور پرندے کو پکڑنے کے لیے لپکے مگرہ وہ پرندہ گھر سے صحن میں نکل گیا آپؑ اسکے پیچھے نکلے تو وہ چھت پر چڑھ گیا تو آپؑ بھی اسکو پکڑنے کے لیے چھت پر چڑھے تو وہ پرندہ اور یابن حنان کے گھر میں گر پڑا داود علیہ السلام نے اسکی طرف دیکھا تو اوریا کی بیوی غسل کررہی تھی جب آپؑ نے اس عورت کی طرف دیکھا تو اس عورت کو پانے کی خواہش انکے دل میں ابھری آپؑ نے اوریا کو ایک جنگ میں بھیج چکے تھے آپ نے اسکے فوجی سردار کو لکھا کہ وہ اوریا کو موت کہ منہ میں دھکیل دے اس نے اُوریا کو آگے رکھا مگر اسے مشرکین پر کامیابی حاصل ہوئی۔ تو داؤدؑ پر یہ بات گراں گزری تو آپؑ نے دوسری مرتبہ لکھا کہ وہ اسے آگے موت کے منہ میں رکھے۔ اس نے اُوریا کو آگے بھیجا تو وہ شہید ہوگیا اور داؤدؑ نے اسکی بیوی سے شادی کرلی۔

امام رضا علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ اپنی پیشانی پر مارا اور فرمایا:"اناللہ واناالیہ راجعون! تم لوگوں نے اللہ کے انبیآء علیهم السلام میں سے ایک نبیؑ پر تہمت لگائی ہے کہ اس نے اپنی نماز میں کوتاہی کی یہانتک کہ پرندے کے پیچھے نکل گئے۔ پھر تم نے نبی پر فاحشہ کی تہمت لگائی پھر قتل کی تہمت لگائی ہے"

تو اس نے کہا:"اے فرزندِرسولؐ! داؤ د علیہ السلام کی کیا خطا کی تھی؟

تو آپ نے فرمایا:"افسوس ہے تم پر! داؤد علیہ السلام نے فقط یہ گمان کیا تھا کہ اللہ عزو جل نے اپنی مخلوق میں ان سے بڑھ کر کوئی خلق نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے انکی طرف دوفرشتے بھیجے وہ دونوں محراب کی طرف گئے اور دونوں نے کہا: ہم دو مخالفین ہیں کہ جنھوں نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے پس آپ ہمارے درمیان حق کا فیصلہ فرمائیے اور طرفداری مت فرمائیے ہمیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرمائیے یہ میرا بھائی ہے اسکی ننانوے بھیڑیں ہیں اور میں فقط ایک بھیڑ ہے تو اس نے مجھے کہا ہے کہ میں وہ بھیڑ بھی اسے دے دوں اور اس نے مجھ سے دھوکہ شروع کردیا ہے" تو داود علیہ السلام نے مدعی علیہ

کے خلاف فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا: اس نے تم سے تمہاری بھیڑ اسکی بھیڑوں میں شامل کرنے کا کہہ کر تم پر ظلم کیا ہے۔ اور مدعی سے ثبوت نہیں مانگا تھا اور مدعی علیہ کی کسی بات کو قبول نہ کیا تو اس سے فرمایا:"تم کیا کہتے ہو؟" پس یہ تھی انکی خطا کہ انہوں نے فیصلے میں نئے انداز کو اختیار کیا نہ کہ وہ بات ہے کہ جو تم کہتے ہو۔ کیا تم نے اللہ عزوجلکا فرمان نہیں سنا ہے: اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے پس تم لوگوں کے درمیان حق کا فیصلہ کرو" الیٰ آخر آیۃ۔۔۔

تو اس نے کہا:"اے فرزندِرسولؐ! تو داود علیہ السلام کا اُوریا کے ساتھ کیا قصہ تھا؟"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"داؤد علیہ السلام کے دنوں میں جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تھا یا قتل ہوجاتا تھا تو وہ اس کے بعد کبھی بھی شادی نہ کیا کرتی تھی تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو کہ جسکا شوہر قتل ہوچکا تھا شادی کے لیے فقط داود علیہ السلام کے لیے مباح قرار دیا۔ پس آپ نے اُوریا ے کے قتل کے بعد اسکی بیوی سے شادی کرلی اور تب اسکی عدت پوری ہوچکی تھی۔ پس یہ بات ہے کہ جو لوگوں کو اوریا ء کے معاملے میں بری لگی۔

اور جہان تک محمدؐ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان:"اور آپؐ نے اپنے اندر وہ چھپایا ہوا ہے کہ جسے اللہ ظاہر کرنے والا ہے اور آپؐ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے" کا تعلق ہے تو کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کو دنیاوی گھر اور اُخروی گھر میں آپ کی ہونے والی تمام ازواج کے نام بتائے تھے اور یہ کہ وہ سب امہات المومنین ہیں جن کے نام آپ کو بتلائے گئے ان میں سے ایک نام زینب بنت حجش علیھا السلام کا بھی تھا اور وہ ان دنوں زید بن حارثہ کی بیوی تھیں تو آپ نے اسکا نام اندر ہی اند چھپا رکھا تھا اور اسے ہرگز ظاہر نہ کیا تاکہ منافقین میں سے کوئی ایک بھی یہ نہ کہہ پائے کہ آپؐ کی بیو ی ایک دوسرے شخص کے گھر میں ہے حالانکہ وہ امہات المومنین میں سے ایک ہے اور آپ کو منافقین کے قول سے ڈر محسوس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"اور آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالانکہ اللہ اس چیز کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرا جائے" یعنی اندر ہی اندر اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کی شادی کی سرپرستی نہیں فرمائی ہے ماسوائے حوؑ کی آدم علیہ السلام سے شادی، زینبؑ کی رسول اللہ سے شادی"اور جب اسے زید سے طلاق ہوگئی تو ہم نے اسے تمہیں بیاہ دیا الایۃ اور فاطمۃ علیھا السلام کی علی علیہ السلام سے شادی کی۔

تب علی بن محمد بن الجھم رونے لگا اوراس نے کہا:"اے فرزندؐ رسولؐ! میں نے جو بھی اللہ کے انبیآءؑ کے بارے میں کیا ہے میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ آج کے اس دن کے بعد میں وہی کہوں گا کہ جو آپؐ نے فرمایا"

اور بحار الانوار میں سعید علی ابن طاؤوس کی کتاب "فرج المھوم بھرفۃ منج الحلا ل والحرام من علم النجوم" سے نقل کیا گیا ہے کہ سید نے کہا کہ میں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران بن عبداللہ القبی کی کتاب نواور الحکمۃ میں دیکھا ہے کہ اس نے روایت کی ہے کہ ابو الحسن امام رضا علیہ السلام نے حسن بن سھل سے فرمایا:"تمہارا نجوم کے بارے میں حساب کیسا ہے؟" تو اس نے کہا:"میں نے تو علم نجوم کی کسی چیز کو نہیں چھوڑا ہے میں نے سب کچھ سیکھا ہے"

تو ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا:"سورج کی روشنی کو چاند کی روشنی پر کتنے درجے فضیلت ہے اور چاند کی روشنی کو مشتری کی روشنی پر کتنے درجے فضیلت ہے اور مشتری کی روشنی کو زہرہ کی روشنی پر کتنے درجے فضیلت ہے؟"

تو اس نے کہا:"میں نہیں جانتا" تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"یہ تو آسان سا ہے تمہارے پاس کچھ بھی علم نہ ہے"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے روایت کی ہے کہ میں نے صباح بن نصر ہندی کے ہمارے مولا علی ابن موسی الرضا علیہا السلام سے پوچھے گئے مسائل کی کتاب میں دیکھا ہے ابو العباس بن نوح کی اور ابو عبداللہ محمد بن احمد صفوانی کی روایت ہے کہ ان دونوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی اسناد کے ساتھ ریان بن صلت سے روایت کی ہے کہ اس نے ذکر کیا کہ مامون کے دربار میں مختلف علماء اکھٹے ہوئے۔ اور آپؑ نے ان سب علماء پر اپنی دلیل کا لوہا منوایا۔ تبصباح بن نصر ہندی بھی موجود تھا اور اس نے امام رضا علیہ السلام سے بہت سے مسائل کے بارے میں سوالا ت کیے انمیں سے ایک اسکا علم نجوم کے بارے میں سوال تھا تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"یہ بنیادی طور پر صحیح علم ہے ذکر کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے جنہوں نے نجوم کے بارے میں گفتگو کی وہ ادریس علیہ السلام تھے اور ذوالقرنینؑ بھی اس علم کے ماہر تھے اور دراصل یہ

علم اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ستارے کو کہ جسے مشتری کہا جاتا ہے ایک آدمی کی شکل و صورت میں زمین پر معبوث فرمایا تو وہ ایک عجمی علاقے میں آیا اور انہیں ایک طویل حدیث تعلیم کی مگر وہ اسے صحیح طریقے سے نہ سیکھ پائے تب وہ ہندوستان کے علاقے میں آیا اور اس نے انمیں سے ایک شخص کو تعلیم دی پس یہاں سے علم النجوم کی بنیاد پڑی۔

صدوق نے عیون میں اور کتاب توحید میں محمد بن علی ماجیلو سے، اس نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے، اس نے کہا کہ مجھے بیا ن کیا ابو سمیہ محمد بن علی الکوفی الصیرفی نے، اس نے محمد بن عبداللہ الخراسانی کہ جو امام رضا علیہ السلام کا خدمتگار تھا سے روایت کی ہے کہ ایک زندیق شخص امام رضا علیہ السلام کے پاس آیا تو آپؑ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ تو ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا:"تم کیا سمجھتے ہو اگر تمہار ا قول درست ہو حالانکہ جیسا تم کہتے ہو وہ درست نہ ہے۔ تو کیا ہمارے اور تمہارے لیے قوانین برابر نہ ہیں اور جو نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں وہ ہمیں نقصان نہ دے گا" تو وہ خاموش رہا۔

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"اور اگر ہمارا قول برحق ہے ااور درحقیقت ہمارا ہی قول درست ہے تو کیا تم ہلاک نہیں ہوجاؤ گے جبکہ ہم نجات پاجائیں گے؟

اس نے کہا:"اللہ آپؑ پررحم فرمائے! آپؑ میرے لیے ثابت کریں کہ وہ کیسے اور کہاں ہے؟

آپؑ نے فرمایا:"تمہارے لیے جہنم کی وادی ویل ہو تم جس راستے پر چل رہے ہو وہ غلط ہے وہ تو "کہاں" کا خالق ہے۔ وہ مگر "کہاں" نہیں ہے وہ تو کیفیت کا خالق ہے وہ ہے مگر کیفیت سے بالا تر ہے وہ اپنی کیفیت اور مکان اور جس کے ساتھ نہیں پہچانا جاسکتا ہے اس کا کسی چیز پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے"

اس شخص نے کہا:"جب حواس کی حس کے ذریعے اسکا ادراک ممکن نہیں ہے تو وہ کوئی چیز ہی نہیں ہے؟"

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"تمہارے لیے ویل ہو! جب تمہارے حواس اسکے ادراک سے قاصر ہوگئے تو تم نے اسکی ربوبیت کا ہی انکار کردیا ہے حالانکہ جب ہمارے حواس اسکے ادراک سے عاجز آگئے تو ہمیں یقین ہوگا کہ وہ ہمارا رب ہے اور وہ ان تمام مخلوق اشیاء کے بالکل برعکس ہے"

اس شخص نے کہا:"مجھے بتائیے کہ وہ کب سے ہے؟" ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"تم مجھے بتاؤ کہ وہ کب نہیں تھا تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کب سے ہے" اس شخص نے کہا:"اس کے ہونے پردلیل کیا ہے؟"

ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"جب میں اپنے جسم کی طرف دیکھا تو عرض و طول میں اسمیں کمی یا بیشی کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے اور اسمیں سے ناپسندیدہ چیزوں کو ہٹانا اور اسکو صرف فائدہ ہی پہنچانا میرے لیے ممکن نہ ہے تو مجھے علم ہوا کہ اسکی بنیاد رکھنے والا بانی کوئی تو ضرور ہے پس میں نے اسکا اقرار کرلیا علاوہ ازیں میں نے اسکی قدرت سے آسمان کے سایہ فگن ہونے، بادلوں کے سننے، ہواؤں کے چلنے اور سورج، چاند اور ستاروں کی منازل اور اسکے علاوہ عجیب و غریب نشانیوں کو دیکھا تو میں جان گیا کہ یقینا انکی تقدیر فرمانے والا اور انکو پیدا کرنے والا ضرور ہے"

اس شخص نے کہا: تب وہ حجابوں میں کیوں ہے؟"

ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"اسکا مخلوق سے حجاب مخلوق کے گناہوں کی کثرت کے سبب ہے جہاں تک اس کی بات ہے تو اس پر رات و دن کے کسی حصے میں مخفی مخفی نہ ہے"

اس نے کہا:"کسی وجہ سے اسے آنکھ کی بینائی درک نہیں کرسکتی ہے؟"

آپؑ نے فرمایا:"کیونکہ اسمیں اور اس کی اس مخلوق میں کہ جنہیں خود انکی آنکھیں درک کرسکتی میں فرق ہے۔ پھر یہ کہ وہ اس سے بالاتر ہے کہ اسے آنکھ درک کرسکے یا وھم خیال اسکا احاطہ کرسکے یا اسے عقل اپنے ضابطے میں لاسکے" اس نے کہا:"مجھے اسکی حد بیان فرمائیے آپؑ نے فرمایا:"اسکی کوئی حد نہیں ہے" اس نے کہا:"وہ کیوں؟" آپؑ نے فرمایا:"کیونکہ ہر محدود کی حدکی انتہا ہوتی ہے اور جب حد بندی ممکن ہو تو اسمیں اضافے کا احتمالبھیہوتا ہے پس وہ غیر محدود ہے نہ اسمیں اضافہ ہوسکتا ہے اور نہ اس میں کمی واقع ہوسکتی ہے نہ وہ اجزا سے بنا ہے اور نہ ہی وھم وخیال میں آسکتا ہے"

اس شخص نے کہا:" آپؑ نے مجھے اپنے اس قول کے بارے میں بتائیے کہ وہ لطیف، سمیع، بصیر، حکیم اور علیم ہے، کیا وہ بغیر کان کے سننے والا ہے اور بغیر آنکھ کے دیکھنے والا اور بغیر ہاتھوں کے کام کے لیے لطیف ہے اور بغیر کاریگری کے حکیم ہے"

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"ہمار ے نزدیک لطیف کاریگری کی وجہ سے ہوتا ہے کیا تم نے انہیں دیکھا کہ جو شخص کوئی چیز بناتا ہے اور اسکی ایجاد میں باریک بینی سے کام لیتا ہے تو کہا جاتا ہے:"فلاں نے کتنی باریک بینی سے کام کیا ہے"

تو اس جلیل القدر خالق کے بارے میں لطیف کیسے نہ کہا جائے جبکہ اس نے مخلوق کو انتہائی لطافت اور جلالت سے خلق فرمایا ہے اور اس نے حیوان میں روح کو ڈالا ہے اور اس نے ہر جنس کو دوسری جنس سے صورت میں جد ا خلق فرمایا ہے کہ انمیں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے مشابہ نہ ہے پس یہ سب اس لطیف و خبیر خالق کی طرف سے اسکی صورت کی ترکیب میں لطف ہے۔

پھر ہم نے درختوں کی طرف دیکھا کہ اس نے ان پر پھل لگائے کہ جنمیں کچھ کھائے جانے والے اور کچھ نہ کھائے جانے والے ہیں۔ تب ہم نے کہا ہمارا خالق اپنی مخلوق کی خلقت میں لطیف ہے۔ اور ہم نے کہا:"سمیع ہے" کیونکہ اس پر اسکی مخلوق میں سے کسی کی آواز پوشیدہ نہ ہے۔ تحت الشریٰ سے لیکر عرش کیسے درمیان ذرے سے لیکر بڑی سے بڑی چیز کی آواز بھی اس پر مخفی نہ ہے۔ نہ خشکی میں رہنے والوں کی اور نہ ہی سمندر میں رہنے والوں کی اور نہ ہی مخلوق کی مختلف زبانیں اس کے لیے کوئی مسئلہ ہیں تب ہم نے کہا وہ سننے والا ہے مگر کانوں کے ساتھ نہیں۔ اور ہم نے کہا کہ وہ دیکھنے والا ہے تو آنکھ کے ساتھ نہیں دیکھتا ہے کیونکہ وہ اندھیری رات میں بھی سیاہ چٹان پر راکھ کے ذرے کو دیکھ لیتا ہے اور روشن ترین رات میں بھی چیونٹی کے چلنے کے نشانات کو دیکھتا ہے اور وہ اسکے نفع و نقصان کو مدنظر رکھتا ہے اور وہ اسکے جفتی کرنے، انکے بچوں اور انکی نسل تک کو دیکھتا ہے تب ہم نے کہا وہ بصیر ہے البتہ اپنی مخلوق کی طرح آنکھوں کے ذریعے نہیں"

وہ اسی دن ہی اسلام لے آیا اور اسمیں اس کے علاوہ بھی کلام موجود ہے۔صدوق نے کتاب توحید میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن محمد بنی قیتبة یشا پوری سے روایت کی ہے کہ میں نے مفضل بن شاذان سے سنا ہے کہ دو خداؤں کے ماننے والوں میں سے ایک شخص نے ابو الحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیھا السلام سے سوال کیا تو میں وہاں موجود تھا۔ اس شخص نے کہا:"میرا عقیدہ ہے کہ کائنات بنانے والے دو ہیں۔ اس پر کیا دلیل ہے کہ وہ ایک ہے؟"

تو آپؑ نے فرمایا:"تمہار ا یہ کہنا کہ وہ دو ہیں اس بات پر دلیل ہے کہ و ہ ایک ہے کیونکہ ایک کو ثابت کرنے سے پہلے دوسرے کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ پس ایک پر اتفاق ہو ا جبکہ ایک سے زائد میں اختلاف پایا جاتا ہے"

صدوق نے عیون میں اپنی سند کے ساتھ ابو یعقوب بغدادی سے روایت کی ہے کہ ابن سکیت نے ابو الحسن رضا علیہ السلام سے عرض کی اللہ تعالیٰ نے کسی وجہ سے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو ید بیضا، عصا اور سحر کے توڑ کے ساتھ اور عیسیٰ علیہ السلام کو طب کے ساتھ اور محمدؐ کو کلام اور خطاب کے ساتھ معبوث فرمایا؟"

تو ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا:"اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو معبوث فرمایا تو آپؑ کے زمانے کے لوگوں پر جادو غالب تھا تو آپؑ نے انکے پاس اللہ عزوجل کی جانب سے وہ چیزیں لے کر آئے جو اس قوم کے پاس نہ تھیں کہ جن کے ذریعے انکے جادو کو باطل کیا اور اس کے ذریعے ان پر حجت تمام کی۔ اور اللہ تبار و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت میں معبوث فرمایا کہ جسمیں مختلف قسم کی بیماریاں آفت بن کر پھوٹ پڑیں تھیں اور لوگ طب کے محتاج تھے۔ تو آپؑ اللہ عزوجل کی طرف سے لوگوں کے پا س وہ طب لے کر آئے کہ جو انکے پاس نہ تھی اور اس کے ذریعے ہی آپؑ نے انکے

مردوں کو زندہ کیا اور اللہ کے حکم سے کوڑھ زدہ اور برص زدہ لوگوں کو صحت بخشی اور اس کے ذریعے ہی لوگوں پر حجت تمام کی،'

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمدؐ کو اس وقت معبوث فرمایا کہ جب زمانے والوں پر خطابت اور کلام کا غلبہ تھا۔ پس آپؐ لوگوں کے پاس اللہ کی کتاب میں سے وہ مواعظ اور احکام لائے کہ جن کے ذریعے آپؐ نے انکے قول کو باطل کیا اور اس کے ذریعے ان پر حجت تمام کی

ابن سکیت نے عرض کیا اللہ کی قسم ان دنوں میں نے آپؑ جیسا ہرگز کسی کو نہ دیکھا ہے۔ ان دنوں مخلوق پر حجت کون ہے؟"

تو آپؑ نے فرمایا عقل کہ جس کے ذریعے آدمی اللہ کے بارے میں سچے کی پہچان کرکے اسکی تصدیق کرتا ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کوپہچان کے اسے جھٹلاتا ہے"

تو ابن سکیت نے عرض کی اللہ کی قسم درست جواب ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ صفو ان بن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ مجھے ابو قرۃ صاحب جاثلیق نے درخواست کی کہ میں اسے امام رضا علیہ السلام کی خدمت تک پہنچاؤں میں نے آپؑ سے اجازت مانگی تو آپؑ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ جب وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے آپؑ کی قالین کو بوسہ دیا اور کہا:"ہمیں ہمارے دین میں ہی تعلیم دی گئی ہے کہ ہم اپنے زمانے کے اشراف کی یوں ہی تعظیم کریں''پھر اس نے آپؑ سے کہا: اللہ آپؑ کے امور میں اصلاح قائم رکھے ا پ ءاس فرقہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جو ایک دعوی کرے اور ایک دوسرا عامل فرقہ ان لوگوں کے لیے گواہی دے؟"

آپؑ نے فرمایا: انکا دعویٰ ثابت ہوگا"

اس نے کہا:"ایک دوسرا فرقہ دعویٰ کرتا ہے مگر انہیں انکے علاوہ کوئی گواہ نہیں ملتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا:"انکا دعوی کوئی چیز نہ ہے"

اس نے کہا:"ہم دعوی نہیں کرتے ہیں کہ عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے اور اس پر ہم اس سے مسلمان اتفاق کرتے ہیں جبکہ مسلمان دعویٰ کرتے ہیں محمدؐ نبی ہیں مگر اس معاملے میں ہم میں ہم انکا ساتھ نہ دیتے ہیں پس جس پر ہم اتفاق کرتے ہیں وہ اس سے بہتر ہے کہ جس میں ہم اختلاف کرتے ہیں"

تو ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا:"تمہار ا نام کیا ہے؟" اس نے کہا:"یوحنا" آپؑ نے فرمایا:"اے یوحنا! ہم فقط اسی عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو محمدؐ پر ایمان رکھتا ہے اور انکی آمد کی بشارت دیا کرتاتھا اور جو اپنے بارے میں اقرار کرتا تھا کہ وہ عبدا ور مربوب ہیں۔ اور اگر وہ عیسیٰ کہ جو تمہارے نزدیک رو ح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے اگر وہ محمدؐ پر ایمان نہیں رکھتا اورہی انکی آمد کی بشارت دیتا ہے اور نہ ہی وہ ہے کہ جو اللہ عزوجل کی عبودیت اور ربوبیت کا اقرار کرتاتھا تو ہم اس سے بیزار ہیں تب ہمارا اتفاق کہاں ہے؟

پس وہ کھڑا ہوگیا اور اس نے صفوان بن یحییٰ سے کہا: اٹھو! ہمیں اس محفل میں بچانے والا کوئی نہ ہے"

میں کہتا ہوں:"شیخ سعید ابو محمد احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی نے احتجاج میں صفوان بن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ مجھے ابو قرۃ صاحب شبرمۃ نے کہا کہ میں اسے ابو الحسن رضا علیہ السلام کیخدمتمیں لے جاؤں میں نے آپؑ سے اجازت مانگی تو آپؑ نے اسے آنے کی اجازت بخشی۔ پس وہ آیا اور اس نے آپؑ سے حلال و حرام اور فرائض و احکام میں سے چند چیزوں کے بارے میں سوال کیا یہانتک کہ اسکا سوال توحید تک پہنچا تو اس نے کہا:"اللہ مجھے آپؑ پر قربان فرمائے! آپؑ مجھے اللہ تعالیٰ کے موسیٰؑ سے کلام کرنے کے بارے میں بتلائیے؟"

تو آپؑ نے فرمایا:"اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام سے سریانیہ زبان میں کلام فرمایا یا عبرانی زبان میں"

تو ابر قرۃ نے اپنی زبان پکڑ کر کہا:"میں نے اس زبان کے بارے میں سوال کیا ہے؟ تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"جو ظالم کہتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے معاذ اللہ کہ اللہ اپنی مخلوق جیسا ہویا ان کی طرح کلام کرے کہ جس کے ذریعے کہ وہ کلام کرتے ہیں بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مثال کوئی چیز نہیں ہے نہ اس کی طرح کوئی بول سکتا ہے اور نہ ہی کام کرسکتا ہے"

اس نے کہا:"وہ کیسے؟"

آپؑ نے فرمایا:"خالق کا مخلوق سے کلام مخلوق کے مخلوق سے کلام کرنے کی طرح نہ ہے وہ منہ کے دہانے اور زبان سے نہیں بولتا ہے بلکہ وہ کن کہتا ہے پس اس نے موسیٰؑ سے امرو نہی وغیرہ میں جو خطاب کیا ہے وہ اسکی مشئیت کے سبب تھا"

تو ابو قرۃ نے کہا:"آپؑ کتب سماوی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟"

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"تورات، انجیل، زبور اور قرآن سب نازل ہونے والی کتابیں ہیں۔ یہ اللہ کا کلام تھا کہ جو اس نے عالمین کے لیے نور اور ہدایت بناکر نازل فرمایا اور یہ سب کی سب حاوث ہیں اور یہ اللہ کی منیر ہیں کہ وہ فرماتا ہے اور اس نے ان کے لیے ذکر پیدا کیا اور فرماتا ہے انکے پاس انکے رب کی طرف سے پیدا کردہ ذکر آتا ہے تو وہ اسے سنتے ہیں مگر کھیلتے رہتے ہیں پس اللہ تعالیٰ ہی نے ان سب کتب کوپیدا کیا اور انہیں نازل فرمایا"

تو ابو قرۃ نے کہا:"تو کیا یہ فنا ہوجائیں گی؟ تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "تمام مسلمانوں کااتفاق ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے اور فنا ہوجائے گی اور اللہ کے سوا ہر چیز اللہ کا فعل ہے تورات، انجیل، زبور، اور فرقان سب اللہ کے فعل ہیں کیا تم نے لوگوں کو کہتے نہیں سنا رب الفرقان؟ اور قرآن قیامت کے دن کہے گا اے میرے رب! یہ ھلال ہے اس نے دن رات مجھے تلاوت کیا تم اسکے بارے میں میری شفاعت قبول کرو اور اسی طرح تورات، انجیل، اور زبور ہیں کہ یہ سب حاوث اور مربوب ہیں کہ انہیں اس نے پیدا کیا ہے کہ جسکی کوئی مثال نہیں ہے اور یہ عقل مند قوم کے لیے ہدایت ہیں پس جو گمان کرتا ہے

که یہ کتابیں بھی اسکے ساتھ ازلی ہیں تو گویا وہ اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ نہ تو اول و قدیم ہے اور نہ ہی واحد ہے اور یہ کلام اسکے ساتھ ازلی ہے اسکی کوئی ابتداء نہیں ہے اور اللہ معبود نہیں ہے"

ابو قرة نے کہا "ہمیں روایت کیا گیا ہے کہ تمام کتب قیامت کے د ن آئیں گی اور لوگ مٹی پر ایک جیسے ہونگے کہ وہ رب العالمین کے لیے صفیں باندھے کھڑے ہونگے وہ دیکھ رہیں ہونگے کہ وہ کتابیں اللہ میں پلٹ جائیں گی کیونکہ وہ اسکا حصہ ہیں اور اسکا جزء ہیں اور اس ہی میں ختم ہوجائیں گئے" ابو الحسین علیہ السلام نے فرمایا:"نصاری مسیح کے بارے میں ایسا ہی کہتے ہیں کہ وہ اسکی روح ہے اوسر اسکا جز ہے اور اسک ہی میں پلٹ جائے گا اور اسی طرح مجوس آگ اور سورج کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ سب اسکا ہی جزء ہیں اور اس ہی میں واپس پلٹ جا ئیں گے۔ ہمارا ر ب اس سے بالا تر ہے کہ وہ اجزا سے ملکر بنا ہو یا مختلف ہو کیونکہ اختلاف اور ابتلاف اجزا ء سے ملکر بنانے والے میں ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر اجزا ء رکھنے والاوہم و خیال میں آسکتا ہے حالانکہ قلت و کثرت مخلوق ہیں کہ جو اپنے خالق پر دلالت کرتی ہیں۔

ابو قرة نے کہا:"ہمیں روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روایت اور کلام کو دونبیوںؑ کے درمیان تقسیم فرمایا ہے پس موسیٰؑ کو کلام عطا فرمایا اور محمدؐ کو رویت عطا فرمائی"

ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثقلین یعنی جنات و انسانوں کی طرف جو پہنچا ہے کہ اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی علم کے ذریعے اس کا احاطہ کرسکتے ہیں اور اس کی کوئی مثال نہیں ہے کیا محمدؐ نے ایسا نہیں فرمایا تھا؟ اس نے کہا:"ضرور کہا ہے؟ ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "تو پھر کیسے ایک شخص تمام مخلوق کی طرف آتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے آتا ہے اور یہ کہ وہ لوگوں کو اللہ کے حکم سے ہی اللہ کی طرف بلاتا ہے اور فرماتا ہے اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور نہ ہی لوگ اپنے علم کے ذریعے اسکااحاطہ کرسکتے ہیں اور اس کی مثال کوئی چیز نہیں ہے" پھر وہ کہتا ہے:"میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں نے اپنے علم کے ذریعے اسکا احاطہ کیا ہے اور وہ بشر کی صورت ہے کیا تم لولوگوں کوحیا نہیں آتی کہ تم زندیق لوگ اس بات کی نسبت اس کی طرف دیتے ہو کہ جو اللہ کے امر سے ہی آیا ہے۔ پھر وہ اسکے برخلاف بات کرتا ہے"

تو ابو قرة نے کہا:"اللہ فرماتا ہے اور یقینا اس نے دوسری منزل پر اسکو دیکھا" تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "اس آیت کے بعد والی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپؐ نے اسے کیسے دیکھا اللہ نے فرمایا: دل جھوٹ نہیں بولتا ہے کہ جو اس نے دیکھا ہے یعنی فرماتا ہے "محمدؐ کا دل جھوٹ نہیں بولتا ہے کہ انکی آنکھوں نے جودیکھا ہے پھر اس نے خبر دی کہ جو آپؐ کی آنکھوں نے دیکھا تھا تو فرمایا:"آپؐ نے اپنے رب کی آیت کبری دیکھی پس اللہ کی آیات اللہ کے علاوہ ہیں اور فرمایا:"اور لوگ اپنے علم کے ذریعے اسکا احاطہ نہیں کرسکتے اور جب اسے آنکھیں دیکھ لیں تو گویا اس کا علم کے ذریعے احاطہ ہوگیا اور مکمل معرفت حاصل ہوگئی۔

تو ابو قرة نے کہا:"گویا آپؐ روایت کو جھٹلاتے ہیں؟"

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"کیونکہ روایت رویت قرآن کے مخالف اور اس چیز کے منافی ہے کہ جس پر مسلمانوں کا اتفاق ہے "اسکا علم کے ذریعے احاطہ نہیں ہوسکتا ہے اور نہ ہی آنکھیں اسکا

ادراک کرسکتی ہیں اور اس کی کوئی چیز مثال نہ ہے" تو اس نے آپؑ سے اللہ تعالیٰ کے قول: پاک ہے وہ ذات کہ جس نے اپنے عبد کو ایک ہی رات میں سیر کرائی مسجد الحرام سے۔۔۔۔۔۔"

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے اپنے عبد کو سیر کرائی پھر بتایا کہ کس وجہ سے سیرکرائی تو فرمایا:"تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھا سکیں" پس اللہ کی آیات اسکا غیر ہیں اللہ نے اپنے عبد کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کی وجہ اورعذر بیان فرمایا اور آپؐ نے اللہ کو نہ دیکھا ہے اور آپؐ نے فرمایا:"پس تم اللہ کے بعد اور اسکی آیات کے بعد کونسی حدیث پر ایمان لاتے ہو کہ اس نے بتایا ہے کہ جو آپؐ نے دیکھا ہے وہ اللہ کے علاوہ ہے"

تو ابو رقۃ مرۃ نے کہا: تواللہ کہاں ہے؟ تو ابو علیہ السلام نے فرمایا:"کہاں" مکان ہے اور یہ سوال غائب کے حاضر ہونے کے بارے میں ہے اللہ تو غیب ہی نہیں ہے اور کوئی چلکر اس تک نہیں پہنچ سکتا ہے کیونکہ وہ ہر مکان میں موجود ہے وہ مدبر، مانع اور حافظ ہے اور آسمانوں اور زمین کو ٹھہراؤ بخشنے والا ہے"

تو ابو قرۃ نے کہا "کیا صرف آسمانوں پر نہ ہے؟"

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"وہ اللہ آسمانوں اور زمین پر ہے وہ اللہ آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے اور وہ ہی ہے کہ جو ارحام میں جیسے چاہتا ہے تمہاری تصویر یں بناتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہی ہے تم جہاں بھی ہو اور وہی ہے کہ جس نے آسمان کو برابر کیا حالانکہ وہ دھواں ہے اور وہی ہے کہ جس نے آسمانوں کو برابر کیا تو انہیں سات آسمان بنائے اور وہی ہے کہ جس نے عرش کو بلند کیا وہ تب بھی تھا کہ جب مخلوق نہ تھی اور وہ رب بھی اسی طرح ہے کہ جیسا وہ مخلوق کے ہونے سے قبل تھا۔ وہ منتقل ہونے والوں کے ساتھ منتقل نہیں ہوا ہے"

تو ابوقرۃ نے کہا:"پھر کیا وجہ جب وہ آپؑ لوگ دعا مانگتے ہیں توا پنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف کیوں بلند کرتے ہیں؟

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے مختلف قسم کی عبادتیں چاہی ہیں اور اللہ کی طرف سے مقرر کردہ سرچشمے ہیں کہ جنکی طرف لوگ رجوع کرتے ہیں وہ عبادت چاہتا ہے اور اپنے بندوں سے قول، علم، عمل اور توجہ وغیرہ کے طریقوں سے عبادت چاہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اسکی عبادت نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرکے کی جائے اور کعبہ ہی کی طرف حج وغیرہ کے لیے جایا جائے اور وہ اپنی مخلوق سے دعا و طلب اور تضرع کے وقت چاہتا ہے اسکی عبادت ہاتھ پھیلاکر اور انہیں آسمان کی طرف بلند کرکے کی جائے کہ یہی عبودیت کی علامت اور اسکے سامنے عاجزی کی دلیل ہے۔

ابو قرۃ نے کہا:"اللہ کے قریب تر کون ہے ملائکہ یا زمین والے؟

ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"اگر تمہاری مراد بالشت اور ہاتھ کا فاصلہ ہے تو تمام چیزیں ایک ہی باب میں ہیں یہ اسکا کام ہے کہ وہ کسی کے ذریعے کسی دوسرے سے غافل نہیں ہوتا ہے وہ اپنی اوپر والی مخلوق کی تدبیر ویسے ہی کرتا ہے کہ جیسے وہ آخری کی تدبیر کرتا ہے اور اسے کسی مدد، مشقت، سازو سامان، مشاورت وغیرہ کی ضرورت نہ ہے۔

اور اگر تمہاری مراد یہ ہے کہ وسیلہ میں اسکے زیادہ قریب کون ہے تو وہ ہے کہ جو لوگوں میں سے اس کا سب سے زیادہ اطاعت گزار ہے اور تم بھی روایت کرتے ہو کہ اللہ کے نزدیک ترین عبد تب ہوتا ہے کہ جب وہ سجدے میں ہو اور تم نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ چار فرشتے ایک دوسرے سے ملے کہ انمیں سے ایک اوپر والی مخلوق میں سے تھاایک سب سے نیچے والی مخلوق میں سے تھا اور ان میں سے ایک مشرقی مخلوق میں سے تھا اور ایک مغربی مخلو ق میں سے تھا تو ان سب نے ایک دوسرے سے سوال کیا تو سب نے کہا:"مجھے اللہ کی طرف سے فلاں فلاں پیغام کے ساتھ بھیجا گیا ہے"

پس اس بات میں اس پر دلیل ہے کہ قربت اور دوری تشبیہ و تمثیل میں نہیں بلکہ منزلت میں ہے۔

تو ابو قرۃ نے کہا:"کیا آپؑ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ محمول ہے؟"

ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:ہر محمول مفعول ہوتا ہے اوراسکے غیر کی طرف نسبت کی محتاجی ہوتی ہے پس دوسرے لفظوں میں محمول ناقص اسم ہے اور حاصل فاعل ہوتا ہے دوسرے لفظوں میں وہ قابل تعریف ہوتا ہے اور اسی طرح لکھنے والے کا کہنا کہ اوپر نیچے بلند اور پست ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اور اللہ کے خوبصورت نام ہیں تم سب اللہ کو انہی کے ساتھ پکارو اس نے اپنی کتابوں میں سے کسی میں نہیں کہا ہے کہ وہ محمول ہے بلکہ وہ تو خشکی اور سمندر میں حاصل ہے اور زمین و آسمانوں کا سنبھالنے والا ہے اللہ کے سوا ہر چیز محمول ہے ہم نے کسی ایک ایسے کو کہ جو اللہ پر امان رکھتا ہو اور اسکی تعظیم کرتا ہو اپنی دعا میں یہ کہتے ہر گز نہ سنا ہے "اے محمول!"

تو ابو قرۃ نے کہا:"تو کیا آپؑ اس روایت کو جھٹلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب غضبناک ہوتا ہے تو حاملین عرش ملائکہ کو پتا چل جاتا ہے کیونکہ وہ اس کا بوجھ اپنے کندھوں پر محسو س کرتے ہیں پس وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور جب غضب ٹھنڈا پڑ جاتا ہے تو بوجھ کم ہوجاتا ہے اور وہ اپنی اپنی جگہ واپس چلے جاتے ہیں"

تو ابو الحسن علیہ السلا م نے فرمایا:"تم مجھے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتاؤ کہ جب سے اس نے ابلیس پر لعنت بھیجی ہے تب سے لے کر تمہارے اس دن تک ابلیس اور اسکے دوستوں پر غضبناک ہے یا ان سب سے راضی ہے؟"

اس نے کہا:"جی ہاں۔ ابلیس پر اور اسکے پیرو کاروں پر غضبناک ہی ہے"

تب آپؑ نے فرمایا:"افسوس ہے تم پر تم کیسے جرات کرتے ہو کہ اپنے رب کو ایک حال سے دوسری حالت میں تبدیل ہونے کا بہتا ن لگاتے ہو اور یہ کہ جو چیزیں مخلوق پر گزرتی ہیں ان کاسامنا اسے بھی کرنا پڑتا ہے وہ پاک ہے اور زائل ہونے والوں کے ساتھ ہرگز زائل نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی تبدیل ہونے والوں کے ساتھ تبدیل ہوتا ہے۔

صفوان نے کہا:"ابو قرۃ حیران اور اس سے جواب نہ بن پایا یہانتک کہ وہ اٹھا اور باہر نکل گیا'

اور بحار الانوار میں کس المناقب سے، اس میں کتاب الصفوانی سے نقل کیا گیا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے ابو قرۃ نصرانی سے فرمایا: "تمہارا مسیحؑ کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟" اس نے کہا: "اے میرے آقاؑ! وہ اللہ میں سے ہے"

تو آپؑ نے فرمایاتمہارے اس قول سے کہ وہ اللہ میں سے ہے تمہارا کیا ارادہ ہے؟ حالانکہ کسی میں سے ہونے کی فقط چار صورتیں ہیں پانچ صورت ہی نہیں ہے کیا تمہارا مطلب یہ ہے کہ وہ بعض کی طرح ہے جیسے کہ کل میں سے بعض ہوتا ہے تب کل بعض کا مجموعہ ہوتا ہے یا جیسے شراب سے سرکہ ہوتا ہے پس وہ ایک حالت سے دوسری حالت میں آنا ہوتا ہے یا باپ سے بیٹے کی طرح ہے جیسا کہ نکاح کے راستے ہوتا ہے یا خالق کی خلقت سے ہے جیسا کہ مخلوق خالق میں سے ہوتی ہے یا تمہارے پاس اسکے علاوہ کوئی اور صورت ہے تو ہمیں بتاؤ پس وہ لاجواب ہوکر رہ گیا

اور اسی کتاب ہی میں اس نے ابن جریر بن رستم طبرسی سے، اس نے احمد بن علی طوسی سے اس نے علم حدیث میں اپنے اساتیذ سے روایت کی ہے کہ ایک گروہ نے مامون عباسی کے پاس امام رضا علیہ السلام سے امامت پر مناظرہ کرنے کی اجازت چاہی تو مامون نے انہیں اجازت دی۔ پس ان لوگوں نے اپنی طرف سے مناظرہ کرنے لیے یحییٰ بن ضحاک سمر قندی کا انتخاب کیا تو امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا: "اے یحییٰ! سوال کرو" اس نے کہا: "اے رسول اللہؐ کے فرزندؑآپ ہی سوال کیجیے اور مجھے اسکا شرف بخشیے"

تو امامؑ نے فرمایا: "اے یحییٰ! تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ جو اپنے سچا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور سچوں کو جھٹلاتا ہے؟ کیا وہ اپنے دین میں سچا ہے یا جھوٹا ہے؟" تو اس سے کافی دیر جواب نہ بن پایا۔

تو مامون نے کہا: "اے یحییٰ! تم آپؑ کو جواب دو"

تو اس نے کہا: "اے امیر! آپ نے مجھے لاجواب کردیا ہے"

تب مامون امام رضا علیہ السلام سے مخاطب ہوا اور کہا: "وہ کیا مسئلہ ہے کہ جسمیں یحییٰ نے لاجواب ہونے کا اقرار کرلیاہے"

تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "اگر یحییٰ گمان کرے کہ وہ سچوں کی تصدیق کرتا ہے تو اس کو امامت کا حق نہ ہے کہ جو اپنے عاجز ہونے کی خود گواہی دے۔

اور منبر رسولؐ پر بیٹھ کر کہے۔ مجھے تم پر حاکم بنایا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہ ہوں" جبکہ امیر ہمیشہ رعیت سے بہتر ہوتا ہے اور اگر یحییٰ گمان کرے وہ سچوں کی تصدیق کرنے والا ہے تو وہ شخص ہرگز امامت کے لائق نہ ہے کہ جو منبر رسولؐ پر بیٹھ کر کہے: "ایک شیطان ہے کہ جو مجھے گمراہ کرتا رہتا ہے حالانکہ امامؑ میں شیطان کا کوئی حصہ نہ ہوتا ہے اور اگر یحییٰ گمان کرتا ہے کہ وہ سچوں کی تصدیق کرنے والا ہے تو وہ شخص ہرگز امامت کے لائق نہ ہے کہ جسکا ساتھی اسکے خلاف گواہی دے اور کہے: "ابو بکر کی امامت ایک غلط اتفاق تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس کے شر سے بچا لیا ہے پس دوبارہ جو ایسا کرے اسے قتل کردو پس اس وقت مامون نے چیخ کر ان لوگوں کو ڈانٹا تو وہ تتر بتر ہوگئے۔

پھر وہ بنی ہاشمؑ سے مخاطب ہوا اور اس نے ان سب سے کہا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم آپؑ کو فتح کرنے کی کوشش ہرگز نہ کرتا اور نہ ہی کبھی انکی مخالفت میں جمع ہونا کیونکہ ان ہستیوںؑ کا علم رسول اللہؐ کے علم میں سے ہے"

عیون میں صدوق نے علی بن الحسین بنشاذفیه المودب سے اور جعفر بن محمد بن سرور سے، ان دونوں نے کہا کہ انہیں محمد بن عبداللہ بن جعفر الحمیری نے بیان کیا، اس نے اپنے باپ سے، اس نے ریان بن صلت سے روایت کی ہے کہ امام رضا علیه السلام مرو میں مامون کی محفل میں تشریف فرما تھے کہ اس محفل میں عراق و خراسان کے علماء جمع تھے تو مامون نے کہا: مجھے اس آیت کا معنیٰ بتائیے۔ پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے چنیدہ بندوں کو بنایا ہے" تو سب علما نے کہا:"اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس سے پور ی امت کو مراد لیا ہے"

تو مامون نے کہا:"اے ابو الحسن! آپؑ کیا فرماتے ہیں"

تو امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"میں اسکا قائل نہیں ہوں کہ جو یہ کہتے ہیں بلکہ میں کہتا ہو ں کہ اس آیت سے اللہ عزوجل کی مراد عترت ہوطاہرہ علیہم السلام ہے"

تو مامون نے کہا:"پوری امت میں سے فقط عترت طاہرہ علیهم السلام کو مراد کیسے لیا ہے؟ تو امام رضا علیه السلام نے فرمایا: کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ پوری امت مراد لیتا تو وہ ساری کی ساری جنت میں ہوتی حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" انمیں سے کچھ ظلم کرنے والے ہیں اور انمیں سے کچھ راہ راست پر ہیں اور انمیں سے کچھ نیکی میں سبقت کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے" پھر اللہ تعالیٰ نے سب کو جنت میں میں جمع کیا تو فرمایا:"جنت عدن میں وہ سب داخل ہونگے انہیں اس جنت میں سونے کے جگوں میں پلایا جائے گا " پس وارث قرآن فقط عترت طاہرہ علیهم السلام ہیں انکے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

تو مامون نے کہا:"عترت طاہر ہ کون ہے؟" تو امام رضا علیه السلام نے فرمایا وہ کہ جنکی شان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایاہے انما یرید اللہ لیذهبنکم الرجس اهل البیت ویطقهرکم تطهیراً ۔ اور وہ ہی ہیں کہ جن کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا:"میں تم دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت اهل بیتؑ یہ دونوں مجھ تک حوض کوثر پر پہنچے تک ہرگز جدا نہ ہوں گے پس تم غور کرنا کہ تم ان کے ساتھ میر ے بعد کیا کرتے ہواے لوگو! ان کو سکھانے کی کوشش مت کرنا کیونکہ یہ سب تم سب سے زیادہ عالم ہیں"

تو ان سب علماء نے کہا: اے ابو الحسن علیه السلام ہمیں عترتؑ کے بار ے میں بتلائیے کیا یہ آلؑ ہے یا آلؑ کے علاوہ ہے؟"

تو امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"وہ فقط آلؑ ہی ہیں"

تو علماء نے کہا رسول اللہؐ کی حدیث روایت کی گئی ہے کہ جسمیں آپؐ نے فرمایا: میری امت میری آلؑ ہے اور یہ آپ کے اصحاب کے طرف سے متواتر خبر روایت کی گئی ہے کہ جسکا انکار ممکن نہیں ہے آپکی آل آپ کی آپ کی امت ہی ہے"

تو ابو الحسن علیه السلام نے فرمایا:”تم لوگ مجھے بتاؤ کہ کیا آلؑ پر صدقہ حرام ہے؟“ ان سب نے کہا:”جی ہاں“ آپؑ نے فرمایا:تو کیا تمام امت پر صدقہ حرام ہے؟“ ان سب نے کہا:”جی نہیں“ آپؑ نے فرمایا:”یہ فرق ہے آلؑ اور امت میں افسوس ہے تم پر تم نے کیسا عقیدہ بنالیا ہے کیا تم قرآن سے منہ موڑتے ہو بلکہ تم سب اسراف کرنے والے ہو کیا تم سب نہیں جانتے کہ قرآن کے وارث فقط وہ ہیں کہ جو چنیدہ اور ہدایت یافتہ ہیں ساری امت نہیں“

ان سب نے کہا:”اے ابو الحسن علیہ السلام! قرآن میں کہا ں ہے؟“

تو آپؑ نے فرمایا:”اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:”یقینا ہم نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو رسول بناکربھیجا۔ اور ہم نے ان دونوں کی ذریت میں نبوت رکھ دی ہے اور کتاب بھی۔ پس انمیں سے کچھ ہدایت یافتہ ہیں اور انمیں سے اکثر فاسق ہیں“ پس وراثت نبوت اور کتاب فقط ہدایت یافتہ لوگوں کے لیے کہ فاسقوں کے لیے نہیں ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ نوحؑ نے جب اپنے رب عزوجل سے سوال کیا تو کہا:”اے میر ے رب! میرا بیٹا اھل بیتؑ میں سے ہے اور تمہارا وعدہ حق ہے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے“ اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نوحؑ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے اور اس کی اھل بیتؑ کو بچائے گا۔ توآپؑ سے رب عزوجل نے فرمایا:”اے نوحؑ! وہ تمہاری اھل بیتؑ میں سے نہیں ہے کیونکہ اس نے برا کام کیا ہے۔

پس تم ایسی چیز کے بارے میں مت سوال کرو کہ جسکا تمہیں علم نہیں۔ میں تمہیں وعظ کرتا ہوں کہ تم جاہلوں میں سے نہ ہوجانا“

تو مامون نے کہا:”کیا اللہ تعالیٰ نے عترتؑ کو باقی تمام لوگوں پر فضیلت بخشی ہے؟“

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:”اللہ تعالیٰ نے عترتؑ کی باقی تمام لوگوں پر فضیلت کو اپنی محکم کتاب میں واضح فرمایا ہے“

تو مامون نے آپؑ سے کہا:”یہ سب اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کہا ں ہے؟“ تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:”اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں:”اللہ تعالیٰ نے آدمؑ، نوحؑ، آل ابراہیمؑ اور آل عمرانؑ کو عالمین پر اصطفیٰ کیا ہے انمیں سے بعض دوسروں کی ذریت ہیں“

اور اللہ عزوجل نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے ان کو جو فضیلت بخشی ہے اس پر لوگ ان سے حسد کرتے ہیں یقینا ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت عطا کی ہے اور ہم نے انکو ملک عظیم عطا کیا ہے“

پھر اس آیت کی تفسیر میں تمام مومنین کو مراد لینے والوں کے رد میں فرمایا: اے صاحبان ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے صاحبان امر کی اطاعت کرو یعنی کتاب اور حکمت میں انکی اطاعت کرو۔

اور لوگوں نے ان دونوں چیزوں میں سے حسد کیا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کیا لوگ حسد کرتے ہیں اس پر کہ ہم نے انہیں فضیلت بخشی یقینا ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ہم نے انہیں ملک عظیم عطا فرمایا: یعنی چنیدہ پاکیزہ لوگوں کی اطاعت ہیں یہاں پر ملک سے مراد انکی اطاعت ہے علماء نے کہا: ہمیں بتلائیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اصطفاء کی تفسیر بیان فرمائی ہے؟“

تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: باطن کو چھوڑو ظاہراً بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بارہ صفات پر اصطفاء کی تفسیر فرمائی ہے۔

پس اس بارے میں پہلا فرمان باری تعالیٰ یہ ہے آپ اپنے خاندان میں سے قریبیوں کو اپنے مخلص افراد کو ڈرائیے ابی بن کعب کی قرات میں ایسا ہی ہے اور عبداللہ بن مسعود کی صحیفے میں ایسا ہی لکھا ہوا ہے۔ یہ بلند مرتبتی اور بڑی فضیلت ہے عالی شرف ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے مراد آلؑ کو لیا ہے اور اسکا ذکر رسول اللہؐ سے فرمایا۔ پس یہ ایک ہے دوسری آیت اصطاء کی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے انمایرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل بیتؑ ویطھوکم تطھیراً" ہے یہ وہ فضیلت ہے کہ جسے کوئی ایک بھی جاہل نہ ہے ماسوائے بنیاد پرست دشمنوں کے کیونکہ طہارت کے بعد کوئی فضل نہ ہے کہ جسکا کوئی تمہیں انتظار ہے پس یہ دوسری آیت ہے۔

تیسری آیت وہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے طاہرین علیھم السلام کو علیحدہ کیا اور اپنے نبیؐ کو مباھلہ کا حکم دیا آیت مباہلہ میں تو اللہ عزوجل نے فرمایا اے محمدؐ جو بھی اس دین میں علم آنے کے بعد بحث کرے تو آپ کہہ دیجیے۔ آؤ کہ ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی بیٹیوں کو تم اپنی بیٹیوں کو ہم اپنے ہم نفسوں کو اور تم اپنے نفسوں کو بلالیں پھر ہم مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں"

پس نبی نے علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کو لیکر گئے اور انہیں اپنی ذات کے ساتھ ملاکر رکھا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ اسکے فرمان انفسنا وانفسکم سے کیا مراد ہے؟ علما نے کہا: اس سے آپؐ نے اپنی جان کو مراد لیا ہے"

ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:تم سب نے غلط کیا ہے آپؐ کی اس سے مراد فقط علی ابن ابی طالب علیھم السلام ہیں اور اس بات پر جو بات دلالت کرتی ہے وہ نبیؐ کا فرمان ہے کہ جب آپ نے فرمایا:"یقینا مجھ سے والہانہ محبت کرنے والا پہنچائے یا میں انکی طرف اس شخص کو بھیجوں گا کہ جو میری جان کی طرحہے یعنی علی ابن ابی طالب علیہا السلام" اور بیٹوں سے مراد حسنؑ اور حسینؑ کو لیا اور بیٹوں سے مراد فاطمہ علیہا السلام کو لیا۔ یہ ایسی فضیلت ہے کہ جس میں کوئی ایک بھی ان حضرات علیھم السلام سے بڑھ کر نہ ہے۔

اور ایسی فضیلت ہے کہ جسمیں کوئی بشر ان کے ساتھ شامل نہیں ہوسکتاہے اور ایسا شرف ہے کہ جسمیں مخلوق میں سے کوئی ان سے آگے نہ بڑھ سکتا ہے کیونکہ آپؐ نے علیؑ کی جان کو اپنی جان جیسا قرار دیا۔ یہ تیسری آیت ہوئی۔

اور چوتھا مقام آپؐ کا اپنی مسجد سے عترتؑ کے سوا سب کو نکال باہر کرنا ہے یہانتک کہ لوگوں نے اس بارے میں چہ مہ گوئیاں شروع کردیں۔ عباس نے اس بارے میں آپؐ سے گفتگو کی اور عرض کی:"اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے علیؑ کو تو رہنے دیا ہے اور ہمیں نکال باہر کیا ہے" تو رسول اللہؐ نے فرمایا: "میں نے تو ایسا نہیں کیا کہ اسے رہنے دیا اور تمہیں نکال دیا ہے بلکہ اللہ عزوجل نے ہی اسے مسجد میں سکونت دی ہے اور تمیں نکال باہر کیا ہے اور اسی فرمان ہی میں آپ کے علیؑ کے بارے میں فرمان:"تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے کہ جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی کی تفسیر ہے"

علماء نے کہا:"یہ قرآن میں کہاں ہے؟ تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"میں تمہیں قرآن میں دکھا سکتا ہوں اور تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہوں"

ان سب نے کہا:"لائیں" آپؑ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور ہم نے موسیٰؑ اور اسکے بھائی کی طرف وحی کی کہ تم فلاں اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ قرار دو، پس اس آیت میں ہارونؑ کی موسیٰؑ سے نسبت کا ذکر ہے اور اسی طرح اس آیت میں علی علیہ السلام کی رسول اللہؐ سے منزلت بھی موجود ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہؐ کے فرمان میں بھی یہ دلیل ظاہر ہے کہ جب آپ نے فرمایا:"خبردار اس مسجد میں حالت جنب میں کسی کا آنا حلال نہ ہے ماسوائے محمدؐ اور اسکی آلؑ کے"

علما نے کہا: اے ابو الحسن علیہ السلام اور شرح اور تفسیر ماسوائے آپ حضراتؑ کہ جو اھل بیت رسول علیہم السلام ہیں کے سوا کسی کے پاس نہ پائی جاتی ہے" آپؑ نے فرمایا:"کون ہے کہ جو ہماری اس فضیلت کا انکار کرسکے جبکہ رسول اللہؐ نے فرمایا:"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اسکا دروازہ ہیں۔ پس شہر میں داخل ہونا چاہیے اسے چاہیے کہ وہ اسکے دروازے سے آئے پس ہم نے جس فضیلت شرف، تقدم، اصطفا، اور طہارت کی شرح اور وضاحت ہم نے کی ہے اسکا کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے ماسوائے دشمنوں کے۔ پس اس سب پر اللہ کی حمد ہے۔یہ چوتھی آیت ہوئی۔

اور پانچویں آیت اللہ تعالیٰ کا فرمان:"اور آپؐ قرابت داروں کو اسکا حق ادا کریں یہ ایسی خصوصیت ہے کہ جو عزیز و جبار نے فقط آل محمد علیہم السلام کو عطا فرمائی ہے اورتمام اسلام امت پر انکا ر اصطفاء کیا ہے جب یہ آیت رسول اللہؐ پر نازل ہوئی تو فرمایا:"فاطمہ علیہم السلام کو میرے پاس بلالاؤ" آپ علیہا السلام کو آپؐ کے پاس لایا گیا تو فرمایا:"اے فاطمہؑ! آپ علیہا السلام نے فرمایا! لبیک یا رسول اللہؐ آپ نے فرمایا: یہ فدک ہے کہ جس پر گھوڑے نہ دوڑائے گئے ہیں اور نہ ہی اس کی خاطر جنگ کی گئی ہے یہ فقط میرے لیے خاص ہے مسلمانوں کا اسمیں کوئی حصہ نہ ہے کیونکہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے اس لیے میں فدک تمہارے نام کرتا ہوں پس تم اسے اپنے اور اپنی اولا د کے لیے لے لو"

یہ پانچویں آیت ہے

اور چھٹی آیت اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کہہ دیجیے کہ میں تبلیغ دین پر تم سے کسی اجر کا خواہ نہیں ہوں میرا اجر تو فقط اس پر ہے کہ جس نے مجھے خلق فرمایا ہے کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمدؐ سے فرمایا:"اے محمد! کہہ دیجیے میں تم سے تبلیغ دین پر کوئی اجر نہیں مانگتا ماسوائے اس کے کہ اپنے قرابت داروں سے مودت کے" اللہ تعالیٰ نے آلؐ محمد کی مودت فرض کی ہے تو وہ جانتا ہے کہ یہ دین سے ہرگز مرتد نہیں ہونے دیں گے اور خود بھی کبھی ہرگز گمراہ نہ ہونگے اور دوسری بات یہ کہ اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص سے تو مودت رکھتا ہو مگراس کے اھل خانہ میں سے کسی کا دشمن ہو تو اس شخص کا دل اس کو تسلیم نہ کرے گا۔ پس اللہ عزوجل نے چاہا کہ رسول اللہؐ کے دل میں مومنین کے خلاف کوئی چیز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر قرابت داروں کی محبت فرض قرار دی پس جب بھی اس آیت پر عمل کرے اور رسول اللہؐ اور انکی اھل بیتؑ سے محبت کرے رسول اللہؐ اس سے نفرت نہیں کرسکتے اور جو اس آیت کے حکم کو ترک کرے اور اس پر عمل نہ کرے اور آپؐ کی اھل بیتؑ سے بغض رکھے تو رسول اللہؐ پر واجب ہے کہ وہ بھی اس سے نفرت کریں کیونکہ اس نے اللہ کے فرائض میں سے ایک فرض کو ترک کیا۔ پس کونسا فریضہ ہے اور کونسا شرف ہے کہ جو اس سے بڑھ کر ہو یا دین میں اس سے

بڑھ کر کوئی چیز ہو پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر یہ آیت نازل فرمائی کہہ دیجیے کہ میں اس تبلیغ دین پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا ماسوائے قرابت داروں کی مودت سے تو رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب کے مجمع میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:"اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر میرا ایک فرض رکھا ہے کیا تم اسے ادا کرو گے؟ مگر کسی ایک نے بھی آپؐ کو جواب نہ دیا۔

تو آپ نے فرمایا "اے لوگو! وہ فرض نہ سونا ہے اور نہ چاندی ہے نہ کھانے والی چیز ہے اور نہ ہی پینے والی چیز ہے"

تو انہوں نے عرض کی:"تب آپ بتائیے"

تو آپ نے انکے سامنے اس آیت کو تلاوت فرمایا تو ان لوگوں نے عرض کی: "ہم اس فریضہ کو ضرور ادا کریں گے" مگر انمیں سے اکثر نے اپنے وعدے سے وفا نہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نبیؑ کو معبوث نہیں فرمایا: مگریہ کہ اس کی طرف وحی فرمائی کہ وہ اپنی قوم سے اجر کا سوال ہرگز نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اسے انبیآءؑ کا اجر ادا کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کی امت پر محمدؐ کی اطاعت اور آپ کے قرابت داروں کی مودت فرض کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ وہ اپنا اجر اپنے قرابت داروںؑ میں ہی رکھیں تاکہ لوگ قرابت داروںؑ سے مودت رکھیں تاکہ ان لوگوں کو آپؐ کے قرابت داروں کی فضیلت کی معرفت حاصل ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ انکی مودت کو واجب قرار دیا ہے کیونکہ مودت فقط فضیلت کی معرفت کی مقدار کی مناسبت سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے یہ بوجھ واجب قرار نہیں دیا مگر اس لیے کہ اطاعت واجب ہے پس اس حکم مودت سے فقط اس قوم نے تمسک کیا کہ جس نے اللہ تعالیٰ نے وفا کا عہد و پیمان لیا تھا۔ جبکہ بدبخت اور منافق لوگوں نے اس حکم مودت کی مخالفت کی ۔۔انکو بتایا گیا تھا کہ قرابت دارؑ کون ہیں مگر وہ لوگ اس بتائے گئے سے کہ جو اللہ نے بتایا تھا پھر گئے اور کہنے لگے:"قرابت داروں سے مراد تمام عرب اور آپ کی دعوت قبول کرنے ۔۔ خواہ وہ کسی بھی حالت میں ہوں جبکہ ہمیں علم ہے کہ مودت فقط قرابت داروں کے لیے ہے۔ پس جو بھی نبیؐ کے زیادہ قریب ہے وہ اتنا ہی زیادہ مودت کا حقدار ہے۔

جتنی قرابت بڑھ جائے گی مودت بھی اسی مقدار سے بڑھ جائے گی مگر لوگوں نے اللہ کے نبیؐ کی نرم گوئی اور مہربانی میں انصاف سے کام نہیں لیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے آپ کی امت پر وہ احسان کیا ہے کہ جسکی توصیف سے زبانیں عاجز ہیں اور اس پر لشکر کا تقاضا ہے کہ آپ کی ذریت اور اهل بیت کے معاملے میں آپ کو اذیت نہ دیتے اور لوگوں کو چاہیے تھا کہ اهل بیتؑ سے رسول اللہؐ کی محبت اور وصیت کو مد نظر رکھتے ہوئے سر بحشم قبول کرتے۔ علاوہ ازیں قرآن بھی پکا ر پکار کر ان کی طرف دعوت دیتا ہے اور روایات سے بھی ثابت ہے کہ وہ ہی اهل مودت ہیں جنکی مودت اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دی ہے اور اس پر جزاء کا وعدہ بھی فرمایا ہے مگر کسی ایک نے بھی وعدہ مودت نے وفا نہ کی ہے حالانکہ یہ مودت ایسی چیز ہے کہ جس بھی مومن مخلص نے اهل بیتؑ سے مودت کی اللہ تعالیٰ نے اسکے عوض اس پر جنت واجب کر دی ہے کیونکہ اهل بیتؑ سے مودت کی اللہ تعالیٰ نے اسکے عوض اس پر جنت واجب کردی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک آیت میں فرمایا ہے وہ لوگ کہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے وہ جنت کے باغیچوں میں ہونگے وہ اپنے رب سے جو چاہیں گے ملے گا اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے اور یہ سب وہ ہے کہ جسکا اس نے اپنے ان بندوں کو مژدہ سنا یا ہے کہ جو صاحبان ریحان اوعر صالح اعمال بجالائے

والے ہوں:”کہہ دیجیے کہ میں تبلیغ دین پر تم سے کسی اجر کا خواہاں نہیں ہوں ماسوائے اس کے کہ تم میر ے قرابت داروں سے مودت رکھو“ اسکی تفیسر اور توضیح موجود ہے“

پھر ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:”مجھے بیان کیا میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے اپنے آباو اجداد علیھم السلام سے روایت کرتے ہو کہ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب علیھم السلام نے فرمایا:”مہاجرین و انصار جمع ہو کر رسول اللہؐ کے پاس آئ اور عرض کی:”اے اللہ کے رسولﷺ ہم آپؐ کے خرچ و اخراجات میں مدد کرنا چاہتے ہیں کیونکہ آپؐ کے پاس مختلف وفود کی آمد جاری رہتی ہے ہمارے اموال ہمارے خون سمیت حاضرہیں آپؐ جو بھی حکم کریں وہ نیکی اور ما جور ہے اسمیں سے جو آپ رکھنا چاہیں اور جو واپس کرنا چاہیں واپس کردیں آپ پر کوئی حرج نہ ہے۔تب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی طرف روح الامینؑ کے ذریعے وحی فرمائی:۔ ”اے محمدؐ! کہہ دیجیے میں تم سے تبلیغ دین پر کسی قسم کے اجر کا خواہاں نہ ہوں ماسوائے اس کے کہ میرے قرابت داروںؑ سے مودت رکھو“ یعنی میرے بعد میرے قرابت داروںؑ کا احترام کرنا“ پس وہ سب لوگ چلے گئے تو منافقین نے کہا: ہماری پیشکش کورسول اللہؐ نے ایسے نہیں ٹھکرایا بلکہ وہ تو ہمیں اپنے بعد قرابت داروں کا غلام بنانا چاہتے ہیں اور یہ چیز محمدؐ کی طر ف سے(نعوذ باللہ) خود گھڑی گئی ہے پس انکا یہ کہنا انتہائی گراں تھا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپؐ نے خود گھڑا ہے کہہ دیجیے اگر میں نے گھڑا ہو تو بھی تم میرے لیے اللہ کی طرف سے کسی چیز کے مالک نہ بنو گ وہ تمہارے کہنے سے زیادہ عالم ہے میرے اور تمہارے درمیان بطورگواہ ہی کافی ہے اور وہ غفور و رحیم ہے پس نبیؐ نے انکو بلو ابھیجا اور فرمایا کیا کوئی واقعہ ہوا ہے؟ ان سب نے عرض کی:”جی ہاں! اللہ کی قسم! یا رسول اللہؐ! ہم میں سے بعض نے انتہائی غلیظ گفتگو کی ہے کہ جو ہمیں پسند نہ ہے تب رسول اللہؐ نے ان کے سامنے یہ آیت مجیدہ تلاوت فرمائی تو وہ سب رونے لگے جب انکا گریہ شدت اختیار کرگیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وہ وہی ہے کہ جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے اور گناہوں سے درگزر کرنے والا ہے اور وہ جاننے والا ہے کہ تم کیا کرتے پھرتے ہو“ یہ چھٹی آیت ہوئی

ساتویں آیت اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یقینا اللہ اور اسکے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی نبیؐ پر درود بھیجو اور ایسا سلام کرو کہ جیسا سلام کرنے کا حق ہے“ یہ تو دشمن بھی جانتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! ہمیں آپؐ پر سلام کرنے کی معرفت تو گی مگر آپ پر درود کیسے بھیجیں؟

تو آپ نے فرمایا:”تم سب کہو الھم صل علیٰ محمد وال محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وآل ابراھیم انک حمیدمجید۔

اے لوگو کیا تمہارا اس بارے میں کوئی اختلاف ہے سب نے کہا:”جی نہیں“ مامون نے کہا:”یہ ایسی چیز ہے کہ جسمیں سرے سے اختلاف ہی نہیں ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے کیا اس بارے میں آپؐ کے پاس پہلے سے زیادہ وضاحت سے قرآن موجود ہے؟“

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:”جی ہاں! تم سب مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بتاؤ: یس قرآن حکیم کی قسم یقینا آپ صراط مستقیم پر مرسلینؑ میں سے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں یس سے مراد کس کو لیا ہے؟“

سب علما نے کہا اسمیں کسی ایک کو بھی شک نہ ہے کہ یس سے مراد محمدؐ ہیں ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے محمدؐ اور آل محمد علیہم السلام کو وہ فضیلت بخشی ہے کہ جسکی توصیف عقل کے بس کی بات نہ ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیآء کے علاوہ کسی ایک پر بھی سلام نہ کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:"عالمین میں نوحؑ پر سلام ہو اور فرمایا:"سلام ہو ابراہیمؑ پر اور فرمایا سلام ہو موسیٰؑ پر اور ہارونؑ پر" اللہ نے ہرگز نہیں فرمایاسلام ہو آل نوحؑ پر اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ سلام ہو آل ابراہیمؑ پر اور نہ ہی فرمایا کہ سلام ہو آل موسیٰؑ و ہارونؑ پر جبکہ فرمایا پہلے سلام ہو یس پر یعنی آل محمد علیہم السلام پر"

مامون نے کہا:"میں جانتا ہوں کہ اسکی شرح و وضاحت فقط معد ن نبوت میں ہی ہے یہ ساتویں آیت ہے"

"اور آٹھویں آیت اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور جان لو کہ جو چیز تمہیں غنیمت کے طور پر ملے تو اسکا پانچواں حصہ اللہ،رسولؐ،اور قرابت داروںؑ کے لیے ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے حصے کے ساتھ رسول اور قرابت داروں کے حصے کو ذکر فرمایا ہے پس یہ بھی آلؑ اور امت کے درمیان فرق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آلؑ کو ایک طرف رکھا اور لوگوں کو دوسری طرف قرار دیا اور اللہ تعالیٰ نے آلؑ کے لیے وہ پسند کیا ہے کہ جو اپنی ذات کے لیے پسند فرمایا ہے۔

پس اس معاملے میں آلؑ کا چناؤ فرمایا ابتدا اپنی ذات سے فرمائی پھر دوسرے درجہ پر اپنے رسول کا ذکر فرمایا پھر قرابت داروں کا۔ پس مال غنیمت میں سے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے پسند فرمایا تو آلؑ کے لیے بھی پسند فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اسکا فرمان حق ہے جان لو کہ تمہیں غنیمت میں سے جو بھی ملے اسکا پانچواں حصہ اللہ، رسول، اور قرابت داروں کے لیے ہے"

پس یہ تاکید مزید ہے اور آل محمد علیہم السلام کے حق میں وہ گواہی ہے کہ جو قیامت تک کے لیے اللہ کی اس ناطق کتاب میں موجود ہے کہ جسمیں سامنے یا پیچھے سے باطل کی ملاوٹ ہرگز نہ ہوسکتی ہے جو حکیم و مجید کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

جہاں تک اس کے قول:یتامیٰ اور مساکین" کا تعلق ہے تو یتیم جب اپنے یتیم پن سے نکل جائے تو وہ غنیمت سے نکل جاتا ہے اور اسکا اسمیں کوئی حصہ نہ ہوتا ہے اور اسی طرح مسکین ہے کہ جب اسکا مسکین پن ختم ہوجائے تو اسکا غنیمت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا اور اسکا غنیمت لینا اس کے لیے حلال نہ ہوتا ہے جبکہ قرابت داروںؑ کا حصہ قیامت تک انمیں سے غنی و فقیر کے لیے قائم رہتا ہے کیونکہ اللہ اور اسکے رسولؐ سے برھ کر کوئی غنی نہیں ہے پس جو اس نے اپنی ذات اور اپنے رسولؐ کے لیے پسند فرمایا وہی آل محمد علیہم السلام کے لیے بھی پسند فرمایا پس اللہ نے انبیآء اپنی ذات سے فرمائی پھر رسول کا ذکر فرمایا پھر آل محمد علیہم السلام کااور آل محمد علیہم اسلالم کا حصہ اللہ اور اسکے رسول کے حصوں کے ساتھ جڑا ہو اہے۔

اور اسی طرح اطاعت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اپنے اولیاء امرؑ کی پس اللہ تعالیٰ نے ابتداء اپنی ذات سے فرمائی پھر اپنے رسولؐ کا ذکر فرمایا پھر اھل بیت رسول علیہم السلام کا ذکر فرمایا:

اور اسی طرح ہی آیت ولایت میں ہوا ہے فرمایا:"بے شک تمہارا ولی فقط اللہ ہے اور اسکا رسول ہے اور وہ صاحبان ایمان ہیں کہ جو نماز ادا کرتے ہیں۔۔۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکی ولایت کو اپنی اور اپنے رسول کی ولایت کے ساتھ ذکر فرمایا: جیسا کہ انکی اطاعت کو اپنی اور اپنے رسول ؐکی اطاعت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور جس طرح کہ اس نے انکا حصہ اپنے رسول ؐاور اپنے حصے کے ساتھ ملایا ہے پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس اھل بیتؑ پر اپنی کتنی بڑی نعمت نازل فرمائی ہے

اور جب صدقات کا قصہ آیا تو اس سے اپنی ذات، اپنے رسولؐ اور اسکی اھل بیتؑ کو اس سے منزیٰ فرمایا اور فرمایا بے شک صدقات فقط فقراء مساکین، عاملین، مولفة القلوب، غلاموں کو آزاد کرنے، مقروضوں، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور مسافروں کے لیے اللہ کی طرف سے فرض ہیں"

کیا تم نے صدقات میں دیکھا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی ذات یا اپنے رسول ؐیا قرابت داروں ؑکے لیے کچھ مقین کیا ہو؟ ہرگز نہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے جب اپنی ذات کو صدقات سے پاک رکھا تو اپنے رسول اور اھل بیت رسول علیھم السلام کو بھی صدقات سے دور رکھا بلکہ اللہ عزوجل نے ان پر صدقہ کو حرام کیا چنانچہ حضرت محمد وآل محمد علیھم السلام پر صدقہ حرام ہے صدقہ لوگوں کے ہاتوں کی میل ہوتا ہے پس یہ صدقہ آل محمد علیھم السلام کے لیے حرام ہے کیونکہ آپ حضرات علیھم السلام ہر قسم کی گندگی اور میل کچیل سے پاک ہیں پس جب اللہ نے انہیں پاک بنایا اور انکا انتخاب کیا تو جو اس نے اپنی ذات کے لیے پسند فرمایا وہ ان حضرات علیھم السلام کے لیے بھی پسند فرمایا:"پس یہ آٹھویں آیت ہوئی۔

نویں آیت یہ ہے کہ ہم اھل ذکر ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:"تم سب اھل ذکر سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے ہو پس ہم اھل ذکر ہیں تم سب ہم سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے ہو"

علماء نے کہا اللہ تعالیٰ کی اھل زکر سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا: سبحان اللہ کیا یہ جائز ہے تب تو وہ ہمیں اپنے دین کی دعوت دیں گے اور کہیں گے کہ انکا دین اسلام سے افضل ہے"

تو مامون نے کہا:"اے ابو الحسن علیہ السلام! کیا آپؑ کے پاس جو لوگ کہتے ہیں اسکے برخلاف کوئی شرح موجود ہے؟"

آپؑ نے فرمایا۔ ہاں! رسول اللہؐ ذکر ہیں اور ہم اھل ذکر ہیں اور اس چیز کی وضاحت اللہ کی کتاب میں موجود ہے کہ اللہ عزوجل نے سورة طلاق میں ارشاد فرمایا:"اے صاحبان ایمان جو عقل رکھتے ہو اللہ کے غضب سے ڈرو! یقینا اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر رسول کو نازل کیا ہے جو تمہارے سامنے اللہ کی واضح آیات تلاوت فرماتا ہے پس رسول اللہؐ ذکر ہیں اور ہم اھل ذکر ہیں یہ نویں آیت ہوئی۔

دسویں آیت سورة تحریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم پر حرام ہیں تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں۔۔۔ الآخر پس تم سب مجھے بتاؤ کہ کیا میری بیٹی یا میری بیٹی کی بیٹی یا میری نسل میں سے کوئی بیٹی اگر رسول اللہ زندہ ہوتے تو اس سے شادی کر سکتے تھے؟"

سب نے کہا:"جی نہیں" آپؑ نے فرمایا: تم سب مجھے بتاؤ! اگر رسول اللہؐ زندہ ہوئے تو کیا تم میں سے کسی کی بیٹی سے شادی کرسکتے تھے؟

ان سب نے کہا: ”جی ہاں“ آپؑ نے فرمایا: پس اس میں وضاحت ہوگئی کہ میں آپ کی آل میں سے ہوں جبکہ تم آپ کی آل میں سے نہیں ہو۔ پس اگر تم بھی آپ کی آل میں سے ہوتے تو تمہاری بیٹیاں بھی رسول اللہ پر حرام ہوتیں جیسا کہ میری بیٹی آپؐ پر حرام ہیں تم آپ کی امت میں سے ہو پس یہ فرق ہے آل اور امت میں کیونکہ آل آپؐ کی ذات کا حصہ ہیں جبکہ امت جب آپ سے نہیں تو اسکا آپ کی ذات میں سے ہونا ثابت نہیں ہے پس یہ دسویں ہوئی۔

گیارہویں آیت سورۃ مومن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جسمیں مومن آل فرعون کے قول کو حکایت کیا گیا آل فرعون میں سے ایک مومن شخص نے کہا کہ جس نے اپنے ایمان کو چھپایا ہو ا تھا کیا تم اسیے شخص کو قتل کرتے ہو کہ جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے معجزات لایا ہے--------

وہ فرعون کے ماموں کا بیٹا تھا اللہ تعالیٰ نے نسب کے اعتبار سے اسکی نسبت فرعون سے دی مگر اسکی نسبت اسکے دین کی طرف نہ دی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں خصوصیت بخشی ہے کیونکہ ہم اس دنیا میں آمد کے اعتبار سے رسول اللہ کی آل ہیں جبکہ لوگوں کو دین کے سبب عمومیت حاصل ہے۔

پس یہ فرق ہے آلؑ اور امت میں۔ پس یہ گیارہویں آیت ہوئی۔

بارہویں آیت اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے آپ اپنی اهل بیتؑ کو نماز کا حکم دیجیے اور اسی سے صبر حاصل کیجیے اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت فقط ہمیں عطا فرمائی ہے کہ اس نے ہمیں امت کے ساتھ بھی نماز کا حکم دیا پھر ہمیں امت کے علاوہ بھی خصوصی طور پر حکم دیا۔ پس اس آیت کے نزول کے بعد نو ماہ تک مسلسل رسول اللہ حضرت علی و فاطمہ علیہا السلام کے دروازے پر ہر روز پانچ بار نماز کے وقت تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے اللہ تم پر رحم فرمائے! نماز“ اللہ تعالیٰ نے انبیآءؑ کی ذریتوں میں سے کسی ایک کو بھی یہ عزت نہ بخشی ہے جیسی ہمیں عزت بخشی ہے اور باقی تمام انبیآءؑ کی اهل بیت میں سے فقط ہمیں یہ خصوصیت بخشی ہے۔

تو مامون اور علماء نے کہا: ”اے ہمارے نبیؐ کی اهل بیتؑ اللہ تعالیٰ آپؑ کو امت کی طرف سے جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ ہم پر جن مسائل کا حل مشتبہ ہوتا ہے ہم اسکی شرح و وضاحت فقط آپؑ کے پا س ہی پاتے ہیں“

بحارالانوار میں باب شمس والقمر اور لیل النہار اور انکے احوال میں کتاب ”سماء العالم“ سے اسمیں سید ابن طاؤس کی کتاب النجوم سے، اسمیں سید نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن ابراہیم نعمانی سے، اس نے اپنی کتاب دلائل میں محمد بن همام سے، اس نے محمد بن موسیٰ بن عبید سے، اس نے ابراہیم بن احمد یقطینی سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ذی العلمین کے بیٹے نے، اس نے کہا کہ میں خراسان میں مامون کی محفل میں زی ریاستین کے سامنے موجود تھا کہ اسکے پاس ابو الحسن رضا علیہ السلام تشریف لائے تو رات اور دن کے بارے میں ذکر چل پڑا کہ انمیں سے کون پہلے خلق ہو اہے لوگوں نے اسمیں خوب غورو حوض اور بحث و مباحثہ کیا مگر انمیں اختلاف ہوگیا پھر ذی ریاستین نے امام رضا علیہ السلام سے اس بارے میں سوال کیا کہ آپؑ کے پاس اس بارے میں کیا علم ہے تو امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ”تم

کیا چاہتے ہو کہ میں تمہیں اللہ کی کتاب سے جواب دوں یا تمہارے حساب سے تو اس نے کہا میں چاہتا ہو کہ سب سے پہلے حساب کی جیت سے جواب دیں"

تو آپؑ نے فرمایا:"کیا تم لوگ نہیں کہتے ہو کہ دنیا کا طالع سرطان ہے اور ستارے اسکے شرف میں تھے؟" اس نے کہا:"جی ہاں"

آپؑ نے فرمایا:"پس زحل میزان میں، مشتری سرطان میں، مریخ جدی میں،زہرہ حوت میں،قمر ثور میں اور شمس آسمان کے وسط میں حمل میں ہے اور یہ ممکن نہیں ہے ماسوائے دن کے اس نے کہا:"جی ہاں"

اب آپؑ اللہ کی کتاب سے بتلائیے؟"

آپؑ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "سورج کے لیے سزوار نہیں ہے کہ وہ چاند کو درک کرے اور نہ ہی رات دن سے پہلے ہوسکتی ہے یعنی دن اس سے پہلے ہوتا ہے"

سید نے کہا: ہم نے اس حدیث کوبہت سی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ این جمہورعمی نے کہ جو عالم و فاضل تھا کتاب الواحدۃ میں روایت کیا ہے کہ ذی ریاستین کی طرف سے امام رضا علیہ السلام سے پوچھے گئے سوالا ت میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ا ن لوگوں نے مامون کے سامنے رات اور دن کی خلقت کا ذکر چھیڑا تو بعض نے کہا:"اللہ تعالیٰ نے دن کو رات سے پہلے خلق فرمایا" اور بعض نے کہا:"اللہ تعالیٰ نے رات کو دن سے پہلے خلق فرمایا" پس ان سب نے اس سلسلے میں ابو الحسن علیہ السلام سے سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:"اللہ جل جلالہ نے دن کو رات سے پہلے خلق فرمایا اور روشنی کو اندھیرے سے پہلے خلق فرمایا:"پس اگرتم چاہو تو میں تمہیں قرآن سے ثابت کرتا ہوں اور اگر تم چاہو تو میں علم نجوم سے ثابت کرتا ہوں" تو ذو ریاسیتن نے کہا کہ آپؑ ہمیں ددنوں جھتوں سے ثابت فرمائیے۔

تو آپؑ نے فرمایا:"جہاں تک علم نجوم کی بات ہے تو تم جانتے ہو کہ دنیا کا طالع سرطا ن ہے اور یہ ممکن نہیں ہے مگریہ کہ جب سورج اپنے شرف کے گھر دن کے درمیان میں ہو اور جہاں تک قرآن کی بات ہے تو کیا تم نے اللہ تبار ک و تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا ہے "سورج کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ وہ قمر کو درک کرسکے اور نہ ہی رات دن سے پہلے ہوسکتی ہے"

سید مرتضیٰ نے فصول میں اپنے استاد شیخ معنید سے روایت کی ہے کہ روایت کیا گیا ہے کہ مامون عباس خراسان میں سیر کے لیے نکلا تو اسکے ساتھ علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام بھی تھے سیر کے دوران مامون نے آپؑ سے کہا "اے ابو الحسن علیہ السلام میں نے ایک چیز میں غور وفکر کیا تو اسمیں مجھے درست فکر نصیب ہوئی میں نے اپنے اور آپ حضراتؑ کے معاملے، اپنے اور آ پ حضرات کے نسب میں غور کیا تو میں نے اسمیں ایک جیسی فضیلت پائی۔ حالانکہ میں نے دیکھا ہے ہمارے چاہنے والے اسمیں برائی اور عصبیت پر اتر آتے ہیں"

تو امام رضا علیہ السلا م نے فرمایا:"اس بارے میں ایک تسلی بخش جواب ہے اگر چاہو تو میں تمہیں بتاؤ اور اگر چاہو تو خاموش رہوں؟"

مامون نے کہا:"میں نے آپ کے سامنے ذکر ہی اس لیے کیا ہے کہ میں جان سکوں کہ آپؑ اس معاملے میں کیا فرماتے ہیں؟"

تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اے امیر! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمدؐ کو دوبارہ معبوث فرمائے اور آپؐ کو ان ٹیلوں میں سے کسی ٹیلے کی اُوٹ سے باہر تشریف لائیں اور تم سے اپنے لیے تیری بیٹی کا رشتہ مانگیں تو کیا تو اپنی بیٹی آپ سے بیاہ دو گے"

تو اس نے کہا:"سبحان اللہ" کیا کوئی رسول اللہؐ سے منہ موڑسکتا ہے؟"

تو امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا:"تم کیا سمجھتے ہو کہ کیا آپ مجھے سے اپنے لیے میری بیٹی کا رشتہ طلب فرماسکتے ہیں؟"

تو مامون ہکا بکا رہ گیا پھر اس نے کہا: اللہ کی قسم آپؐ رسول اللہؐ کے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں"

سید نے کہا کہ مجھے شیخ نے بیان کیا کہ اسی طرح مامون نے ایک دن امام رضا سے کہا:"مجھے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہا السلام کی وہ بڑی فضیلت بتلائیے کہ جس پر قرآن دلالت کرتا ہو؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا آپ کی مباہلہ میں فضیلت ہے اللہ جل جلالہ نے فرمایا: آپؐ کی طرف علم آجانے کے بعد بھی جو آپؐ سے بحث کرے تو آپ کہہ دیجیے آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کواور ہم اپنی بیٹیوں کو اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاتے ہیں اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو بلاتے ہیں پھر ہم مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کرتے ہیں تو رسول اللہؐ نے اپنے بیٹوں کی جگہ حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کو اور اپنی بیٹی کی جگہ فقط فاطمہ علیہا السلام کو بلایا اور امیر المومنین علیہ السلام کو اپنی جا ن کے طور پر لے گئے اور یہ اللہ عزو جل کا حکم تھا جب ثابت ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے رسول اللہؐ سے بڑھ کر جلیل القدر اوربر افضل کوئی نہ ہے تو واجب ہے کہ اللہ کے حکم سے جو نفس رسول اللہؐ ہو اس سے کوئی ایک بھی افضل نہ ہو"

تو مامون نے کہا:"کیا اللہ تعالیٰ نے ابناء کو جمع کے لفظ کے ساتھ ذکر نہ کیا ہے جبکہ رسول اللہؐ نے فقط اپنے بیٹوں کو خاص طور پر بلایا اور لفظ نساء وجمع کے لفط کے ساتھ ذکر کیا ہے جبکہ رسول اللہؐ نے فقط اپنی بیٹی فاطمہ علیہا السلام کو ہی بلایا تو پھر کیسے جائز نہ ہے کہ وہ اپنی ذات کو بلانا یا د نہ رکھیں۔ اور ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد فقط آپ کی اپنی ذات ہو تب تو آپ نے امیر المومنین کی جو فضیلت بیان کی ہے نہیں ہے؟"

تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اے امیر! جو تم نے کہا ہے وہ درست نہیں ہے وہ اس لیے کہ بلانے والا بلائے جانے والے کا ہمیشہ غیر ہوتا ہے جیسے کہ حکم دینے والا حکم کا غیر ہوتا ہے پس درست نہ ہے کہ حقیقت میں کوئی خود کو بلانے والا نہ ہو جیسا کہ حاکم کے لیے حکم حقیقتاً اسکی ذات نہ ہوسکتا ہے۔

پس جب رسول اللہؐ نے مباہلہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے علاوہ کسی شخص کو نہ بلایا ہے تو اس ثابت ہوا کہ امیرالمومنینؑ ہی رسول اللہؐ کا وہ نفس ہیں کہ جسے اللہ نے اپنی کتاب میں مراد لیا ہے اور اس نے اپنی کتاب میں اسے حکمت قرار دیا ہے"

مامون نے کہا:"جواب وارد ہوگیا تو سوال ساقط ہوگیا"

صدوق نے عیون میں ابو العباس محمد بن ابراہیم بن اسحق طالقانی سے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا ابو محمد القاسم محمد بن علی الهادی نے، اس نے کہا کہ بیان کیامجھے ابو حامد عمران بن موسیٰ بن ابراہیم نے، اس نے حسن بن القاسم الرقام سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا قاسم بن مسلم نے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مسلم سے روایت کی ہے کہ ہم علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام کے دنوں میں مرو کے مقام پر تھے ہم وہاں پہنچنے پر جمعة المبارک کے دن جامع مسجد میں جمع ہوئے۔ پس لوگوں میں امر امامت زیر بحث آیا اور لوگوں نے اسمیں کثرت اختلاف کا ذکر کیا تو میں اپنے آقا ومولا اما م رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپؑ کے سامنے لوگوں کی بحث عرض کی۔ تو آپؑ نے تبسم فرمایا پھر فرمایا: اے عبدالعزیز! قوم جاہل ہوگئی ہے اور اپنے دین میں دھوکہ دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک رسول اللہؐ کی رحلت نہیں بخشی جب تک کہ آپؐ کے لیے دین کو مکمل نہیں کیا اور آپؐ پر قرآن نازل فرمایا کہ جسمیں ہر چیز کی تفصیل اور حلال و حرام کا بیان ہے اور حدود و احکام کا بیان ہے اور کمال دین کے لیے جس چیز کی ضرورت ہے اس سب کا بیان ہے۔عزوجل نے فرمایا:"ہم نے کتاب میں کسی چیز کے ذکر کو ترک نہ کیا ہے"

اور آپ کی حیات طیبہ کے آخر میں حجة الوداع کے موقع پر نازل فرمایا: آج کے دن ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کردیں اور تمہارے لیے اسلام کے بطور دین ہونے پر راضی ہوگیا"

اور امر امامت دین کی تکمیل میں سے ہے آپ کی رحلت نہ ہوئی مگریہ کہ آپ نے امت کو اپنے دین کی تعلیمات وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیں اور ان کے لیے دین کے راستے کی وضاحت فرمادی۔ اور انہیں حق کے قصد کے ساتھ چھوڑا اور لوگوں کے لیے علی علیہ السلام کو علم اور امامت مقرر فرمایااور کوئی چیز ایسی نہ چھوڑی کہ جسکی امت کو ضرورت ہو مگر یہ کہ اسکی وضاحت فرمادی پس جو بھی گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو مکمل نہیں فرمایا تو وہ کتاب الہی کو جھٹلانے والا ہے اور جو اللہ کی کتاب کو جھٹلائے وہ کافر ہے کیا وہ لوگ امت میں امامت کی قدرو منزلت اور مقام سے واقف ہیں کہ ان کے لیے امامؑ کا انتخاب جائز ہو۔ حالانکہ امامت جلیل القدر اور عظیم الشان اور بلند مرتبہ مقام ہے کہ اسمیں دائیں بائیں کی گنجائش نہ ہے اور اسمیں غور وحوض کی گنجائش نہ ہے امامت تک لوگوں کے عقلوں کی رسائی ممکن نہ ہے اور وہ اپنی آرا اور انتخاب کے ذریعے امامؑ مقرر نہیں کرسکتا ہے۔

امامت وہ مقام و مرتبہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ابراہیم علیہ السلام کو نبوت کے بعد خصوصی طور پر عطا فرمایا اور ایسی فضیلت ہے کہ جس کے ذریعے ابراہیمؑ کو شرف بخشا اور خوشی میں اسکا ذکر فرمایا۔

تو فرمایا:"میں نے تمہیں لوگوں کے لیے امام مقرر کیا ہے" تو خلیل اللہ علیہ السلام ہے اس سے خوش ہوکر عرض کی:"میری ذریت میں سے" اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:"میرے اس عہد کو ظالم نہیں پاسکتے" پس یہ آیت قیامت تک آنے والے پر ظالم کی امامت کے دعوے کو طاطل کرتی ہے اور امامت کو فقط چنیدہ لوگوں میں قرار دیتی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو یہ عزت بخشی کہ ان کی ذریت میں چنیدہ اور پاکیزہ افراد کو قرار دیا۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا۔ اور ہم نے اسکو اسحق اور یعقوب عطا فرمائے اور ان سب کو ہم نے صالح بنایا۔ اور ہم نے انہیں ائمة قرار دیا کہ جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت

کرتے ہیں اور ہم نے انکی طرف نیکی کے کام کی وحی کی ہے اور نماز ادا کرنے کی اور زکوٰۃ دینے اور ہمارے لیے عبادت گزار ہونے کی" پس امامت ابراہیم کی ذریت میں رہی کہ وہ ایک دوسرے سے وراثت میں لیتے رہے ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں یہانتک کہ اسکے وارث نبی ہوئے تو اللہ عزوجل نے فرمایا:"ابراہیم کے نزدیک ترین لوگوں میں سے وہ ہیں کہ جنہوں نے اسکی پیروی کی اور یہ نبیؐ اور وہ لوگ کہ جو ایمان لائے اور اللہ مومنین کا ولی ہے پس امامت آپ سے خاص ہوئی۔

آپؐ نے امامت کا تاج اللہ کے حکم سے بطور واجب علی علیہ السلام کے سر پر رکھا تو امامت علی علیہ السلام کی ذریت میں سے ان چنیدہ افراد میں قرار پائی کہ جنہیں اللہ تعالیٰ علم و ایمان کی دولت سے نوازا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے اور ان لوگوں نے کہا کہ جنہیں علم و ایمان عطا کیا گیا یقینا تم سب اللہ کی کتاب میں قیامت کے دن تک غور کرتے رہو گے پس یہ آیت قیامت تک علی علیہ السلام کی اولاد کے لیے خاص ہے کیونکہ محمدؐ کے بعد کوئی نبیؐ نہیں ہے۔ پس ان جاہلوں کو انتخاب کا حق کہاں ہے؟

امامت انبیآء کی منزلت اور اصفاء کی وراثت ہے۔ امامت اللہ عزوجل اور رسولؐ کی خلافت، امیر المومنینؑ کا مقام اور حسن علیہ السلام

حسین علیہ السلام کی وراثت ہے۔امامت دین کی باگ ڈور مسلمانوں کا نظام ہے دنیا کی اصلاح اور مومنین کی عزت ہے امامت اسلام کی بنیاد ہے۔ امامؑ ہی کے وجود سے نماز قائم ہوتی ہے زکوٰۃ ادا ہوتا ہے روزے رکھے جاتے ہیں۔حج ادا کیا جاتا ہے اور جہاد قائم ہوسکتا ہے۔ مال غنیمت اور صدقات کی تقسیم ہوتی ہے حدود و احکام کا اجراء ہوتا ہے امامؑ ہی ہے کہ جو اللہ کے حلال کوحلال رکھتا ہے اور اللہ کے حرام کو حرام رکھتا ہے اللہ کی حدود کو قائم کرتا ہے اور اللہ کے دین کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظہ ءِ حسنہ کے ذریعے لوگوں کو بلاتا ہے امام دنیا کے لیے روشن سورج کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ وہ آسمان پر ہوتا ہے کہ جس تک نہ ہاتھوں کی رسائی ہوتی ہے اور نہ آنکھوں کی

امام چمکتا چاند، روشن چراغ، دمکتا نور، اندھیری وادیوں، بھٹکانے والے بیابان اور سمندر کی موجوں میں ہدایت کرنے والا ستارہ ہوتا ہے

امامؑ پیاسوں کے لیے ٹھنڈا میٹھا پانی، ہدایت کا راہنما اور ہلاکت سے بچانے والا ہوتا ہے۔

جو امامؑ کو چھوڑدے وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔ امامؑ بارش برسانے والا بادل موسلادھار بارش، روشن سورج، وسیع زمین، فراواں چشمہ ہوتا ہے۔

امامؑ مہربان امین، محبت کرنے والا باپ، شفیق بھائی، فتنوں میں بندوں کے لیے پنا ہ گاہ ہوتا ہے۔

امامؑ اللہ کی زمین میں اسکا امین، اسکی حجت اور اسکی مملکت میں اسکا خلیفہ، اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور اللہ کی حرمت کی حفاظت کرنے والا ہوتا ہے۔

امامؑ گناہوں سے پاک، عیوب سے خالی، علم سے مخصوص، حلم سے معروف، دین کا نظام، مسلمانوں کی عزت، منافقین کے لیے غلیظ اور کافروں کو رسوا کرنے والا ہوتا ہے۔

امام ؑاپنے زمانے میں ایک ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ دیندار کوئی نہیں ہوتا ہے۔ نہ کوئی علم میں اسکے برابر ہوتا ہے اور نہ ہی اسکا کوئی نعم البدل ہوتا ہے نہ اسکی کوئی مثال ہوتا ہے اور نہ ہی نظیر۔ تمامتر فضیلت اسکے ساتھ خاص ہوتی ہے کہ جو اس نے کسی سے لی ہوئی ہے اور نہ کسی سے سیکھی ہوئی ہے۔ بلکہ وہ وھاب کی طرف سے اس کے لیے اختصاص ہوتا ہے۔

پس کون ہے کہ جو امامؑ کی معرفت کو پاسکے اور اس کے لیے امامؑ کا انتخاب ممکن نہیں ہے۔ بہت بعید ہے بہت بعید ہے۔ عقلیں گمراہ ہوجاتی ہیں حلم جواب دے جاتے ہیں ، اندازے دھرے رہ جاتے ہیں آنکھیں حسرت سے دیکھتی ہیں بڑے بڑے پریشان اور دانا حیران رہ جاتے ہیں۔ خطباء گنگ ہوجاتے ہیں شعرا اور ادیب عاجز آجاتے ہیں۔ اوراسکی شان کے وصف سے اور اسکے فضائل میں سے ایک فضیل کے بیان سے بڑے بڑے بلیغ عاجزآجاتے ہیں۔ پس اسکی توصیف کیسے بیان کی جاسکتی ہے اور اسکی تعریف کیسے کی جاسکتے ہے اور اسکے معاملے کو کیسے سمجھا جاسکتا ہے یا اسکا قائم مقام کیسے مل سکتا ہے؟

پس کوئی کیسے انتخاب کرسکتا ہے؟ انکے عقل کہاں گئے ہیں؟ اسکی مثال کہاں مل سکتی ہے؟ کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ سب آل رسول علیھم السلام کے علاہ میں پاسکیں گے؟ اللہ کی قسم!وہ خود سے جھوٹ بول رہے ہیں"

وہ لوگ اپنے ناقص پر ا گندہ عقلوں اور گمراہ کن آراء کے ذریعے امام کا انتخاب کرنے چلے ہیں پس انہیں پھٹکار کے سوا کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ اللہ انہیں قتل کرے یہ انتہائی مشکل میں پڑگئے ہیں وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

وہ انتہائی گمراہی کا شکار ہوچکے ہیں وہ حیرت میں پڑ چکے ہیں ان لوگوں نے صاحب بصیرت امامؑ کو چھوڑ دیا ہے شیطان نے انکے اعمال کو بڑھا چڑھا کر انہیں دکھایا ہے اور انہیں راہ حق سے ہٹا دیا ہے وہ بصیرت چاہنے والے نہیں ہیں۔ان لوگوں نے اپنے انتخاب کی خاطر اللہ اور اسکے رسولؐ کے انتخاب سے منہ موڑ لیا ہے حالانکہ قرآن انہیں بار بار پکاررہا ہے تمہار ا رب جو چاہتا ہے خلق کرسکتا ہے اور ہمیشہ لوگوں کے لیے بھلائی ہی کا انتخاب کرتا ہے جو کچھ مشر ک کہتے ہیں اللہ اس سے بلند و پاک ہے"

اللہ عزوجل فرماتا ہے جب اللہ اور اسکے رسول ؐکسی معاملے کا فیصلہ کردیں تو ہر مومن و مومنہ کو اس میں خود سے فیصلہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ انکا فیصلہ اللہ اور اسکے رسول کے فیصلے سے ان کے لیے زیادہ بہتر نہیں ہوسکتا ہے"

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:"تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم لوگ کیسے فیصلے کرتے ہو کیا تمہارے پاس کوالہامی کتاب ہے کہ جسمیں تم پڑھتے ہو کہ تمہارے لیے اس معاملے میں تمہارا انتخاب کردہ ہی درست ہے یا تمہارا ہمارے خلاف ایمان ہے کہ جو قیامت تک پہنچنے والا ہے کہ تمہیں حق ہے کہ تم جو چاہو فیصلہ کرو ان سے سوال کیجیے وہ اس بارے میں کیا گمان کرتے ہیں یا انکے شرکاء ہیں تو وہ اپنے شرکاء کو لائیں اگر وہ سچے ہیں اور عزوجل نے فرمایا:"کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا انکے دلوں پر تالے پڑھے ہیں یا انکے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہیں کہ وہ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے یا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی حالانکہ انہوں نے سنا ہی نہیں ہے اللہ کے نزدیک براترین رینگنے والا وہ کہ جو گونگے اور بہرے ہوں کہ جو عقل سے کام نہیں لیتے اگر اللہ اسمیں کوئی بھلائی دیکھتا تو انہیں بھی سننے والا بناتا او ر اگر

انہیں سننے والابناتا اور وہ منہ موڑتے اور وہ جی چرانے والے ہوتے اور کہتے ہم نے سنا اور ہم نے معصیت کی بلکہ یہ تو اللہ کا فضل ہے کہ جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ عظیم فضل کا مالک ہے

پس انہیں امامؑ کے انتخاب کا حق کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ جب امامؑ تو عالم ہوتا ہے جاہل نہیں ہوسکتا ہے الفت کرنے والا حاکم ہوتا ہے اسے بزدل نہیں بنایا جاسکتا ہے امامؑطہار و پاکیشزگی، نسل وزہد اور علم و عبادت کا منبع ہوتا ہے امامؑدعوت رسول کے ساتھ خاص ہوتا ہے وہ بتول طاہر علیہا السلام کی نسل سے ہوتا ہے۔ دعوت رسولؐ کے نسب میں، کہیں کمتری نہیں ہوتی ہے کوئی صاحب حسب امامؑ کی برابری نہیں کرسکتا ہے۔ امامؑ قریش کا گھر اور ھاشمؑ کی ذریت سے ہوتا ہے وہ آل رسول علیھم السلام کی عترت اور شرف الاشراف میں اللہ کی رضا اور عبد مناف کی شاخ ہوتا ہے۔ امامؑ علم کا چشمہ، کامل الحکم، امامت کا طلوع کرتا سورج، سیاست کا عالم امامؑ کی اطاعت فرض ہوتی ہے امامؑ اللہ کے امر سے قیام کرنے والاہوتا ہے امامؑ اللہ کے بندوں کو نصیحت کرنے والال اور اللہ کے دین کی حفاظت کرنے والاہوتا ہے۔ انبیاءؑ اور ائمہ علیھم السلام کی توفیقات اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان حضرات علیھم السلام کو اپنے علم و حکمت سے وہ چیزیں عطا فرماتا ہے کہ جو وہ ان حضرات علیھم السلام کے علاوہ کسی کو عطا نہیں فرماتا ہے۔

پس ان حضرات علیھم السلام کا علم اپنے زمانے کے تمام اھلیان علم سے بڑھ کر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"کیا وہ پیروی کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے کہ جو حق کی طرف ھدایت کرنے والا ہے یا وہ کہ جو ہدایت یا فتہ نہیں ہوتا کہ جب تک اسکو ہدایت نہ کی جائے۔ پس تمہیں کیا ہوگیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے جسے حکمت عطا کی گئی گویا اسے خیر کثیر عطا کی گئی ہے اور طالوت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اللہ تعالیٰ نے اسے تم میں سے چنا ہے اور اسے علم و جسم میں کشادگی عطا فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا ملک عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت دینے والاعلیم ہے اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی سے ارشاد فرمایا:"آپؐپر اللہ کا عظیم فضل ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی ذریت اور اھل بیت علیھم السلام میں سے ائمہ علیھم السلام کے بارے میں فرمایا:"کیا لوگ ان سے اس بات پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنا فضل عطا فرمایا ہے یقینا ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی ہے اور ہم نے انہیں ملک عظیم عطا فرمایا ہے۔ پس انمیں سے کچھ اس پر ایمان لائے ہیں اور کچھ نے اس سے منہ موڑ لیا ہے پس وہ جہنم کو بھڑکانے کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو لوگوں کے معاملات سدھارنے کے لیے منتخب فرماتا ہے تو اسکے سینے کو وسعت بخشتا ہے اور اسکے دل کو حکمت کے چشمے و دیعت کرتا ہے اور اسے الھامی علم عطا فرماتا ہے اسکے جواب میں کوئی عیب تلاش نہیں کیا کیا جاسکتا ہے اور وہ کسی معاملے میں راستی سے دور نہیں ہوتا ہے وہ معصوم، موید موفق اور مسدد ہوتا ہے وہ خطا لرزش اور غلطی سے پاک ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے یہ خصوصیات اس لیے عطا کی ہوتی ہیں تاکہ وہ اسکے بندوں پر اسکی حجت ہوجائے اور اسکی مخلوق پر اسکا گواہ بن جائے اور یہ اللہ کا فضل ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے اسے عطا فرماتا ہے اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔ کیا وہ لوگ اس پر قا ئم ہیں کہ وہ اس جیسے کا انتخاب کرسکیں؟

یا وہ ایسی ہستی کا انتخاب کرنے میں اللہ تعالیٰ پر سبقت حاصل کرسکتے ہیں وہ لوگ اللہ کے حق کے گھر کی مخالفت کرنے والے ہیں ان لوگوں نے اللہ کے حکم کو پس پشت ڈال دیا ہے گویا کہ وہ جانتے ہی

نہیں ہیں حالانکہ اللہ کی کتاب میں ہدایت اور شفا ہے مگر ان لوگوں نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے اور انہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی ہے نتیجۃً اللہ تعالیٰ نے انکی مذمت کی ہے اور ان سے نفرت کی ہے اور انہیں ہلاک کیا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوسکتا ہے کہ جس نے اللہ کی طرف سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے اپنی خواہش کی پیروی کی یقینا اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا ہے۔

اور اللہ عزوجل نے فرماتا ہے:"ان کے لیے نفرت ہے اور انکے اعمال گمراہ ترین ہیں اور اللہ عزوجل نے فرمایا:"اللہ کے نزدیک اور ان لوگوں کے نزدیک کہ جو ایمان لائے لائق سخت نفرت ہے اور اسی طرح ہی اللہ تعالیٰ ہر متکبر و جبار کے دل پر مہر لگاتا ہے"

شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے احتجاج میں مکمل سند ذکر کیے بغیر قاسم بن مسلم سے، اس نے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مسلم سے ایسی ہی حدیث روایت کی ہے کہ جسمیں تھوڑا سا لفظی تغیر پایا جاتا ہے۔

صدوق نے کتاب توّحید میں محمد بن ھارون غامی سے اس نے کہا: ہمیں بیان کیا عبداللہ بن جعفر الحمیری نے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے کہا:"ہمیں بیا ن کیا ابراہیم بن ھاشم نے، اس نے علی بن سعید سے، اس نے حسن بن خالد سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام سے عرض کی: "اے فرزند رسولؐ علیہ السلام! لوگ ہماری طرف تشبیہ اور جبر کے عقیدے کی نسبت دیتے ہیں اس لیے کہ آپؑ کے آباء و اجداد علیہم السلام سے اس بارے میں روایات کو نقل کیا گیا ہے"

تو آپؑ نے فرمایا:"اے خالد کے بیٹے! مجھے ان اخبار کے بارے میں بتاؤ کہ جو نبیؐ سے روایت کی گئی ہیں کیا اس سے زیادہ ہیں کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ تشبیہ اور جبر کے قائل تھے؟تو میں نے آپؑ سے عرض کی:"وہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے اس بارے میں کچھ نہیں فرمایا یہ تو فقط آپ پر بہتان روایت کیا گیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:"پس انہیں میرے ائمہ آباء و اجداد علیہم السلام کے بارے میں بھی کہنا چاہیے کہ آپ حضرات علیہم السلام میں سے کسی نے ایسی کوئی بات نہ کی ہے ان حضرات علیہم السلام کے بارے میں بہتان روایت کیا گیا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: جو تشبیہ اور جبر کا قائل ہو وہ کافر اور مشرک ہے۔ اور ہم دنیا و آخرت میں اس سے بیزار ہیں اے خالد کے بیٹے! ہمارے بارے میں تشبیہ اور جبر کی روایت کو ان غالیوں نے گھڑا ہے کہ جوا للہ کی عظمت کو کم جانتے ہیں پس جو ان لوگوں سے محبت کرتا ہے یقینا وہ ہم سے بغض رکھتا ہے اور جو ان سے نفرت کرتا ہے یقینا وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ جو ان کو دوست رکھتا ہے یقینا وہ ہم سے دشمنی اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے یقینا وہ ہمیں دوست رکھتا ہے جس نے ان سے تعلقات بڑھائے یقینا اس نے ہم سے قطع تعلقی کی اور جس نے ان سے قطع تعلقی کی یقینا اس نے ہم سے تعلقات بنائے۔ جس نے ان سے برا سلوک کیا یقینا اس نے ہم سے نیکی کی اور جس نے ان سے نیکی کی یقینا اس نے ہم سے برا سلوک کیا۔

جس نے انکا اکرام کیا اس نے ہماری توہین کی اور جس نے انکی اھانت کی یقینا اس نے ہمارا اکرام کیا جس نے ان سے قبول کیا اس نے ہمیں رد کیا اور جس نے انہیں رد کیا اس نے ہمیں قبول کیا جس نے ان سے اچھائی کی اس نے ہم سے برائی کی اور جس نے ان سے برائی کی اس نے ہم سے اچھائی کی۔ جس نے ان

کو سچا جانا اس نے ہمیں جھوٹا سمجھا اور جس نے انہیں جھوٹا سمجھا اس نے ہمیں سچا مان لیا۔ جس نے انہیں عطا کیا اس نے ہمیں محروم کیا اور جس نے انہیں محروم کیا اس نے ہمیں عطا کیا۔

اے خالد کے بیٹے! جو ہمارا شعیہ ہے وہ ہرگز انمیں سے کسی کو اپنا دوست و مددگار نہیں بنا سکتا ہے"

طبرسی نے احتجاج میں خالد بن ابی العشیم فارسی سے روایت کی ہے که میں نے ابو الحسن رضا علیه السلام سے عرض کی۔ لوگ گمان کرتے ہیں که زمین میں ابدال ہوتے ہیں وہ ابدال کون ہوتے ہیں؟

امام علیه السلام نے فرمایا: لوگ سچ کہتے ہیں ابدال اوصیاء علیہم السلام ہوتے ہیں که جنہیں الله عزوجل نے زمین میں انبیآء علیہم السلام کا نعم البدل قرار دیا ہے اور محمدؐکو خاتم الانبیآء علیہم السلام قرار دیا ہے۔

طبرسی نے کہا: امام رضا علیه السلام نے ان لوگوں کی غلطی اور دین مبین سے گمراہی کی جو علتیں بیان فرمائیں ہیں انمیں سے گزشته سند کے ساتھ ابو محمد الحسن بن علی العسکری علیہا السلام سے روایت کیا گیا ہے که امام رضا علیه السلام نے فرمایا: وہ گمراہ کافر اپنی ذاتی جہالت کے بل بوتے پر ایسے عقیدے بنالیتے ہیں که خود بھی سخت متعجب ہوجاتے ہیں اور جو ان جیسا ہو وہ اسکی بڑھ چڑھ کر عزت کرتے ہیں وہ انہی باطل آراء کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے ناحق راستے پر گامزن عقول پر بھروسه کرتے ہیں یہانتک که وہ لوگ الله عزوجل کی قدرومنزلت کو کم کرنے پر تل جاتے ہیں اور اسکے امر کی تحقیر کرتے ہیں اور اسکی عظیم شان کی توہین کرتے ہیں کیونکه وہ نہیں جانتے که وہ بذرته قادر ہے اور بذاته غنی ہے که جسکی قدرت کسی سے ادھار لی گئی نه ہے اور نه ہی اسکی بے نیازی کسی سے مستفید ہے وہ ایسی ذات ہے که جسے چاہے فقیر بنادے اور جسے چاہے غنی کردے اور جسے چاہے طاقت کے بعد عاجز بنادے اور جسے چاہے تونگری کے بعد فقیر بنا دے۔ وہ لوگ دیکھتے ہیں اس عبد خاص کو که جسے الله عزوجل نے اپنی قدرت سے خصوصیت بخشی ہے تاکه اس کے ذریعے وہ اپنے فضل کو واضح کرسکے اور اسے اپنی کرامت کے آثار عطا فرمائے ہیں تاکه اس کے ذریعے اسکی مخلوق پر اسکی حجت تمام ہوجائے تاکه اس کے ذریعے الله تعالیٰ اپنی اطاعت پر ثواب مقرر فرمائے که جو اسکے امر کی اتباع کا باعث بنے اور وہ اپنے بندوں پر اپنی حجتؑ مقرر کرکے انہیں غلطیوں سے بچانا چاہتا ہے تاکه حجتؑ ان کے لیے پیشوا ہو پس وہ دنیا کے بادشاہ کو چاہنے والے جیسے ہوجائیں جو اسکے فضل سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور اس سے مراد کی برآوری کی امید رکھتے ہیں اور اسکے سائے میں غنیمت کی آس لگاء ہوئیہیں اور انکی صله رحمی کے ذریعے گراوٹ سے بچنے کی اور اسکی وسیع عطا کے ذریعے اپنے اهل و عیال میں انقلاب لانے کے دلداده ہوتے ہیں اور جس کے ذریعے وہ انکو دنیا کی طلب سے بے نیاز کردے اور انہیں گھٹیا طرز معاش سے چھٹکارا دلا ئے اورکم تر مطالب سے دور کرے پس وہ اسکے ساتھ ساتھ بادشاہ کے راستے کے بارے میں سوال کرتے رہتے ہیں تاکه اس تک پہنچ پائیں اسکی طرف انہیں یہی رغبت ہی کھینچتی ہے اور انکے دل اسکو دیکھنے کے لیے تڑپتے ہیں۔

جب انہیں کہا جاتا ہے که بادشاہ عنقریب اپنے لشکر و سپاہ اور اپنے سوار و پیاده فوجیوں کے ہمراہ تمہارے سامنے آنے والا ہے جب تم اسے دیکھو تو اسکا حق ہے که تم اسے تعظیم دو اور اسکی بادشاہت کا اقرار کرو اور اسکے علاوہ کسی کو اس جیسا خطاب مت دو اور اسکے سوا کسی کو اس جیسی تعظیم ہرگز مت دو ورنه تم اس بادشاہ کے حق میں گستاخی کرنے والے اور اسے اذیت دینے والے بن جاؤ گے اور اس کے

سبب تم اسکی بڑی سزا کے حقدار بن جاؤ گے۔ تو وہ کہتے ہیں "ہم اپنی پوری طاقت اور کوشش سے ایسا ہی کریں گے۔

پس جب تھوڑی دیر بعد انکے سامنے بادشاہ کے غلاموں میں سے کوئی غلام سواروں کے جھرمٹ میں آتا ہے کہ جو سوار اسے اسکے آقا نے دئیے ہوئے ہیں اور اسکے اس لشکر میں پیادہ بھی ہوتے ہیں اور اسکے ساتھ اسکے آقا کی طرف سے دیا گیا تمام زرق و برق سامان بھی ہوتا ہے جب انہوں نے اس کے جا ہ جلال کو دیکھا جبکہ وہ بادشاہ کے متلاشی تھے تو وہ اس غلام کے ساتھ اسکے آقا کی عطا کردہ نعمتوں کو دیکھ کر مرعوب ہوگئے تو وہ بھول گئے کہ اسے نعمتیں دینے والا کون ہے پس وہ اسکے پاس جاکر اسے بادشاہ جیسا احترام دینے لگے اور اسے بادشاہ کہہ کر ہی پکارنے لگے اور انکار کرنے لگے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور بادشاہ ہوگا یا اسکا کوئی مالک ہو۔ پس وہ نعمتوں سے مالا مال غلام اور باقی سارے لشکر والے انہیں زجرو تو بیخ کرنے لگے اور انکے خطابات سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے اور ان لوگوں کو بتانے لگے کہ بادشاہ وہ ہے کہ جس نے اس غلام کو نعمتیں دی ہیں اور اسے یہ خصوصیت بخشی ہے اور یہ کہ تم لوگ جو کچھ کہہ رہے ہو یہ تم پر بادشاہ کی عقوبت کا موجب بنے گا۔اور بادشاہ کی طرف سے تمہیں ملنے والی مراعات تم سے چھن جائیں گی۔ جبکہ وہ لوگ انہیں جھٹلانے لگے اور انکی باتوں کو ٹھکرانے لگے یونہی بحث و مباحثہ جاری رہا یہانتک کہ بادشاہ ان سب پر غضبناک ہوگیا کہ ان لوگوں نے اسے اس کے غلام کے برابر جانا تھا ور اس ہی کی بادشاہت میں اسکے حق تعظیم میں کوتاہی کی تھی پس اس نے ان سب کو اپنے قید خانے میں ڈال دیا اور ان پر ایسے نگھبان مقرر کیے کہ جوانہیں عذاب دینے لگے۔

اسی طرح یہ لوگ ہیں کہ جب انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام جو کہ اللہ کے عبد خاص ہیں کو تعظیم آرام سے نوازا ہے تاکہ اسکے فضل کا اظہار ہوسکے اور آپؑ اسکی حجت کے طور پر قیام فرماسکیں تو ان لوگوں کے نزدیک ان کا خالق اس سے کمتر ہے (نعوذ باللہ) کہ علی علیہ السلام اس کے عبد خاص بن سکیں اور ان لوگوں نے علی علیہ السلام کو اس سے بلند تر جانا کہ اللہ عزوجل علی علیہ السلام کے رب بن پائیں پس ان لوگوں نے علی علیہ السلام کو آپؑ کے حقیقی خطاب سے ہٹ کر خطاب دیا پس علی علیہ السلام نے بذات خود اور آپؑ کے شیعوں اور تابعداروں نے ان لوگوں کو منع کیا اور ان سے کہا: "اے لوگو! علی علیہ السلام اور آپؑ کی اولاد اطہار علیہم السلام عباد خاص، مکرم، مخلوق اور مدبر ہیں۔ اللہ کی طرف سے دی جانے والی قدرت کے علاوہ قدرت نہ رکھتے ہیں وہ حضراتؑ اللہ کی طرف سے عطاکردہ قدرت اور طاقت کے علاوہ موت و حیات، نشور قبض، کشائش، حرکت اور سکون کے مالک نہ ہیں۔ ان حضراتؑ کا رب تعالیٰ اور خالق اکبر اس سے بلند تر ہے کہ جو کہنے والے کہتے ہیں۔

اور تعریف کرنے والوں کی تعریف سے بھی کہیں زیادہ بلند ہے پس جو شخص بھی ان حضراتؑ یا ان حضرات میں سے کسی ایک علیہ السلام کو اللہ سے بڑھ کر رب مانے وہ کافروں میں سے ہے اور وہ راہ راست کو چھوڑ کر گمراہ ہوچکا ہے مگر ان لوگوں نے اپنے بد عقیدے کو چھوڑنے سے انکار کردیا اور اپنی سرکشی میں اندھے پن کی حد تک آگے بڑھ گئے۔ پس انکی امان باطل ہوگئی اور انکے مطالب رسوا ہوگئے اور وہ درد ناک عذاب کے لیے باقی رہ گئے۔

طبرسی نے کہا: اسی طرح ہمیں گزشتہ اسناد کے ساتھ ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کیا گیاکہ ابو الحسن امام علیہ السلام نے فرمایا جو شخص بھی ہمیں یا امیر المومنین علیہ السلام کو عبودیت کے درجے سے برھا تا ہے وہ اللہ کے غضب کا حقدار اور گمراہ ہے۔

اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:"ہمیں عبودیت کے درجے سے مت بڑھاؤ اسکے بعد تم ہمارے بارے میں جو بھی کہو غلو کے ہرگز مرتکب نہ ہوپاؤ گے۔

تم لوگ نصاریٰ کے غلوجیسا غلو مت کرو۔ میں غالیوں سے بیزار ہوں تو ایک شخص نے کھڑے ہوکر آپ سے عرض کی اے رسول اللہ ؐ کے فرزندؑ! آپ ہمیں اپنے رب کی صفت بیان فرمائیے کیونکہ ہمارے ہاں اس بارے میں ہم سے اختلاف کیا جاتا ہے۔

تو امام رضا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی توصیف و بزرگی انتہائی احسن طریقے سے بیان فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہر اس چیز کی نفی کی کہ جواس کے لائق نہیں ہے"

تو اس شخص نے آپؑ سے عرض کی۔ اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ! میرا ایک ساتھی ہے کہ جو آپ حضرات علیہم السلام سے محبت کا دم بھرتا ہے اسکا گمان ہے کہ یہ سب علی علیہ السلام کی صفات ہیں اور یہ کہ علی علیہ السلام ہی اللہ رب العالمین ہیں"

جب امام رضا علیہ السلام نے یہ سب سماعت فرمایا تو جلال کے سبب آپؑ کے اعضا کانپنے لگے اور آپ کو پسینہ آگیا پھر فرمایا:"جوکچھ ظالم کہتے ہیں اللہ اس سے پاک اور بلند و بالا ہے کیا علی علیہ السلام عبد خاص نہ تھے کہ جو کھانے والوں کے درمیان کھاتے تھے اورپینے والوں کے درمیان پیتے تھے اور نکاح کرنے والوں کے درمیان نکاح کرتے تھے اور گفتگو کرنے والوں میں بیٹھ کر گفتگو کیا کرتے تھے علاوہ ازیں آپ اللہ کے حضور پوری عاجزی کے ساتھ نماز پڑھنے والے تھے اور اس کے سامنے ہی گریہ و زاری کرنے والے تھے کیا ایسی اوصاف کا مالک معبود ہوسکتا ہے؟ اگر ایسی صفات رکھنے والا معبود ہوسکتا ہے تو تم میں سے بھی ہر ایک معبود ہے کیونکہ تم میں سے ہر ایک بھی ان صفات کے ذریعے اسکا شریک ہوگا اور یہ ساری صفات اپنے موصوف کے حاوث ہونے پر دلالت کرتی ہیں؟"تو اس شخص نے عرض کی:"اے رسول اللہ ؐ کے فرزندؑ! وہ لوگ تو یہ گمان کرتے ہیں کہ جب علی علیہ السلام نے اپنی ذات اقدس سے ان معجزات کا اظہار فرمایا کہ جن پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں ہوسکتا ہے تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپؑ ہی معبود ہیں اور جب آپ نے لوگوں کے لیے مخلوقات والی صفات کا اظہار فرمایا تو اس کا مقصد تھا کہ ان لوگوں کا امتحان لے کر جان سکیں کہ کون ہے وہ کہ جو امتحان کے بعد بھی آپ پر ایمان لاتا ہے۔

تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:وہ لوگ اس چیزمیں فرق نہیں ڈال سکتے چاہے جیسے پلٹا کھاتے رہیں۔

آپؑ نے فرمایا: جب آپؑ سے فقر و فاقہ کا ظہور ہوا تو یہ اس بات پر دلالت کرتا کہ یہ بھی آپ کی صفات میں ہے کہ جس صفت میں صغیف و محتاج لوگ بھی آپ کے شریک ہیں تو وہ معجزات آپ کا فعل نہیں ہوسکتے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ جو معجزات ظاہر ہوئے تووہ فقط اس قادر مطلق کا فعل ہیں کہ جو مخلوق کے مشابہ نہیں ہے نہ کہ کسی محتاج مخلوق کا کہ جسکی کمزوری میں دیگر کمزور بھی شریک ہیں۔

اور کشف الغمۃ میں اربلی سے روایت ہے کہ صوفیوں کا ایک گروہ امام رضا علیہ السلام کے پاس خراسان آیا اور ان لوگوں نے آپ سے کہا: "اللہ تعالیٰ نے امیر مامون کو جو ولایت بخشی ہے اسکے امور میں غور و فکر کیا تو اس نے آپ اھل بیت علیھم السلام کو ہی ایسا پایا کہ آپ حضرات؏ لوگوں سے بڑھ کر حقدار ہیں کہ لوگوں کی امامت فرماویں۔

پھر اس نے آپ حضرات؏ میں بھی غور و فکر کیا تو سب سے افضل آپ؏ کو پایا تب اس نے عقیدہ بنالیا کہ امر خلافت آپؑ کے سپرد کیا جائے اس وقت امت کو ضرورت ہے اس شخص کی کہ جو روکھی سوکھی کھائے سادہ لباس پہنے اور گدھے پر سواری کرتا ہو اور مریضوں کی عیادت کرنے والا ہو"

امام رضا علیہ السلام نے تکیہ کی ٹیک لگائی ہوئی تھی آپؑ سیدھے ہوکر بیٹھے پھر فرمایا: یوسفؑ نبی تھے دیباج کی ایسی قبائیں پہنتے تھے کہ جن کی آرائش سونے سے کی گئی ہوتی تھی اور آل فرعون کے تکیوں پر ٹیک لگا کر بیٹھتے تھے اور فیصلے کیاکرتے تھے امامؑ سے تو فقط اسکا عدل و انصاف مطلوب ہوتا ہے کہ امام؏ جب بولے تو سچ بولے اور جب فیصلہ کرے تو عدل کرے اور جب وعدہ کرے تو پورا کرے اللہ تعالیٰ نے لباس اور کھانے پینے کی اشیاء کو تو حرام قرار نہیں دیا ہے آپ؏ نے آیت مجیدہ تلاوت فرمائی: "کہہ دیجیے کون ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لیے مجیدہ کردہ زینت کو حرام قرار دیا اور پاک و پاکیزہ رزق کو بھی" صدوق نے علل میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن الحسن بن علی بن فضال سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے عرض کی اللہ تعالیٰ نے کس وجہ سے مخلوقات کو مختلف انواع و اقسام پر پیدا کیا اور انہیں ایک ہی نوع یا قسم پر خلق کیوں نہیں کیا؟"

تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "اس لیے کہ کسی کے وھم و گمان میں یہ نہ آئے کہ وہ عاجز ہے کسی بھی ملحد کو وھم میں کوئی صورت نہیں آتی مگر یہ کہ اللہ عزوجل اسکی صورت پر مخلوق کو خلق کرچکا ہے تاکہ کوئی کہنے والا یہ نہ کہہ سکے: کیا اللہ اس بات پر قادر ہے کہ اس طرح کی مخلوق خلق کرے کیونکہ وہ جو بھی کہے اللہ تعالی اس قسم کی چیز خلق کرچکا ہے اور وہ اسکی مخلوق میں موجود ہے پس جب تبارک و تعالیٰ کی مخلوق کی مختلف انواع و اقسام کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہو تا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بحار الانوار میں مناقب سے، اسمیں کتاب الصفوانی سے، اس میں ابو اسحق موصلی سے روایت ہے دریا پار سے ایک گروہ نے آکر امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا حور العین کے بارے میں کہ وہ کس چیز سے خلق کی جاتی ہیں اور اھل جنت کے بارے میں کہ جب وہ جنت میں داخل ہونگے تو سب سے پہلے کیا کھائیں گے؟ اور اللہ کے ٹھہرنے کے بارے میں کہ اسکا ٹھکانا کہاں اور کیسا ہے جبکہ نہ زمین ہے اور نہ آسمان اور نہ ہی کوئی چیز؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: جہاں تک حورالعین کا تعلق ہے تو انکی خلقت زعفران اور مٹی سے ہوتی ہے اور جہاں تک اھل جنت کے کھانے کی بات ہے تو جنت میں داخلے کے بعد سب سے پہلے جو چیز وہ کھائیں گے وہ اس مچھلی کا جگر ہوگا کہ جس کے اوپر زمین واقع ہے اور جہاں تک مچھلی کے ٹھکانے کی بات ہے تو اللہ تعالیٰ خود ہی "کہاں" اور کیسے" کا خالق ہے میرا رب"کہاں" اور "کیسے" کی قید سے مبریٰ اور منزیٰ ہے اس سبحانہ و تعالیٰ کا اپنی قدرت پر اعتماد ہے

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: "جب علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو ولی العھد بنایا گیا تو آپؑ کے پاس دربان داخل ہوا اور اس نے آپ؏ سے عرض

کی:”دروازے پر ایک گروہ آیا ہے کہ جو آپ کے سامنے حاضری کی اجازت چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں:”ہم علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں“ تو آپؑ نے فرمایا ”میں مصروف ہوں انہیں واپس بھیج دو“ دربان نے ان سب کو واپس بھیج دیا۔ جب دوسرا روز ہوا تو وہ لوگ دوبارہ آئے تو انہو ں نے ویسا ہی کہا تو امام علیہ السلام نے ویسا ہی جواب دیا اور انہیں واپس بھیج دیا اسی طرح دو2ماہ تک متواتر وہ آتے رہے اور ایسا ہی کہتے رہے اور امام علیہ السلام انہیں متواتر واپس بھیجتے رہے پھر جب وہ لوگ امام علیہ السلام تک رسائی سے مایوس ہوگئے تو ان لوگوں نے دربان سے کہا: ”تم ہمارے مولاؑ سے عرض کرو۔ ہم آپؑ کے بابابزرگوا علی ابن ابی طالب کے شعیہ ہیں۔ آپ کی طرف سے ہم کو زیارت کی اجازت نہ دینے کے سبب ہمارے دشمن ہم پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ہم اب اس مرتبہ بھی واپس جارہے ہیں تو ہم شرمندگی سے اپنے علاقوں کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ ہم سے دشمنوں کے طعنے برداشت نہیں ہوتے ہیں“

تو امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام نے فرمایا:”ان لوگوں کو اجازت دو تاکہ وہ میرے پاس آئیں“

جب وہ لوگ آپؑ کے حضور پیش ہوئے تو ان لوگوں نے آپ کو سلام کیا تو آپؑ نے انہیں جواب نہ دیا اور نہ ہی انہیں بیٹھنے کی اجازت دی۔تو وہ کھڑے گریہ کرنے لگے اور انہوں نے عرض کی:”اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ! اتنی بے رخی اور اتنی مشکل اجازت کے بعد ہم سے بے اعتنائی؟ ہم نے کون سے گناہ کیا ہے؟“

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:”آیت مجیدہ پڑھو:”تمہیں جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اللہ کی قسم! میں نے تمہارے معاملے میں فقط اپنے رب عزوجل رسول اللہؐ،امیرالمومنین علیہ السلام اور ان کے بعد والے اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام کی اتباع کی ہے کہ وہ سب تم پر ناراض ہیں تو میں نے بھی ان سب علیہم السلام کی اقتدا ء کی ہے ان لوگوں نے عرض کی:”اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ وہ کیوں؟“

امام علیہ السلام نے ان سے فرمایا:”اس لیے کہ تم نے دعویٰ کیا ہے کہ تم امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہا السلام کے شیعہ ہو۔ افسو س ہے تم پر علی علیہ السلام کا شیعہ تو فقط حسن علیہ السلام، حسین علیہ السلام، سلمانؓ، ابوذرؓ،عمارؓ اور محمدؒبن ابی بکر تھے کہ جنھوں نے امیر المومنین علیہ السلام کے کسی بھی حکم کی مخالفت نہیں کی اور نہ ہی وہ کسی کوتاہی کے مرتکب ہوئے اور تم بھی خود کو امیر المومنین علیہ السلام کے شیعہ کہلواتے ہو جبکہ تم اپنے اکثر اعمال میں امیر المومنین علیہ السلام کے مخالف ہو اکثر فرائض میں کوتاہی کرتے ہو۔ اور اللہ کے حکم میں اپنے بھائیوں کے عظیم حقوق میں سستی کرنے والے ہو۔ تم لوگ وہاں تقیہ کرتے ہو جہاں تقیہ واجب ہی نہیں ہوتا ہے اور جہاں تقیہ ضروری ہوتا ہے وہاں تقیہ کو ترک کردیتے ہو اگر تم کہتے ہو کہ امیر المومنین علیہ السلام کے موالی اور محب ہوا ور آپؑ کے اولیاؑ سے محبت کرنے والے اور آپؑ کے دشمنوں لعنۃ اللہ کے دشمن ہو تو میں تمہارے قول کا انکار ہرگز نہ کرتا۔ مگر تم نے تو اس عظیم مرتبہ کا دعویٰ کردیا اگر تم نے اپنے قول کی اپنے فعل سے تصدیق نہ کی تو تم ہلاک ہوجاؤ گے“

ان لوگوں نے عرض کی:”اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ! ہم اللہ کے حضوراستغفار کرتے ہیں اور اس کے حضور اپنے قول سے توبہ کرتے ہیں بلکہ اب ہم ویسا کہتے ہیں کہ جیسا ہمارے مولا علیہ السلام نے ہمیں

تعلیم فرمایا ہے ہم آپ حضرات علیهم السلام کے محب ہیں اور آپ حضرات علیهم السلام کے محبوں کے محب ہیں اور آپ حضرات علیهم السلام کے دشمنوں کے دشمن ہیں"

تو امام رضا علیه السلام نے ان سے فرمایا:"اے میرے بھائیو! خو ش آمدید" پھر آپؑ نے دربان سے فرمایا:"ان لوگوں کو تم نے کتنی بار روکا تھا؟"

اس نے عرض کی:"ساٹھ60مرتبه"

آپؑ نے اپنے دربان سے فرمایا:"تم انکے پاس ساٹھ 60مرتبه متواتر جاؤ انکو سلام کرو اور انہیں میرا بھی سلام پہنچاؤ۔ ان لوگوں نے اپنی استغفار اور توبه کے ذریعے اپنے گناه محو کردئیے ہیں یه لوگ ہم سے اپنی محبت اور لگاؤ کے سبب عزت کے لائق ہیں انکے اور انکے اهل و عیال کی احوال پرسی کرو اور انہیں بہترین زاد راه اور صله و انعام سے نوازو" اور اسی کتا ب ہی میں روایت ہے که ہم امام رضا علیه السلام کی خدمت میں موجود تھے که آپ کے پاس ایک شخص آیا تو اس نے عرض کی:"اے رسول اللهؐ کے فرزندؑ! آج میں نے ایک عجیب چیز دیکھی ہے که ہمارے ساتھ ایک شخص ہوا کرتا تھا که جو ہمارے سامنے ظاہر کیا کرتا تھا که وه آل محمد علیهم السلام کے موالیوں میں سے ہے اور ان حضرات علیهم السلام کے دشمنوں پر تبرا کرنے والاہے میں نے اسے دیکھا که اس نے خلعت پہنی ہوئی تھی اور اسے بغداد میں پھرایا جارہا تھا اور اسکے سامنے منادی نداء کررہا تھا:اے لوگوں! رافضی کی توبه سنو پھر لوگ اسے کہتے تھے کہو تو اس نے کہا رسول اللهؐ کے بعد لوگوں میں افضل ابو بکر ہے جب اس نے ایسا کیا تو وه خوشی سے چیخنے لگے اور ان لوگوں نے کہا:"اس نے توبه کرلی ہے اور اس نے ابو بکر کو علی ابن ابی طالعب علیہا السلام پر فضیلت دی ہے۔

تو امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"جب خلوت ہوتو تم مجھے یه بات دوباره بتانا جب خلوت ہوئی تو اس نے امامؑ کے سامنے گفتگو دہرائی تو امام علیه السلام نے اس سے فرمایا:"میں لوگوں کے سامنے اس شخص کے کلام تفسیر نه کرسکتا تھا اس خوف سے که وه جاکر ان لوگوں کو بتاتے اور وه جاننے کے بعد اس شخص کو اذیت دیتے۔

اس شخص نے یه تو نہیں کہا که رسول اللهؐ کے بعد ابو بکر لوگوں میں سے سب سے افضل ہے که وه ابو بکر کو علی علیه السلام پر فضیلت دیتا۔ بلکه اس نے تو کہا: لوگوں میں رسول اللهؐ کے بعد افضل ابا بکر ہے اس نے "ابو بکر" کی بجائے ابا بکر"کہه کر پکارا ہے جو که نداء ہے تاکه اسکے سامنے چلنے والے جاہل راضی ہوجائیں تاکه وه انکے شرسے "تورایة" کرسکے۔ الله تعالیٰ نے اس "تورية"کو بنایا ہی اس لیے ہے که اس کے ذریعے ہمارے شیعوں اور محبوں کی حفاظت فرما سکے"

قرب الاسناد میں احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، اس نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے روایت کی ہے که میں نے امام رضا علیه السلام سے عرض کی:"مصر والے گمان کرتے ہیں که انکا علاقه مقدس ہے؟ آپؑ نے فرمایا:"وه کیسے؟ میں نے عرض کی:"وه گمان کرتے ہیں که ان کے پہاڑوں سے ستر70000افراد محشور ہونگے که جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے۔ آپؑ نے فرمایا: زندگی کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہے الله تعالیٰ جب بنی اسرائیل پرغضبناک ہوا تو انہیں مصر میں داخل کیا اور جب ان سے راضی ہوگیا تو انہیں مصر سے باہر نکال لیا۔ الله تعالیٰ نے موسیٰ علیه السلام کی طرف وحی نازل فرمائی که وه یوسف علیه السلام کی ہڈیوں کو بھی مصر سے نکال لے جائیں۔موسیٰ علیه السلام نے چاہا که انہیں بتایا جائے اس کے

بارے میں کہ جو یوسفؑ کی قبر کو جانتا ہو تو آپؑ کو ایک بڑی بوڑھی نابینا عورت کے بارے میں بتایا گیا موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ وہ یوسفؑ کی قبر کے بارے میں بتائے تو اس نے انکار کردیا اور دو شرطیں رکھیں۔ پہلی یہ کہ آپؑ اللہ سے دعا فرماویں کہ وہ میرا بڑھاپا ختم کردے (دوبارہ جوان کردے) اور جنت میں اسے اس درجہ میں جگہ عطا فرمائے کہ جسمیں آپؑ ہوں۔ تو موسیٰؑ کو یہ بات اچھی نہ لگی تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی طرف وحی نازل فرمائی آپؑ پر اسکی یہ بات ناگوار نہیں گزرنی چاہیے پس جو کچھ وہ مانگتی ہے اسے دے دو۔ تو موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا اس عورت نے آپؑ سے طلوع قمر کا وعدہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے چاند کو محبوس کیا یہانتک کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے موعد پر پہنچے۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں کونیل سے نکال کر سنگ مرمر کے صندوق میں ڈالا اوراور موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ لے گئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: "اپنے سروں کو مصر کی مٹی سے مت دھوؤ اور اسکی مٹی کے برتنوں میں کھانا بھی مت کھاؤ۔ کیونکہ ایسا کرنا ذلت کا باعث اور غیر کے خاتمے کا سبب بنتا ہے" ہم نے آپؑ سے عرض کی: "کیا واقعی رسول اللہؐ نے ایسا مصر کے بارے میں فرمایا؟آپ نے فرمایا: "ہاں"

عیون میں صدوق نے اپنی سند کے ساتھ حسین بن خالد صیرفی سے روایت کی ہے کہ امام ابو الحسن رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو آواگون (روح کا ایک جسم سے دوسرے جسم میں میں منتقل ہونا) کا عقیدہ رکھتا ہو وہ کافر ہے" پھر فرمایا: "اللہ تعالیٰ غالیوں پر لعنت کرے وہ تو یہودی، مجوسی،نصاری، قدریہ، مرحبہ اور حرویہ ہی ہوسکتا ہیں (مومن نہیں)"

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ نہ ان کے ساتھ اٹھوبیٹھو اور نہ ہی انہیں دوست بناؤ۔ ان سے اللہ بھی بیزار ہے تم بھی بیزاری اختیارکرو

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ یاسر خادم سے روایت کی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی: "آپ تفویض کے عقیدے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟" تو آپؑ نے فرمایا: "اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اپنے دین کا امر سونپا تو فرمایا: "جو کچھ تمہیں رسول عطا فرماویں تم لے لو اور جس سے وہ منع فرمائیں تم باز آجاؤ" جہاں تک خلق اوررزق کا تعلق ہے تو ہر گز نہیں"

پھر فرمایا: "اللہ عزوجل فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے" اور فرماتا ہے اللہ ہی ہے جس نے تمہیں خلق کیا ہے پھر تمہیں رزق دیا ہے پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے شرکاء تمہارے ساتھ ایسا کچھ کرسکتے ہیں اللہ تعالیٰ پاک و بلند ہے اس سے کہ جو وہ شرک کرتے ہیں"

اور اسمیں ہی اس نے اپنی اسناد کے ساتھ ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا غالیون اور مفوضہ کے بارے تو آپؑ نے فرمایا: غالی کافر ہیں اور مفوضہ مشرک ہیں جو بھی ان کے ساتھ ٹھنا بیٹھنا، میل جول، کھانا پینا، لین دین، ان سے شادی کرے یا انکو رشتہ دے انہیں امان دے، انہیں امانت سونپے انکی گفتگو کی تصدیق کرے یا ایک حرف سے ہی انکی اعانت کرے وہ اللہ عزوجل، رسول اللہؐ اور ہماری ولایت سے خارج ہے"

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ ہمیں بیان کیامحمد بن ابراہیم اسحق طالقانی نے اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیااحمد بن محمد بن سعید کوفی نے، اس نے کہا کہ کہ ہمیں بیان کیا علی بن الحسین بن علی

بن فضال نے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن رضا علیہ السلام سے سوال کیا تو میں نے عرض کی:"نبیؐ کی کنیت ابو القاسمؑ کیوں ہے؟"

تو آپؑ نے فرمایا:"کیونکہ آپؐ کا ایک فرزند تھا کہ جسکا نام قاسمؑ تھا۔

پس اسی وجہ سے آپ کی کنیت ابو القاسم ہے"

میں نے آپؑ سے عرض کی: اے رسول اللہؐ کے فرزند علیہ السلام! کیا آپؑ مجھے اس سے زیادہ کا اہل سمجھتے ہیں؟

تو آپؑ نے فرمایا:"ہاں! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہؐ اپنی ساری امت کے باپ ہیں اور علی علیہ السلام بھی اس امت کا حصہ ہیں"

میں نے عرض کی:"ضرور"

آپؑ نے فرمایا:"کیا تم نہیں جانتے ہیں علیؑ جنت و جہنم تقسیم کرنے والے ہیں؟" میں نے عرض کی:"ضرور"

آپؑ نے فرمایا:"پس رسول اللہ کو ابو القاسمؐ اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ جنت و جہنم کے قاسم (تقسیم کرنے والے) کے بابا ہیں"

میں نے عرض کی:"اسکا کیا معنی ہے؟"

آپؑ نے فرمایا:"نبیؐ کی اپنی امت پر شفقت اولاد پر باپ جیسی شفقت ہے اور آپؐکی امت میں سب سے افضل علی علیہ السلام ہیں۔ آپ کے بعد علیؑ کی شفقت آپؐ کی شفقت جیسی ہے کیونکہ آپؑ نبیؐ کے وصی،خلیفہ اور آپ کے بعد امامؑ ہیں۔ پس اسی وجہ سے نبیؐ نے فرمایا:"میںؐ اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں"

اسی وجہ سے آپؐ منبر پر گئے اور فرمایا:"جو شخص واجب الادا قرض چھوڑ کر مرے یا کسی کی جائیداد چھوڑ کر مرے تو اسکا قرض مجھ پر ہے اور اسکی جائیداد بھی میری ہے اور جو شخص مال چھوڑ کر مرے تو اسکے ورثاء کے لیے ہے۔ پس اس وجہ سے آپؐ لوگوں کے آباء و امہات سے بھی زیادہ انکی جانوں پر حق رکھتے ہیں۔ پس امیر المومنین علیہ السلام نے بھی اسی طرح اس چیز کو جاری رکھا کہ جیسے رسول اللہ نے جاری فرمایا تھا۔

اور اصول کافی میں ہمارے بہت سے علماء سے انہوں نے مروان بن عبید سے، اس نے محمد بن زید طبری سے روایت کی ہے میں خراسان میں امام رضا علیہ السلام کے پس پشت کھڑا تھا آپ کے پاس بہت سے بنی ھاشم موجود تھے انمیں اسحق بن موسیٰ بن عیسی عباسی بھی موجود تھا تو آپؑ نے فرمایا:"اے اسحقٰ! مجھے خبر ملی ہے کہ لوگ کہتے ہیں ہم گمان کرتے ہیں کہ لوگ ہمارے غلام ہیں۔ نہیں میری رسول اللہؐ، سے قرابت ہرگز کم نہ ہے۔ میں اپنے آباء و اجداد علیھم السلام میں سے کسی کو بھی ایسا فرماتے نہیں سنا ہے اور نہ ہی میرے آباء و اجداد علیھم السلام میں سے کسی کے بارے میں ایسی خبر پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایاہو البتہ میں کہتا ہوں:"اطاعت کے معاملے میں لوگ ہمارے غلام ہیں اور دین میں ہمارے محب ہیں۔ پس جو حاضر ہو اسے چاہیے کہ وہ غیر حاضر تک یہ بات پہنچا دے"

صدوق نے عیون میں محمد بن بکر ان النقاش سے کوفہ میں 354ہجری میں، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا احمد بن سعید الهمدانی نے کہ جو بنی ہاشمؑ کا غلام تھا۔ اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا علی بن الحسن بن علی بن فضال نے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہا السلام نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو کتابت سکھانے کے لیے سب سے پہلے حروف معجمة کو خلق فرمایا اور جب کسی شخص کے سر پر لاٹھی ماری جائے اور وہ دعویٰ کرے کہ وہ کچھ گفتگو درست طریقے سے نہیں کرتا ہے تو اسمیں حکم یہ ہے کہ اسکے سامنے حروف معجم میں سے حروف کو پیش کیا جاتا ہے پھر اسکو آواز کی دیت اسکے ان حروف کی مقدار کی مناسبت سے دی جاتی ہے کہ جو وہ ادا نہیں کرسکتا ہے۔

مجھے میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے دادا بزرگوار امیر المومنین علیہ السلام سے حروف تہجی کے بارے میں روایت فرمایا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "الف سے مراد الآء اللہ یعنی اللہ کی نعمتیں ہیں اور با سے مراد بهجة اللہ یعنی اللہ کی خوشی ہے اور تا سے مراد قائم آل محمد(لحج) کے ذریعے امر کا تمام ہونا اور ثا سے مراد مومنین کا انکے صالح اعمال پر ثواب ہے جیم سے مراد اللہ کا جمال اور جلا ل ہے اور حا سے مراد گناہگاروں سے اللہ کا حکم ہے اور خا سے مراد اللہ کے نزدیک گناہگاروں کے ذکر کا خمو یعنی بے قدرو قیمت ہونا ہے۔ دال سے مراد اللہ کا دین اور ذال سے مراد ذی الجلال ہے را سے مراد رؤف الرحیم ہے ذا سے مراد قیامت کے زلزلے ہیں سین سے مرا د اللہ کی سنا(بلندی) ہے شین سے مراد شا ء اللہ یعنی اللہ جو چاہے اور جو ارادہ کرے کرسکتا ہے اور تم نہیں چاہتے مگر وہ کہ جو اللہ چاہتا ہے صاد سے مراد صادق الوعد کی طرف سے لوگوں کو صراط پر چلانا ہے اور ظالموں کو میدان محشر میں روکنا ہے ضاد سے مراد ضل (گمراہ ہوا) وہ کہ حضرات محمد وآل محمد علیهم السلام کی مخالفت کا مرتکب ہوا طا سے مراد مومنین کے لیے طوبیٰ اور بہترین ٹھکانا ہے ظا سے مراد مومنین کا اللہ پر حسن ظن ہے اور کافروں کا اللہ پر سوظن ہے عین سے مراد علم اور غین سے مراد غنی ہے فا ء جہنم کی افواج میں سے ایک فوج ہے۔ قاف سے مراد اللہ پر ہی قرآن کا جمع کرنا اور اسے باقی رکھنا ہے کاف سے مراد کافی ہے اور لام سے مراد کافروں کا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا لغو ہے م سے مراد اس دن اللہ کی مالکیت ہے جس دن کوئی مالک نہ ہوگا اور اللہ عزوجل فرمائے گا:"آج کا دن کس کی ملکیت ہے"

پھر اسکے انبیآ ءرسلؑ اور اسکی حجج علیهم السلام کی اروح بولیں گی اور وہ سب کہیں گے:واحد و قہتار اللہ کے لیے" تو اللہ جل جلالہ فرمائے گا:آج کے دن ہر نفس کو اسکے کیے کی جزاء ملے گی آج کے دن کوئی ظلم نہیں ہے یقینا اللہ جلدی سے حساب لینے والا ہے"

نون سے مراد اللہ تعالیٰ کا مومنین کے لیے نوال یعنی داددهش ہے اور کافروں کے لیے اسکی "نکال" یعنی سزا ہے۔

واؤ سے مراد ویل ہے اس کے لیے کہ جس نے اللہ کی نافرمانی کی ھا سے مراد جو اللہ کی نافرمانی کرے اسکی نافرمانی اللہ کے لیے ھان ہے (نقصان دہ نہ ہے) لا سے مراد "لا الہ الا اللہ"کہ جو کلمہ اخلاص ہے جو بندہ بھی اخلاص کے ساتھ کہے اس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے یا سے مرا دید اللہ ہے کہ جو اسکی مخلوق میں رزق کے اعتبار سے کھلا ہے جو کچھ مشرکین کہتے ہیں اس سے اللہ پاک و بلند ہے"

پھر فرمایا:"یقینا اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو ان حروف کے ذریعے نازل فرمایا ہے کہ جنہیں عرب استعمال کرتے ہیں۔

پھر فرمایا:"کہہ دیجیے اگر جن و انس اس پر کمر بستہ ہوجائیں کہ اس قرآن جیسا لائیں تو وہ اسکی مثال نہیں لاسکتے گرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں"

اسی کتاب ہی میں ہے کہ ہمیں بیان کیا محمد بن الحسن بن احمد بن ولید نے اس نے کہا ہے ہمیں بیان کیا محمد بن عمروالکاتب نے، اس نے محمد بن زیاد القلونی سے، اس نے محمد بن ابی زیاد جدری کہ جو جدہ میں نماز پڑھایا کرتے تھے سے روایت کی ہے کہ مجھے بیان کیا محمد بن یحییٰ بن عمر بن علی بن ابی طالب علیھم السلام نے کہ میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی یہ نورانی گفتگو مامون کے ہاں سننے کا شرف حاصل کیا کہ آپ توحید کے بارے میں فرمارہے تھے۔ ابن ابی زیاد نے کہا کہ مجھے اسی طرح علویوں کے غلام محمد بن عبداللہ علوی نے اور علویوں کے ایک ماموں نے قاسم بن ایوب علوی سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے امام رضا علیہ السلام کو سیاسی مقاصد کے لیے ولی عہد بنانے کا ارادہ کیا تو اس نے بنی ھاشمؑ کو جمع کیااور ان سے کہا میں چاہتا ہوں کہ رضا علیہ السلام کو اپنے بعد خلیفہ یعنی ولی العہد مقرر کروں

تو بنو ھاشم ؑکو آپ سے حسد ہوا تو انہوں نے کہا:(نعوذ باللہ) تم اسیے شخص کو ولی عہد بناناچاہتے ہو کہ جو لا علم ہے اور تدبیر خلافت کے معاملے میں اسکی بصیر ت نہ ہونے کے برابر ہے تم اس کی طرف پیغام بھجواکر بلاؤ وہ ہمارے پاس آئے تو تم اسکی جہالت دیکھ لو گے" اس نے آپؑ کو بلوایا تو بنو ھاشمؑ نے آپؑ سے کہا:"اے ابو الحسنؑ! منبر پر جائیے اور ہمیں بتائیے کہ ہم اللہ کی عبادت کس نصب العین کے مطابق کریں"

تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے تھوڑی دیر اس پر بیٹھے سر جھکا کر خاموش بیٹھے رہے پھر آپؑ نے خاموشی توڑی اور منبر پر سیدھے کھڑے ہوکر اللہ کی حمدوثنا فرمائی اور نبی و اھل بیت نبی علیھم السلام پر درود بھیجا پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سے سب سے اول اسکی معرفت ہے اور اللہ کی معرفت کی بنیاد اسکی توحید ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا نظام اس سے صفات کی نفی ہے کیونکہ عقل گواہی دیتے ہیں کہ ہر صفت اور موصوف مخلوق ہوتے ہیں اور ہر موصوف اس بات کا گواہ ہوتا ہے۔ کہ اسکا ایک خالق ہوتا ہے کوئی بھی صفت اور موصوف ہوں سب صفت اور موصوف گواہ ہیں اقتران (ملاپ) کے اور اقتران(ملاپ) عدم وجود میں آنے کی گواہی دیتا ہے اور عدم سے وجود میں آنا ازلی ہونے سے ممانعت کی گواہی دیتا ہے کہ جو ازل عدم سے وجود میں آنے سے ممتنع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ جو اپنی ذات کی تشبیہ سے پہنچا نا جائے۔

اور نہ ہی کوئی اس کے غیب سے پردہ اٹھا سکتا ہے اور نہ ہی اسکی حقیقت میں اس جیسا کوئی ہوسکتا ہے جسکا وہ انکار کرے اسکی کوئی تصدیق نہیں کرسکتا ہے کسی حمد کرنے والے نے اسے لائق حمد نہیں بنایا ہے اور نہ ہی کسی بے نیا ز نے اسے بے نیاز بنایا ہے کون ہے جو اسکی طرف اشارہ کرسکے۔ اسکو تشبیہ نہیں دی جاسکتی اسے کوئی ذلت سے نسبت نہیں دے سکتا اور نہ ہی وہ تو ہم سے ارادہ کرتا ہے ہر وہ کہ جو اپنی ذات سے پہچانا جائے مصنوع ہوتا ہے اسکے سوا ہر قائم کی علت ہوتی ہے اللہ کی صناعت کے ساتھ ہی اس پر استدلال کیا جاتا ہے عقل کے ذریعے ہی اسکی معرفت کا عقیدہ بن سکتا ہے اور فطرت کے ذریعے ہی اسکی حجت ثابت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق خلق کی تو اسکے اور مخلوق کے درمیان حجاب ہے اور وہ ان سب سے علیحدہ ہے مخلوق کی ابتداء اس بات پر دلیل ہے کہ خالق کی کوئی ابتدا نہیں ہے

کیونکہ ہر وہ جسکی ابتدا کی گئی ہو وہ ابتدا کرنے سے عاجز ہوتا ہے انکے آلات گواہی دیتے ہیں کہ اسکا کوئی آلہ نہیں ہے کیونکہ آلات مادہ کے فاقہ کی گواہی دیتا ہے اسکے اسماء تعبیر، اسکے افعال تفہیم اور اسکی ذات حقیقت ہے اور اسکی حقیقت اسکے اور اسکی مخلو ق کے درمیان تفریق ہے اسکا تبدیل کرنا اسکے علاوہ ہر چیز کی حد بند ی ہے جو اسکی صفت چاہے وہ اللہ کی حقیقت سے جاہل ہے جس نے اسے مختلف چیزوں پر مشتعل سمجھا اس نے اس پر ظلم کیا اور جس نے اسکے بارے میں اندازہ گوئی کی ا س نے غلطی کی۔ جو کہے کیسا ہے؟" اس نے اس کی تشبیہ دی اور جس نے کہا "کیوں ہے؟"اس نے اسکی علت چاہی اور جس نے کہا:"کب سے ہے؟" اس نے اسکا وقت مقرر کیا جس نے کہا:"کس میں ہے" اس نے اسے ضمن میں دیکھا۔ جس نے کہا:"کب تک؟" تو اس نے اسکو روکنے کی کوشش کی اور جس نے کہا:"یہانتک ہے اس نے اسکی غرض مقرر کی اور جس نے اسکی غرض مقرر کی اس نے اسکی انتہا مقرر کی اور جس نے اسکی انتہا مقرر کی اس نے اسے تقسیم کی اور جس نے اسے تقسیم کیا اس نے اسے صفت لگائی اور جس نے اسے صفت لگائی اس نے اسکے معاملے میں الحاد کیا۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کی تغیر سے متغیر نہیں ہوتا ہے جس طرح کہ وہ کسی حد بندی کے ذریعے ہی محدود نہیں ہوسکتا ہے وہ واحد ہے مگر تاویل عدد میں نہیں۔ مباشرت کی تاویل کے بغیر ظاہر ہے وہ جلوہ گر ہے مگر اسکی رویت ممکن نہیں ہے۔ وہ باطن ہے مگر زائل ہونے کے ساتھ نہیں وہ جدا ہے مگر کسی مسافت کے بغیر، وہ قریب ہے مگر کسی نزدیکی کے بغیر وہ بغیر جسم کے لطیف ہے۔بغیر عدم کے موجود ہے۔ فاعل ہے مگر کسی مجبوری کے بغیر وہ بغیر حرکت کے تدبیر کرنے والا ہے وہ بغیر کسی پریشانی کے ارادہ کرنے والا ہے وہ بغیر کسی سوچ کے مقرر کرنے والا ہے وہ مدرک ہے مگربغیر کسی رغبت کے۔ وہ بغیر کسی آلہ کے سننے والا ہے بغیر آنکھوں کے دیکھنے والا ہے اس پر اوقات اثر انداز نہیں ہوسکتے اسے مقامات گھیر نہیں سکتے اسے اونگھ نہیں آتی ہے کوئی صفات اسکی حد بندی نہیں کرسکتی ہیں عدم ہی اسکا وجود ہے اور ابتدا ہی اسکا ازل ہے۔شعور رکھنے والا اسمیں غور کرے تو پتا چلتا ہے کہ وہ شعور میں نہیں آسکتا ہے جو اہر کے شناسا جانتے ہیں کہ اس کا کوئی جوہر نہیں ہے اشیا کے دورا ن اسکی ضد تلاش کرنے سے پتا چلتا ہے کہ اسکی کوئی ضد نہیں ہے۔ معاملات میں ہم آہنگی سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے کوئی ہم آہنگ نہ ہے۔

ربوبیت کا حقیقی معنی اسی کے لیے ہے کہ وہ مربوب نہیں ہے۔معبودیت کی حقیقت اسی کے لیے ہے کہ اسکا کوئی معبود نہیں ہے اس پر ہی عالم کا معنی صادق آتا ہے کہ وہ معلوم نہیں ہے اس پر ہی خالق کا معنی صادق آتا ہے کہ وہ مخلوق نہیں ہے وہ ہی ہے کہ جس کے لیے سمیع کی تاویل بغیر مسموع کے ہے۔

عقول کے ذریعے ہی اللہ کی تصیدق کا اعتقاد باندھا جاسکتا ہے اور اس ہی اقرار کے ذریعے ہی اس پر ایمان کامل ہوتا ہے اسکی معرفت کے بغیر کوئی دین داری نہ ہے اور معرفت اخلاص کے بغیر ممکن نہیں ہے اور تشبیہ کے ساتھ اخلاص ممکن نہیں ہے۔ ہر وہ چیز کہ جو مخلوق میں ہے وہ خالق میں نہیں پائی جاتی ہے اس پر حرکت اور سکون کا اجرا نہیں ہوتا ہے ہر وہ چیز کہ وہ مخلوق میں ممکن ہے وہ خالق میں ممتنع ہے وہ ازل کا مستحق کیسے ہوسکتا ہے کہ جسمیں حادثات ممتنع نہ ہوں۔ وہ اشیاء کی نشوونما کیسے کرسکتا ہے کہ جو خود اشیاء سے محفوظ نہ ہو لا الہ الا اللہ العلی العظیم۔

اللہ عزوجل کے بارے میں منہ موڑنے والوں نے جھوٹ بولا اور وہ دور گمراہی میں بھٹک گئے اور انہوں نے واضح خسارا اٹھایا۔

درود سلام ہو محمدؐ پر اور آپؐ کی پاکیزہ اھل بیت علیھم السلام پر۔

اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ عبدالسلام بن صالح الھدوی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام علی بن موسیٰ الرضا علیھا السلام سے عرض کی: اے رسول اللہ کے فرزندؑ آپؑ اس حدیث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جو اھل حدیث روایت کرتے ہیں کہ مومنین جنت میں اپنے گھروں میں اپنے رب کی زیارت کریں گے؟"

تو آپ نے فرمایا:"اے ابو صلت! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمدؐ کو اپنی تمام مخلوق، انبیآء اور ملائکہ پر فضیلت بخشی ہے اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا ہے اور دنیا و آخرت میں آپ کی زیارت کو اپنی زیارت قرار دیا ہے اللہ عزوجل نے فرمایا:"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی" اور فرمایا:"وہ لوگ کہ جو آپؐکی بیعت کرتے ہیں یقینا وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔

اور نبیؐ نے فرمایا: جس نے بھی میری حیات میں یا بعد از حیات زیارت کی یقینا اس نے اللہ کی زیارت کی" جنت میں نبیؐ کا درجہ سب سے بلند درجہ ہوگا پس جو بھی جنت میں اپنے گھر سے آپؐ کے درجہ میں آپؐ کی زیارت کی گویا اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی زیارت کی"

میں نے آپؑ سے عرض کی:"اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ!تو پھر اس حدیث کا کیا معنی ہے کہ جو لوگ روایت کرتے ہیں کہ لا الا الہ اللہ کا ثواب اللہ تعالیٰ کے چھرہ اقدس کی طرف نگاہ کرنے کے ثواب جیسا ہے؟"

تو آپؑ نے فرمایا:"اے ابو صلت! جس نے دیگر چھروں کی طرح ہی اللہ کو چھرے کی صفت دی اس نے کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ کا چھرہ تو اسکے انبیآءؑ، رسلؑ اور اسکی حجتیں صلوات اللہ علیھم السلام ہی ہیں کہ جن کے ذریعے اللہ عزوجل، اسکے دین اور اسکی معرفت کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"اس پر ہر چیز فنا ہوجائے گا اور فقط تمہارے

رب ذوالجلال و الاکرام کا چھرہ باقی رہے گا اور اللہ عزوجل فرماتا ہے ہر چیز تباہ ہوجائے گی ماسوائے اسکے چھرے کے" پس قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے انبیآءؑ اسکے رسلؑ اور اسکی حجتوں علیھم السلام کی انکے درجات میں زیارت مومنین کے لیے ثواب عظیم ہوگا۔ نبیؐ نے فرمایا "جس نے میری اھل بیتؑ اور عترتؑ سے بغض رکھا وہ مجھے نہ دیکھ پائے گا اور نہ ہی میں قیامت کے دن اسکودیکھوں گا"

آپ نے فرمایا:"تم میں سے بھی کچھ ایسے ہیں کہ جو مجھے کھونے کے بعد ہرگز نہ دیکھ پائیں گے۔ اے ابو صلت! اللہ تعالیٰ کو کسی مقام سے صفت نہیں دی جاسکتی ہے۔ اسے آنکھیں اور وھم و خیال درک نہیں کرسکتے۔

میں نے عرض کی: اے رسول اللہ کے فرزندؑ! مجھے جنت اور جھنم کے بارے میں بتلائیے کہ کیا وہ اس وقت خلق کی جاچکی ہیں؟"

تو آپؑ نے فرمایا:"ہاں! رسول اللہؐ جب معراج کے دوران آسمان پر گئے تو جنت میں داخل ہوئے تھے اور انھوں نے جھنم کو بھی دیکھا تھا میں نے عرض کی: ایک گروہ کھتا ہے کہ جنت اور جھنم اس وقت مقدر ہیں خلق نہیں ہوئی ہیں؟

تو آپؑ نے فرمایا:"انکا ہم سے اور ہمارا ان سے کوئی تعلق نہ ہے۔ جس نے جنت اور جہنم کے تخلیق ہوجانے کا انکار کیا اس نے نبیؐ اور ہمیں جھٹلایا۔ اس کا ہماری ولایت میں سے کسی چیز پر بھی ایمان نہ ہے وہ لوگ ہمیشہ جہنم میں ہونگے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:"یہی ہے وہ جہنم کہ جسے مجرم جھٹلاتے تھے وہ اسمیں ہی چکر کاٹتے رہیں گے اور حمیم کے درمیان"۔

اور نبیؐ نے فرمایا:"جب مجھے آسمان پر معراج کے لیے لے جایا گیا تو جبرائیلؑ نے میرے ہاتھ سے پکڑا اور مجھے جنت میں داخل کیا اور اس نے مجھے جنت کے تازہ کجھور دئیے کہ جو میں نے کھائے۔ پس وہ میری صلب میں آگیا پس جب میں زمین پر آیا تو میں نے خدیجہؑ کو میں کیا تو فاطمہ علیہا السلام کا نور ظاہر ہوا۔ فاطمہؑ انسانی حور ہیں جب بھی مجھے جنت کی خوشبو کا شوق ہوتا تو میں اپنی بیٹی فاطمہ علیہا السلام کی خوشبو سونگھتا ہوں"

اور کتاب توحید میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ ابراہیم بن محمد خزازاور محمد بن الحسین سے روایت کیا ہے کہ ہم ابوالحسن اما م رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپؑ کے سامنے وہ روایت گوش گزار کی کہ جسمیں کہا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے اللہ تعالیٰ کو تیس30سال کے لگ بھگ جوا ن کی ھئیت میں دیکھا کہ جسکے پاؤں سبز ے میں تھے۔

اور ہم نے عرض کی: ھشام بن سالم، صاحب طاق، میثم اور احمد بن الحسن کہتے ہیں:"وہ ناف تک بہت بڑا ہے اور باقی صمد ہے"

تو آپ سجدے میں گر پڑے اور فرمایا:"اے اللہ تو پاک ہے لوگ تیری معرفت نہیں رکھتے اور نہ ہی تیری تعریف جانتے ہیں اسی وجہ سے وہ تمہیں ایسی صفت دیتے ہیں اگر تیری معرفت رکھتے تو تجھے ایسی ہی صفت دیتے کہ جیسی تو نے خودکو دی ہے۔

تو پاک ہے وہ تیری اطاعت کیسے کرسکتے ہیں اگر وہ خود تمہاری تیرے غیر سے تشبیہ دیں گے اے میرے معبود میں تیرا وصف ویسے ہی بیان کرتا ہوں کہ جیسا تو خود کرتا ہے میں تیری تشبیہ تیری مخلوق سے نہیں دینا تو ہر بھلائی کے اھل ہے تو مجھے ظالم قوم کے ساتھ شمار نہ فرمانا"

پھر آپؑ ہم سے مخاطب ہوئے تو فرمایا:"کس چیز کے وھم میں پڑگئے ہو کہ تم نے اللہ کو اسکے غیر کے جیسا گمان کرتے ہو۔

پھر فرمایا:"ہم آل محمد علیھم السلام وہ درمیانی نقطہ ہیں کہ ہمیں غلو کرنے والا پا نہیں سکتا اور پیچھے چلنے والاہمیں پیچھے نہیں چھوڑ سکتا ہے۔ اے محمد! رسول اللہؐ نے جب اپنے رب کی عظمت کو دیکھا تو آپ تیس 30سال کے جوان جیسے تھے۔ اے محمد! میرا رب عزوجل اس سے عظیم تر ہے کہ وہ مخلوق جیسی صفات رکھتا ہو"

میں نے عرض کی: آپ پر قربان جاؤں! وہ کون تھے کہ جنکے پاؤں سبزے می ں تھے؟ آپ نے فرمایا:"وہ حضرت محمدؐ تھے۔ جب آپ نے اپنے مبارک دل سے اپنے رب کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حجابوں جیسے نور میں ڈال دیا یہانتک کہ جو کچھ بھی حجاب میں تھا وہ آپ کے لیے ظاہر ہوگیا کیونکہ اللہ کے نور میں

سے کچھ سبز بھی ہے اور سرخ بھی ہے اور سفید بھی اور اسکے علاوہ بھی ہے۔ اے محمد! قرآن و سنت جس کی گواہی دے ہم فقط اسی کے قائل ہیں"

اور اسی کتاب میں عیون میں اپنی سند کے ساتھ ابراہیم بن ابی محمود سے روایت کیا گیا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی: اے رسول اللہؐ کے فرزند، آپؑ اس حدیث کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ جو رسول اللہ ص کے بارے میں لوگ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر شب جمعہ دنیاوی آسمان کی طرف نازل ہوتا ہے؟"

تو آپؑ نے فرمایا:"اللہ لعنت کرے ان تحریف کرنے والوں پر کہ جو گفتگو کو اسکے اصل مقام سے ہیر پھیر کرتے ہیں۔ آپ ص نے تو فقط یہ فرمایا:"اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات کی آخری تہائی میں ایک فرشتے کو دنیاوی آسمان کی طرف نازل فرماتا ہے جبکہ جمعۃ المبارک کی شب رات کی پہلی تہائی میں اسے حکم دیتا ہے کہ وہ منادی کرے:"کیا کوئی سوال کرنے والا ہے کہ اسے عطا کیا جائے کیا کوئی توبہ کرنے والاہے کہ اسکی توبہ قبول کی جائے کیا کوئی بخشش طلب کرنے والاہے کہ اسکی بخشش کی جائے۔ اے طالب خیر آگے بڑھو۔ اے طالب شر پیچھے ہٹو" پس طلوع فجر تک منادی کرنے والا یہ منادی کرتا رہتا ہے اور جب فجر طلوع ہوجاتی ہے تو وہ فرشتہ ملکوتی آسمانوں میں اپنی جگہ پر واپس پلٹ جاتا ہے یہ حدیث میرے بابابزرگوار علیہ السلام نے میرے جد امجد علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے آباء و اجداد علیہم السلام سے، انہوں نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے۔

ان دونوں ہی کتابوں میں اپنی اسنا د کے ساتھ سلیمان بن جعفر جعفری سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کے سامنے عقیدہ جبروتفویض کا ذکر چل پڑا تو آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس بارے میں ایک اصول بتاؤں کہ جسمیں تم لوگ ہرگز اختلاف نہ کر پاؤ گے۔ اور اس کے خلاف تم سے کوئی بحث کی جرات نہ کرے گا اگر کرے بھی تو تم اسے توڑ کر رکھ دو گے" ہم نے عرض کی:"اگر آپؑ ایسا مناسب سمجھیں تو ضرور" توآپؑ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کی اطاعت کراہ کے ذریعے اور نافرمانی غلبے کے ذریعے ممکن نہیں ہے اس نے اپنے بندوں کو اسکی ملکیت میں فضول نہیں چھوڑا ہے وہ ہی مالک ہے کہ جو انہیں ملکیت میں رکھتا ہے وہ ہی ہے کہ جو انکے خلاف قدرت رکھتا ہے پس اگر بندوں کو اطاعت کا حکم دیا گیا تو اللہ تعالیٰ زبردستی کرنے والانہ ہے اور نہ ہی اس سے منع کرنے والا ہے۔ پس جب وہ برائی کا حکم دیتے ہیں تو اگر اللہ چاہے تو انکے اور اس برائی کے درمیان حائل ہوجائے اور اگر حائل نہ ہوتو وہ بجالائیں پس اللہ وہ ذات نہیں ہے کہ جس نے انہیں معصیت میں داخل کیا ہو"

پھر آپ نے فرمایا: جو بھی اس کلام کی حدوں کو ضابطہ بنالے وہ اپنے مخالف سے بحث میں جیت سکتا ہے۔

کتاب توحید میں اپنی سند کے ساتھ ابو ہاشم جعفری سے روایت کی گئی ہے کہ میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا اللہ عزوجل جل کے بارے میں کہ کیا اسکی توصیف ممکن ہے؟"

تو آپؑ نے فرمایا:"کیاتو قرآن نہیں پڑھتا ہے؟" میں نے عرض کی: پڑھتا ہوں" آپؑ نے فرمایا:"کیا تو اللہ عزوجل کے اس قول کو نہیں پڑھا: اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں البتہ وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کی:"پڑھا ہے" آپ ء نے فرمایا:"کیا تم آنکھوں کی معرفت رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی:"جی ہاں"

آپ ؑ نے فرمایا:"وہ کیا ہیں؟میں نے عرض کی:"دیکھنے والی آنکھیں" تو آپؑ نے فرمایا:"دلوں کے وھم دیکھنے والی آنکھوں سے بڑے ہوتے ہیں وہ تو ایسی ذات ہے کہ جسے اوھام (وھم کی جمع) درک نہیں کرسکتے جبکہ وہ اوھام کو درک کرسکتا ہے"

اسی کتاب ہی میں اپنی سند کے ساتھ علی بن اسباط سے روایت کیا گیا ہے کہ میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے استطاعت کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:"بندہ چار خصلتوں کے بعد مستطیع ہوتا ہے۔ اس پر کوئی تنگی نہ ہو، جسم تندرست ہو، اعضاء سالم ہو اور اس کے لیے اللہ کی طرف سے وارد کردہ سبب موجود ہو"

میں نے عرض کی:"آپؑ پر قربان جاؤں! مجھے اس کی تفسیر ارشاد فرماویں؟" آپؑ نے فرمایا:"اسکی تفسیر یہ ہے کہ بندے پر کوئی تنگی نہ ہو، اس کا جسم تندرست ہو اور اسکے اعضا ء سالم ہو وہ چاہتا ہوکہ وہ زنا کرے مگر کوئی عورت نہ پائے پھر وہ اسے پالے اب یا تواللہ اسے عصمت عطا فرمائے اور اس سے زنا میں مانع ہو جیسا کہ اس نے یوسفؑ کے معاملے میں کیا یا پھراس بندے کو اسکے ارادے کے ساتھ تنہا چھوڑ دے اور وہ زنا کرڈالے پس اس شخص کو زانی کہاجائے گا۔ اللہ تعالیٰ اکراہ کے ساتھ اطاعت نہیں کراتا ہے اور نہ ہی غلبہ کے ذریعے مصعیت کراتا ہے۔

کافی میں سند کے ساتھ ابن سنان سے روایت کی گئی ہے کہ میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ مخلوق کی خلقت سے قبل اپنی ذات کی معرفت رکھتا تھا؟" آپ نے فرمایا:"ہاں" میں نے عرض کی:"کیا وہ اسے دیکھتا اور اسے سنتا تھا؟" آپؑ نے فرمایا:"وہ اسکا محتاج نہیں تھا۔ کیونکہ نہ تو وہ اس سے سوال کرتا تھا اور نہ ہی وہ اسے سے کچھ چاہتا تھا کیونکہ وہ اسکی ذات ہے اور اسکی ذات وہ ہے۔ اسکی قدرت نافذ ہے وہ محتاج نہیں ہے کہ اپنی ذات کو کوئی نام دے البتہ اس نے اپنی ذات کے لیے کچھ ناموں کو منتخب فرمایا تاکہ اسکا غیر اسے ان ناموں کے ذریعے پکار سکے۔ کیونکہ اگر اسے اسکے نام کے ساتھ نہ پکارا جائے تو اسکی معرفت نہ ہوگی پس سب سے پہلا نام جو اس نے اپنی ذات کے لیے منتخب فرمایا وہ "علی" "عظیم" ہے کیونکہ وہ تمام اشیاء سے اعلیٰ ہے۔ پس اس کا معنیٰ اللہ ہے اور اسکا نام"علی""عظیم" سب سے پہلا ہے کہ جو ہر چیز سے بلند ہے"

اسی کتاب ہی میں علی بن محمد سے روایت ہے کہ ابو الحسن امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ تمہیں خیر کا علم عطا فرمائے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قدیم ہے اور یہ قدیم ہونا اسکی صفت ہے کہ جو عاقل کی راہنمائی کرتی ہے کہ وہ اللہ سے پہلے کی کوئی چیز نہ ہے۔ اور نہ ہی ایسی چیز ہے کہ جو اسکے دوام میں شریک ہے عامہ کے اقرار کے سبب ہمارے لیے صفت کا معجزہ واضح ہوتا ہے کہ صفت اللہ سے پہلے کوئی چیز نہ ہے اور نہ ہی اسکے ساتھ لیناء میں شریک ہے یہ بھی جائز نہ ہے کہ وہ اسکا خالق ہو کیونکہ وہ ہمیشہ سے اسکے ساتھ ہے پس وہ اس کا خالق کیسے ہوسکتا ہے کہ جو ہمیشہ سے اسکے ساتھ ہو۔ پس اگر وہ اس سے پہلے کی چیز ہوتی تو وہ چیز ہی خالق ہوتی وہ نہیں ہوتا کیونکہ پہلے والا ہی اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسکے بعد والی چیز کا خالق ہو پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ذات کو کچھ صفتی نام عطا فرمائے کہ جب اس نے مخلوق خلق کی ہے تو وہ اسکے ساتھ پکارا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو پابند بنایا۔ اور ان کے لیے لازم قرار دیا کہ وہ ان ناموں کے ذریعے ہی اسکو پکاریں۔ پس

اس نے اپنی ذات کا نام سمیع، بصیر، قادر، قائم، ناطق، ظاہر، باط، لطیف، خبیر، قوی، عزیز، حکیم، علیم اور اس جیسے دیگر نام رکھے۔

جب غلو کرنے والے جھوٹو ں نے اسکے یہ نام دیکھے جبکہ وہ ہم سے سن چکے تھے کہ ہم اللہ کی ذات کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کوئی چیز اسکی مثال نہیں ہے اور نہ ہی مخلوق میں سے کوئی چیز اس کی حالت پر ہے۔ تو انہوں نے کہا: تم سب ہمیں بتاؤ کہ جب تمہارا دعویٰ ہے کہ اللہ کی کوئی مثال نہیں ہے اور نہ ہی اسکی کوئی تشبیہ ہے تو پھر تم اسکے اسماء الحسنیٰ میں سے کیسے شریک ہو۔ جبکہ وہ سب نام تم بھی رکھتے ہو پس اس با ت میں دلیل ہے کہ تم سب تمام حالات میں اس جیسے ہو یا بعض میں اس جیسے ہو اور بعض میں نہیں کیونکہ تم بھی وہ سب پاکیزہ نام رکھتے ہو"

تو ان سے کہا جائے گا:"اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندوں کے لیے اپنے ناموں میں سے کچھ نام لازم قرار دئیے ہیں البتہ معانی مختلف ہیں اور یہ ایسے ہے کہ جیسے ایک نام دو مختلف معانی رکھتا ہے۔ اس پر دلیل خود لوگوں کا قول ہے کہ جو ان میں رائج اور عام ہے اور اسی کو مد نظر رکھتے ہو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے خطاب فرمایا ہے اور اس نے انکی عقلوں کے معیار کے مطابق ان سے کلام فرمایا ہے۔

تاکہ وہ جس میں کوتاہی کریں اسمیں انکے خلاف حجت بن سکے۔

آدمی کو کتا، گدھا، بیل، شیر وغیرہ کہا جاتا ہے حالانکہ یہ سب اسکے اور اسکے حالات کے برخلاف ہوتا ہے اسکے یہ نام اس معنی کے مطابق واقع نہیں ہوتے کہ جن پر انکی بنیاد ہوتی ہے کیونکہ انسان نہ تو شیر ہوتا ہے اور نہ ہی کتا ہوتا ہے۔ اللہ تم پر رحم فرمائے اس سمجھو۔

اللہ تعالیٰ کو عالم کہا جاتا ہے تو اس حادث علم کے بغیر کہ جس کے ذریعے اشیا ء کا علم حاصل ہوتا ہے اس سے مدد لی جاتی ہے اس کے آئندہ آنے والے امر کی حفاظت میں اور اسکی خلق کردہ مخلوق میں رویت کی اور اسکی مخلوق میں سے جسے اس نے فناء کردیا اس گزشتہ کے فسا د کی کیونکہ اگر اسے اسکا علم نہ ہو کہ جو اسے بے نیا ز کرتا ہے تو وہ جاہل اور ضعیف ہوتا ہے جسطرح کہ جب ہم مخلوق میں سے علماء کو دیکھتے ہیں تو انکا نام عالم حاوث علم کی وجہ سے رکھتے ہیں۔کیونکہ وہ اسمیں جاہل ہوتے ہیں اوربسا اوقات بعض اشیا ء کے بارے میں انکاعلم جواب دے جاتا ہے پس وہ دوبارہ جاہل ہوجاتے ہیں اللہ کا نام عالم فقط اس لیے لکھا جاتا ہے کہ وہ کسی چیز سے جاہل نہ ہے پس عالم کا نام خالق اور مخلوق دونوں میں جمع ہوگیا البتہ اسکے معانی جیسا کہ تم نے دیکھا مختلف ہوئے اور ہمارے رب کو سمیع کہا جاتا ہے تو اسمیں کسی اس سوراخ کی وجہ سے (کانوں کی وجہ سے) انہیں کہ جس کے ذریعے وہ آوازیں سنتا ہے مگر اس کے ساتھ دیکھ نہیں سکتا ہے جیسا کہ ہم ان سوراخوں کے ذریعے(کانوں کے ذریعے) کہ جس سے ہم سنتے ہیں ہم ان کے ذریعے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں بلکہ اس نے تو بتایا ہے کہ اس پر آوازوں میں سے کوئی چیز مخفی نہ ہے۔ سمیع کے نام میں ہم اکھٹے نہیں ہیں البتہ اسمیں معنی مختلف ہے۔ اسی طرح دیکھنے کی بات ہے اس کی آنکھیں نہیں ہیں کہ جن کے ذریعے وہ دیکھتا ہے جیسا کہ ہم آنکھوں کے ذریعے دیکھتے ہیں البتہ ان سے اسکے علاوہ کا فائدہ نہیں لے سکتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ بصیر ہے کہ وہ جس پر نظر کرم فرمائے وہ شخص اس سے اوجھل نہیں ہوتا ہے پس اس نام میں بھی ہم جمع ہیں مگر معنی مختلف ہے وہ قائم ہے مگر اس معنی میں نہیں کہ جس پر چیز یں مثلاً پاؤں و پنڈلیوں پر قائم ہوتی ہیں یا اپنی بنیادوں پر نصب ہوتی ہیں بلکہ وہ قائم ہے کہ بتاتا ہے کہ

وہ حافظ ہے جیسا کہ تمہارا کسی شخص کے بارے میں کہنا کہ وہ ہمارے امر کا قائم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر نفس کے لیے قائم ہے کہ جو وہ کرتا ہے۔ اور اسی طرح باقی لوگوں کی گفتگو میں قائم ہے اور اسی طرح قائم کفایت کا معنی بھی دیتا ہے جیسے تمہارا کسی شخص کو کہنا: بنی فلاں کے امر کے قائم ہوجاؤ" یعنی انکی کفایت کرو جبکہ ہمارے ہاں قائم سے مراد پنڈلی پر قائم کو کہتے ہیں۔ پس ہم نام میں تو جمع ہوئے مگر معنی میں جمع نہ ہوسکے۔

جہاں تک لطیف کی بات ہے تو وہ قلت چھوٹے پن اورلطافت کے سبب لطیف نہ ہے۔ بلکہ یہ اشیاء میں لطافت کے نفاذ کے سبب ہے اور دکھائی نہ دینے کے سبب ہے جیسا کہ تمہارا کسی شخص کو کہنا:"مجھ سے یہ امر بہت بالا تر ہے" اور:"فلاں شخص اپنے مذہب میں باریک بین ہے"

اسکا یہ کہنا تمہیں بتاتا ہے کہ اس نے اس معاملے میں پوری عقل کھپائی، پوری کوشش لڑائی، ہرگہرائی اور زاویے سے دیکھا مگر اسکی سمجھ اسے درک نہ کرپائی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کسی حد کے ذریعے یا وصف کے ذریعے درک ہونے میں لطف ہے جبکہ ہماری لطافت سے مراد چھوٹا پن اور قلت ہوتی ہے۔ نام میں تو ہم جمع ہوئے مگر معنیٰ مختلف ہوا۔

جہاں تک خبیر کی بات ہے تواس سے کوئی چیز اوجھل نہ ہے اور نہ ہی اس سے کوئی چیز پوشیدہ ہے اور ایسا تجربے اور اشیاء کے بارے میں اعتبار کے سبب نہ ہے۔ تجربہ اور اعتبار کے وقت دو علم ہوتے ہیں اگر وہ دونوں علم نہ ہوں تو کوئی عالم نہیں بن پاتا ہے اور جو اس طرح ہو وہ جاہل ہوتا ہے۔ اللہ تو ہمیشہ سے اپنی مخلوق کے بارے میں خبیر ہے لوگوں میں سے خبر وہ ہوتا ہے کہ جو سیکھنے والے کے جہل سے باخبر ہو۔ ہم اسمیں تو جمع ہوئے مگر معنیٰ مختلف ہوا۔

اور جہاں تک ظاہر کی بات ہے تو اس لیے نہیں ہے کہ وہ چیزوں پر سوار ہونے یا ان پر بیٹھنے کے سبب نہ ہے بلکہ چیزوں پر اپنے قہر و غلبے کے سبب ہے اور چیزوں پر اپنی قدرت کے سبب ہے جیسے کسی شخص کا کہنا:"میں نے اپنے دشمنوں پر ظہور (غلبہ) پایا" اور "اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے دشمنوں پر ظہور عطا فرمایا ہے (غلبہ عطا فرمایا ہے) اس سے مراد قوت اور غلبہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا اشیاء پر غلبہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ جس کے بارے میں ارادہ کرے اس پر غلبہ رکھتا ہے اور اس کے سامنے کوئی چیز مخفی نہ ہے اور وہ ہرچیزار کی بھی تدبیر کرنے والا ہے۔

تو ان سے کہا جائے گا:"اللہ تبارک و تعالیٰ نے بندوں کے لیے اپنے ناموں میں سے کچھ نام لازم قرار دئیے ہیں البتہ معانی مختلف ہیں اور یہ ایسے ہے کہ جیسے ایک نام دو مختلف معانی رکھتا ہے۔ اس پر دلیل خود لوگوں کا قول ہے کہ جو ان میں رائج اور عام ہے اور اسی کو مد نظر رکھتے ہو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے خطاب فرمایا ہے اور اس نے انکی عقلوں کے معیار کے مطابق ان سے کلام فرمایا ہے۔

تاکہ وہ جس میں کوتاہی کریں اسمیں انکے خلاف حجت بن سکے۔

آدمی کو کتا، گدھا، بیل، شیر وغیرہ کہا جاتا ہے حالانکہ یہ سب اسکے اور اسکے حالات کے برخلاف ہوتا ہے اسکے یہ نام اس معنی کے مطابق واقع نہیں ہوتے کہ جن پر انکی بنیاد ہوتی ہے کیونکہ انسان نہ تو شیر ہوتا ہے اور نہ ہی کتا ہوتا ہے۔ اللہ تم پر رحم فرمائے اس سمجھو۔

اللہ تعالیٰ کو عالم کہا جاتا ہے تو اس حادث علم کے بغیر کہ جس کے ذریعے اشیا ء کا علم حاصل ہوتا ہے اس سے مدد لی جاتی ہے اس کے آئندہ آنے والے امر کی حفاظت میں اور اسکی خلق کردہ مخلوق میں رویت کی اور اسکی مخلوق میں سے جسے اس نے فناء کردیا اس گزشتہ کے فسا د کی کیونکہ اگر اسے اسکا علم نہ ہوکہ جو اسے بے نیا ز کرتا ہے تو وہ جاہل اور ضعیف ہوتا ہے جسطرح کہ جب ہم مخلوق میں سے علماء کو دیکھتے ہیں تو انکا نام عالم حاوث علم کی وجہ سے رکھتے ہیں۔کیونکہ وہ اسمیں جاہل ہوتے ہیں اوربسا اوقات بعض اشیا ء کے بارے میں انکاعلم جواب دے جاتا ہے پس وہ دوبارہ جاہل ہوجاتے ہیں اللہ کا نام عالم فقط اس لیے لکھا جاتا ہے کہ وہ کسی چیز سے جاہل نہ ہے پس عالم کا نام خالق اور مخلوق دونوں میں جمع ہوگیا البتہ اسکے معانی جیسا کہ تم نے دیکھا مختلف ہوئے اور ہمارے رب کو سمیع کہا جاتا ہے تو اسمیں کسی اس سوراخ کی وجہ سے (کانوں کی وجہ سے) انہیں کہ جس کے ذریعے وہ آوازیں سنتا ہے مگر اس کے ساتھ دیکھ نہیں سکتا ہے جیسا کہ ہم ان سوراخوں کے ذریعے(کانوں کے ذریعے) کہ جس سے ہم سنتے ہیں ہم ان کے ذریعے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں بلکہ اس نے تو بتایا ہے کہ اس پر آوازوں میں سے کوئی چیز مخفی نہ ہے۔ سمیع کے نام میں ہم اکھٹے نہیں ہیں البتہ اسمیں معنی مختلف ہے۔ اسی طرح دیکھنے کی بات ہے اس کی آنکھیں نہیں ہیں کہ جن کے ذریعے وہ دیکھتا ہے جیسا کہ ہم آنکھوں کے ذریعے دیکھتے ہیں البتہ ان سے اسکے علاوہ کا فائدہ نہیں لے سکتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ بصیر ہے کہ وہ جس پر نظر کرم فرمائے وہ شخص اس سے اوجھل نہیں ہوتا ہے پس اس نام میں بھی ہم جمع ہیں مگر معنی مختلف ہے وہ قائم ہے مگر اس معنی میں نہیں کہ جس پر چیز یں مثلاً پاؤں و پنڈلیوں پر قائم ہوتی ہیں یا اپنی بنیادوں پر نصب ہوتی ہیں بلکہ وہ قائم ہے کہ بتاتا ہے کہ وہ حافظ ہے جیسا کہ تمہارا کسی شخص کے بارے میں کہنا کہ وہ ہمارے امر کا قائم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر نفس کے لیے قائم ہے کہ جو وہ کرتا ہے۔ اور اسی طرح باقی لوگوں کی گفتگو میں قائم ہے اور اسی طرح قائم کفایت کا معنی بھی دیتا ہے جیسے تمہارا کسی شخص کو کہنا: بنی فلاں کے امر کے قائم ہوجاؤ" یعنی انکی کفایت کرو جبکہ ہمارے ہاں قائم سے مراد پنڈلی پر قائم کو کہتے ہیں۔ پس ہم نام میں تو جمع ہوئے مگر معنی میں جمع نہ ہوسکے۔

جہاں تک لطیف کی بات ہے تو وہ قلت چھوٹے پن اورلطافت کے سبب لطیف نہ ہے۔ بلکہ یہ اشیاء میں لطافت کے نفاذ کے سبب ہے اور دکھائی نہ دینے کے سبب ہے جیسا کہ تمہارا کسی شخص کو کہنا:"مجھ سے یہ امر بہت بالا تر ہے" اور:"فلاں شخص اپنے مذہب میں باریک بین ہے"

اسکا یہ کہنا تمہیں بتاتا ہے کہ اس نے اس معاملے میں پوری عقل کھپائی، پوری کوشش لڑائی، ہرگہرائی اور زاویے سے دیکھا مگر اسکی سمجھ اسے درک نہ کرپائی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کسی حد کے ذریعے یا وصف کے ذریعے درک ہونے میں لطف ہے جبکہ ہماری لطافت سے مراد چھوٹا پن اور قلت ہوتی ہے۔ نام میں تو ہم جمع ہوئے مگر معنیٰ مختلف ہوا۔

جہاں تک خبیر کی بات ہے تواس سے کوئی چیز اوجھل نہ ہے اور نہ ہی اس سے کوئی چیز پوشیدہ ہے اور ایسا تجربے اور اشیاء کے بارے میں اعتبار کے سبب نہ ہے۔ تجربہ اور اعتبار کے وقت دو علم ہوتے ہیں اگر وہ دونوں علم نہ ہوں تو کوئی عالم نہیں بن پاتا ہے اور جو اس طرح ہو وہ جاہل ہوتا ہے۔ اللہ تو ہمیشہ سے اپنی مخلوق کے بارے میں خبیر ہے لوگوں میں سے خبر وہ ہوتا ہے کہ جو سیکھنے والے کے جھل سے باخبر ہو۔ ہم اسمیں تو جمع ہوئے مگر معنیٰ مختلف ہوا۔

اور جہاں تک ظاہر کی بات ہے تو اس لیے نہیں ہے کہ وہ چیزوں پر سوار ہونے یا ان پر بیٹھنے کے سبب نہ ہے بلکہ چیزوں پر اپنے قہر و غلبے کے سبب ہے اور چیزوں پر اپنی قدرت کے سبب ہے جیسے کسی شخص کا کہنا:"میں نے اپنے دشمنوں پر ظہور (غلبہ) پایا" اور "اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے دشمنوں پر ظہور عطا فرمایا ہے (غلبہ عطا فرمایا ہے) اس سے مراد قوت اور غلبہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا اشیاء پر غلبہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ جس کے بارے میں ارادہ کرے اس پر غلبہ رکھتا ہے اور اس کے سامنے کوئی چیز مخفی نہ ہے اور وہ ہرچیزار کی بھی تدبیر کرنے والا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ سے بڑ ھ کر کون اظہر اور واضح تر ہے۔ کیونکہ تم جب بھی اسکی طرف توجہ کر واسکے معدوم نہ پاؤ گے اور خود تمہارے اندر اسکے آثار ہیں کہ جو تمہارے لیے کافی ہیں جبکہ ہمارے ہاں ظاہر سے مراد وہ ہے کہ جو اپنی ذ ات کو عیاں کرے اور معلوم ہو کہ جسے تم پاسکو۔ پس ہم اسم میں تو جمع ہوئے مگر معنیٰ میں جمع نہ ہوسکے۔

اور جہاں تک باطن کی بات ہے تو چیزوں کے پوشیدہ ہونے جیسے معنیٰ میں نہ ہے کہ انمیں غارت ہوجائے بلکہ یہ اس معنیٰ میں ہے کہ وہ چیزوں کے علم، حفظ اور تدبیر کی پوشیدگی سے واقف ہے جسے کہنے والے کا کہنا کہ:"میں اسکے باطن سے واقف ہوں" یعنی اسکی پوری خبر رکھتا ہوں

اور میں اسکے راز کا عالم ہوں جبکہ ہم میں سے باطن ہو ہے کہ جو غائب ہو اور کسی چیز میں چھپا ہوا ہو۔ پس ہم اسم میں تو جمع ہوئے مگر معنیٰ میں مختلف ہوئے۔

اور جہاں تک قاہر کی بات ہے تو اس سے مراد حیلہ و بہانے اور مکر و فریب سے غلبہ نہیں ہے کہ جسے بندے ایک دوسرے پر کرتے ہیں اور انمیں سے مغلوب کبھی غالب کا ہوجاتا ہے اور غالب کبھی مغلوب ہوجاتا ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ کے قاہر ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اس نے جتنی بھی مخلوق خلق کی انکو خالق کے سامنے ذلت کا لباس پہنایا اور وہ جو کچھ چاہے اسکے سامنے کرسکنے کی طاقت نہ دی ہے پس مخلوق میں سے کوئی بھی پلک جھپکنے تک کے لمحے کے لیے بھی اس کی پہنچ سے دو رنہیں ہوسکتا ہے پس وہ کُن کہتاہے تو وہ ہوجاتا ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں قاہر وہ ہوتا ہے جیسا میں نے بتایا ہے۔ پس ہم اسم میں تو جمع ہوگئے مگر معنیٰ میں مختلف ہوئے۔ اسی طرح تمام اسماء ہیں۔ پس ہم نے جو تمہیں بتایا ہے اس اعتبار سے کافی ہوا اللہ ہی تمہارا مددگار رہے اور ہمارا مددگارر ہے ہماری توفیقات میں"

صدوق نے عیون اور توحید میں علی بن احمد بن عمران دقاق سے اس نے محمد بن یعقوب کلینی سے، اس نے علی بن محمد المعروف علان سے، اس نے محمد بن عیسیٰ سے، اس نے حسین بن خالد سے، اس نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے ایسی حدیث تھوڑے سے لفظی اور معنوی اختلاف کے ساتھ روایت کی ہے۔

عیون میں اس نے اپنی سند کے ساتھ حسین بن خالد سے روایت کی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی:"اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ! لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر خلق فرمایا ہے تو آپؑ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ انہیں قتل فرمائے! ان لوگوں نے حدیث کی ابتداء کو حذف کردیا ہے (اصل حدیث یہ ہے کہ) رسول اللہؐ دو آدمیوں کے قریب سے گزرے کہ جو ایک

دوسرے پر سب و شتم کررہے تھے تو آپ نے سنا کہ انمیں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی سے کہہ رہا تھا:"اللہ تعالیٰ تیرے چہرے اور تجھ جیسے کے چہرے کو قبیح فرمائے تو آپ نے فرمایا:"اے اللہ کے بندے! تم اپنے بھائی سے ایسا مت کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر خلق فرمایا ہے"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ ا براہیم بن ابی محمود سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: "اور اس نے انہیں اندھیروں میں بھٹکتا چھوڑدیا کہ وہ دیکھ نہیں سکتے" کے بارے میں سوا ل کیا تو آپؑ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کا ترک کرنا مخلوق کے ترک کرنے جیسا نہ ہے بلکہ وہ جب جان لیتا ہے کہ وہ لوگ کفر و گمراہی سے پلٹنے والے نہ ہیں تو اپنی معاونت اور لطف کو روک لیتا ہے اور انہیں انکے اختیار کے ساتھ تنہا چھوڑ دیتا ہے"

میں نے آپؑ سے سوا ل کیا اللہ عزوجل کے فرمان:"اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں اور انکے کانوں پر مہر لگادی ہے" کے بارے میں تو آپؑ نے فرمایا:"مہر سے مراد کفار کے دلوں پر انکے کفر کی سزا کے طور پر چھاپا(طبعیت) ہے جیساکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:بلکہ اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر طبیعت طاری کردی ہے (چھاپا لگادیا ہے)انکے کفر کے سبب پس انمیں سے بہت کم ایمان لانے والے ہیں"

اور میں نے آپؑ سے سوال کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہ کیا وہ اپنے بندوں پر مصیبت میں خبیر فرماتا ہے؟" تو آپؑ نے فرمایا؟"بلکہ وہ تو انکو چھوٹ اور مہلت دیتا ہے تاکہ وہ توبہ کرسکیں میں نے عرض کی کیا وہ اپنے بندوں پر انکی طاقت سے زیادہ تکلیف رکھتا ہے؟"

تو آپؑ نے فرمایا:"وہ ایسا کیسے کرسکتا ہے حالانکہ وہ تو فرماتا ہے تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہ ہے "

پھر آپؑ نے فرمایا:"مجھے بیان فرمایا میرے بابا بزرگوار موسیٰ بن جعفر علیہا السلام نے اپنے بابابزرگوار جعفر بن محمد بن علی علیہم السلام سے روایت کرتے ہوئے کہ آپؑ نے فرمایا:"جو دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ معصیت کے معاملے میں اپنے بندوں پر جبر کرتا ہے یا انہیں انکی طاقت سے زیادہ تکلیف دیتا ہے تم اسکی ذبح کردہ گوشت کو مت کھاؤ اور نہ ہی زکوٰۃ میں سے کوئی چیز اسے دو"

اور اسی کتاب ہی میں اسے نے اپنی سند کے ساتھ یزید بن عمر بن معاویہ شامی سے روایت کی ہے کہ میں "مرو" کے مقام پر ابو الحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام کی خدمت میں حاضر ہو تو میں نے آپؑ سے عرض کی:"اے رسول اللہ کے فرزند! ہمیں امام جعفر بن محمد الصادق علیہا السلام کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: نہ جبر ہے نہ تفویض ہے بلکہ دونوں کا درمیانی امر ہے" اسکا معنیٰ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا:"جویہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارے افعال کو انجام دیتا ہے پھر ہمیں ہی ان پر عذاب دیتا ہے وہ جبر کا قائل ہوا اور جو

میں نے عرض کی:"کیا اسمیں اللہ تعالیٰ کی قضاء بھی موجود ہے؟" آپؑ نے فرمایا:"ہاں بندے خیرو شرمیں سے جو بھی فعل بجالاتے ہیں اسمیں اللہ تعالیٰ کی قضاء موجود ہوتی ہے" میں نے عرض کی:"اس قضاء کا کیا معنیٰ ہے؟"

آپؑ نے فرمایا:"اپنے افعال کے سبب وہ ثواب و سزا میں سے جس کے مستحق ہوتے ہیں دنیا و آخرت میں انکے بارے میں فیصلہ صادر فرمانا" اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ علی بن الحسن بن علی بن فضال سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے قول:"وہ سب کے سب اس دن اپنے رب سے منہ چھپاتے پھرتے ہونگے" کے بارے میں سوا ل کیا تو آپؑ نے فرمایا:"اللہ تبارک و تعالیٰ کسی ایک مقام پر تو نہیں ہے کہ اسکے بندے دوسرے مقام پر جاکر اس سے چھپ جائیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی سزا و جزاء سے منہ چھپاتے ہونگے"

میں نے آپؑ سے سوال کیا اللہ تعالیٰ کے فرمان:"اور تمہارا رب آیا جبکہ فرشتے صف در صف تھے" کے بارے میں توآپؑ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ کے بارے میں آنے جانے کی بات نہیں کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے سے بلند ہے۔ اس سے مراد فقط یہ ہے کہ جب تمہارے رب کا امر آیا تو فرشتے صفیں باندھے ہوئے تھے"

میں نے آپؑ سے سوال کیا اللہ تعالیٰ کے فرمان:"کیا وہ دیکھتے ہیں ماسوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ انکے پاس بادلوں اور ملائکہ کے سائے میں آئے"

آپؑ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"کیاوہ دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکے پاس ملائکہ کے ساتھ بادلوں میں آئے۔ یہ آیت مجیدہ یوں نازل ہوئی ہے"۔

اور میں نے آپؑ سے سوال کیا اللہ عزوجل کے فرمان کے بارے میں: اللہ تعالیٰ نے ان سے ٹھٹھاکیا ہے" اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: "اللہ تعالیٰ نے ان سے مذاق کیا ہے"اور اللہ تعالیٰ کے فرمان:"ان لوگوں نے مکر کیا اور اللہ نے بھی مکر کیا"اور اللہ تعالیٰ کے قول کے بارے میں:"وہ لوگ اللہ سے دغا کرتے ہیں اور وہ ان سے دغا کرتا ہے"۔۔۔کے بارے میں سوال کیا

تو آپؑ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نہ تو ٹھٹھا کرتا ہے اور نہ ہی مذاق، نہ مکرکرتا ہے اورنہ ہی دھوکہ دیتا ہے۔بلکہ اللہ تعالیٰ تو انہیں ٹھٹھا کی سزا دیتا ہے اور مذاق کی سزا دیتا ہے اور مکر کی سزا دیتا ہے اوردھوکے کی سزا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ بلند تر ہے کہ جو کچھ ظالم اسکے بارے میں کہتے ہیں۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ عبدالعزیز بن مہتدی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے توحید کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:"ہر وہ شخص کہ جس نے قل ھو اللہ احد" پڑھی اور اس پر ایمان لایا یقینا اسے توحید کی معرفت ہوگئی" میں نے عرض کی:"وہ اسے کیسے پڑھے؟"

آپؑ نے فرمایا:"جیسے لوگ پڑھتے ہیں" اور اسمیں کذلک اللہ ربی کا تین بار اضافہ فرمایا۔

صدوق نے اسی طرح عیون اور کتاب توحید میں اپنی اسناد کے ساتھ حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام سے سوال کیا اللہ عزوجل کے فرمان: پس اللہ جسکو ہدایت دینے کا ارادہ کرتا ہے اسکا سینہ اسلام کے لیے کشادہ فرماتا ہے" کے بارے میں تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جسے دنیا میں ایمان کے ذریعے اپنی جنت اور آخرت میں اپنی کرامت کے گھر کی طرف ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اسکا سینہ سر تسلیم خم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے کے لیے

اور اسکی طرف سے ثواب کے وعدے پر سکون کے لیے کھول دیتا ہے یہانتک کہ وہ اس پر اللہ کی طرف سے مطمن ہوجاتا ہے اور جسے اسکے کفر اور دنیا میں اسکی نافرمانی کے سبب اپنی جنت اور اپنی کرامت کے گھر سے گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اسکے سینے کو خرج کے ذریعے تنگ کردیتا ہے یہانتک کہ وہ اپنے کفر میں بھی شک کرنے لگتا ہے اور اعتقاد پر بھی اسکا دل مضطرب رہتا ہے یہانتک کہ وہ ایسا بن جاتا ہے کہ گویا وہ آسمان سے معلق ہے اس طرح ہی اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر رجس مسلط کرتا ہے"

اور ان دونوں کتابوں ہی میں صدو ق نے اپنی سند کے ساتھ احمد بن ابی نصر بزنطی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے عرض کی:"ہمارے اصحاب میں سے کچھ جبر کے قائل ہیں اور کچھ استطاعت کے قائل ہیں" تو آپؑ نے مجھے فرمایا:"لکھو" اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اے بنی آدمؑ توجو بھی چاہے میں اپنی مشئیت کے ذریعے کرتا ہوں تو میری دی ہوئی قوت ہی سے میرے فرائض ادا کرتا ہے اور میری نعمت ہی کے ذریعے تو میری نافرمانی پر طاقت رکھتا ہے۔ میں نے تمہیں سننے والا اور دیکھنے والا بنایا ہے طاقت ور بنایا ہے پس تم جس نیکی میں مبتلا ہوتے ہو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تم جس برائی میں مبتلا ہوتے ہو وہ تمہارے نفس کی طرف سے ہے یہ اس لیے کہ میں تمہاری نیکیوں کا تم سے زیادہ حقدار ہوں اور تم اپنی برائیوں کے زیادہ حقدار ہو یہ اس لیے کہ میں جو کچھ بھی کروں مجھ سے سوال نہیں کیا جاسکتا ہے جبکہ ان سے سوال کیا جائے گا میں نے ہر چیز کو منظم کردیا ہے"

بحارالانوار میں کتاب عدال کے باب "کون جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور کون اس میں سے باہر نکال لیا جائے گا" میں شیخ فرات بن ابراہیم بن فرات کو فی کی کتاب تفسیر سے نقل کیا گیا ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم سے، اس نے مسیرۃ سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا امام رضا علیہ السلام فرمارہے تھے اللہ کی قسم تم میں سے کوئی دو یا ایک بھی جہنم نہ دیکھے گا میں نے عرض کی اللہ آپ کی تندرستی برقرار فرمائے! اللہ کی کتاب میں یہ کہاں ہے؟" آپؑ نے فرمایا:"سورۃ الرحمن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "پس اس دن تم میں سے کسی جن وانس کے گناہوں کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا"

میں نے عرض کی:"آپؑ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک بھی اسمیں نہ ہوگا؟" آپؑ نے فرمایا:"یقینا اللہ کی قسم یہ بات اس آیت میں ثابت ہے۔ اس آیت سے باہر جو سب سے پہلے باہر ہے وہ ابن اروی (عثمان بن عفان) ہے یہ آیت فقط تمہارے لیے خاص ہے اگر وہ شخص تم میں نہ ہوتا تو یقینا اللہ کی سزاء پوری مخلوق سے ساقط ہوجاتی۔

اور اسی کتاب ہی میں کتاب السماء العالم کے باب میں سمٰوت میں منتخب البصائر سے نقل کیا گیا ہے کہ صاحب کتاب نے اپنی اسناد کہ ساتھ عبید اللہ بن عبداللہ دھقان سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کو فرماتے سنا:"اللہ تعالیٰ نے اس نطاق کو سبز ز برجد سے خلق فرمایا ہے اسی وجہ سے آسمان سبزی مائل ہے" میں نے عرض کی: نطاق سے مراد کیا ہے؟" آپؑ نے فرمایا:"حجاب، اور اللہ عزوجل کے اس سب پر ستر ہزار علام ہیں اسمیں مخلوق جن و انس کی تعداد سے زیادہ ہے اور وہ سب کے سب فلاں، فلاں اور فلاں پر لعنت کرتے ہیں"

صدوق نے عیون میں اسی خبر میں اپنی اسناد کے ساتھ ابراہیم بن ابی محمود سے روایت کی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی:"اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ! ہمارے پاس امیرالمومنین علیہ السلام اور آپ حضرات اہل بیتؑ کی فضیلت کے بارے میں کچھ روایات موجود ہیں البتہ وہ آپ حضرات علیہم

السلام کے مخالفین کی روایات ہیں۔ ان جیسی روایا ت ہمیں آپ حضرات علیھم السلام سے ہرگز نہ ملی ہیں کیا ہم انہیں دین بنا سکتے ہیں؟"

تو آپ علیه السلام نے فرمایا:"اے ابن ابی محمود! مجھے میرے بابا بزرگوار علیه السلام نے اپنے بابا بزرگوار علیه السلام، انھوں نے انکے جد امجد علیه السلام سے روایت کرتے ہوئے بیان فرمایا که رسول الله، نے ارشاد فرمایا: جو شخص بھی جس کسی بولنے والے کی گفتگو سننے میں کان لگائے گویا اس نے اس کی عبادت کی۔ پس اگر بولنے والاابلیس کی ترجمانی کررہا ہو تو اس نے ابلیس کی عبادت کی" پھر امام رضا علیه السلام نے فرمایا: اے ابن ابی محمود! ہمارے مخالفین نے ہمارے فضائل میں تین قسم کی روایت گھڑی ہیں انمیں سے ایک قسم غلو کی ہے اور دوسری ہمارے امر کی کوتاہی کے بارے میں ہے اور تیسری ہمارے دشمنوں کے عیوب کی تصریح کے بارے میں ہے۔ پس جب وہ لوگ ہمارے بارے میں غلو کرسنتے ہیں تو ہمارے شیعوں کو کافر قرار دیتے ہیں اور انکی نسبت ہماری ربوبیت کے عقیدے کی طرف دیتے ہیں اور جب تقصیر کو سنتے ہیں تو اسے ہمارے بارے میں عقیدہ بنا لیتے ہیں اور جب ہمارے دشمنوں کے ناموں کے ساتھ انکے عیوب و نقائص سنتے ہیں تو وہ ہمارے ناموں کے ساتھ نقص و عیب لگانے کی مذموم کوشش کرتے ہیں جبکه الله عزوجل فرماتا ہے:"وہ که جو الله کے سوا کسی کو پکارتے ہیں انہیں سب و شتم نه کرو ورنه وہ لوگ بغیر علم کے الله عزوجل پر سب و شتم کرنے لگیں گے"(القرآن) اے ابن ابی محمود! جب لوگ دائیں بائیں اسے دین لینے لگیں تو ہمارے طریقے پر ڈٹے رہنا۔ کیونکه جو ہمارا دامن تھامتا ہے ہم بھی اسے تھام لیتے ہیں اور جو ہمیں چھوڑ دیتا ہے ہم بھی اسے چھوڑ دیتے ہیں کیونکه کم سے کم چیز که جس کے ذریعے آدمی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے یہ ہے که وہ کنکر کے بارے میں کہے:"یه گھٹلی ہے پھر وہ اسے دین بنالے اور جو اس کی مخالفت کرے اس سے بیزار یکا اظہار کرے اے ابن ابی محمود! میں نے تمہیں جو بیان کیا ہیاسے حفظ کرلو که میں نے اسمیں تمہارے لیے دنیا و آخرت کی بھلا ئی جمع کردی ہے"

شیخ صدوق نے عیون میں عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشا پوری العطار سے 352ہجری کے شعبا ن میں، اس نے علی بن محمد بن قتیبه نیشا پوری سے اس نے فضل بن شاذان سے روایت کی ہے که مامون عباسی نے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیھا السلا م سے مطالبه کیا که آپ اس کے لیے مختصر مگر جامع طور پر محض اسلام کی صورت تحریر فرماویں۔

تو آپؑ نے تحریر فرمایا:"محض اسلام گواہی ہے اس بات کی که الله کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ واحد اسکا کوئی شریک نہیں وہ وہ ہی ایک یکتا معبود ہے وہ فرد، صمد، قیوم، سمیع، بصیر، قدیر، قدع، باقی اور عالم ہے که جو کسی بات سے جاہل نه ہے ہر چیز پر قادر ہے که اسمیں عاجزی نہیں ہے۔ غنی ہے که جو کبھی محتاج نہیں ہوتا ہ۔ عادل ہے که ظلم نہیں کرتا' وہ ہر چیز کا خالق ہے نه اس کی کوئی شبیه ہے اور نه ہی کوئی ضد ہے اسکی نه کوئی نظیر ہے اورنه ہی اسکا کوئی ہمسر ہے اور عبادت، دعا، رغبت اور رہبت کا مقصود وہی ہے۔

اور یه که محمدؐ اسکے عبد خاص اور رسولؐ اسکے امین، اسکے صفی، اسکی مخلو میں سے چنیدہ، مرسلینؑ کے سردار انبیاؑ کے خاتم اور عالمین میں سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہے که جو انکی ملت کو تبدیل کرے یا انکی شریعت میں کوئی تغیر لائے اور یه که جو کچھ بھی محمد بن عبدالل صلی الله علیھا لائے وہ سب واضح حق ہے آپ کی تصدیق اور آپؐ سے پہلے آنے والے الله کے تمام رسلؑ، انبیاؑ اور

حجتوں کی تصدیق"آپ کی کتاب (قرآن مجید) کو جوسچی اور قابل احترام ہے کی تصدیق که جس کتاب میں نه سامنے سے باطل شامل ہوسکتا ہے اور نه ہی اس کے پیچھے سے که جو حکیم و حمید اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہے اور وہ تمام کتابوں کی سردار ہے اور یه که وہ کتاب ابتداء سے لیکر آخر تک حق ہے۔ ہم اسکے محکم و متشابه، خاص و عام، وعدہ و عید، ناسخ و منسوخ، قصص و اخبار پر ایمان رکھتے ہیں که مخلوقات میں سے کوئی بھی اسکی مثال نہیں لاسکتا ہے اور یه که آپؐ کے بعد رہنما، مومنین پر حجت، مسلمانوں کے امر کا قائم، قرآن کا ترجمان، احکام کا عالم آپؐ کا بھائی، آپؐ کا خلیفه، آپؐ کا وصی، آپؐ کا ولی که جو آپؐ سے وہی نسبت رکھتا ہے که جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے نسبت تھی وہ علی ابن ابی طالب علیہا السلام ہیں که جو پرہیزگاروں کے امام، روشن، چھر والوں کے قائد، وصیوں میں سب سے افضل، انبیأؑ اور رسلؑ کے علم کے وارث ہیں صلوات اللہ وسلامه علیه۔

آپ کے بعد حسنؑ اور حسینؑ ہیں که جو دونوں حضرات جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔پھر علی ابن الحسن زین العابدین علیہا السلام ہیں پھر محمد بن علی علیہا السلام ہیں پھر محمد بن علی علیہا السلام ہیں که جو انبیأؑ کے علم کے باقرؑ ہیں۔ پھر اوصیاءؑ کے علم کے وارث جعفر بن الصادق علیہا السلام ہیں۔پھر موسیٰ بن جعفر الکاظم علیہا السلام ہیں پھر علی ابن موسیٰ الرضا علیہا اسلام ہیں پھر محمد بن علی علیہا السلام پھر علی بن محمد علیہا السلام ہیں پھر حسن بن علی علیہا السلام ہیں پھر آپؑ کے فرزندؑ قائم المنتظر حجت صلوات اللہ علیهم اجمعین ہیں۔ میں ان سب کی وصایت اور امامت پر گواہی دیتا ہوں اور بات پر بھی که زمین کسی بھی زمانے میں اللہ تعالیٰ کی اسکی مخلوق پر حجت سے خالی نہیں رہ سکتی ہے۔ یه سب حضرات عروۃ الوثقی، ائمة الهدی، اور رہتی دنیا تک اهل دنیا پر حجت ہیں جو بھی ان حضرات علیهم السلام کی مخالفت کرے وہ گمراہ اور گمراہ کن ہے وہ حق و ہدیات کو ترک کرنے والا ہے وہ سب حضرات علیهم السلام قرآن کے مفسر اور بیان کے ذریعے رسول اللہ ہے وہ سب حضرات علیهم السلام قرآن کے مفسر اور بیان کے ذریعے رسول اللہؐ کے ترجمان ہیں۔ جو بھی ان حضرات علیهم السلام کی معرفت کے بغیر مر جائے اسکی موت جاہلیت والی موت ہے اور یه که پرہیزگاری، پاک دامنی، سچ، اصلاح پسندی، استقامت، دینی امور میں کوشش، نیک و بد کو امانت کی ادائیگی، لمبے سجدے، رات کو قیام، دن کو روزہ، حرام چیزوں سے اجتناب، صبر کے ساتھ کشائش کا انتظار، حسن عزا اور صحبت میں سخاوت آپ حضرات علیهم السلام کے دین کا حصه ہے۔ پھر اللہ عزو جل نے اپنی کتاب میں جس طرح حکم دیا ہے بالکل اسی طرح وضو ہے که چہرے کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا اور سر و پاؤوں کا ایک مرتبه مسح ہے۔وضو پیشاب، یاحخانه، ریح کے ا خراج، نیندخبابت کے علاوہ نہیں ٹوٹتا ہے اور یه که جس نے موزوں پر مسح کیا اس نے اللہ اور اسکے رسولؐ کی مخالفت کی۔ اور وہ اپنی کتاب اور اپنے فریضه کا تارک ہوا۔ جمعة المبارک کے دن کا غسل سنت ہے اسی طرح دونوں عیدوں کا غسل، مکه اور مدینه میں داخل ہونے کا غسل، زیارۃ کا غسل، راحرام کا غسل، رمضان المب کے مہینے میں پہلی کی رات کا غسل یه سب غسل سنت ہیں۔ غسل جنابت اور غسل حیض فرض ہیں۔

اورواجب نمازیں ہیں که ظہر کی چار رکعت، عصر کی چار رکعت، مغرب کی تین رکعت، عشاء کی چار رکعت اور صبح کی دو رکعتیں ہیں۔ یه کل سترہ17 رکعتیں بنتی ہیں اور سنت چونتیس رکعتیں ہیں آٹھ رکعت ظہر کی فریضه نماز سے پہلے، آٹھ رکعت عصر کی فریضه نماز سے پہلے، چار رکعت مغرب کے بعد، عشا ء کی نما ز کے بعد بیٹھ کر دو رکعتیں که جو ایک رکعت ہی شمار ہوگی۔ اور آٹھ رکعت نماز سحر

(نماز شب) نماز شفع اور وتر تین رکعتیں ہیں۔ انمیں ہر دو رکعتوں کے بعد سلا م ہے اور دو رکعتیں فجر سے پہلے ہیں۔ نما ز اول وقت میں افضل ہے جماعت کی تنہا نمازپر فضیلت چوبیس گنا ہے۔ فاجر کے پیچے نما ز نہیں ہوتی ہے اور اھل ولایت کے علاوہ کی اقتداء جائز نہ ہے۔ مردار کے چمڑے میں اور درندوں کے چمڑے میں نماز جائز نہ ہے۔ پہلے تشہد میں السلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصالحین کہنا جائز نہ ہے کیونکہ سلام کرنے سے نماز تحلیل ہوجاتی ہے۔ جب تم یہ کہو گے تو گو یا تم نے سلام پڑھ لیا۔

آتھ فرسخ یا اس سے زائد فاصلے پر نما ز قصر ہوجاتی ہے اور جب تمہاری نماز قصر ہوجائے تو تمہار ا روزہ افطار ہوجاتا ہے جو پھر بھی روزہ افطار نہ کرے تو سفر میں اسکا روزہ قابل قبول نہ ہے۔ اس پر قضاء واجب ہوجاتی ہے کیونکہ سفر میں تو اس پر روزہ فرض ہی نہیں ہے۔ فجر، ظہر،عصر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں قنوت واجب سنت ہے اور میت پر پانچ تکبیروں کی نماز واجب ہے جس نے بھی اسمیں کمی کی اس نے سنت کی مخالفت کی اور میت کو جب قبر میں داخل کیا جائے گا تو پائنتی کی طرف سے اور نرمی کے ساتھ کیا جائے گا۔ تمام نمازوں میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پرھنا سنت ہے۔

ہم ہر دوسو200درھم میں پانچ درھم زکوٰۃ واجب ہے اس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہ ہے۔ جب تک ما ل پر پورا سال نہ گزر جائے اس وقت تک اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ اھل ولایت کے علاوہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہ ہے۔ گندم،جو، کجھور اور کشمش کا دسواں حصہ زکوٰۃ ہوتا ہے کہ جب وہ پانچ اوسق تک پہنچ جائے۔ ہر وسق ساٹھ صاع (سوا تین سیر) کا ہوتا ہے جبکہ صاع چار مد کا ہوتا ہے۔

زکوٰۃ فطرہ پر چھوٹے بڑے، آزاد و غلام، مردو عورت پر واجب ہے، گندم، جو کھجوور اور کشمش میں سے ایک صاع کی مقدار کے برابر کہ جو چار مد بنتے ہیں۔ زکوٰۃ، فطرہ اھل ولایت کے علاوہ کو دینا جائز نہیں۔

حیض کی مدت زیادہ سے زیادہ دس دن اور کم سے کم تین دن ہے۔ استحاضہ والی عورت کپڑا باندھ کر غسل کرے گی اور نماز پڑھے گی جبکہ حیض والا عورت نماز کوچھوڑے گی مگر اسکی قضا ء نہ کرے جبکہ روزے کو چھوڑے گی اور قضا ء بھی کرے گی۔

رمضان المبارک کے مہینے کے روزے فرض ہیں۔ چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھے گا اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرے گا۔ مستحب نمازوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز نہ ہے کیونکہ ایسا کرنا بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کا نجام جھنم ہے۔ ہر مہینے میں تین روزے سنت ہیں۔ جو شعبان کے روزے رکھے اس کے لیے بہتر ہیں۔ پس اگر وہ تم رمضان المبار کے مہینے کہ رہ جانے والے روزے اور علیحدہ علیحدہ قضا کرے تو بھی مجزی ہیں۔

اور بیت اللہ کا حج اس کے لیے واجب ہے کہ جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو، استطاعت سے مراد تندرستی کے ساتھ زادراہ اور سواری ہے، حج تمتع کے علاوہ حج کرنا جائز نہ ہے، حج قرآن اور، حج افراد کہ جو مخالفین مین رائج ہے مکہ والوں کے علاوہ کے لیے جائز نہ ہے۔ میقات کے علاوہ سے احرام باندھنا جائز نہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم سب حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو“

خصی جانو کی قربانی جائز نہ ہے کیونکہ وہ ناقص ہوتا ہے جبکہ حاملہ کی قربانی جائز ہے۔

اور جہاد امام عادلؑ کی سربراہی میں واجب ہوتا ہے جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جاے وہ شہید ہوتا ہے۔ اسلامی علاقے میں رہائش پذیر کفار و نصاریٰ میں سے کسی کا قتل جائز نہ ہے ماسوائے اس کے کہ جو جنگ کرے یا فسا د پھیلانے کی کوشش کرے اور یہ سب تب ہے کہ جب تمہیں تمہاری جان یا تمہارے ساتھیوں کی جان کا خوف نہ ہو۔ اسلامی علاقے میں تقیہ واجب ہے۔ جو شخص اپنی جان ظلم سے بچانے کے لیے تقیہ کے طور پر حلف اٹھائے اس پر کوئی عیب نہیں ہے۔ طلاق فقط سنت والی ہے کہ جسکا ذکر اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور جیسا رسول اللہؐ کی سنت ہے۔ سنت کے علاوہ والی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ ہر وہ طلا ق کے جو اللہ کی کتاب کے قانون کے مخالف طریقے پر ہو طلاق شمار نہیں ہوتی ہے جسطرح کہ ہر وہ نکاح کہ جو اللہ کی کتاب کے طریقے کے مخالف ہو نکاح نہیں ہوتا ہے۔ ایک وقت میں چار آزاد عورتوں سے زیادہ کو نکاح میں رکھنا جائز نہ ہے اور جب عورت کو تین بار عدت والی طلاق دی جائے تو وہ اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی ہے یہانتک کہ اس سے کوئی اور نکاح نہ کرے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:"ایسی طلاق یافتہ عورتوں سے شادی کرنے سے بچو کہ جنہیں ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دی گئی ہوں۔ کیونکہ وہ شوہر داری ہی ہیں نبیؐ پر درود ہر مقام پر واجب ہے۔ چھینک کے وقت، ذبح کے وقت وغیرہ وغیرہ اللہ عزوجل کے اولیا علیھم السلام کی حجت واجت ہے۔ اسی طرح اللہ عزوجل کے دشمنوں اور انکے اماموں لعنۃ علیھم اجمعین سے برات(نفرت) واجب ہے۔ والدین سے نیکی کرنا واجب ہے گرچہ وہ دونوں مشرک ہی کیوں نہ ہوں البتہ خالق کی نا فرمانی میں انکی اطاعت واجب نہ ہے۔ اور نہ ہی ان دونوں کے علاوہ کی۔ کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت واجب نہ ہے۔ جب بچہ بال وکھال رکھتا ہو تو اسکی ماں کا تزکیہ ہی اسکا تزکیہ شمار ہوگا وہ دو متعے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا اور رسول اللہؐ نے انہیں سنت قرار دیا ہے عورتوں سے متعہ اور حج کا متعہ حلال ہیں۔

فرائض وہی ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتا ب میں نازل فرمائے ہیں انمیں کوئی کمی بیشی نہ ہے۔ اولاد اور والدین کے ہوتے ہوئے شوہر اور بیوی کے علاوہ کوئی وارث نہیں بن سکتا ہے کتاب اللہ میں جسکا حصہ مذکور ہے وہ بغیرمذکور حصے والے سے زیادہ حقدار ہے اللہ عزوجل کے دین میں باپ کے رشتہ داروں کا کوئی حصہ مقرر نہ ہے۔ نومولود خواہ بچہ ہو یا بچی ہو اسکا عقیقہ سنت واجبہ ہے اور اسی طرح اسکا نام رکھا اور ساتویں دن اسکا سر منڈوانا اور اسکے بالوں کے وزن کے مطابق سونے یا چاندی کا صدقہ کرنا اور مردوں کے لیے ختنہ کرنا واجب ہے جبکہ عورتوں کے لیے باعث اکرام ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اسکی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے اور بندوں کے افعال اللہ کی مخلوق ہیں البتہ مخلوق تقدیر ہیں مخلوق تکو ینی نہیں ہیں اور اللہ عزوجل ہی ہر چیز کا خالق ہے۔

ہم جبر و تفویض کے قائل نہ ہیں اللہ تعالیٰ بیماری کے ذریعے چھوٹ والے کی پکڑ نہیں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ آباء و اجداد کے گناہوں کا عذاب بچوں پر نہیں ڈالتا ہے اور نہ ہی کسی اور کا بوجھ کسی اور کے کندھوں پر ڈالتا ہے اور انسان کے لیے اسکی کوشش کے علاوہ کچھ نہیں ہے تفضل فرماتے ہوئے معاف کرنا اللہ کے بس کی بات ہے وہ ظلم و جو ر نہیں کرتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک و پاکیزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اطاعت لوگوں پر فرض نہ کی ہے کہ جنکے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں گے یا دھوکہ دیں گے اور نہ ہی ایسے کسی کو اپنی رسالت کے لیے منتخب کیا ہے اور نہ ہی اپنے بندوں میں سے

انکو مصطفیٰ بنایا ہے کہ جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ اسکی ذات اور اسکی عبادت کا کفر کرے گا اور اس سے ہٹ کر شیطا ن کی عبادت شروع کردے گا۔

اسلام اور چیز ہے اور ایمان اور چیز ہے ہر مومن مسلمان ہوتا ہے جبکہ ہر مسلمان مومن نہیں ہوا ہے چو رجب چوری کرتا ہے تو اس وقت مومن نہیں ہوتا ہے اور زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا ہے

اللہ کی حدوں کو توڑنے والے مسلمان ہوتے ہیں۔ نہ مومن ہوتے ہیں اور نہ کافر ہوتے ہیں اللہ عزوجل کسی مون کو جہنم میں داخل نہ کرے گا کیونکہ اللہ نے مومن سے جنت کا وعدہ کیا ہوا ہے اور کافر کو جہنم سے کبھی بھی نہ نکالے گا کیونکہ اس نے اس سے جہنم کا وعدہ کیا ہوا ہے وہ اسمیں ہمیشہ رہے گا اللہ تعالیٰ کو معاف نہ فرمائے گا اسکے علاوہ جسکو چاہے گا معاف فرما دے گا۔

عقیدہ توحید رکھنے والے گنہگار جہنم میں ڈالے جائیں گے اور پھر انہیں اس سے باہر بھی نجکال لیا جائے گا۔ ان کی شفاعت ہوسکے گی۔ آج کا گھر تقیہ کا گھر او ریہ اسلام کا گھر ہے۔ کفر ایمان کا گھرنہ ہے نیکی کی ہدایت کرنا ہے برائی سے روکنا دونون واجب ہیں ایسا تب ہے کہ جب ایسا کرنا ممکن ہو اور جان کو خوف بھی ہو۔

ایمان امامنت کی ادائیگی اور گناہاں کبیرہ سے اجتناب ہوتا ہے۔ ایمان دل کے ذریعے معرفت، زبان کے ذریعے اقرار اور ارکان کو بجالانے کا نام ہے۔ دونوں عیدویں کے موقع پر تکبیر واجب ہے عید فطر میں ابتداء پانچ نمازوں کے بعد کہ جسکی فطر والی رات کی نماز کے بعد مغرب سے ہوتی ہے اور عید الاضحیٰ میں دس نمازوں کے بعد اور اسکی ابتدا قربانی والے دن کی ظہر کی نماز کے بعد سے ہوتی ہے جبکہ منیٰ کے مقام پر پندرہ نمازوں کے بعد واجب ہوتی ہے۔

نفاس والی عوت اتھارہ روز سے زائد نما زکو ترک نہیں کرسکتی ہے۔ پس اگر اس سے پہلے بھی پاک ہوجائے تو وہ نماز پڑھے گی اور اگر وہ اس سے پہلے پاک نہ ہو تو جب اٹھارہ روز گزر جائیں تو وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اور مستحاضہ کے طریقہ پر عمل کرے۔

ہمعذاب قبر پر، منکر اور تکبر پر، موت کے بعد اٹھنے پر میزان پر اور صراط پر ایمان رکھتے ہیں۔

بیزاری ہے ان لوگوں سے کہ جنہوں نے آل محمد علیھم السلام پر ظلم کیا اور انہیں دربدر کرنے کی کوشش کی اور ان پر ظلم کرنے کو رواج دیا اور اپنے نبیؐ کی سنت کو بدل ڈالا۔ ناکثین، قاسطین اور مارقین کے لیے بھی بیزاری ہے کہ جنہوں نے رسول اللہؐ کے پردے کی ھتک کی اور اپنے امامؑ کی بیعت کو توڑ ڈالا اورعورت کو گھر سے باہر نکالا اور امیر المومنین علیہ السلام سے جنگ کی اور انہوں نے ان متقی شیعوں کا قتل کیا کہ جن پر اللہ کی رحمت واجب ہے۔

بیزاری ہے اس کے لیے کہ جس نے نیکو کا روں کو جلاوطن کر کے انہیں دربدر کیا۔ اور دھتکارے ہوئے لعنتیوں کی پرورش کی اور بیت المال کو سرمایہ کاروں کے تسلط میں دے دیا اور اس نے بے وقوفوں کو عامل بنایا۔ جیسے اللہ کے رسولؐ کی لعنت کا شکار ہونے والے معاویہ بن سفان اور عمر و بن عاص وغیرہ۔

اور ان سب کے شیعوں کے لیے بھی بیزاری ہے کہ جنھو ں نے المومنین علیہ السلام سے جنگ کی اور انصار و مہاجرین کو قتل کیا اور فضل و صلاح میں سبقت رکھنے والوں کو قتل کیا تحکیم کے بارے میں ضد کرنے والوں کے لیے بیزاری ہے کہ انمیں سے ابو موسیٰ اشعری اور اسکے دوستوں کے لیے بیزاری ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں اپنی کوششوں کو گمراہ بنایا حالانکہ وہ گمان کرتے رہے کہ انھوں نے بہت اچھا کیا ہے۔

یہی وہ لوگ ہیں امیرالمومنین علیہ السلام کی روایت کا انکار کرکے اپنے رب کی آیات اور اس کے سامنے حاضر ہونے کو جھٹلایا۔ وہ کافر ہوئے کہ انھوں نے اللہ کے سامنے اپنے امامؑ کے بغیر حاضری دی۔ پس انکے اعمال خبط ہوگئے۔ قیامت کے دن انکے پلڑے میں کوئی نیکی نہ ہوگی وہ جہنم کے کتے ہونگے بیز اری ہے ناجیوں کے لیے کہ جنھوں نے گمراہ اماموں کا دامن تھاما اور ظالم رہنماؤں کی اقتداء کی ان سب کے لیے بیزاری ہے انمیں سے پہلے سے بھی اور آخری سے بھی۔ اس کے لیے بیزاری ہے کہ جو صالحؑ کی ناقد کو پے کرنے والے کے مشابہ تھا۔ وہ اولین و آخرین میں سے سب سے زیادہ بدبخت ہے اور ان سے بھی کہ جنھوں نے اسکی سرپرستی کی ولایت فقط امیر المومنین علیہ السلام کے لیے خاص ہے محبت ہے ان لوگوں کے لیے کہ اپنے نبیؐ کے بتلائے راستے پر گامزن ہوکر چلے گئے کہ انھوں نے اسمیں کوئی تبدل و تغیر نہ کیا جیسے سلمان فارسی، ابوذر غفاری مقداد بن اسود،عماربن یاسر، حذیفہ بن یمان، ابو الھیثم بن تیھان، سھل بن حنیف، عبادۃ بن صامت، ابو ایوب انصاری، خذیمہ بن ثابت ذی شہادتین ابو سیدخدری اور ان ان جیسے دیگر رضی اللہ عنھم کے لیے ان لوگوں کیے پیرونکاروں شیعوں اور ان سے ہدایت لینے والوں ان کے راستے پر چلنے والوں کے لیے ہی محبت ہے۔ رضوان اللہ علیھم ورحمۃ۔

شراب تھوڑی ہو یا زیادہ حرام ہے۔ ہر نشہ آور مشروب تھوڑا ہو یا زیادہ حرام ہے ہر وہ کہ جو نشہ آور ہو اسکی تھوڑی مقدار ہو یا زیادہ حرام ہے۔

مجبور آدمی شراب نہیں پی سکتا ہے کیونکہ وہ اسے قتل کرڈالے گی۔ داڑھ رکھنے والا درندہ حر ام ہے۔ پرندوں میں سے ہر پنجہ رکھنے والا حرام ہے۔ تلی حرام ہے کیونکہ وہ خون ہوتی ہے۔ بام مچھلی، مارماہی، پیٹھ پر کھڑے کانٹوں والی مچھلی اور ہر وہ مچھلی کے جسکا چھلکا نہیں ہوتا ہے حرام ہے۔

بحارالانوار میں کتاب عدل کے باب علل الشرائع میں مناقب ابن شہر آشوب سے نقل کیا گیا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے مامون کی محفل میں صباح بن نصر ھندی اورعمران صابی نے کہا:کو ان کے مسائل کے جو جوابات دئیے تھے انمیں سے یہ بھی تھا کہ عمران صابی نے کہا "آنکھ مرکب نور ے یا روح ہے کہ اسمیں اشیاء کی صورت دکھائی دیتی ہے؟"

آپؑ نے فرمایا:"آنکھ چربی ہے اور یہ سفیدی اور سیاہی ہے جبکہ اسمیں بینائی روح ہوتی ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ تم آنکھ میں دیکھو تو اسکے وسط میں تمہیں تمھاری صورت نظر آئے گی اور انسان اپنی شکل نہیں دیکھ سکتا ماسوائے پانی یا آئینے کے یا جو اسکے مشابہ ہو"

صباح نے کہا:"جب آنکھ اندھی ہوجاتی ہے تو روح کیسے باقی رہ جاتی ہے حالانکہ نگاہ تو ختم ہوجاتی ہے؟"

آپؑ نے فرمایا:"جیسے سورج کو اندھیرے غائب کردیتے ہیں"

ان دونوں نے عرض کی:"روح کہاں گئی؟ اور روشنی کہاں جاتی ہے کہ جو روشن دان کے ذریعے گھر میں داخل ہوتی ہے اور روشن دان کو بند کردیا جاتا ہے" آپؑ نے فرمایا: "میں وضاحت کرتا ہوں"

"روح کا مسکن دماغ ہوتا ہے اور اسکی شعاعیں جسم میں ایسے پڑتی ہیں کہ جیسے سور ج آسمان پر گھومتا ہے اور اسکی شعاعیں زمین پر پڑتی ہیں جب سورج کی ٹکیہ غائب ہوجاتی ہے تو سورج نہیں ہوتا ہے اسی طرح جب سر کاٹ لیا جائے تو روح نہیں رہتی ہے۔

ان دونوں نے کہا:"کیا وجہ ہے کہ مردوں کی داڑھی ہوتی ہے عورتوں کی نہیں ہوتی ہے؟"

گناہان کبیرہ سے اجتناب واجب ہے اور گناہان کبیرہ یہ ہیں اس جان کا قتل کہ جسکے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے زنا، چوری، شراب نوشی، والدین کی نافرمانی، میدان جنگ سے فرار، ظلم کے ساتھ یتیم کے مال کو ہڑپ کر جانا، مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کو کھانا اور بغیر کسی مجبوری کے اللہ کے علاوہ کے نام پر ذبح کیے جانے والے کو کھانا۔ وضاحت کے بعد بھی سود کھانا، نجس چیز کی قیمت اور جوئے کی کمائی کھانا، تولنے اور ماپنے میں ہیرا پھیری، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا، لواطہ کرنا، جھوٹی گواہی دینا اللہ کی۔۔۔سے مایوس ہونا ۔ اللہ کی تدبیر سے خود کو محفوظ سمجھنا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا ظالم کی مدد کرنا ظالم کی طرف جھکاؤ رکھنا جھوٹی قسم کھانا بغیر کسی تنگدستی کے دوسرے کا حق دبا رکھنا، جھوٹ بولنا، تکبر کرنا، فضول خرچی کرنا، دھوکہ دینا، خیانت کرنا، حج کو اہمیت نہ دینا،اللہ تعالیٰ کے اولیاء علیھم السلام سے جنگ کرنا فضول کاموں میں مشغول رہنا اور گناہوں پر اصرار کرنا"

آپؑ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی ہے اور اسے ان کے لیے فضیلت قرار دیا ہے کہ اس کے ذریعے مردوں اور عورتوں کی پہچان ہوتی ہے"

عمران نے کہا:"کیا وجہ ہے کہ جب مرد عورت جیسا ہوتا ہے اور عورت مرد جیسی ہوتی ہے"

آپؑ نے فرمایا:"اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت جب حاملہ ہوتی ہے کہ بچہ دانی میں بچہ اگر بچی کی جگہ پر چلا جائے تو عورت سے مشابہ ہوجاتا ہے اور اگر بچی بچے کی جگہ پر چلی جائے تو مرد سے مشابہ ہوجاتی ہے یہ اس لیے کہ رحم میں بچے کا مقام دائیں طرف ہوتا ہے جبکہ بچی کا مقام بائیں طرف ہوتا ہے بسا اوقات عورت ایک ہی بطن سے دو بچے پیدا کرتی ہے۔ پس اگر اسکے دونوں پستان ایک ساتھ بڑے ہوجائیں تو وہ جڑواں بچے پیدا کرتی ہے اور اگر اسکا ایک پستان بڑا ہو تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ وہ ایک بچہ جنم دے گالبتہ اگر اسکا فقط داہنا پستان بڑا ہو تو وہ بچہ جنم دیے گی اور جب اسکا باہنا پستان بڑا ہوجائے تو وہ بچی جنم دے گی۔ اور اگر وہ حاملہ ہو اور اسکا داہنا پستان خشک ہوجائے تو وہ بچی ساقط کرے گی اور اگر اسکا باہنا پستان خشک ہوجائیں تو وہ بچہ اور بچی دونوں کو ساقط کرے گی"

دونوں نے کہا:"کس وجہ سے انسان لمبا؟ او ر چھوٹا ہوتاہے"

توآپؑ نے فرمایا:"نطفه کی وجه سے جب آدمی کا نطفه نکلے اور قریب گر جائے تو بچه چھوٹا ہوتا ہے اور اگر بڑا ہو کر گرے تو بچه بڑا ہوتا ہے"

صباحنے کہا:"پانی کی اصل کیا ہے؟"

آپؑ نے فرمایا:"پانی کی اصل الله کا خوف ہے اسمیں سے کچھ آسمان میں ہے اور اس ہی میں سے زمین پر چشمے جاری ہوئے اور بعض پانی ایسا ہے که جس پر زمینیں ہیں اور اسکی بنیاد فقط فرات کا میٹھا اور ٹھنڈا پانی ہے۔

اس نے کہا:"پھر اسمیں سے تین گندھک، ٹھنڈے پانی اور نمکین پانی وغیرہ کے چشمے کیوں نکلتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا:"اسے دیگر جواہر تبدیل کردیتے ہیں اور وہ تبدیل ہوجاتا ہے جیسے شیرہ شراب بن جاتا ہے اور جیسے شراب متضلب ہوکر سرکه بن جاتی ہے جیسے خون اور گوبر کے درمیان سے خالص دودھ نکلتا ہے" اس نے کہا:"پھر مختلف قسم کے جواہر کہاں سے نکلتے ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا:"وہ اسی پانی ہی سے منقلب ہوتے رہتے ہیں جیسے نطفهعلقه بن جاتا ہے پھر علقه مصنعه بن جاتا ہے پھر وہ مصنعة مختلف قسم کی مبینه خلقت اختیار کرلیتا ہے"

عمران نے کہا: جب زمین پانی سے خلق ہوئی ہے اور پانی ٹھنڈا اور تر ہوتا ہے تو پھر زمین کس وجه سے ٹھنڈی اور خشک ہوگئی؟"

اس نے کہا گرمی نفع بخش ہوتی ہے یا سردی؟" آپ نے فرمایا: اسمین سے تری کو سلب کرلیا گیا تو وہ خشک ہوگئی

آپؑ نے فرمایا:"بلکه گرمی سردی سے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے کیونکه گرمی زندگی کی حرارت سے ہوتی ہے جبکه ٹھنڈک موت کی سردی سے ہوتی ہے اسی وجه سے گرمیوں کی باد سموم سردیوں کی باد سموم سے زیادہ سلامتی بخش اور کم ضرر رساں ہوتی ہیں"

اور ان ددنو ں نے آپؑ سے نما زکی علت (وجه) کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا:"اس امر کی اطاعت ہے که جو الله نے لوگوں کو دیا ہے اور ایسا قانون ہے که جو الله نے ان پر نافذ فرمایا ہے۔ نماز میں الله تعالیٰ کے لیے توقیر ہے اور بندے کی طرف سے عاجزی اور خضوع ہے که جب وہ سجدہ کرتا ہے تو اقرار کرتا ہے که اس کے اوپر ایک رب ہے که جسکی وہ بندگی کرتا ہے اور وہ اس کے لیے سجدہ کرتا ہے۔

ان دونوں نے آپؑ سے سوال کیا روزے کے بارے میں تو آپؑ نے فرمایا:"الله تعالیٰ نے اطاعت کے مختلف طریقوں کے ذریعے لوگوں کا امتحان لیا ہے که کون ہے که جو اسکے نزدیک درجات کو پاسکے اور اس لیے بھی تاکه لوگ الله کی طرف سے ان کو عطا کی گئی نعمتوں کی قدرو قیمت کو جان سکیں مثلاً پانی کی لذت اور روٹی کا خوش ذائقه ہونا وغیرہ اور جب وہ اپنے روزے کے دن پیاسے رہیں گے تو انہیں آخرت میں یوم اکبر کی پیاس یاد آئے گی اور یه چیز انکی اطاعت میں رغبت کو بڑھائے گی"

اور ان دونوں نے آپؑ سے سوال کیا کہ کس وجہ سے زنا کو حرام قرار دیا گیا؟" آپؑ نے فرمایا:"کیونکہ اسمیں نسل انسانی کا فساد پایا جاتا ہے۔ وراثت کے قوانین ختم ہوتے ہیں اور یہ سب انسانی منقطع ہوجاتا ہے۔ زنا کرانے والی عورت کو معلوم نہ ہوگا کہ کس نے اسے حاملہ کیا ہے اور نہ ہی پیدا ہونے والے کوخبر ہوگی کہ اسکا باپ کون ہے نہ ارحام سے صلہ رحمی ہو سکے گی اور نہ ہی قرابت داری سے مشہور ہوسکے گی۔

امام رضاؑ کا رسالۃ الذھبیۃ

فاضل مجلسی نے بحار الانوار میں کہا ہے کہ میں نے شیخ نور الدین علی بن عبدالعالی الکرکی کے ہاتھ سے لکھا پایا جسکے لفظ کچھ یوں ہین "رسالۃ الذھبیۃ فی الطب کہ جسے امام علی ابن موسیٰ الرضا علیھا السلام نے مزاج کی صحت کی حفاظت اور غذاؤں اور مختلف شربتوں اور دوائیون کے ذریعے صحت کی تدبیر کرنے کے بارے میں مامون عباسی کی طرف ارسال فرمایا:

اسی طرح اس نے کہا:"میں نے بعض فاضل علماء کی تالیفات میں ان دو سندوں کے ساتھ اس رسالے کو پایا ہے۔ موسیٰ بن علی بن جابر سلامی نے کہا کہ مجھے کیا شیخ سدید الدین یحییٰ بن محمد بن علی خان الخازن نے اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو محمد حسین بن محمد بن جمھور نے، اور ہارون بن موسیٰ تلعکبری نے کہا کہ ہمیں بیان کیا محمد بن ھشام بن سھل نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا حسن بن محمد بن جمھور نے، اس نے کہا کہ مجھے میرے بابا نے کہ ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضا علیھا السلام کے حالات سے کافی حد تک عالم تھے وہ آپؑ کی خدمت پر ملازم تھے۔ اور آپ ؑہی کے ہمراہ تھے کہ جب آپؑ کو مدینہ سے خراسان لایا گیا۔ یہانتک کہ آپؑ طوس میں شہید کردئیے گئے تو اس وقت وہ سینتالیس سال کے تھے۔ اس نے کہا مامون نیشا پور میں تھا اور اس کی محفل میں میرے آقا ابوالحسن امام رضا علیہ السلام اور طبیبوں اور فلسفیوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی انمیں یوحنا بن ماسویہ، جبریل بن بختیشوع، صالح بن سلھمۃ ھندی اور انکے علاوہ انک جیسے دیگر بحث و مباحثہ کرنے والے اپنے فنون کے ماہر سمجھے جانے والے بھی شامل تھے پس طب کا ذکر چھڑ گیا اور یہ کہ اسمیں اجسام اور اعضاء کی کتنی اصلاح پائی جاتی ہے۔ پس مامون اور اسکے ساتھ بحث میں حصہ لینے والے گفتگو میں مست ہوگئے اور اس علم میں غوطہ زنی کرنے لگے۔ وہ بحث کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی جسم میں مختلف چار طبیعتوں کے حامل اعضاء کو کیسے رکھا ہے اور غذاؤں کے نقصانات اور انکے منافع کیا ہیں اور بیماریوں کے ذریعے اجسام کو کیسے نقصان پہنچتا ہے جبکہ ابو الحسن علیہ السلام خاموش تشریف فرماتے تھے اور انمیں سے کسی چیز کے بارے میں کلام نہ فرما رہے تھے۔ تب مامون نے آپؑ سے کہا:"

اے ابو الحسن علیہ السلام! آپؑ ہماری آج کی اس بحث کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جبکہ ان اشیاء اور غذاؤں کی پہچان کہ انمیں سے کونسی نفع بخش اور کونسی نقصان دہ ہے اور اسی طرح جسم کی تدبیر کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔

تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا:"میرے پاس اس بارے میں خو د میری تجربہ کردہ کہ جنکی صحت کے بارے میں نے اخبار اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معرفت حاصل کی ہے موجود ہیں اسی طرح میرے اسلاف علیھم السلام نے بھی مجھے وہ چیزیں عطا فرمائی ہیں کہ جن کا علم انسان کے لیے از حد

ضروری ہے ان کے ترک کرنے میں عذر کی گنجائش نہ ہے میں وہ سب تمہارے لیے جمع کردوں گا اور اسکے ساتھ ساتھ دیگر وہ اشیاء بھی کہ جنکامعلوم ہونا ضروری ہے۔

اس وقت مامون بلخ جانے کی جلدی میں تھاا ور ابو الحسن علیہ السلام اسکی محفل سے اٹھ کر چلے گئے۔ مامون نے آپؑ کی خدمت میں خط لکھا کہ جسمیں اس نے اپنے ضروری سوالات اور مختلف کھانے پینے کی چیزوں اور دوائیاں بنانے کے بارے میں جو وہ چاہتا تھا اس نے لکھا۔ اسی طرح اس صفر کھلوانے، حجامت کرانے، مسواک کرنے،حمام جانے، نورہ لگانے اور اسمیں تدبیر کے بارے میں سال کیا۔ تو امام رضا علیہ السلام نے اسی طرف ایک خط جواباً تحریر فرمایا اسکا نسخہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

میں اللہ سے عصمت کا طلبگار ہوں۔ اما بعد! مجھے امیر کا خط ملا کہ جس میں اس نے مجھے کہا ہے کہ میں اسے اپنے تجربے اور سماعت کردہ چیزوں میں سے کھانے، پینے اور دوائی بنانے، صفر کھلوانے، حجامت کرانے، حمام جانے، نو لگانے اور باہ وغیرہ کے بارے میں لکھوں کہ جنکی امیر کو ضرورت ہے کہ ان سے جسمانی معاملے کی تدبیر ہوتی ہے پس میں نے جس کی امیر کو ضروت تھی وہ تفصیل سے بیان کردیا ہے اللہ ہی سے توقیق ہے۔ جان لو کہ اللہ تعالی جسم کو بیماری نہیں لگاتا ہے یہانتک کہ اسکی دوا پیدا کرتا ہے--------- الیٰ آخر عنقرتیب آنے والا ہے

فاضل مجلسی نے کہا شیخ طوسی نے الفہرست میں محمد بن الحسن جمہور العمی البصری ے احوال حیات کے باب میں کہا ہے کہ اسکی بہت سی کتابیں ہیں جنمیں سے کتاب الملاحم، کتاب الواحدۃ، کتاب صاحب الزمان (حج) اور رسالۃ الزھیبۃ عن الرضاعلیہا السلام ۔ ہم ان سب کو اسکی روایت کے ذریعے جانتے ہیں البتہ غلو اور ملاوٹ ہے

ایک جماعت نے محمد بن علی بن الحسین سے، اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے باپ سے، اس نے سعد بن عبداللہ سے، اس نے احمد بن الحسین بن سعید سے، اس نے محمد بن جمہور سے، ے

اور اسے روایت کیا ہے محمد بن علی بن الحسین نے محمد بن الحسن بن ولید بن الحسن بن متیل سے، اس نے محمد بن احمد علوی سے اس نے عمر کی بن علی سے، اس نے محمد بن جمہور سے،

نجاشی نے اسی طرح اس تک پوری سند کو ذکرکیا ہے ہمیں بتایا محمد بن علی الکاتب نے، اس نے محمد بن عبداللہ سے، اس نے علی بن الحسین الھذنی المسعودی سے، اس نے کہا کہ میں نے ملاقات کی حسن بن محمد بن جمہور سے اس نے مجھے کہا:"مجھے بیان کیا میرے باپ محمد بن جمہور نے کہ وہ اس وقت ایک سو دس سال کا تھا۔ اور ہمیں بتایا ابن شاذان نے، اس نے احمد بن محمد بن یحییٰ سے، اس نے سعد سے اس نے احمد بن الحسین بن سعید سے، اس نے محمد بن جمہور سے

اور محمد بن شہر آشوب نے کتاب معالم العلماء میں محمد بن الحسن کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ اس کا ایک رسالۃ المذھبہ عن الرضا فی الطب ہے۔

مجلسی نے کہا: ذکر کیا ہے شیخ نے الفہرست میں کہ سیدفضل بن علی رواندی نے اس پر ایک شرح لکھی ہے کہ جسکا نام اس نے"ترجمہ العلوی الطب الرضوی" رکھا اور اس بات کا اظہار کیا ہے کہ یہ

رسالہ ہمارے علماکے درمیان مشہور رہا ہے اور علماء کے پاس اسکے تمام اسناد اورسلسلے موجود ہیں البتہ اسکے ہمارے پاس جو نسخ پہنچے ہیں انمیں واضح اختلاف پایا جاتا ہے۔ انمیں سے بعض کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

"اے امیر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی کسی مومن بندے کو کسی بیماری میں ہرگز مبتلا نہیں فرماتا جب تک کہ اس کے لیے دوا خلق نہ فرمائے کہ جس کے ذریعہ وہ اسکا علاج کرے۔ ہرقسمی بیماری کے لیے ہر قسمی دوا موجود ہے اور اس لیے کہ انسانی اجسام کو سلطنت کی طرح خلق کیا گیا ہے پس جسم کی جت بت دل ہے رگیں، اعضاء اور دماغ کا رندے ہیں۔ بادشاہ کا گھر دل میں ہے اور جسم اسکی مملکت ہے اسکے دونوں ہاتھ، پاؤں ہونٹ، آنکھیں زبان اور کان اسکے مددگار ہیں اسکا خزانہ اسکا معدہ اور پیٹ ہے اور اسکاحجاب سند ہے پس ہاتھ مددگا رہیں کہ جو کسی چیز کو اس کے قیر یب یا اس سے دور کتے ہیں اور جو کچھ انہیں بادشاہ کہتا ہے وہ کام وہ کرتے ہیں اور پاؤں اسکی مملکت کو جہاں وہ چاہے لے جاتے ہیں اور آنکھ اس سے غائب کی طرف رہنمائی کرتی ہیں کیونکہ بادشاہ پردے کے پیچھے ہوتا ہے کہ جس تک بغیر اجازات کے کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی ہے اور اسی طرح یہ دونوں آنکھیں دو چراغ بھی ہیں جسم کے ڈھال اور اسکا مضبوط قلعہ کان ہیں کہ جو بادشاہ کے پاس اسکے موافق کے علاوہ کسی کو جانے نہیں دیتے کیونکہ وہ دونوں بادشاہ کی مرضی خلاف اسکے اس کسی کا پہنچانے سے قاصر ہیں پس جب بادشاہ انہیں اجازت دیتا ہے تو وہ راستہ کھولتے ہیں۔یہانتک کہ بادشاہ ان کے ذریعے سنتا ہے پھر بادشاہ جو چاہتا ہے جو اب دیتا ہے پس اسکی ترجمانی زبان مختلف طریقوں سے کرتی ہے۔ انمیں سے دل کی بھڑاس معدے کا بحار اور ہونٹو ں کی معاونت ہے۔

ہونٹوں کے پاس زبان کے علاوہ کوئی طاقت نہ ہے انمیں سے کوئی دوسرے کے بغیر کام نہیں کرسکتاہے اور کلام ناک میں پلٹائے بغیر خوبصورت نہیں ہوتا ہے کیونکہ ناک کلامت کو مزین کرتا ہے کہ جیسے [ھونک مارنے والا انمیں پھونک مار کر مزین کرتا ہے اور اسی طرح نتھنے ہیں کہ جو ناک کے دو سوراخ ہیں بادشاہ کے پاس فقط پسندیدہ خوشبو کو جانے دیتے ہیں۔

پس جب کوئی بدبو آتی ہے تو بادشاہ ہاتھوں کو حکم دیتا ہے پس وہ اس بدبو اور بادشاہ کے درمیان رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ بادشاہ کے لیے ثواب اور عقاب کے اختیارت بھی ہوتے ہیں پس اسکا عذاب دینا کے قاہر بادشاہ ہوں نے سے شدید تر ہوتا ہے اور اسکا ثواب بھی ان سب کے ثواب سے افضل ہوتا ہے خوشی اسکا ثواب اور غم اسکاعذاب ہوتا ہے غم کی بنیاد تلی میں ہوتی ہے اور خوشی کی بنیاد چربی اور گردوں میں ہوتی ہے ان دنوں ہی میں سے دو رگیں نکلتی ہیں کہ جو چہرے تک جاتی ہیں پس یہیں سے ہی خوشی اور غمکا پتہ چلتا ہے اور انکی علامت چہرے میں ظاہر ہوتی ہے۔

اور یہ ساری رگیں کارندوں کی طرف سے بادشاہ تک اور بادشاہ سے کارندوں تک کے راستے ہیں اور اسکی مثال یہ ہے کہ جب تم دوا کھاتے ہو تو رگیں اس دوا کو بیماری کے مقام پر انہی کے ذریعے پہنچا دیتی ہیں۔

اے امیر! تمہیں معلوم ہونا چاہیے جسم پاکیزہ مٹی جیسا ہے جب تم اس سے آباد کرتے ہو تو اسمیں اتنا پانی لگاتے ہو کہ وہ زیادہ نہ ہوجائے کہ کہیں زمین غرق نہ ہوجائے اور نہ ہی اسمیں کمی کی جاتی ہے کہ زمین خشک نہ رہ جائے اور اسکی آبادی دیر پا ہو اور اسکا نفع زیادہ ہو اور اسکی زراعت اچھی ہو۔ تم

اسمیں غفلت نہیں برتتے کہ کہیں اسمیں خرابی نہ ہوجائے اور اسمیں جڑی بوٹیاں نہ اُگ آئیں۔ پس جسم اسی طرح ہے پس کھانے پینے میں تدبیر کے ذریعے اسکی اصلاح کی جاتی ہے اور اسکو تندرست رکھا جاتا ہے اور اسمیں عافیت رہتی ہے۔

اے امیر! غور کر کہ کون سی چیز تمہارے اور تمہارے معدہ کے موافق ہے اور اس کے ذریعے تمہار ا بدن قوی ہوتا ہے پس اس کھانے کو اپنے معمول میں لاؤ اور اسے اپنی غذا بناڈالو۔

اے امیر! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان تمام طبیعتوں میں سے ہر ایک اپنی ہمشکل غذ ا کو پسند کرتی ہیں۔ پس ان چیزوں کو غذا بناؤ کہ جو تمہارے جسم کی ہمشکل ہو ں۔ جو شخص زیادہ کھانا کھاتا ہے وہ اسے ذرہ برابر بھی غذائیت فراہم نہیں کرتا ہے اور جو اسے درمیانی مقدار میں نہ زیادہ اور نہ تھوڑا لیتا ہے۔ اسکو غذائیت کا نفع پہنچتا ہے اسی طرح پانی ہے کہ اسکا راستہ یہ ہے کہ وہ کھانے میں اتنا لیتا ہے کہ جو تمہارے دنوں کے لیے کافی ہوتی ہے۔ پس تم اس سے ہاتھ اٹھا ؤ۔ تمہارے لیے بعض سبزیاں لازم ہیں اور تمہیں اسکی طرف رغبت ہونی چاہیے کہ یہ تمہارے معدے اور تمہارے بدن کے لیے اصلا ح آمد ہے اور تمہارے عقل کے لیے پسندید ہ اور تمہارے جسم کے لیے ہلکی پھلکی ہوتی ہیں۔

اے امیر! گرمیوں میں ٹھنڈی چیزیں اور سردیوں میں گرم چیزیں کھاؤ اور ان دونوں کے درمیانی وقفے میں اپنی قوت اور شہوت کے مطابق معتدل چیزیں کھاؤ۔ کھانے کی ابتداء میں ہلکی ترین غذا کھاؤ کہ جو تم عام طور پر بطور غذا استعمال کرتے ہواور یہ اپنی عادی مقدار کے مطابق کھاؤ اور اپنی طاقت اور ضرورت کے مطابق کھاؤ اور ہر روز کے وہ اوقات کے جب تمہیں کھانا چاہیے۔ جب دن کے آٹھ گھنٹے گزر جائیں تو ایک بار کھانا کھاؤ یا دو روز میں تین بار کھانا کھاؤ دن کی ابتداء میں نہاؤ منہ ناشتہ کرو، پھر رات کا کھانا کھاؤ اور جب دوسرا روز آئے تو جب دن کے آٹھ گھنٹے گز جائیں تو ایک بار کھانا کھاؤ تو تمہیں رات کے وقت کھانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

اور میرے جد امجد حضرت محمدؐ اور علی علیہ السلام کا حکم بھی ایسے ہی ہے کہ ایک دن ایک مرتبہ اور اسکے دوسرے دن دو مرتبہ کھانا کھاؤ البتہ اسمیں عاوی مقدار زیادہ یا کم نہیں کھانا چاہیے ابھی تمہاری بھوک باقی ہوتو کھانے سے ہاتھ کھینچ لو اور چاہیے کہ تم اپنے کجانے کے بعد وہ عمرہ اور صاف شربت پیؤ کہ جسکا پینا ہمارے لیے حلال ہے اور میں بعد میں اسکی اوصاف بتاؤں گا۔

اس وقت چاہیے کہ سال کے مختلف موسموں اور رومی مہینوں میں جونسی غذاؤں اور شربتوں کا استعمال کرنا چاہیے کا ذکر کریں اور قدما کے کے قول کے مطابق حفظ صحت کے لیے کس کس چیز سے اجتناب کرنا چاہیے۔ پھر ہم ائمہ علیہم السلام کے اقوال کی طرف پلٹیں گے کہ وہ کونسی شربت ہے کہ جو ہمارے لیے حلال ہے اور اسے کھانے کے بعد استعمال کرنا چاہیے۔

سال کی فصلوں کا ذکر

جہاں تک فصل ربیع کی بات ہے تو یہ زمانے کی روح ہوتی ہے۔ اسکا پہلا مہینہ آذاد ہوتا ہے اسکے دنوں کی تعداد تیس 30ہوتی ہے اسمیں راتیں اور دن خوشگوار ہوتے ہیں زمین نرم ہوتی ہے اسمیں بلغم کا

غلبہ ختم ہوجاتا ہے اور فشار خون بڑھ جاتا ہے اس مہینے میں ہلکی پھلکی غذا، گوشت، نیم پکا انڈاہ استعمال کرنا چاہیے اور شربت میں برابر پانی ملاکر پیا جائے اس مہینے میں پیاز، لہسن اور کھٹی چیزیں کھانے سے پرہیز کرنی چاہیے۔ اس مہینے میں جلاب لینا بہترین ہے اس مہینے میں فصد کھلوانا اور حجامت کرانا اچھی بات ہے۔

نیسان:۔

"کے دن تیس ہوتے ہیں اسمیں دن بڑھنے لگتے ہیں اور موسم کا مزاج قوت پکڑنے لگتا ہے اسمیں خون متحرک ہوتا ہے اور اسمیں شرقی ہوائیں چلنے لگتی ہیں اسمیں بُھنی غذائیں کھانی چاہیے اور وہ کہ جو سرکہ سے نہ ہوں اور شکار کا گوشت کھانا چاہیے یہ مہینہ جماع کا معالج ہے پینا چاہیے۔ اس ماہ میں پھول اور خوشبو سونگھنا اچھا ہے۔

ایار:۔

اسکے ایام اکتیس ہوتے ہیں اسمیں عمدہ ہوائیں چلتی ہیں اور یہ فصل ربیع کا آخری مہینہ ہوتا ہے۔ اس ماہ میں پیاس کا باعث بننے والی غذاؤں اور بھاری گوشت کھانے سے منع کیا گیا ہے، جیسے سرِیاں، گائے کا گوشت اور دودھ۔ اس ماہ میں دن کی ابتدا میں حمام جانا نفع بخش ہوتا ہے اس ماہ میں غذا سے پہلے ورزش ناپسندہہے"

حزیران:۔

اس کے ایام تیس ہوتے ہیں اسمیں بلغم اور خون کی بیماری کی جڑ اکھڑ جاتی ہے اور خریف کی بارشوں کا زمانہ آجاتا ہے اس ماہ میں زادہ مشقت سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس ماہ میں چکنائی والا گوشت یا زیادہ گوشت کھانے اورمشک وعنبر کو سونگھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس ماہ میں ٹھنڈی سبزیاں جیسے کاسی اور کدو وغیرہ کھانا اور بطور سلاد کھیرا ککڑی کھانا اور میٹھے پھل کھانا مفید ہے۔

اس ماہ میں رنگ برنگ کھانے استعمال کرنے چاہیے جیسے گوشت میں سے بھیڑ یا بکرے کا گوشت، پرندوں میں سے مرغ، تیتر، بٹیر کا گوشت، دود اور تازی مچھلی وغیرہ"۔

تموز:۔

اس کے ایام اکتیس ہوتے ہیں اسمیں گرمی بڑھ جاتی ہے اس ماہ میں پانی نیچے چلا جاتا ہے اس مہینے میں نہار منہ ٹھنڈا پانی پینا چاہیے اور اس ماہ میں ٹھنڈی اور میٹھی چیزیں کھانے میں استعمال کرنی چاہیے اس ماہ میں شربت کا مزاج ٹوٹ جاتا ہے اس ماہ میں جلد ہضم ہوجانے والی ہلکی پھلکی غذائیں کھانی چاہیے جیسے کہ خزیران کے مہینے میں ذکر کیا گیا ہے اس ماہ میں ٹھنڈے میٹھے اور خوشبو دارپھل استعمال کرنے چاہیے۔

ایلول:۔

تیس دن کا ہوتا ہے اسمیں ہوائیں عمدہ ہوجاتی ہیں۔ اس ماہ جلاب لینا بہتر ہوتا ہے مٹھایاں کھانا نفع بخش ہوتا ہے اور اسی طر ح معتدل قسم کے گوشت جیسے بکرے وغیرہ کا گوشت کھانا بھی

مفید ہوتا ہے اسمیں گائے کے گوشت اور بُھنے گوشت کی کثرت سے پرہیز کرنا چاہیے اور حمام میں بھی زیادہ جانے سے بچنا چاہیے اس ماہ میں معتدل مزاج خوشبوئیں استعمال کرنی چاہیے۔ اس ماہ میں تربوز اور ککڑی کھانے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

تشرین الاول:۔

اکتیس دن کا ہوتا ہے اس میں مختلف قسم کی ہوائیں چلتی ہیں اسمیں شبنم شروع ہوجاتی ہے اس ماہ میں فصد کھلوانے او ر دوا پینے سے پرہیز کرنی چاہیے اس ماہ میں جما ع کرنا اچھا ہوتا ہے اس میں میں چربی والا گوشت کھانا نفع بخش ہوتا ہے میٹھا انا ر کھانا چاہیے اور کھانے کے بعد پھل استعمال کرنے چاہیے اس ماہ میں گوشت مصالح کے اچھا ہوتا ہے"

تشرین الآخر:۔

تیس دن کا ہوتا ہے اس ماہ میں مون سون کی بارشیں رک جاتی ہیں اس ماہ میں رات کو پانی پینے سے منع کیا گیا ہے اس ماہ میں حمام جانے اور جماع کرنے میں کمی کا کہا گیا ہے اس ماہ میں ہر دن نہار منہ ایک گھونٹ گرم پانی کا پینا چاہیے اور اس ماہ میں سبزیوں سے پرہیز کرنا چاہیے جیسے اجوائن اور پودینہ وغیرہ"

کانون الاول:۔

اکتیس دن کا ہوتا ہے اسمیں تیز ہوائیں چلتی ہیں اور ٹھنڈک میں اضافہ ہوتا ہے اسمیں ہر وہ چیز فاۂ مند ہوتی ہے کہ جسا ذکر ہم نے تشرین الآخر میں کیا ہے اسمیں ٹھنڈے کھانے سے پرہیز کرنی چاہیے۔ اسمیں حجامت اور فصد کھلوانے سے اجتناب کرنا چاہیے اسمیں گرم اور طاقت ور غذائیں استعمال کی جاتی ہیں"

کانون الآخر:۔

اکتیس دن کا ہوتا ہے اسمیں بلغم کے غلبے کو تقویب حاصل ہوتی ہے چاہیے کہ اس ماہ میں نہار منہ ایک گونٹھ گرم پانی پیا جائے۔ اس ماہ میں جما ع کرنا بہت اچھا ہے اسمیں شوربے کہ جنمیں گرم سبزیاں مثلاً اجوائن اور گندنا وغیرہ شامل ہوں نفع بخش ہیں۔

اس ماہ میں گل خیرہ کے تیل کی مالش سود مند ہوتی ہے اس ماہ میں مٹھائیوں مچھلی اور دود ھ سے پرہیز کرنی چاہیے۔

شباط:۔

اٹھائیس دنوں کا ہوتا ہے اسمیں ہوائیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور بارش کثر ت سے ہوتی ہے گھاس پھونس اُگ آتی ہے اور اس ماہ میں پانی اپنی جگہ واپس آنا شروع ہوجاتا ہے اس ماہ میں لہسن، پرندوں کا گوشت شکا ر کا گوشت اور خشک میوے کھانا مفید ہوتاہے۔مٹھائی کم کھانی چاہیے اس ماہ میں کثرت جماع، محنت مشقت اور ورزش اچھی ہوتی ہے۔

"وہ شربت کے جسکا پینا حلال ہوتا ہے اور اسے کھانے کے بعد استعمال کرنا چاہیے"

ہم نے اس شربت کا ذکر ابتدا میں کیا ہے اور اس بات کا بھی کہ اس پر صحت کا بہت دارو مدار ہوتا ہے۔ اسکو بنانے کا طریقہ کچھ یوں ہے کہ دس اطل منقی کشمش لے کر اسے دھولیا جائے اور اسے صاف پانی میں بھگو دیا جائے کہ اس سے صرف چار انگل پانی زیادہ ہو اور اسے اس پانی میں ہی سردیوں کے موسم میں مسلسل تین دن اور گرمیوں کے موسم میں ایک دن اور ایک رات چھوڑ دیا جائے۔ پھر اسے ایک صاف ستھری ہانڈی میں ڈال دیا جائے۔ اگر ہوسکے تو وہ پانی بارش کا ہونا چاہیے بصورت دیگر مشرقی چشموں کا وہ پانی ہونا چاہیے کہ جو میٹھا ہوتا ہے۔

اور اسے پکایا جائے یہانتک کہ کشمش پانی جذب کرلے اور اچھی طرح پک جائے پھر اسے نچوڑ ا جائے اور اسکے پانی کو چھان لیا جائے اور ٹھنڈا کرلیا جائے تو پھر اسے دوسری دیگچی میں ڈالا جائے اور اسکی مقدار کو ماپا جائے پھر اسے ہلکی سی آنچ پر پکنے کے لیے چھوڑ دیا جائے یہانتک کہ اسکا دوتہائی ختم ہوجائے اور فقط ایک تہائی باقی رہ جائے پھر ایک رطل خالص شہد لے کر اسمیں ڈالا جائے اور شہد کے برابر پانی کو ابال کر ختم کیا جائے اور اسے انگاروں پر ہی رہنے دیا جائے ایک صاف ٹکڑا کپڑے کالے کر اسمیں ایک درہم زنجبیل، قرنفل، آدھا درہم، دار چینی آدھا درہم، زعفران آدھا درہم سنبل آدھا درہم، کاسنی ہموزن، اور آدھا درہم مصطکی اچھی طرح پیس کر چھان کر ڈال دی جائے اور اس کپڑے کو مضبوطی کے ساتھ باندھ دیا جائے اور اسمیں ڈال دیا جائے اور شربت میں اتنی دیر رہنے دیا جائے کہ ان جڑی بوٹیوں کا اثر اچھی طرح اسمیں شامل ہوجائے۔ تب ہلکی سی آنچ پر اتنی دیر رکھا جائے شہد کے برابر مقادار اڑ جائے پھر اسے اتار کر ٹھنڈا کرلیا جائے۔اور تین ماہ تک سنبھال کر رکھا جائے تاکہ اسکے اجزا کا ایک دوسرے میں تداخل ہوجائے تب اسے استعمال کیا جائے" اسکے استعمال کی مقدار یہ ہے کہ ایک روقیہ یا دو روقیہ خالص پانی کے ساتھ ملاکر پینی چاہیے۔

اے امیر! جب تم اس مقدار میں کھانا کھالو کہ جو میں نے تمہیں بتایا ہے تو اس شربت میں سے اپنے کھانے کے بعد تین گلاس پی لو۔ جب تم ایسا کر لو تو اللہ کے اذ ن سے تم رات دن میں ہر قسمی درد، ریح بادی، اعصابی تھکان، دماغی کمزوری، معدے کی خرابی، جگر، تلی اور دیگر اعضاء کی بیماریوں سے محفوظ ہوگئے۔ پس اگر اسکے بعد بھی تمہاری پیاس باقی رہے تو جتنا پہلے پیا تھا اسکی مقدار کا آدھا دوبارہ پی لو۔ ایسا کرنا تمہارے بدن کے لیے تندرستی ہے۔

کیونکہ بدن کی تندرستی اور مضبوط کھانے اور پینے سے ہوتی ہے اسی طرح اسمیں فساد بھی ان دونوں سے ہوتا ہے۔ پس اگر تم نے ان دونوں کو درست بنایا تو بدن تندرست رہے گا اور اگر تم نے ان دونوں کو خراب کیا تو بدن بھی خراب ہوجائے گا۔

اے امیر! تمہیں معلوم ہونا چاہیے نفوس کی قوت بدن کے مزاج کے طابع ہوتی ہے اور مزاج بدن ہوا کے طابع ہوتا ہیا ور جیسے جیسے ہوا تبدیل ہو مزاج بھی تبدیل ہوتے جاتے ہیں۔ پس جب ہوا ایک مرتبہ ٹھنڈی ہو اور دوسری مرتبہ سخت ہو تو اسکے سبببدن کے مزاج بھی تبدیل ہوتے جاتے ہیں اور اس کا اثر صورت میں بھی تبدیلی لاتا ہے۔ اور جب ہوا معتدل ہو بدن کا مزاج بھی معتدل ہوتا ہے اور حرکات طبعیہ میں مزاج کا تصرف بہتر ہوتا ہے جیسے ھاضمہ، جماع، نیند، مشق، اور دیگر تمام کام کا جمع وغیرہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اجسام کی بنیاد چار طبیعتوں پر رکھی ہے (i)صفراء(ii)سودا (iii)بلغم(iv)خون اور یہ سب گرم بھی ہوتے ہیں اور ٹھنڈے بھی ہوتے ہیں وہ بھی تر اور خشک ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سب جسم کے چار اجزاء پر تقسیم کیا ہے، سر،سینہ، پسلیاں، پیٹ اور نچلا حصہ۔

اے امیر! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سر، کان، آنکھیں، نتھنے، منہ اور ناک خون سے ہوتے ہیں سینہ بلغم اور ہوا سے ہوتا ہے جبکہ پسلیاں صفرا سے ہوتی ہے اور نچلا پیٹ سودا سے ہوتا ہے۔ اے امیر! نیند دماغ کی سلطنت ہوتی ہے اور اس سے ہی جسم کی بقا اور قوت ہوتی ہے پس جب تم سونے کا ارادہ کرو سب سے پہلے دائیں پہلے پھر بائیں کروٹ لو۔ پس جب تم اپنے بستر سے اٹھو تو دائیں پہلو سے اٹھو کہ جیسے تم نے نیند کی ابتدا میں کیا تھا۔ اور رات کو دو گھنٹے، خود کو بیٹھنے کا عادی بناؤ پھربیت الخلاء جاؤ اور اسمیں فقط اپنی حاجت کی مقدار بیٹھو اور اس میں زیادہ دیر مت بیٹھو ورنہ اس سے پاؤں سوج جانے کی بیماری ہوتی ہے۔

اے امیر! تمہیں معلوم ہو کہ بہترین کھانا وہ ہے کہ جس سے پہلے تم پیلو کے درخت کا مسواک کرو۔ کیونکہ وہ دانتوں کو چمکدار اور منہ کو خوشبو دار بناتا ہے اور جبڑوں کو مضبوط بناتا ہے اور انکی اصلاح کرتا ہے اور اگر اعتدال کے ساتھ استعمال کیا جائے تو دانتوں کی زردی ختم کرنے میں مفید ہے۔ اور جو زیادہ کرے اس کے دانت پتلے ہوتے ہیں اور انکی جڑیں کمزور ہوتی ہیں پس جو بھی دانتوں کی حفاظت کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ بارہ سنگھے کے سینگ جلے ہوئے، کزماز جا، سعدا، وردا، سنبل اورجھاؤ کے بیج برابر برلے کر اسمیں اندرانی نمک ایک چوتھائی ملائے اور ان سب کو ایک ساتھ باریک پیس لے اوران کے ساتھ مسواک کرے اس سے دانت مضبوط ہوتے ہیں اور انکی جڑیں ہر قسمی بیامری کے اثر سے محفوظ رہتی ہیں۔ جو چاہتا ہے کہ اسکے دانت مضبوط ہوں وہ اندرانی نمک لے اور اسکے برابر سمندر کی جھاگ لے اوران دونوں کو اچھی طرح رگڑے اور انہیں دانتوں پر لگائے۔

اے امیر! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالی نے جن احوال پر انسان کو خلق فرمایا ہے اور جن حالات پر سے گزارتا ہے وہ کل چاراحوال ہیں۔

پہلی حالت۔پندرہ سال تک کی ہے اسمیں اسکی نوجوانی اسکا حسن اسکی خوبصورتی اورجسم میں خون کا غلبہ ہوتا ہے۔

پھر دوسری حالت۔”پچیس سال سے پینتیس سال تک کی ہوتی ہے۔ اسمیں صفرا کا غلبہ ہوتا ہے اور اسکا شخصیت پر پورا غلبہ رہتا ہے۔ اور یہ قوی ترین حالت ہوتی ہے پس وہ اسی طرح رہتا ہے یہانتک کہ مذکورہ مدت پوری ہوجاتی ہے اور یہ پینتس35سال ہے۔

پھر انسان تیسری حالت میں داخل ہوتاہے کہ جو اسکی عمر کے ساٹھ سال پورے ہونے تک رہتی ہے اسمیں اس پر سودا کا غلبہ ہوتا ہے یہحکمت، موعظہ، معرفت، درایت، امور کے انتظام، عاقبت اندیشی، رائے کی پختگی اور مستقل مزاجی کی عمر ہوتی ہے۔

پھر انسان چوتھی حالت میں داخل ہوتا ہے۔ یہ بلغم کا غلبہ ہوتا ہے۔ یہ وہ حالت ہے کہ انسان بڑھاپے تک اسمیں تبدیلی کا شکار نہیں ہوتا ہے قوت میں کمی آتی ہے اسکے جسم میں بیماریاں جنم لیتی ہیں جو بھی ہوا تھا اسکی معرفت ختم ہوجاتی ہے۔ جاگنے کے وقت سونے لگتا ہے اور نیندکے وقت جاگتا ہے گزشتہ یادنہیں رہتا ہے اکثر اوقات نسیان کا شکار ہوجاتا ہے۔ اسکے اعضاء جواب دے جاتے ہیں۔

اسکے چہرے کی رونق اور وجاہت ختم ہوجاتی ہے اسکے بالوں پر ناخنوں کا اگاؤ کم ہوجاتا ہے پس اس کا جسم ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتا ہے اب وہ زدہ نہیں رہ سکتا ہے کیونکہ بلغم کا غلبہ ہوجاتا ہے اور

بلغم ٹھنڈا اور جامد ہوتا ہے۔ پس اسکی ٹھنڈک اور اسکے جمود کے سبب ہی ہر جسم فنا ہو جاتا ہے کہ اس پر آخری حکومت قوت بلغمیہ کی ہوتی ہے۔

اے امیر تم! اپنے جسم کی اورے مزاج واحوال کی اصلاح اور علاج میں جس جس چیز کے محتاج ہو وہ سب میں نے تمہیں ذکر کر دئیے ہیں اور یہ بھی کہ کن اوقات میں کیا کرنا واجب ہے، میں نے تمہیں بتایا کہ کن اوقات میں کونسی غذائیں اور دوائیں استعمال کرنی چاہیے پس جب تم حجامت کا ارادہ کرو تو چاہیے کہ چاند کی بارہ12سے لیکر پندرہ تک کا درمیانی عرصہ ہو۔ کیونکہ یہ بدن کے لیے صحیح ترین ہوتا ہے اور جب مہینے کا اختتام ہو تو ماسوائے مجبوری کے کبھی بھی حجامت مت کراؤ۔ یہ اس لیے کہ چاند کے گھٹنے سے خون بھی گھٹتا ہے اور اس کے بڑھنے سے خون بھی بڑھتا ہے اور حجامت کو عمر کے اعتبار سے ہونا چاہیے۔ بیس سال والے کو چاہیے کہ وہ ہر بیس دن میں ایک بار حجامت کرائے اور تیس سال والے کو چاہیے کہ وہ ہر تیس دن میں ایک بار حجامت کرائے اسی طرح جو چالیس سال کو ہوجائے اسے چاہیے کہ ہر چالیس دن میں ایک بار حجامت کرائے اور جو اس سے اوپر ہو وہ اسی حساب سے بڑھتا جائے۔ اے امیر! تمہیں معلوم ہونا چاہیے! حجامت میں خون گوشت میں موجود چھوٹی رگوں سے نکالا جاتا ہے اسی وجہ سے اس کے ذریعے اتنی کمزوری نہیں ہوتی ہے کہ جیسے فصد کھلوانے میں ہوتی ہے۔

گردن کے پچھلے حصے کے گڑھے کی حجامت سر کے بھاری پن کو فائدہ دیتی ہے رخساروں کی حجامتسر، چہرے اور آنکھو کو ہلکا پھلکا کرتی ہے اور یہ داڑھ درد کے لیے بھی نافع ہوتا ہے بسا اوقات یہ سب فائدے فصد بھی دے جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی تالو کے نیچے بھی حجامت کی جاتی ہے منہ میں چھالوں کے علاج کی غرض سے اور جبڑے میں خون کی خرابی کی وجہ سے اور اس کے علاوہ منہ کے دیگر امراض کے لیے بھی کیا جاتا ہے اسی طرح کندھوں کے درمیان حجامت خفقان کہ بیماری کا نام سے بچاتی ہے کہ جو گرمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

حجامت کرانے سے پہلے اس جگہ تیل کی مالش کرنا درد میں کمی کا باعث بنتا ہے اور اسی طرح فصد کھلواتے وقت بھی کرنا چاہیے اور ان سے فراغت کے بعد بھی وہاں تیل کی ہلکی سی مالش کرنی چاہیے تاکہ اگر تیل کی وجہ سے کوئی بند ہوتو وہ کھل جائے اور اس لیے بھی کہ فصد کھولنے والے معلوم ہوسکے کہ وہ کم گوشت والے حصے کی رگوں کو کھولے کیونکہ رگوں پر کم گوشت ہوتو درد کم ہوتا ہے۔

اے امیر! اپنے معدے میں انڈے اور مچھلی کو ایک ساتھ جمع نہ کرنا کیونکہ جب یہ انسا ن کے پیٹ میں جمع ہوجائیں تو اسے قولنج اور بواسیر اور داڑھ دردرکی بیماری پیدا ہوتی ہے۔اور جو لوگ بیند(جو کی شراب)اوردودھ کو ملا کر پیتے ہیں انہیں برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے بکریوں کے گردے اور بکریوں کی اوجھری کھانے سے مثانہ میں تکلیف ہوتی ہے۔

کھانا کھاکر نہانے سے قولنج پیدا ہوتی ہے۔ ٹھنڈے پانی سے نہانا اور اس کے بعد مچھلی کھانافالج پیدا کرتا ہے۔

حائضہ عورت سے جماع کرنا بچے کے مجذدم ہونے کاسبب بنتا ہے جما ع کے بعد بغیر غسل کرنے کے بغیر کسی فاصلے کے دوبارہ جماع کرنا بچے کے پاگل ہونے کا موجب بنتا ہے زیادہ انڈے کھانا اور ہمیشہ ایسا کھانا تلی کی بیماری کا سبب بنتا ہے اور معدے کے اوپر ی حصے میں ہوا کا سبب بھی بنتا ہے گرم یا

میٹھی چیز کے فورا بعدٹھنڈا پانی پینا دانتوں کے خاتمے کا سبب ہے وحشی جانوروں کا گوشت کھانااور گائے کا زیادہ گوشت کھانے سے عقل ختم ہوتی ہے اور سمجھ بوجھ ختم ہوجاتی ہے اور نسیان کی کثرت ہوتی ہے۔

جب تم حمام جانے کا ارادہ کرو اور تمہیں سر میں درد نہ ہو تو درمیانی پانی پانچ گھونٹ پی کر جاؤ تو انشاء اللہ یقینا تمہیں سر درد یا آدھے سردرد کی تکلیف نہ ہوگی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حمام میں داخل ہونے سے پہلے پانچ مرتبہ سر پر گرم پانی ڈالو۔

اے امیر تمہیں معلوم ہو کہ حمام بھی جسم کی ترکیب کے مطابق ہوتا ہیحمام بھی جسم کی طبیعتوں کی طرح چار قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا ٹھنڈا، دوسرا ٹھنڈا و تر، تیسرا گر م تر اور چوتھا گرم و خشک اور اسکی منفعت بہت زیادہ ہے یہ جسم کومعتدل بنا دیتا ہے۔ جسم کو صاف کرتا ہے اعصاب اور رگوں کو نرم کرتا ہے اور کمزور اعضا کو قوت دیتا ہے۔ فضول چیزوں کو دور کرتا ہے بدبو کا خاتمہ کرتا ہے اگر تم چاہو کہ تمہارے جسم پر دانے وغیر ہ نہ نکلیں تو حمام میں جانے سے پہلے اپنے بدن کی بنفشہ کے تیل کی مالش کرو۔ اور جب تم نورہ استعمال کرنے کا ارادہ کرو اور چاہو کہ تمہیں پھنسیاں، خارش وغیرہ نہ ہو اس سے پہلے ٹھنڈے پانی سے غسل کر لو تب نورہ لگاؤ جوشخص نورہ لگانے کے لیے حمام جانا چاہے اسے چاہیے کہ وہ جماع سے اجتناب کرے کم از کم بارہ گھنٹے پہلے یہ تقریباً پورا دن بنتا ہے۔

جو چاہتا ہے کہ اسکا مثانہ کبھی بیماری کا شکار نہ ہو تو وہ پیشاب مت روکے گرچہ وہ سواری کی پیٹھ پر ہی کیوں نہ ہوں۔ اور جو چاہتا ہے کہ اسکا معدہ اسے اذیت نہ دے وہ کھانا کھانے کے دوران پانی نہ پیے یہانتک کہ کھانے سے فارغ ہوجائے جو کھانا کھانے کے دوران پانی پیئے اسکا بدن تر ہوجاتا ہے اور اسکا معدہ کمزور ہوجاتا ہے اور رگیں کھانے کی طاقت نہیں لے پاتی ہیں۔

جو چاہتا ہے کہ اسے پیشاب بند ہونے کی بیماری نہ ہوتو وہ شخص شہو ت کے وقت منی کو ہرگز نہ روکے اور عورتو ں سے زیادہ دیر جماع نہ کرے۔ جو چاہتا ہے کہ وہ مقام پائخانہ کے درد میں مبتلا نہ ہو اور نہ ہی اسے بواسیر کے درد کا سامنا کرنا پڑے اسے چاہیے کہ وہ ہر رات سات برنی کجھوریں گائے کہ گھی کے ساتھ کھائے اور زنق خالص کے تیل کے ساتھ اپنی شرمگاہوں کے درمیانی حصے میں مالش کرے۔

جو چاہتا ہے کہ اسکا حافظہ تیز ہو اسے چاہیے کہ وہ سات متقال کشمش نہار منہ کھائے۔

اور جو چاہتا ہے کہ نسان ختم ہو اور وہ حافظ بن جائے اسے چاہیے کہ انجیل کے سات ٹکڑے شہد کے ساتھ کھائے اور خردل کے ساتھ ہر روز اپنے کھانے میں پکائے۔

اور جو چاہتا ہے کہ اسکی عقل تیز ہو اسے چاہیے کہ وہ ہر روز تین ہریڑیں شکر کے ساتھ کھائے۔

اور جو چاہتا ہے کہ اسکے ناخن نہ پھٹیں اور نہ ہی زرد ہوں اور نہ ہی اسکے ناخنوں کے ارد گرد خراب ہو اسے چاہیے کہ وہ خمیس کے دن کے علاوہ ناخن نہ اتارے۔

جو چاہتا ہے کہ اسکے کانوں میں ہرگز درد نہ ہو تو اسے چاہیے کہ سوتے وقت انمیں روئی ڈالے۔

اور جو چاہتا ہے کہ وہ سردیوں کے موسم میں زکام سے محفوظ رہے اسے چاہیے کہ وہ ہر روز تین لقمے شہد کے ساتھ کھائے۔

اے امیر! تمہیں معلوم ہونا چاہیے!

اور جب انسان کو گرمیں کے زمانے میں زکام کا خوف ہوتو اسے چاہیے ہر روز ایک کھیرا کھائے اور سورج کے سامنے بیٹھنے سے پرہیز کرے۔

جو شخص چاہتا ہے کہ اسکا جسم تندرست، ہلکا پھلکا اور کم گوشت ہو اسے چاہیے کہ وہ رات کا کھانا کم کردے۔

جو چاہتا ہے کہ اسے یر قان نہ ہے اسے چاہیے کہ گرمیوں میں کمرے کا درواز ہ کھولنے کے فوراً بعد اندر نہ جائے اور اسی طرح سردیوں میں دروازہ کھولنے کے بعد فوراً بعد باہر نہ نکلے۔

جو چاہتا ہے کہ اسکے جسم میں ریح پیدا پیدا نہ ہوا سے چاہیے کہ ہر سات دنوں میں ایک بار لہسن ضرور کھائے۔

جو چاہتا ہے کہ اسکے دانت خراب نہ ہوں وہ حلوے کو روٹی کے ساتھ کے علاوہ نہ کھائے۔

جو چاہتا ہے کہ اسکا کھانا نقصان نہ دے اسے چاہیے کہ وہ کھانے کے بعد دائیں پہلو لیٹے پھر بائیں پہلو کروٹ لے اور سو جائے۔

جو چاہتا ہے کہ اسکے بدن سے بلغم کا خاتمہ ہوجائے یا اسمیں کمی واقع ہوتو اسے چاہیے کہ ہر روز صبح دلیا کھائے اور حمام زیادہ جائے اور عورتوں کے ساتھ زیادہ سوئے اور سورج کی دھوپ میں زیادہ دیر بیٹھے اور ہر ٹھنڈی غذا سے پرہیز کرے کیونکہ اس طرح اسے حرارت پہنچے گی اور بلغم ختم ہوجائے گا۔

اور جو چاہتا ہے کہصغراکے شعلے بجھ جائیں تو اسے چاہیے کہ وہ ٹھنڈی اور تر چیز کھائے اور اپنے بدن کو ہوالگوائے اور مشقت کم کرے اور جسے وہ چاہتا ہو اسکی طرف زیادہ دیکھے۔

جو چاہتا ہے کہ اس سے بلغم کا خاتمہ ہوجا ئے اسے چاہیے کہ وہ ہر روز صبح ایک متقال اطریفل صغر کھائے۔

اے امیر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مسافر جب سفر پر نکلے تو اسے گرمی سے بچنا چاہیے وہ نہ پیٹ بھرا ہو اور نہ ہی خالی پیٹ ہو بلکہ اس کے پیٹ میں حراعتدال کھاناموجود ہو اسے چاہیے کہ وہ دوران سفر ٹھنڈی چیزیں اور ٹھنڈے کھانے کھائے۔

مسافر کی تندرستی اسی میں ہے کہ وہ ہر منزل پر فوراً اسی منزل کا پانی ہرگز نہ پیئے بلکہ اسے چاہیے کہ وہ پچھلی منزل کا پانی اس منزل کے پانی میں ملکرپیئے۔ مسافر کو چاہیے کہ وہ اپنے زادراہ میں اپنے ہم وطن کی مٹی کو ضرور لے جائے کہ جس پر وہ پلا بڑھا ہے پس جس بھی منزل پر جائے تو اس منزل کا پانی لے کراسمیں اپنے وطن کی مٹی ڈالے اور برتن میں ملا کر وہ پانی اور تھوڑی سی مٹی ملائے پھر مٹی کے بیٹھ جانے کا انتظار کرے تاکہ پانی صاف ہوجائے۔

بہترین پانی پہاری مٹی سے نکلنے والا ہوتا ہے کہ وہ گرمیوں میں ٹھنڈا اور سردیوں میں معتدل ہوتا ہے۔

جہاں تک نمکین اور بھاری کنوو ں کے پانی کا تعلق ہے تو وہ بدن کو خشک کرتے ہیں برف کا پانی مسافر کے تمام جسم کے لیے ضرر رساں ہوتا ہے البتہ بارش کا پانی ہلکا پھلکا، میٹھاا، صاف اور اجام کے لیے نفع بخش ہوتا ہے اگر اسے زمین میں زیادہ دیر نہ رکھا جائے تو کنویں کے پانی ٹھنڈا، صاف اور سود مند ہوتا ہے اگر اسکے چشمے ہمیشہ چلتے رہیں اور اسے زمین میں محبوس نہ کیا جائے۔

اے امیر! میں نے اپنے اس خط میں ہر اس چیز کی وضاحت کردی ہے کہ جس پر عمل کرنے والا(تندرست رہے گا) یہی اس کے لیے کافی ہے۔

اب میں فقط جماع کے معاملات کا ذکر کرتا ہوں۔ سردیاں ہوں یا گرمیاں کبھی بھی رات کے ابتدائی حصے میں عورتوں کے پاس نہ جاؤ یہ اس لیے کہ رگیں اور معدہ غذا سے بھرے ہوتے ہیں اور یہ اچھی بات نہیں ہے۔ اس سے قولنج، فالج، لقوہ، فتق،آنکھوں کی کمزور اور بینائی میں کمی کی بیماری پیدا ہوتی ہیں۔

پس جب تم ایسا کرنے کا ارادہ کرو تو رات کے آخری حصے میں کرو کیونکہ بدن کے لیے یہی بہتر ہے اور اولاد کی زیادہ امید ہوتی ہے اور ان کے درمیان ہونے والے بچے عقل کی زکی ہوگی۔

جب تک عوت سے چھیڑ چھاڑ نہ کرو اس سے جماع نہ کرو۔ اس سے کافی چھیڑ چھاڑ کرو اور اسکے پستانوں کو سہلاؤ کیونکہ جب تم ایسا کروگے تو اس پر شہوت کا غلبہ ہوگا اور اسکا پانی جمع ہوگا کیونکہ اسکا پانی اسکے پستانوں سے نکلتا ہے ہے اور شہوت اسکے چہرے سے ظاہر ہوتی ہے اور اسکی آنکھوں سے وہ تم سے اسی طرح سیر ہوگئی کہ جیسے تم اس سے سیر ہوگے۔ عورتوں سے انکی پاکیزگی کے علاوہ جماع نہ کرو۔ جب تم جماع کرو تو تمہیں کھڑا نہیں ہونا چاہیے اور نہی ہی تمہیں بیٹھا ہونا چاہیے بلکہ تم اپنے دائیں پہلو کے بل ہونے چاہیے پھر جب تم فارغ ہوجاؤ تو پیشاب کرنے کے لیے اٹھ جائے کہ اس سے تم مثانے کی بیماری سے محفوظ ہوگئے۔

پھر تم غسل کرو اور کوئی شربت پیؤ جیسے شہد کا شربت وغیرہ کہ اس سے جتنا پانی تمہارے اندر سے نکلا ہے اتنا ہی دوبارہ پیدا ہوجاتا ہے۔

اے امیر! جان لو کہ عورتوں سے قمر درد حمل یا قمر درد دلو کی ساعات میں جماع کرنا افضل ہے اور اس سے بہتر ہے کہ جما ع قمر و نور میں ہو کیونکہ یہ شرف قمر میں ہوتا ہے میں نے اپنے اس خط میں جو تمہیں بیان کیا ہے جو بھی اس کے مطابق اپنے جسم کی تدبیر کرے اللہ کے حکم سے ہر بیماری سے امان رہے گا اور اللہ کی طاقت و قوت سے اسکا جسم تندرست رہے گا یقینا اللہ جسے چاہتا ہے عافیت عطا فرماتا ہے۔ والحمداللہ الاآخراو باطن

چوتھی فصل

مخالفین کے ساتھ آپؑ کے مناظرے کے جن کی وجہ سے مامون عباسی آپؑ کے بہت قریب ہوگیا تھا۔

شیخ صدو ق نے عیون میں تمیم بن عبداللہ بن تمیم قریشی سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا میرے باپ نے احمد بن علی الانصاری سے، اس نے اسحق بن حماد سے روایت کی ہے کہ مامون مناظرے کی محافل منعقد کررہا تھا اور ہمیشہ اہل بیت علیہم السلام کیمخالفین کو جمع کیا کرتا تھا اور وہ ان سے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہا السلام کی امامت پر اور آپ کی دیگر تمام صحابہ پر فضیلت کے بارے میں بحث کیا کرتا تھا تاکہ اس کے سبب ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضاعلیہا السلام کی خوشنودی حاصل کرسکے۔ جبکہ امام رضا علیہ السلام اپنے قابل اعتما د صحابہ سے فرمایا کرتے تھے تم اسکی گفتگو سے دھوکہ مت کھا جانا اللہ کی قسم! اسکے علاوہ مجھے کوئی قتل نہ ے گا۔ البتہ میرے لیے لازم ہے کہ میں صبر کرو یہانتک کہ اسکے اجل کی کتاب پہنچے۔

اسی کتا ب ہی میں شیخ نے اپنے باپ سے اور محمد بن الحسن بن احمد بن ولید سے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے ان سب نے کہا کہ ہمیں بیان کیا محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران الاشعری نے، اس نے کہامجھے بیان کیا ابو الخیر صالح بن ابی حماد رازی نے۔ اس نے اسحق بن حاتم سے، اس نے اسحق بن حماد بن زید سے روایت کی ہے کہ ہمیں قاضی یحییٰ بن اکثم نے جمع کیا اور اس نے کہا: ”مجھے مامون عباسی نے حکم دیا ہے کہ میں اہل حدیث، اہل کلام اور مناظرہ کرنے والوں کی ایک جماعت کو حاضر کرو۔ پس میں نے ہر قسمی چالیس افراد کو جمع کیا پھر انہیں اسکے پاس لے گیا میں نے انہیں دربان کے پاس بیٹھنے کو کہا تاکہ میں مامون کو انکی آمد سے مطلع کرسکوں پس وہ بیٹھ گئے میں نے جاکر مامون کو بتا یا اس نے مجھیحکم دیا کہ میں انہیں اند ر لے آؤ ں میں انہیں اندر لے گیا وہ اندر پہنچے تو انہوں نے مامون کو سلام کیا۔ پھر مامون ان سے کچھ دیر گفتگو کرتا رہا یہانتک کہ وہ اس سے کافی حد تک مانوس ہوگئے۔ پھر مامون نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آج تمہارے اور اپنے درمیان اللہ کو حجت قرار دوں۔ پس جو دلیل رکھتا ہوگا وہ اپنی حاجت پائے۔ پس تم کھل کر گفتگو کرو“ پس جو دلیل رکھتا ہوگا وہ اپنی حاجت پائے گا پس تم کھل کر گفتگو کرو“ پس انہوں نے ایسا کیا تو مامون نے کہا: اے گروہ! میں نے تمہیں یہاں حاضر ہونے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ تمہارے ذریعے میں اللہ کے حضور حجت تمام کروسکو تم سب اللہ کے غضب سے ڈرو اور اپنی جانوں کی فکر کرو اور آئندہ کی فکر کرو۔ میں جاہ و جلال تمہاری حق گوئی میں خواہ وہ کڑواہی کیوں نہ ہو مانع نہ ہو جو بھی باطل ہو اس کے رد میں ہرگز نہ ہچکچانا اور خود کو جہنم سے بچانا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا کیونکہ جو بھی خالق کی مصیبت کے ذریعے مخلوق کی خوشنودی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس پر ہی مسلط کردیتا ہے

پس تم سب مجھ سے مناظرہ کرو کہ میں وہ شخص ہوں کہ میرا دعویٰ ہے کہ نبیؐ کے بعد علی علیہ السلام پوری بنی نوع بشر سے افضل ہیں۔ پس اگر میں درست ہوں تو میرے قول کو درست کہو اور اگر میں غلطی پر ہوں تو مجھے رد کرو تو آؤ اگر تم چاہو تو میں تم سے سوال کروں اور اگر تم چاہو تو تم مجھ سے سوال کرو“

اھل حدیث نے اس سے کہا"بلکہ ہم سوال کرتے ہیں تو اس نے کہا ٹھیک ہے تو پھر اپنی طرف سے گفتگو کے لیے ایک آدمی منتخب کرو اگر تم میں سے کوئی اس کی بات میں اضافہ کرنا چاہے تو کرلے گا اور اگر وہ غلطی کرے توتم اسکی درستگی کردینا۔

انمیں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا:"ہمارا دعویٰ ہے کہ نبیؐ کے بعد پوری بشریت سے افض لابو بکر ہیں کیونکہ ایک متفق علیہ روایت ہے وارد ہوئی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:"میر ے بعد ان دونوں ابو بکر و عمر کی اقتدا کرنا پس جب نبی الرحمۃ نے ان دونوں کی اقتدا کا حکم دیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ آپ نے جسکی اقتدا کا حکم دیا ہے وہ لوگوں میں سب افضل ہے

تو مامون نے کہا:"روایات تو بہت سی ہیں پس لازم ہے کہ یا تو ساری حق ہوں یا ساری باطل ہیں تو بھی اس اعتبار سے باطل ہونگی کہ انمیں سے بعض دوسری روایات کی نفی کرتی ہیں اور اگر ساری باطل ہو توان کے باطل ہونے سے دین کا بطلون اور شریعت کی بردباری ہوگیأ پس جب پہلی دو صورتیں باطل ہوئیں تو لامحالہ طور پر تیسری صورت ثابت ہوگئی اور وہ یہ ہے کہ روایات میں سے بعض حق ہیں اور بعض باطل ہیں جب یہ ثابت ہوگیا تو ضروری ہے کہ ہمیں اس روایت کے حق ہونے پر دلیل حاصل ہوتا کہ ہم اس کے حق ہونے کا عقیدہ بناپائیں اور اسکے خلاف والی روایت کی نفی کرسکیں۔ پس جب کسی روایت کی دلیل فی نفسہ درست ہو تو وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ اسکو عقیدہ ہ بنایا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ تمہاری یہ روایت ان روایات میں سے ہے کہ جو بنفسہ باطل ادلۃ پر مشتمل ہیں وہ اس لیے کہ رسول اللہؐ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے تھے اور تمام مخلوق سے بڑھ کر سچے تھے اور لوگوں کی نسبت آپ سے امر محال زیادہ بعید ہے آپ لوگوں کو دین کے خلاف عمل کے راستے پر نہیں لگاسکتے اور وہ اس لیے کہ یہ دونوں آدمی (ابو بکر و عمر) یا تو ہر جہت سے متفق تھے یا پھر مختلف تھے پس اگر وہ دونوں ہر جہت سے ایک تھے تو پھر انہیں عدد، صورت اور جسم میں بھی ایک ہونا چاہیے تھا۔ جبکہ ایسا ممکن ہی نہیں ہے کہ دو افراد ہر جہت سے ایک معنیٰ میں ہوں۔

اور اگر وہ دونوں مختلف تھے تو پھر کیسے جائز ہے کہ ان دونوں کی اقتدا کی جاسکے یہ طاقت سے بڑھ کر تکلیف ہے کیونکہ جب تم نے ایک کی اقتدا کی تو دوسرے کی مخالفت کی ان دونوں کے اختلاف پر دلیل یہ ہے کہ ابو بکرنے اھل ردہ کو قید کیا جبکہ عمر نے انہیں آزاد چھوڑ دیا اور اسی طرح عمر نے ابو بکر کو خالد بن ولید کے معزول کرنے کا مشورہ دیا کہ اس نے مالک بن نویرہؓ کو قتل کیا تھا۔ مگر ابو ابر نے اسکی مخالفت کرتے ہوئے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ اسی طرح عمر نے دونوں متع (متعۃ الحج و متعۃ النسا ء) حرام قرار دے دئیے جبکہ ابو بکر نے ایسا نہ کیا تھا عمر نے دو دھ چھڑائی کا رجسٹر بنایا مگر ابوبکر نے ایسا نہ کیا تھا۔ ابو بکر نے اپنے خلیفہ بنایا جبکہ عمر نے ایسا ہی کیا اسی طرح اور بھی سی مثالیں ہیں

اصحاب الحدیث میں سے ایک اور نے کہا:"نبیؐ نے فرمایا: اگر میں نے کسی کو دوست بنانا ہوتا تو میں ابو بکر کو دوست بناتا

تو مامون نے کہا: یہ محال ہے کیونکہ تمہاری ہی روایات بتاتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب کے درمیان اخوت قائم فرمائی تو علی علیہ السلام کو باقی رہنے دیا۔ جب علی علیہ السلام نے آپ سے اس بارے میں بات کی تو آپ نے فرمایا: میں نے تمہیں فقط اپنی ذات کے لیے باقی رکھا ہے پس ان دونوں میں سے جو روایت ثابت ہوجائے دوسری خود بخود باطل ہوگی

کسی اور نے کہا علی علیہ السلام نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: نبیؐ کے بعد اسی امت کے افضل ترین افراد ابو بکر اور عمر تھے۔

تو مامون نے کہا یہ محال ہے کیونکہ اگر نبیؐ کے نزدیک وہ دونوں افضل ہوتے ہیں تو ان دونوں پر نبیؐ ایک بار عمر و بن عاص اور دوسری بار اسامہ بن زید کو ولی مقرر نہ فرماتے۔ اس کے علاوہ علیؑ کا یہ فرمان بھی اس روایت کو جھٹلاتا ہے کہ جب نبیؐ کی رحلت ہوئی تو میں آپ کے منبر پر بیٹھنے کا اپنی قمیض پہننے سے بھی زیادہ حقدار تھا۔

مگر میں نے صبر کیا تاکہ اگر پلٹ کر کافر ہونا چاہیں تو ہوجائیں اور آپ کا فرمان: میں ان دونوں سے افضل ہوں کیونکہ میں نے ان دونوں سے اللہ عزوجل کی عبادت شروع کی اور ان دونوں کے بعد بھی اللہ عزوجل کی عبادت کرتا ہوں"

کسی اور نے کہا 'ابو بکر نے تو اپنا دروازہ بند کرلیا تھا اور کہا تھا:"کوئی ہے کہ جسے میں اپنی جگہ حاکم بناؤں" تو علی علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں رسول اللہؐ نے مقدم کیا ہے تو کون ہے کہ جو تمہیں موخر کرسکے؟"

مامون نے کہ یہ روایت علی علیہ السلام کے بارے میں باطل ہے کیونکہ علی علیہ السلام نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی اور تمہاری ہی روایت ہے کہ علی علیہ السلام نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی۔ یہانتک کہ فاطمة علیہا السلام کا انتقال ہوگیا اور حضرت فاطمہ علیہا السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ علیہا السلام کو رات کے وقت دفن کیا جائے اور وہ دونوں (ابو بکر و عمر) جنازے میں شریک نہ ہوں اور اس روایت کا باطل ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر نبیؐ نے ابو بکر کو خلیفہ مقرر کیا تھا تو کیسے جائز ہے کہ وہ اپنی جگہ کسی اور کو مقرر کرے جبکہ ابو بکر نے تو انصار سے کہا تھا:"میں تمہارے اوپر خلافت کے لیے ان دوآدمیوں ابو عبیدہ اور عمر میں سے ہر ایک پر راضی ہوں"

کسی اور نے کہا:"عمرو بن عاص نے نبیؐ سے سوال کیا اے اللہ کے نبیؐ آپ کے نزدیک عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟"

تو آپؐ نے فرمایا:"عائشہ" اس نے عرض کی:"مردوں میں سے؟"

آپ نے فرمایا:"اسکا باپ (ابوبکر)

تو مامون نے کہا: یہ روایت باطل ہے کیونکہ تمہاری ہی طرف سے روایت کیا گیا ہے کہ نبیؐ نے اپنے سامنے بھنا ہوا پرندہ رکھا اور فرمایا:"اسے میرے معبود! میرے پاس اپنیمخلوق میں سے تیرے نزدیک محبوب ترین کو بھیج" تو علی علیہ السلام تشریف لائے۔ پس تمہاری کونسی روایت کو قبول کیا جائے؟"

کسی اور نے کہا:"علی علیہ السلام نے فرمایا:"جو شخص مجھے ابو بکر اور عمر پر فضیلت دے میں اسے جعلساز کی حد لگاؤں گا"

تو مامون نے کہا:"یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ علی علیہ السلام اس شخص کو فرمائیں کہ میں اسے حد جاری کروں گا کہ جس پر حد جاری نہ ہوتی ہو اور آپ اس طرح (العیاذ باللہ) اللہ عزوجل کی حدود سے تجاوز کرنے والے ہوجائیں اور اللہ کے حکم کے خلاف عمل کرنے والے بن جائیں؟"

کیونکہ آپ کو ان دونوں پر فضیلت دینا جعلسازی نہیں ہے کیونکہ خود تم ہی اپنے امام ابو بکر سے روایت کرتے ہو کہ اس نے کہا:"میں تم پر حاکم تو بنادیا گیا ہوں مگر میں تم سب سے افضل نہیں ہوں پس تمہارے نزدیک ان دونوں میں سے کون زیادہ سچا ہے۔ ابو بکر نے جو اپنے بارے میں کہا وہ سچ ہے یا جوکچھ علی علیہ السلام نے اس کے برعکس فرمایا جبکہ روایت بھی جھوٹی ہے؟ کیونکہ ضروری ہے کہ اسکا قول سچا ہو یا جھوٹا ہو۔ پس اگر سچا ہے تو مجھے کیسے معلوم ہوکیا وحی کے ذریعے جبکہ وحی منقطع ہوچکی ہے یا صرف وہم وگمان کے ذریعے جبکہ وہم گمان تو حیرت کے سوا کچھ نہیں دے سکتے یا صرف رائے کے ذریعے جبکہ رائے تو خطا کرجاتی ہے اگر سچا نہیں تو پھر محال ہے کہ وہ مسلمانوں کے امور کا نگہبان بنے اور انکے معاملات کو سنبھالے اور ان پر جھوٹے کی حد جاری کرسکے"

کسی اور نے کہا:"نبیؐ کے بارے میں روایت وارد ہوئی کہ آپؐ نے فرمایا:"ابوبکر اور عمر اھل جنت میں سے بوڑھوں کے سردار ہیں"

تو مامون نے کہا:یہ حدیث محال ہے کیونکہ جنت میں کوئی بوڑھا نہ ہوگا کیونکہ روایت کیا جاتا ہے کہ اشجیعہ نامی بوڑھی عورت نبیؐ کے پاس تھی کہ نبیؐ نے فرمایا:"بوڑھے جنت میں نہیں جائیں گے"

تو وہ رونے لگی تو نبیؐ نے فرمایا:"اللہ عزوجل فرماتا ہے:"ہم انہیں نئی شکل و صورت دیں گے اور ہم انہیں بغیر چھوئی باکرہ دو شیزائیں بنا دیں گے پس اگر تمہارے ابوبکر کے دوبارہ جوان ہونے کا خیال ہو کہ جب وہ جنت میں جائے گا تو تم ہی نے روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا ہے "حسنؑ اور حسینؑ اولین و آخرین میں سے جنتی جوانوں کے سردار ہیں اور ان کا بابا بزرگوار علیہ السلام ان دونوںؑ سے افضل ہے۔

کسی اور نے کہا "روایت وارد ہوتی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:"اگر میں تم میں نبی معبوث نہ ہوتا تو یقینا عمر نبی معبوث ہوتے"

مامون نے کہا:"یہ محال ہے کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:"ہم نے آپؐ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ جیسے ہم نے نوحؑ کی طرف اور اسکے بعدوالے انبیاءؑ پر وحی نازل فرمائی اور اللہ عزوجل فرماتا ہے اور جب ہم نے انبیاؑ سے انکا عھد لیااور آپؐ سے عھد لیا اور نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بن مریمؑ سے عھد لیا کیا یہ جائز اور جس سے نبوت کا عھد لیا گیا ہو اسے معبوث نہ کیا جائے"

کسی اور نے کہا:"نبیؐ نے عرفہ کے دن عمر کی طرف دیکھا تو مسکرا دئیے اور فرمایا:"اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں پر بالعموم اور عمر پر بالخصوص فخر کرتا ہے"

تو مامن نے کہا:"یہ محا ل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو چھوڑ کر عمر پر نہیں کرسکتا ہے کہ عمر تو خاص ہوجائے اور نبیؐ عام ہوجائیں تمہاری یہ روایت تمہاری دوسری روایت سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہیں تم تو روایت کرتے ہو کہ نبیؐ نے فرمایا:"میں جنت میں داخل ہو اتو میں نے جو تے چرچرانے کی آواز سنی تو میں نے دیکھا تو ابوبکر کا غلام بلال مجھ سے پہلے میں تھا" شیعہ فقط یہ کہتے ہیں کہ علی

علیه السلام ابو بکر سے افضل ہیں جبکه تم تو کہتے ہو ابو بکر کا غلام بھی رسول اللهؐ سے افضل ہے کیونکه جو کیونکه جو پہلے پہنچ جائے وہ بعد میں آنے والے سے افضل ہوتا ہے۔

اسی طرح تمہاری ہی روایت ہے که شیطان عمر کے سائے سے بھی فرار کرتا ہے جب که تم ہی روایت کرتے ہو که شیطان نے (نعوذ بالله) الله کے نبیؐ کی زبان پر بتوں کی تعریف جاری کردی۔ اسکا مطلب یه ہوا که شیطان عمر کے تو سائے سے فرار کرتا ہے بوجبکه تمہارے دعوے کے مطابق نبیؐ کی زبان پر کفر جاری کرسکتا ہے"

کسی اور نے کہا:"نبیؐ نے فرمایا: اگر عذاب نازل ہواتو عمر بن خطاب کے علاوہ کوئی نجات نه پاسکے گا"؟

مامون نے کہا:"یه بات الله کی کتاب کی بات کے برخلاف ہے کیونکه الله عزوجل اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے الله تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دینے والا جب تک که آپؐ ان کے درمیان موجود ہیں پس تم نے عمر کورسول اللهؐ جیسا بنا دیا ہے"

کسی اور نے کہا:"نبیؐ نے صحابه میں سے دس کے جنتی ہونے کی گواہی دی انمیں سے عمر بھی شامل ہے"

تو مامون نے کہا تمہارے دعوے کے مطابق اگر یه درست ہوتا تو عمر ہرگز حذیفه که نه کہتا:"میں تمہیں الله کا واسطه دے کر پوچھتا ہوں که کیا ان منافقین میں میرا نام بھی ہے، پس اگر اس سے نبیؐ فرماچکے تھے که تو جنتی ہے تو پھر عمر نے نبیؐ کو سچا نہیں جانا یہانتک که حذیفه نے اسے تسلی دی تو اس اسکو ہی سچا جانا مگر نبیؐ کو سچا نہیں مانا۔ پس یه اسلام نہیں ہے۔ اور اگر اس نے نبیؐ کو سچا جانا تھا تو پھر کس وجه سے حذیفه سے سوا ل کیا۔ یه دو ایک دوسرے کو جھٹلانے والی روایتیں ہیں"

کسی اور نے کہا:"نبیؐ نے فرمایا:"ترازو کے ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا اور دوسرے پلڑے میں میری امت کو تو میرا وزن ان سے زیادہ ہوا۔ پھر میری جگهه ابو بکر کو رکھا گیا تو وہ بھی ان سے زیادہ ہوا پھر عمررکھا گیا تو وہ بھی ان سے زیادہ ہوا پھر ترازواٹھا لیا گیا۔

مامون نے کہا:"یه اس اعتبار سے محال ہے که یه دوصورتوں سے خالی نہیں ہوسکتا ہے یا تو انکے اجسام تو لے گئے یا انکے اعمال تولے گئے۔ پس اگر اجسام تولے گئے تو کسی ذی روح پر مخفی نه ہے که یه محال ہے کیونکه انکے اجسام پوری امت کے اجسام سے بھاری نہیں ہوسکتے۔

اوراگرر انکے افعال تولے گئے تو بعد والے کہاں گئے پس اس کے ذریعے ترجیح کیسے پائی جاسکتی ہے که جو ہورہی نہیں۔ پس مجھے بتاؤ که لوگوں کی ایک دوسرے پر فضیلت کیسے ہوتی ہے؟

انمیں سے کسی نے کہا:"نیک اعمال کے ذریعے"

مامون نے کہا:"پس مجھے بتاؤ اس شخص کے بارے میں که جو نبیؐ کے زمانے میں اپنے ساتھی، پر فضیلت رکھتا تھا پھر مفضول نے نبیؐ کی رحلت کے بعد اسے فضیلت رکھنے والے سے زیادہ عمل کرڈالے تو وہ

اس پر فضیلت پاسکے گا۔ پس اگر تم کہو:”ہاں“ تو میں تمہیں دکھا سکتا ہو ں کہ اس زمانے میں ایسے بھی ہیں کہ جو جہاد، حج، صوم، صلاۃ اور صدقہ کے اعتبار سے ان میں سے ہر ایک سے افضل ہیں“

انہوں نے کہا:”آپ نے سچ فرمایا ہمارے زمانے کا صاحب فضیلت نبیؐ کے زمانے میں فضیلت رکھنے والے کی برابری نہیں کرسکتا ہے“

مامون نے کہا:”پس جو تمہارے ان اماموں نے کہ جن سے تم نے اپنا دین لیا ہے علی علیہ السلام کے فضائل میں روایت کیا ہے اسمیں غور کرو اور اسکا تقابل باقی ان دس کے فضائل میں کہ جنکے جنتی ہونے کی تم گواہی دیتے ہو جو تمہیں روایت کیا گیا ہے اس سے کرو۔ پس اگر ان سب کے فضائل ملکر علی علیہ السلام کے کثیر فضائل کا ایک حصہ بھی بن جائیں تو تمہاری بات حق ہے اور اگر علی علیہ السلام کی فضیلت میں ان سب کے فضائل سے کہیں زیادہ بڑھ کر روایت کیا گیا ہے تو اپنے اماموں کی روایت کو لو اور علی علیہ السلام پر ظلم مت کرو“

پس ان سب کے سب نے گردنیں جھکا لیں

تو مامون نے کہا: کیا ہوا کہ تم سب خاموش ہوگئے ہو؟

انہوں نے کہا:”آپ نے ہمیں انتہا پر پہنچا دیا ہے“

مامون نے کہا:”میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے بتاؤ کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو معبوث فرمایا کونسا عمل سب سے افضل تھا؟“

ان سب نے کہا:”اسلام کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور وہی مقرب ہیں“

مامون نے کہا:”کیا تمہیں اسلام کی طرف علی علیہ السلام سے بڑھ کر سبقت رکھنے والے کا علم ہے؟“

ان سب نے کہا:”علی علیہ السلام نے نا بالغ ہونے کی حالت میں اسلام کی طرف سبقت کی کہ ان پر اسلام کا حکم لاگو نہ ہوتا تھا تم جبکہ ابو بکر نے ادھیڑ عمر میں اسلام کی طرف سبقت کی کہ اس پر اسلام کا حکم نافذ ہوتا تھا پس ان دونوں حالتوں میں فرق ہے۔

مامون نے کہا: تم سب مجھے علی علیہ السلام کے اسلام کے بارے میں بتاؤ کہ کیا وہ اللہ عزوجل کی طرف سے الہام کے ذریعے تھا یا نبیؐ کی دعوت کے سبب پس اگر تم کہو الہام کے سبب تو گویانے علیؑ کو نبیؐ پر فضیلت دی کیونکہ نبیؐ کو تو الہام نہیں کیا گیا بلکہ آپؐ کے پاس اللہ عزوجل کی طرف سے جبرائیلؑ پیغام لاتا تھا اور اگر تم کہو نبیؐ کی دعوت کے سبب تو میرا سوال ہے کہ کیا علی علیہ السلام کو اسلام کی دعوت نبیؐ نے اپنی ذاتی مرضی سے دی یا اللہ عزوجل کے حکم سے۔ پس اگر تم کہو کہ نبیؐ نے اپنی ذاتی مرضی سے دی تو یہ با ت اللہ عزوجل کی طرف سے اپنے نبیؐ کے بارے میں فرمائے گئے کے برخلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:”میں خود بخود تکلف میں پڑنے والا نہیں ہوں“ اور اللہ عزوجل کے فرمان میں ہے:”(میرانبی) اپنی خواہش سے بولتا تک نہیں ہے“پس اگر اللہ عزوجل نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے بچوں میں

سے فقط علی علیہ السلام کو عوت دیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سب پر علیؑ کو فضیلت بخشی ہے تو نبیؐ نے علیؑ پر اعتماد کیا اور اللہ کی تائید سے جانتے تھے کہ علیؑ ان پر قربانی دیں گے۔

دوسری بات یہ کہ مجھے بتاؤ کہ کیا صاحب حکمت رب اپنی مخلوق پر انکی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالتا ہے؟ پس اگر تم کہو:"جی ہاں" تو تم نے کفر کیا اور اگر تم کہو:"ہرگز نہیں "تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے نبیؐ کو کسی ایسے کو دعوت اسلام کی دعوت دینے کا حکم دے کہ جس سے اسکے صفر سن کے سبب قبولیت ممکن نہ اور اسکا قبول کرنا کمزور ہو"

ایک اور بات کیا تم نے دیکھا ہے کہ نبیؐ نے اپنے رشتہ داروں میں سے کسی اور بچے کو اسلام کی دعوت دی ہو کہ ان کے بارے میں علیؑ جیسا اُصوۃ لا گو ہو پس اگر تم سمجھتے ہو کہ آپؐ نے بچوں میں سے علیؑ کے علاوہ کسی ایک کو بھی دعوت اسلام نہ دی ہے تو یہ فضیلت علیؑ کے لیے نبیؐ کی زندگی کی ہر مقام پر ہے۔

یہ بدر ہے کہ جنگ بدر میں مشرکین کو قتل کیا گیا کہ انمیں سے بائیس کو تنہا علیؑ نے واصل جہنم فرمایا جبکہ باقی تمام لوگوں نے ملکر فقط چالیس کو قتل کیا"

کہنے والے نے کہا:"ابو بکر تو نبیؐ کے ساتھ انکے خیمے میں تھا اور جنگ کی تدبیر میں مصروف تھا"

تو مامون نے کہا:"تم نے عجیب بات کہی ہے کیا وہ نبیؐ سے ہٹ کر جنگ کی تدبیر کررہا تھا یا نبیؐ کے ساتھ ملکر اس کام میں شریک تھا یا نبیؐ کو ابو بکر کی رائے کی ضرورت تھی۔ تمہیں ان تینوں میں سے جو پسند ہو کہو؟"

تو اس نے کہا:"میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں دعویٰ کروں کہ وہ نبیؐ سے ہٹ کر جنگ کی تدبیر کررہا تھا یا نبیؐ کے ساتھ شریک تھا یا نبیؐ کو اسکی ضروت تھی"

مامون نے کہا:"تو پھرخیمے میں رہنے کیفضیلت کیا ہے۔ پس اگر جنگ سے بھاگ جانا ابو بکر کی فضیلت تھی تو واجب ہے کہ ہر بھاگ کھڑا ہونے والال مجاہدین سے افضل ہو۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:"مومنین میں سے جو بغیر کوئی نقصان اٹھائے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں وہ اور جو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان اور اموال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں برابر نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جان و مال کے ذریعے جہاد کرنے والوں کو گھروں میں بیٹھنے والوں پر فضیلت بخشی ہے اور اللہ نے ان سب سے نیکی کا وعدہ کیا اور اللہ نے مجاہدین کو گھر بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کے ذریعے فضیلت بخشی ہے"

اسحق بن حماد بن زید نے روایت کی ہے کہ پھر مامون نے مجھ سے کہا:"سورۃ ھل اتی (سورۃ الدھر) "تلاوت کرو" پس میں نے تلاوت شروع کردی جب میں یطیعون الطعام علی حبہ مسکینا ولیتمیا و ا سیرا" سے کان سعیکم مشکورا"تک پہنچا تو اس نے کہا:یہ آیا ت کس ے بارے میں نازل ہوئی ہیں؟" میں نے کہا علی علیہ السلام کے بارے میں"

اس نے کہا:"کیا تمہیں خبر ملی ہے کہ جب علی علیہ السلام نے مسکین، یتیم، اور اسیر کو کھانا کھالیا تو فرمایا:ہم تمہیں فقط اللہ کی خوشنودی کے لیے کھلا رہے ہیں ہم تم سے کسی جزا اور شکریے کے متقاضی نہ ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا؟ میں نے کہا:"جی نہیں"

اس نے کہا ”پس یقینا اللہ عزوجل علی علیہ السلام اور اپنے نبیؐ کی سیر ت سے اچھی طرح واقف ہے پس اس نے اپنی کتاب میں اپنی مخلوق کے معاملات کے لیے اسکی تعریف ظاہر فرمائی۔ کیا تو جانتا ہے اللہ عزوجل نے اس سورۃ میں جنت میں سے جن چیزوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں انمیں پینے کے چاندی کے برتنوں کو بھی ذکر فرمایا ہے؟ میں نے کہا:”جی نہیں“

اس نے کہا: یہ ایک دوسری فضیلت ہے پس چاندی کے پینے والے برتن کیسے ہوسکتے ہیں؟“ میں نے کہا میں نہیں جانتا اس نے کہا ”اس سے مراد یہ ہے کہ انکی صفات چاندی سے ملتی جلتی ہوں گی اسکا اندر بھی دکھائی دیتا ہوگا کہ جیسے باہر والاکہ حصہ دکھائی دیتا ہوگا اور یہ آپ کے فرمان جیسا ہے:”اے اسحق تمہارا شراب کے برتنوں کے بارے میں بہت شو ق ہے اور آپؐ نے اس سے مراد عورتوں کو لیا ہے گویا وہ شرم کا برتن ہیں اور جیسے آپ کا فرمان ہے:”میں ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہواتومیں نے اسے سمندر پایا یعنی وہ اپنی بہادری اور تیزی میں سمندر جیسا ہے اور جیسے اللہ عزوجل کا فرمان ہے اور اسے ہر طر ف سے موت آئے گی اور وہ مرجائے گااور اسکے اوپر شدید عذاب ہوگا“ یعنی اسے موت آئے گی خواہ ایک طرف سے ہی ہو وہ یقینا مرجائے گا“

پھر اس نے کہا:”اے اسحق۔ کیا تم انمیں سے نہیں ہو کہ جو گواہی دیتے ہیں کہ افراد جنتی ہیں تو میں نے کہا:’جی ہاں یقینا“ اس نے کہا: تم کیا سمجھتے ہو کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ حدیث درست ہے یا غلط ہے کیا وہ تمہارے نزدیک کافر ہے؟ میں نے کہا:”جی نہیں“ اس نے کہا:”تم کیا سمجھتے ہو کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ قرآن کی سورت ہے یا نہیں کیا وہ شخص تمہارے نزدیک کافر ہے؟“میں نے کہا:”یقینا“ اس نے کہا:اے اسحق! مجھے حدیث طائر کے بارے میں بتاؤ کیا وہ حدیث تمہارے نزدیک درست ہے؟ میں نے کہا:”جی ہاں یقینا“

اس نے کہا اے اسحق اللہ کی قسم تمہارا عناد ظاہر ہوگیا۔ پس یہ تین صورتوں سے خالی نہ ہے کہ جسے نبیؐ نے فرمایا یا مردود ہے یا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے فاضل کو جانتا ہے مگر اسے مفضول زیادہ محبوب ہے یا پھر تمہارے وعوے کے مطابق اللہ تعالی کو فاضل اور مفضول کی پہچان نہ ہے پس انمیں سے جو تمہیں پسند ہو اس کے قائل ہو جاؤ۔

اسحق نے کہا:”میں ایک لمحے کے لیے گردن جھکا دی پھر میں نے کہا:”اے امیر! اللہ عزوجل نے ابو بکر کے بارے میں فرمایا ہے جب وہ غار میں تھے تو دو میں سے دوسرا کہ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ عزوجل نے اسکی نبیؐ کے ساتھ محبت کو بیا ن کیا ہے۔

تو مامون نے کہا:”سبحان اللہ! تمہارا لغت اور کتاب الہی کے بارے میں علم کتنا کم ہے کیا مومن کا ساتھی کافر نہیں ہوسکتا ہے اسمیں کونسی فضیلت ہے کیا تم نے اللہ عزوجل کا فرمان نہیں سنا ہے اس سے اسکے ساتھی نے کہا کہ جو اسکا حواری تھا کیا تو اس کا کفر کرتا ہے کہ جس نے تمہیں مٹی سے خلق فرمایا پھر نطفہ سے ظاہر کیا پھر تمہیں مکمل آدمی بنایا پس اللہ نے اس کافر کو اس مومن کا ساتھی شمار فرمایا ہے اسی طرح کئی شعرا خصوصاً ھذلی اور الاذدی نے گھوڑے کو بھی اپنی شاعری میں اپنا ساتھی کہا ہے اور جہاں تک اسکا قول اللہ ہمارے ساتھ ہے کی بات ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہے اچھے اور برے کے ساتھ ہے کیا تو نے اللہ عزوجل کا فرمان نہیں سنا ہے تین بندے سرگوشی نہیں کرتے مگر یہ کہ وہ انمیں چوتھاہوتا ہے اور نہ ہی پانچ کرتے ہیں مگر یہ کہ وہ انمیں چھٹا ہوتا ہے پس اس سے کم ہو یا زیادہ وہ انکے

اس کے قول:"غم نہ کر" کاتعلق ہے تو مجبتاؤ کہ ابو بکر کا غم کرنا اللہ کی اطاعت تھی یا اللہ کی نافرمانی' پس اگر تم دعوی کرے کہ اسکا غم کرنا اطاعت الہی تھا تو گویا تمہارا دعوی ہو کہ نبیؐ نے اطاعت الہی سے منع فرمایا جبکہ یہ حکم نبیؐ کی اوصاف کے منافی ہے اور اگرتم کہو کہ وہ معصیت الہی تھا تو نافرمانی کرنے والے کے لیے فضیلت کیسی؟

اور تم مجھے اللہ عزوجل کے فرمان:"پس اللہ نے اس پر سکون نازل فرمایا" کے بارے میں یہ سکون کس پر نازل ہوا؟"

میں نے کہا:"ابو بکر پر کیونکہ نبیؐ کو سکون کی حاجت نہ تھی" اس نے کہا:تم مجھے اللہ تعالیٰ کے فرمان اور حنین کے دن جب تم انکی کثرت سے گھبرا گئے اور تمہیں کوئی چیز بے نیاز نہ کرسکی اور تم پر دھرتی تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا سکون اسکے رسولؐ اور مومنین پر نازل فرمایا کے بار ے میں بتاؤ کہ کیا تم جانتے ہوکہ وہ مومنین کون تھے کہ جن کو اللہ عزوجل نے یہاں مراد لیا ہے؟"

میں نے کہا جی نہیں"

اس نے کہا:"حنین کے دن لوگ شکست خوردہ ہوکر بھاگ گئے اور نبیؐ کے ساتھ بنی ہاشمؑ کے سات افراد کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ علی علیہ السلام اپنی تلوار کے ساتھ جنگ کرر ہے تھے عباس نے نبی کے خچر کی لگام تھامی ہوئی تھی اور پانچ افراد کے نبیؐ کے ارد گرد حلقہ بنایا ہوا تھا کہ کہیں آپ کو کفار کا اسلحہ نقصان نہ پہنچائے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کامیابی عطا فرمائی پس اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی مومنین سے مراد علی علیہ السلام اور بنی ہاشمؑ کے دیگر حاضر افراد ہیں پس کون افضل ہے وہ کہ جو نبیؐ کے ساتھ تھا اور سکون نبیؐ اور اس پر نازل ہو یا وہ کہ جو نماز میں نبیؐ کے ساتھ تھا مگر اس اہل نہ تھا کہ نبیؐ کے ساتھ ہو کہ اس پر سکون نازل کیا گیا؟

اے اسحق! کون افضل ہے وہ کہ جو نبیؐ کے ساتھ نماز میں تھا یا و وہ کہ جو نبی کے مقدس بستر پر سویا اور اپنی جان کے ذریعے نبیؐ کی حفاظت کی یہانتک کہ نبیؐ نے اپنے ارادے کے مطابق ہجرت مکمل فرمائی۔

یقینا اللہ تبارک و تعالیٰ ہی نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ وہ علیہ السلام کو اپنے بستر پر سونے اور اپنی جان کے ذریعے آپؐ کی حفاظت کرنے کا حکم دیں۔ تو آپؐ نے یہ حکم علی علیہ السلام ہی کو دیا تو علی علیہ السلام نے فرمایا:"اے اللہ کے نبیؐ کیا آپؐ اس طرح سلامت رہیں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا:"جی ہاں" علی علیہ السلام نے عرض کی ہر صورت اطاعت ہوگی۔ پھر علی علیہ السلام آپؐ کے بستر پر سوئے اور آپ کا کپڑا اوڑھ لیا۔ مشرکین دیواریں پھلانگ کر آئے اور انہیں شک تک نہ ہوا وہ سمجھے کہ یہی نبیؐ ہیں پس وہ سب جمع ہو کر ہر طرف سے مارنے کے لیے ایک ساتھ تیار ہوئے کہ انمیں ہر قبیلے کا ایک فرد تھا تاکہ ہاشمی آپ کے خون کا بدلہ نہ لیں سکیں جبکہ علیؑ اس گروہ کی اس سازش کو سن رہے تھے کہ وہ علیؑ کی جان کو تلف کرنے کے لیے تیار تھے۔ مگر علیؑ اس خوف سے نہ گھبرائے جبکہ ابو بکر جو کہ نماز میں نبیؐ کے ساتھ تھا ڈر گیا جبکہ علیؑ تنہا تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ملائیکہ کو بھیجا کہ جنھوں نے آپؐ کو قریش کے مشرکین سے بچایا۔

جب صبح ہوئی تو علی علیه السلام اٹھے لوگوں نے دیکھا تو پوچھا:"محمدؑ کہاں ہیں؟" آپؑ نے فرمایا:"میں نہیں جانتا" انہوں نے کہا:"تم نے ہمیں دھوکه دیا ہے" پھر علی علیه السلام نبیؐ سے جاملے۔ پس علی علیه السلام ہمیشه افضل ہی رہے۔ ان سے ہمیشه خیر کا ظہور ہی ہوتا رہا یہانتک که الله تعالیٰ نے انہیں اٹھا لیا۔ تو وہ محمود و مغفورتھے۔

اے اسحق! کیا تم لوگ حدیث ولایت روایت نہیں کرتے ہو؟"

میں نے کہا:"کرتے ہیں" اس نے کہا:"بیان کرو" میں نے بیا ن کی تو اس نے کہا:"کیا تم نے نہیں دیکھا که اس حدیث نے ابو بکر اور عمر پر علی علیه السلام کی ولایت واجب تر کردی ہے اور حق بات یه ہے که ان دونوں کی ولایت علی علیه السلام پر واجب نہیں ہے؟"

میں نے کہا:"لوگ کہتے ہیں یه سب آپ نے زید بن حارثه کی وجه سے فرمایا

اس نے کہا: نبیؐ نے یه کیا ارشاد فرمایا؟ میں نے کہا: حجة الوداع سے لوٹتے ہوئے غدیر خم کے مقام پر اس نے کہا زید بن حارثه کب قتل ہوئے؟ میں نے کہا جنگ موته میں" اس نے کہا: کیا زید بن حارثه غدیر خم سے پہلے قتل نه ہوچکا تھا؟" میں نے کہا یقینا ہوچکا تھا"

اس نے کہا:"مجھے بتاؤ که تم کیا سمجھتے ہو که اگر تمہارا پندرہ سال کا بیٹا کہے میرا مولا میرا چچا زاد ہے اے لوگو اسے قبول کرو کیا تم اسے اچھا سمجھو گے؟ میں نے کہا:"ہرگز نہیں" ان نے کہا:"تم اپنے بیٹے کے لیے تو اس بات کو اچھا نہیں جانتے مگر نبیؐ کے لیے اچھا جانتا ہو؟ افسوس ہے تم پر کیا تم نے اپنے فقہا کو اپنا رب مان لیا ہے۔ الله عزوجل فرماتا ہے ان لوگوں نے اپنے احبار اوررابیوں کو الله کے علاوہ سے رب مان لیا ہے"

وہ لوگ ان کیے لیے روزے نه رکھتے تھے اور نه ہی ان کے لیے نمازیں پڑھتے تھے بلکه وہ انہیں حکم دیتے تھے اور وہ ان کی اطاعت کرتے تھے"

پھر اس نے کہا:"کیا تم نبیؐ کا علی علیه السلام کے بارے میں فرمان:اے علی علیه السلام! تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے که جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے نسبت تھی روایت کرتے ہو؟ میں نے کہا:"جی ہاں"

اس نے کہا:"کیا تم نہیں جانتے که ہارونؑ موسیٰ کے پدری و پادری بھائی تھے؟" میں نے کہا:"جانتا ہوں"

اس نے کہا:"تو علی علیه السلام اسی طرح ہیں؟ میں نے کہا:"جی نہیں" اس نے کہا:"ہارونؑ نبی تھے جبکه علی علیه السلام ایسے نہیں تھے پس علی علیه السلام کی نسبت و منزلت خلافت کے علاوہ اور کیا ہے جب منافقوں نے کہا تھا که آپؐ نے علیؑ کو مجبوری کے طور پر خلیفه بنایا ہے تو آپ نے یه فرمایا تاکه علیؑ کی طبیعت خوش ہو۔ اور یه اسی طرح ہے که جیسے الله عزوجل نے موسیٰ علیه السلام نے ہارونؑ سے فرمایا:"میری قوم میں میرا خلیفه بن جا اور انکی اصلاح کرنا مگر فسا دپھیلانے والوں کے راستے کی پیروی ہرگز نه کرنا تو میں نے کہا: موسیٰؑ نے ہارون کو اپنی قوم میں خلیفه بنایا تو وہ زندہ تھے پھر موسیٰ علیه السلام نے ہارونؑ کو اپنی قوم میں خلیفه بنایا تو وہ زندہ تھے پھر موسیٰؑ اپنے رب عزوجل کے مقدس مقام

کی طرف تشریف لے گئے جبکہ نبیؐ نے علی علیه السلام اس وقت خلیفه بنایا که جب وه جنگ ہر تشریف لے جارہے تھے"

تو اس نے کہا: تم مجھے موسیٰ علیه السلام کے بارے میں بتاؤ که جب وه جنگ پر تشریف لے جاتے تھے تو انکی اکثر قوم ان کے ساتھ ہو کرتی تھی تب موسیٰ علیه السلام ضیعون، عورتوں اور بچوں کے بارے میں کیا کرتے تھے۔نبیؐ نے تو علیؑ کو ان سب پر خلیفه بنایا۔اس پر دلیل که آپ نے علیؑ کو اپنی زندگی میں که جب وه سفر پر ہوں اور اپنی رحلت کے بعد بھی ان پر خلیفه مقرر فرمایا آپ کا یه فرمان ہے که علیؑ کی مجھ سے وہی نسبت ہے که جو ہارونؑ کی موسیؑ سے تھی البته میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اسی طرح ہارونؑ موسیؑ قدیر تھے کیونکه اس بات کا دعویٰ الله عزوجل نے اپنے فرمان میں کہا ہے که موسیؑ نے دعا مانگی)(اے الله) میرے لیے میری اهل بیتؑ میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر بنا۔ اور اس کے ذریعے میری کمر کو مضبوط بنا اور اسے میرے امر نبوت میں شریک بنا" پس جب علیؑ کی نبیؐ سے نسبت ہارونؑ کی موسیؑ سے نسبت جیسی تھی تو علی علیه السلام نبیؐ کے وزیر بھی تھے که جیسے ہارونؑ موسیؑ کے وزیر تھے اور علیؑ ہی نبیؐ کے خلیفه تھے که جیسے ہارونؑ موسیؑ کے خلیفه تھے"

پھر مامون اصحاب کلام سے مخاطب ہوا تو اس نے کہا:"میں تم سے سوال کروں یا تم مجھ سے سوال کرتے ہو؟"

ان لوگوں نے کہا:"بلکه ہم تم سے سوال کرتے ہیں اس نے کہا: "سوال کرو" توانمیں سے کہنے والے نے کہا: کیا علی علیه السلام کی امامت الله عزوجل کی جانب سے رسول اللهؐ کی طرف سے نقل کیا جانے والا فرض نہیں ہے که جسے رسول اللهؐ نے دوسرے فرض نقل فرمائے جیسے ظهر کی چار رکعتوں کا فرض ہوتا ہے دو سو درهم میں پانچ درهم زکوٰۃ کا ہونا اور مکه کی طرف حج کے لیے جانا وغیره؟ اس نے کہا:"یقینا ایسا ہی فرض ہے"

اس نے کہا:"تو لوگوں کو کیا ہوا ہے که وه باقی تمام فرائض میں تو اختلاف نہیں کرتے ہیں جبکه فقط علی علیه السلام کی خلافت امامت میں اختلاف کرتے ہیں؟"

مامون کہا:"اس لیے که باقی تمام فرائض میں کسی کی ذاتی خواہشات اوررغبتکا وه تعلق نه ہے که جو خلافت کے معاملے میں ہے"

کسی اور نے کہا:"آپ اس بات کا تو ہرگز انکار نہیں کرسکتے که نبیؐ نے انہیں انمیں سے کسی شخص کے چناؤ کا اختیار دیا که جو انمیں آپ کا قائم مقام ہو سکے۔ اس طرح آپ نے لوگوں سے نرمی برتی اور ان کو اس بات سے بچایا که اگر آپ بذات خود اپنا خلیفه مقرر کرتے اور لوگ اسکی نافرمانی کرتے تو اس کے سبب ان پر عذاب نازل ہوجاتا"

تو مامون نے کہا:"میں اس کا بھی انکار کرتا ہوں کیونکه الله عزوجل تو نبیؐ سے بھی بڑھ کر اپنی مخلوق پر مہربان ہے اس نے بھی لوگوں کی طرف اپنا نبیؐ معبوث فرمایا تو وه جانتا تھا که انمیں سے کچھ نافرمان ہونگے ا ور کچھ مطیع ہونگے مگر یه بات اسکے اپنی مرضی سے نبیؐ معبوث کرنے میں مانع نہیں ہوئی۔ اور اس بات کے قابل انکار ہونے کی ایک اور وجه یه بھی ہے که اگر نبیؐ نے انہیں انمیں سے کسی ایک شخص کے انتخاب کا حکم دیا تھا تو دوحالتوں سے خالی نه ہے یا تو آپؐ نے تمام لوگوں کو حکم دیا یا انمیں

سے بعض کو حکم دیا۔ پس اگر سب کو حکم دیا تو کون منتخب ہوسکے گا اور اگر بعض لوگوں کو حکم دیا تو لازمی ہے کہ ان بعض لوگوں کی علامات ہوں۔ پس اگر تم فقہا کی بات کرو تو لازمی ہے کہ فقیہ کی تعریف کرو اور اسکا تعین کرو"

کسی اور نے کہا:"روایت کیا گیا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:"جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے اور جسے مسلمان قبیح سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی قبیح ہوتا ہے۔"

تو مامون نے کہا:"یہ قول لازمی طور پر یا تو تمام مومنین کے لیے ہے یا پھر بعض کے لیے۔ پس اگر اس سے مراد تمام مومنین ہیں تو یہ محال ہے کیونکہ سب کا اجتماع ممکن ہی نہیں ہے اور اگر بعض کے بارے میں ہے تو ہر کوئی اپنے امام کو اچھا سمجھتا ہے جیسے شیعہ علی علیہ السلام کے بارے میں اچھا روایت کرتے ہیں اور حشویہ علی علیہ السلام کے علاوہ کو اچھا جانتا ہیں تب کس کس کو امام مانو گے"؟

کسی اور نے کہا: "کیا یہ جائز ہے کہ آپ گمان کریں کہ محمدؐ کے اصحاب نے غلطی کی؟"

مامون نے کہا:"تم کیسے دعویٰ کرسکتے ہو کہ انہوں نے غلطی کی اور گمراہی پر مجتمع ہوئے جبکہ وہ نہ تو فرض جانتے تھے اور نہ ہی سنت کیونکہ تم لوگوں کا دعویٰ ہے کہ امامت نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور نہ ہی رسولؐ کی سنت میں فرض ہے پس جو چیز تمہارے نزدیک نہ فر ض ہے اور نہ ہی سنت ہے اسمیں خطاء کیسے ہوسکتی ہے"

کسی اور نے کہا:"تم علی علیہ السلام کی امامت کے دعوے دار ہوتو اپنے دعویٰ پر دلیل لاؤ"

تو مامون نے کہا:"میں دعوے دار نہیں بلکہ میں تو اقرار کرنے والاہوں اور اقرار کرنے والے پر دلیل دینا واجب نہیں ہوتا ہے مدعی وہ ہوتا ہے کہ جسکے پاس سرپرستی کرنے اور معزول کرنے کا اختیار ہو اور اگر اسکے پاس اختیار اور ثبوت ہوتو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم بھی اسکے شریک بن جاؤ تب شریک تو دشمن ہوتا ہے یا انکے علاوہ میں سے ہوتا ہے۔ انکے علاوہ معدوم ہے۔ پس اس پر ثبوت کیسے لایا جاسکتا ہے۔

کسی اور نے کہا:"رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد علی علیہ السلام پر کیا واجب تھا؟"

مامون نے کہا:"علی علیہ السلام نے جو انجام دیا"۔

اس نے کہا:"کیا علی علیہ السلام پر واجب نہ تھا کہ وہ لوگوں کو آگاہ فرماتے کہ وہ امامؑ ہیں؟"

تو مامون نے کہا:"امامت علی علیہ السلام کا ذاتی فعل نہ ہے اور نہ ہی اسمیں لوگوں کے افعال و اختیار و تفضیل وغیرہ کا عمل دخل ہے بلکہ امامت تو فعل الٰہی کے سبب ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے ابراہیمؑ کو فرمایا: میں نے تمہیں لوگوں کے لیے امام بنایا ہے اور جیسے اللہ عزوجل نے داود علیہ السلام کو فرمایا:"اے داؤدؑ ہم نے تمہیں زمین پر خلیفہ مقرر فرمایا:"

پس امامؑ اللہ عزوجل کی طرف سے اما مؑ ہوتا ہے اور اسکا اختیار فقط اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اسے نسی شرف اور طہارت عطا فرمائی ہوتی ہے اور وہ ہی اسے معصومؑ رکھتا ہے پس اگر امامت امامؑ کے فعل کے سبب ہوتی تو جو بھی اس فعل کو بجا لاتا وہ امامت کا مستحق ہوتا اور وہی

جب اس فعل کے برخلاف عمل کرتا تو امامت سے معزول ہوجاتا اور اسکی جگہ وہ خلیفہ ہوتا کہ جس کے افعال قابل قبول ہوتے"

کسی اور نے کہا:"رسولؐ کے بعد کس وجہ سے علی علیہ السلام کی امامت واجب ہوئی؟"

مامون نے کہا:"اس لیے کہ علی علیہ السلام بچپن سے سیدھے ایمان میں داخل ہوئے جیسے رسولؐ بچپن سے سیدھے ایمان میں داخل ہوئے اور اس لیے کہ علی علیہ السلام اپنی قوم کی گمراہیوں سے دور تھے اور انہوں نے شرک سے اجتناب کیا جیسا کہ رسولؐ نے گمراہی اور شرک سے اجتناب کیا کیونکہ شرک ظلم ہے اور ظالم امامؑ نہیں ہوسکتا ہے اور نہ ہی وہ امام بن سکتا ہے کہ جس کے بارے میں اتفاق سے

کہا گیا ہے کہ اس نے بتون کی پوجا کی ہے۔ جس کسی نے بھی شرک کیا وہ اللہ کے دشمنوں میں ہوگیا۔ پس اس کے بارے میں جس چیز پر امت کا اجتماع ہے وہ یہ ہے کہ اسکے خلاف گواہی قبول کی جائے۔ یہاں تک کہ اس جیساجتماع اسکے حق میں واقع ہو اور جس کے خلاف ایک بار حکم لگ جائے وہ حاکم نہیں بن سکتا ہے پس اگر حاکم بھی محکوم علیہ ہوتو اس وقت حاکم اور محکوم علیہ میں کوئی فرق نہ ہوگا"

کسی اور نے کہا:"تو کیا وجہ ہے کہ علی علیہ السلام نے ابو بکر، عمر اور عثمان سے جنگ نہیں کی جیسا کہ علی علیہ السلام نے معاویہ سے جنگ کی؟"

تو مون نے کہا:"یہ سوال ہی غلط ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہی ہے۔ کوئی کام نہ کرنا نفی ہوتا ہے اور نفی کی کوئی علت نہیں ہوتی ہے۔ علت فقط اثبات کی ہوتی ہے۔ واجب فقط یہ ہے کہ علی علیہ السلام کے معاملے میں غور کیا جائے کہ علی علیہ السلام کی امامت اللہ کی طرف سے ہے یا اللہ کے غیر کی طرف سے۔ پس اگر یہ ثابت ہوجائے کہ علی علیہ السلام کی امامت اللہ عزوجل کی طرف سے ہے تو اللہ کی تدبیر میں شک کرنا کفر ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:"نہیں تیرے رب کی قسم وہ ایمان نہیں لاسکتے ہیں یہاں تک کہ وہ تم انمیں اختلاف میں حکم نہ لگائیں پھر وہ اپنے آپ میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور تم جو بھی فیصلہ کرو اور وہ اسے اچھی طرح تسلیم کرنے والے ہیں" ہر کام کرنے والے کا کام اس کی اصل کے تابع ہوتا ہے پس اگر اسکا قیام اللہ کی طرف سے ہو تواسکے افعال(کام) بھی اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اس پر راضی رہیں اور اسکے آگے سر تسلیم خم کریں۔ رسول اللہؐ نے بھی تو حدیبہ والے دن کہ جس دن مشرکین بیت اللہ میں قربانی کرنے میں قائل ہوئے تھے جنگ ترک کی تھی۔ گر جب مدگار اور طاقت پائی تو جنگ کی۔

جیسے اللہ عزوجل نے پہلے فرمایا:"اچھے طریقے سے اعراض کرو" پھر عزوجل نے فرمایا:"مشرکین کو قتل کر وہ وہ تمہیں جہاں بھی ملیں اور انہیں پکڑو اور انکا محاصرہ کرو اور ہر جگہ ان پر گھات لگا کر بیٹھو"

کسی اور نے کہا:"جب تم سمجھتے ہو کہ علی علیہ السلام کی امامت اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور علی علیہ السلام واجب الاطاعت ہیں تو پھر کیا وجہ ہے تو پھرانبیاؑ کی طرح علیؑ نیتبلیغ اور اپنی طرف دعوت کے ذریعے لوگوں کو خبر کیوں نہیں دی۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ علی علیہ السلام نے اللہ کے امر کو کہ لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف دعوت دیتے ترک کیاہے"

تو مامون نے کہا:"اس وجہ سے کہ میرا دعویٰ نہیں ہے کہ علی علیہ السلام کو تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ رسول بن جاتے بلکہ انہیں تو اللہ تعالیٰ اور اسکی مخلوق کے درمیان علم مقرر کیا گیا۔ پس جس نے علی علیہ السلام کی اتباع کی وہ مطیع ہوا اور جس نے علی علیہ السلام کی مخالفت کی وہ نافرمان ہوا۔

پس اگر علی علیہ السلامؑ نے اعوان و انصار کے ذریعے طاقت پائی تو جہاد کیا اور اگر اعوان و انصار نہ پاتے تو ملامت لوگوں پر ہے علی علیہ السلام پر نہیں کیونکہ لوگوں کو علی علیہ السلام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ہر حال میں مگر علی علیہ السلام کو ان سے جہاد کرنے کا حکم نہ دیا گیا ہے ماسوائے قوت رکھنے کے۔ علی علیہ السلام کی مثال بیت اللہ جیسی ہے کہ لوگوں پر اسکا حج واجب ہے پس جب انہوں نے حج ادا کیا تو اپنا فرض ادا کیا اور جب انہوں نے حج نہ کیا تو ملامت ان پر ہے بیت اللہ پر کوئی ملامت نہیں ہے"

کسی اور نے کہا:"جب تمہارے نزدیک واجب ہے کہ ایک واجب الاطاعت امامؑ کا ہونالازم و ضروری ہے تو پھر یہ کیسے واجب ہے کہ وہ علی علیہ السلام ہی ہوں انکے علاوہ کوئی اور کیوں نہیں؟"

تو مامون نے کہا:"اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مجہول فرض نہیں کرتا ہے اور فرض ممتنع نہیں ہوتا ہے کیونکہ مجہول ممتنع ہوتا ہے۔رسولؐ کے لیے لازم ہے کہ وہ فرض کی طرف راہنمائی کریں تاکہ اللہ عزوجل اور اسکے بندوں کے درمیان کوئی عذ رباقی نہ رہے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ اگر اللہ عزوجل لوگوں پر ایک ماہ کے روزے تو فرض کرتا مگر لوگوں کو یہ نہ بتاتا کہ وہ کونسے ماہ کے ہیں اور اسی طرح لوگوں کو حج کا موسم نہ بتاتا تو لوگوں پر واجب ہوتا کہ وہ اس کا اندازہ اپنے عقل کے ذریعے کریں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کے مراد کو پا لیں تو ایسی صورت میں لوگ رسولؐ کہ جو ان کے لیے امر الٰہی کی تفسیر کرنے والے ہیں سے بے نیاز ہوجائیں گے اور اس امامؑ سے بھی کہ جو انہیں رسولؐ کی خبر نقل کرے"۔

کسی اور نے کہا:"تم کیسے ثابت کرسکتے ہو کہ جب نبیؐ نے علی علیہ السلام کو دعوت دی تو وہ بالغ تھے کیونکہ لوگوں کا دعوی ہے کہ جب انہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو وہ بچے تھے اور ان پر اسلام کا حکم نافذ نہ ہوتا تھا اور وہ اس وقت آدمیوں میں شمار نہ ہوتے تھے"

تو مامون نے کہا:"اس اعتبار سے کہ اس وقت ایسا ہرگز نہیں تھا کہ جیسے نبیؐ وصیت کریں لوگ اس کی طرف دوڑے چلے جائیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ تکلیف کا سبب ہوتا اور فرض کی ادائیگی میں بہت بڑی رکاوٹ ہوتا۔ کوئی حکیم ایسا حکم نہیں دے سکتا ہے"

پس وہ لوگ خاموش ہوگئے۔

تو مامون نے کہا:"تم نے مجھ سے سوال کیا اورہر سوال میں لاجواب ہوئے۔ کیا میں تم سے سوال کرسکتا ہوں؟"

انہوں نے کہا:"جی ہاں"

مامون نے کہا:"کیا امت پورے اجماع کے ساتھ روایت نہیں کرتی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:'جس کسی نے بھی جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا اسکے پیٹ کو آگ سے بھرا جائے گا" اس سب نے کہا:"ایسا ہی

ہے“ مامون نے کہا:”کیا یہ روایت نہیں کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا:”جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے خواہ چھوٹی ہو یا بڑی پھر اس نافرمانی کو دین بنا ڈالے اور اس پر اصرار کرتے کرتے مرجائے وہ جہنم کے طبقات میں ہمیشہ رہے گا“؟

اس سب نے کہا:درست ہے۔

مامون نے کہا:”پس تم مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ کہ جسے عوام نے منتخب کیا اور اسے خلیفہ بنا ڈالا کیا جائز ہے کہ اسے خلیفہ رسول اللہؐ کہا جائے جبکہ نہ تو اسے اللہ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے اور نہ ہی رسولؐ نے اسے خلیفہ بنایا ہے پس اگر تم کہو کہ:”جی ہاں“

تو تم گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوگے اور اگر تم کہو:”جی نہیں“ تو پھر واجب ہے کہ ابو بکر نہ تو رسول اللہؐ کا خلیفہ ہے اور نہ ہی اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے۔ اور تم نے اللہ کے نبیؐ پر جھوٹ بولا اور تم سب گناہگار ہو کیونکہ تم ان میں سے ہو کہ جنہیں نبیؐ نے جہنم میں داخلے کا مژدہ سنا یا ہے۔

مامون نے کہا:”تو پس اللہ ہی اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ وہ اپنے بندوں اور علاقوں پر اپناوکیل مقرر کرے کیونکہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو بھی کسی کی ملکیت میں نقصان کرے وہ اس کا ضامن ہے۔ اور اسے اسمیں تصرف کا کوئی حق نہ ہے پس اگر وہ ایسا کرے تو اس پر جرمانہ ہوگا اور وہ گنہگار بھی ہوگا“

پھر مامون نے کہا:”مجھے تم نبیؐ کے بارے میں بتاؤ کہ جب آپ کی رحلت ہوئی تو خلیفہ مقرر فرمایا یا نہیں؟“

ان سب نے کہا:”خلیفہ نہیں بنایا“

مامون نے کہا:”آپ کا خلیفہ مقررنہ کرنا ہدایت تھا یا گمراہی؟“

انہوں نے کہا:”ہدایت“

مامون نے کہا:”تو لوگوں پر واجب ہے کہ ہدایت کی پیروی کریں اور باطل کو ترک کردیں اور گمراہی سے دور رہیں“

انہوں نے کہا:”لوگوں نے ایسا ہی کیا“

مامون نے کہا:”تو پھر لوگوں نے آپؐ کے بعد خلیفہ مقرر کیوں کیا جبکہ آپ نے تو اسے ترک کردیا تھا۔ پس نبیؐ کے فعل کر ترک کرنا گمراہی ہے کیونکہ یہ محال ہے کہ ہدایت کی مخالفت ہدایت ہو۔ پس جب خلیفہ مقرر کرنے کو ترک کرنا ہدایت ہے تو ابوبکر نے خلیفہ مقرر کیوں کیا جبکہ نبیؐ نے بھی مقرر نہ کیا تھا اور کسی وجہ سے عمر نے ابوبکر کے بعد شوریٰ کا حکم دیا اور اپنے ساتھی کی مخالفت کی۔

مجھے بتاؤ کہ تم اپنے کونسے قول میں سچے ہو اس قول میں کہ رسول اللہؐ کی رحلت ہوگئی مگر آپ نے کسی کو خلیفہ مقرر نہ فرمایا:”یا تمہارے اس قول میں کہ ابو بکر رسول اللہؐ کا خلیفہ ہے۔ پس اگر تم دونوں اقوال میں سچے ہو تو یہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ اور اگر تم کسی ایک میں سچے ہو تو دوسرا باطل ہے۔ پس اللہ کے غضب سے ڈرواور اپنی جانوں کی فکر کرو اور

تقلید کو ترک کردو۔ اور شبہات سے اجتناب کرو۔ اللہ کی قسم! اللہ عزوجل فقط اس بندے کے اعمال قبول فرماتا ہے کہ جو عقلمندی کے ساتھ اعمال بجا لاتا ہے۔ پس وہ اسے اس کے ساتھ ہی داخل کرتا ہے کہ جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہے۔ دائیں بائیں جانا شک کہلا تا ہے اور شک پر قائم رہنا کفر ہوتا ہے اور اللہ عزوجل کفر کرنے والے کو جہنم میں ڈالتا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا تم میں سے کسی کا غلام کی بیعت کرنا جائز ہے پس جسکی بیعت کی وہ اسکا آقا ہوجائے اور خریدا ر ہی اس کا غلام بن جائے؟" انہوں نے کہا: جی نہیں"

مامون نے کہا:"تو پھر یہ کیسے جائز ہے کہ جس پر تمہارا اجماع ہوجائے اور جسے تم خلیفہ بناڈالو وہ تم پر خلیفہ بن جائے حالانکہ تم ہی نے اسے حاکم بنایا ہاں البتہ تم ہی اس پر خلیفہ ہو بلکہ خلیفہ بنا کر کہتے ہو کہ وہ رسول اللہؐ کا خلیفہ ہے۔ پھر جب تم اس پر ناراض ہوتے ہوتو اسے قتل کرڈالتے ہو جیسا تم نے عثمان بن عفان کے ساتھ کیا" انمیں سے کسی نے کہا:"اس لیے کہ امام مسلمانوں کا وکیل ہوتا ہے جب وہ اس سے راضی ہوں تو اسے حاکم بنا دیتے ہیں اور جب اس پر ناراض ہوتے ہیں تو اسے معزول کردیتے ہیں"

مامون نے کہا:"مسلمانوں، غلاموں اور سلطنت کا مالک کون ہے؟"

انہوں نے کہا:"یہ سب اللہ عزوجل کا ہے"

تمہارا دعویٰ ہے کہ نبیؐ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور ابو بکر نے خلیفہ بنایا اور عمر نے خلیفہ بنانے کو ترک کیا جیسا کہ تمہارے دعوے کے مطابق نبیؐ نے ترک فرمایا تھا۔ اور عمر نے ابو بکر کی طرح خلیفہ مقرر نہیں کیا اور ایک تیسرا راستہ اپنایا۔

مجھے بتاؤ کہ تم ان تینوں میں سے کس کام کو درست جانتے ہو۔ پس اگر تم سمجھتے ہو کہ نبیؐ کا فعل درست تھا تو تم ابوبکر کو غلط قرار دیتے اور اسی طرح باقی اقوال میں نتیجہ نکلتا ہے۔

تم مجھے بتاؤ کہ کیا جائز ہے کہ خلیفہ مقرر کرنے کو ترک کرنارسولؐ کی طرف سے ہدایت ہو اور رسولؐ کے علاوہ کا خلیفہ مقرر کرنا ہدایت ہو اور ایک ہدایت دوسری ہدایت کی ضدہوتب گمراہی کہاں گئی؟

مجھے بتاؤ کہ کیا تم میں سے کوئی ایک بھی نبیؐ کے بعد تمام صحابہ کے انتخاب سے آج تک حکمران بنا ہے۔ پس اگر تم کہو "جی نہیں" تو تم نے ثابت کردیا کہ نبیؐ کے بعد تمام لوگوں نے گمراہی اختیار کرلی اور اگر تم کہو:"جی ہاں" تو تم نے ساری امت پر جھوٹ باندھا اور تمہارے قول کا وجود اتنا باطل ہے کہ تم دفاع کی ہمت ہی نہیں رکھو گے۔

اور مجھے بتاؤ اللہ عزوجل کے اس فرمان کے بارے میں:"کہہ دیجیے کہ جو کچھ زمین و آسمانوں میں ہے کس کا ہے؟ کہہ دیجیے اللہ کا ہے" کیا یہ فرمان سچا ہے یا جھوٹا ہے؟ ان سب نے کہا:"سچاہے" مامون نے کہا:"کیا اللہ کے سوا سب کچھ کہ جسکا وہ خالق اور مالک بھی ہے اللہ تعالیٰ کا نہ ہے؟ انہوں نے کہا:"اللہ کا ہی ہے"

مامون نے کہا:"پس اس بات میں اس چیز کا بطلان ہے کہ جو تم اپنی مرضی سے خلیفہ بناتے ہو اور اسکی اطاعت کو فرض جانتے ہو اور جب تم اسے بنا لیتے ہو تو اسے خلیفہ رسول اللہ کا کام دیتے ہو حالانکہ تم نے ہی اسے خلیفہ بنایا اور جب تم اس پر غصے ہوتے ہو تو اسے معزول

بھی کردیتے ہو کہ اس نے تمہاری مرضی کے خلاف عمل کیا اور جب وہ معزول ہونے سے انکار کردیتا ہے تو قتل کردیا جاتا ہے۔ تمہارے لیے ویل ہو اللہ پر جھوٹ مت گھڑو کہ کل جب تم اللہ کے حضور پیش ہوگے تو یہ تمہارے لیے وبال ہوگا۔اور جب تم رسول اللہؐ کے پاس وارد ہوئے اور تم نے آپؐ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا ہوا ہوگا تو تمہارے لیے وبال ہوگا جبکہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا:"جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے اسکے پیٹ کو آگ سے بھرا جائے گا"

پھر مامون قبلہ رخ ہو ااور اس نے اپنے ہاتھ بلند کر کے دعا کی:

اے میرے معبود! میں نے انہیں نصیحت کردی ہے۔ اے میرے معبود! میں نے انہیں رشد و ہدایت کا راستہ دکھا دیا ہے۔ اے میرے معبود! میں نے انہیں کسی شک اور گمان میں ہرگز نہ چھوڑا ہے اے میرے معبود! میں تمہاری قربت کے لیے بطور دین تیرے نبیؐ کے بعد علی علیہ السلام کو حق پر جانتا ہوں کہ جیسا ہمیں رسولؐ نے حکم دیا تھا"

پھر ہم پراگندہ ہوگئے اور ہم اس کے بعد مامون کے مرجانے تک اکھٹے نہ ہوسکے۔

صدوق نے کہا:"محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمر ان الاشعری نے کہا کہ دوسری روایت میں ہے کہ وہ سب خاموش ہوگئے تو مامون نے ان سب سے کہا:"تم خاموش ہوگئے؟" انہوں نے کہا:"ہم نہیں جانتے کہ تم کیا کہہ رہے ہو" مامون نے کہا:"تم پر حجت کے لیے اتنا ہی کافی ہے"

پھر مامون نے انکو دربار سے نکال باہر کرنے کا حکم دیا۔ پس ہم متحیر اور رسوا ہوکر باہر نکلے۔ پھر مامون نے فضل بن سہل کی طرف دیکھ کر کہا: اس گروہ کے پاس زیادہ سے زیادہ یہی تھا کوئی گمان کرنے والے یہ گمان تک نہیں کرسکتا ہے کہ میری بادشاہت کے جاہ و جلال نے انہیں میری بات جھٹلانے سے روکا۔ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

سید علی ابن طاؤو س نے کتاب الطرائف میں ذکر کیا ہے کہ خلیفہ مامون عباسی نے اھل بیتؑ مخالفین میں سے چالیس40نام نہاد علماء کو اکھٹا کیا اور انہیں پوری چھوٹ کے ساتھ انصاف کا یقین دلایا اور ان سے مناظر کیا اور ان پر ثابت کیا کہ علی بن ابی طالب علیہا علیہ السلام رسول اللہ کے وصی اور خلیفہ اور امت میں سے سب سے بڑھ کر آپؐ کے جانشین ہونے کے زیادہ حقدار تھے اور انکے سامنے مسلمانوں کی نقل کردہ بہت زیادہ لفوض بیان کیں جسکی تفصیل اسکے مناظرہ میں ہے۔ اور اسکے سامنے40چالیس آدمیوں نے اعتراف کیا کہ علی علیہ السلام ہی وہ ہستی ہیں کہ جن کی خلافت ہر نص ملتی ہے۔

ندیم الفرید نامی کتاب میں ابن مسکویہ نے ایک خط کا ذکر کیا ہے کہ جو بنو ہاشمؑ نے مامون کو لکھا اور اسمیں اس سے مطالبہ کیا وہ عباس کی اولاد میں سے کسی کو ولی عھد بنائے اور ان لوگوں نے مامون سے علی بن موسیٰ الرضا علیہا السلام کی بیعت کرائے جانے پر ناراضگی کا اظھار کیا۔ تو مامون نے انکے خط کے جواب میں جو لکھا اب مسکویہ کی روایت کے مطابق اسکے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمداللہ رب العالمین وصلی اللہ علیٰ محمد وآل محمد۔ امابعد! مامون نے تمہارا خط پڑھا اور تمہاری رائے کو جان لیا اور تمہارے مقصد کو سمجھ لیا ہے۔ وہ تمہارے چھوٹے بڑوں کے دلوں سے واقف ہوا۔ اور اس نے تمہیں منہ موڑے اور پیٹھ دکھاتے ہوئے دیکھ لیا ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ تم نے جو خط لکھا ہے وہ فقط باطل کر ترویج دینے کے لیے ہے اور حق کو اسکے مقام سے ہٹانے کے لیے ہے۔ تمہیں اللہ کی کتاب اور احادیث کے ذریعے پکڑ ہوگی اور ہر اس چیز کی کہ جو صادق محمدؐ لائے یہانتک کہ تم گزشتہ امتوں کی طرح ہو جاؤ گے کہ جو سورج گرہن، غرق، ہوا، چنگھاط، بجلی اور رجم کے ذریعے ہلاک ہوئیں۔کیا تم لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے ہو یا تمہارے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ اس اللہ کی قسم کہ جو اللہ کی شہہ رگ حیات سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اگر کہنے والے کو یہ کہنے کا موقع نہ ملتا: مامون نے عاجز آکر جواب نہیں دیا ہے” تو میں تمہارے برے اخلاق کے سبب تمہیں ہرگز کوئی جواب نہ دیتا۔ کہ تم کم فہم اور کم عقل ہو۔ اور تمہاری آرا بیوقوفی پر مبنی ہیں۔ پس جو سننا چاہتا ہے سن لے اور جو حاضر ہے وہ غائب کو بتادے۔

اما بعد! اللہ تعالیٰ نے رسولوںؑ سے خالی زمانے میں محمدؐکو معبوث فرمایا تو قریش اپنی جانوں اور اموال کے معاملے میں کسی پر اعتبار نہ کرتے تھے اور کسی کو اپنے جیسا نہ جانتے تھے۔ ہمارے نبی انمیں امین انکے درمیان میں ایک گھر سے تھے اور ان سب سے کم مال رکھتے تھے۔

اور سب سے پہلے جو آپؐپر ایمان لایا وہ حضرت خدیجہ بنت خولید علیہا السلام تھیں کہ جنہوں نے اپنے مال کے ذریعے آپؐ کی حمایت کی۔ پھر علی علیہ السلام آپؐ پر ایمان لائے تو وہ سات سال کے تھے اور علی علیہ السلام نے آنکھ جھپکنے تک کے عرصے کے لیے بھی کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرایا تھا اور نہ ہی کبھی بتوں کی پوجا کی تھی اور نہ ہی سو د کھایا تھا اور نہ ہی جاہلیت کے رواجوں میں سے کسی جہالت کو اپنایا تھا اور رسول اللہؐ کے چچاؤں میں سے کچھ پکے مسلمان اور کچھ حددرجہ کافرتھے۔ انمیں سے ہمزہؑ اسلام میں مانع نہ ہوئے اور نہ اسلام ان سے الجھا اور انہوں نے بھی اپنے رب کے راستے کی پیروی کی۔

اور جہاں تک ابوطالبؑکا تعلق ہے تو وہ آپ کے کفیل اور مری تھے اور ہمیشہ آپ کا دفاع کرتے رہے اور انہیں نقصان پہنچانے سے مانع رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابو طالب علیہ السلام کو اٹھا لیا تو قریش کو آپ کے خلاف کچھ کرنے کا موقع ملا اور وہ سب آپ کے قتل کے لیے جمع ہوگئے۔ توآپ نے اس قوم کی طرف سے ہجر فرمائی کہ جنکے دلوں میں ایمان کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور وہ ہر اس سے محبت کرنے والے تھے کہ جو ان کی طرف ہجرت کرنے اور انہیں اس ہرمل میں کسی قسم کی لرزش محسوس نہ ہوتی تھی۔

اور وہ ہرچیزکو دل سے قبول کرنے والے اپنی جانوں کے ذریعے ایثار کرنے والے تھے۔ رسول اللہ کا ساتھ مہاجرین میں جیسے علی علیہ السلام نے دیا کسی اور نے نہ دیا۔ علی علیہ السلام نے آپ کا بوجھ ہلکا کیا اور اپنی جان کے ذریعے آپ کی حفاظت فرمائی اور آپ کے بستر پر سوگئے پھر وہ ہرطرح سے ہمیشہ آپؐ کے ساتھ متمسک رہے۔ ہر سختی اور مشکل میں ثابت قدم رہے کبھی بھی لشکر سے فرار نہ کیا۔ ہمیشہ دل کو مضبوط رکھا علی علیہ السلام کو ہر کسی پر امیر بنایا گیا مگر کسی بھی جگہ علی علیہ السلام پر کسی کو امیر مقرر نہ کیا گیا۔ علی علیہ السلام مشرکین کے خلاف سب سے بڑھ کر جنگ کرنے والے اور سب سے بڑھ کر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے تھے اور سب سے بڑھ کر اللہ کے دین کو سمجھنے والے تھے اور

سب سے بڑھ کر اللہ کی کتاب کے قاری تھے اور ان سب سے بڑھ کر حلال و حرام کی معرفت رکھنے والے تھے۔ اور علی علیہ السلام ہی حدیث غدیر خم کے مطابق صاحب ولایت تھے۔ علی علیہ السلام ہی کے بارے میں نبیؐ نے فرمایا:"تیری نسبت مجھ سے وہی ہے کہ جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، طائف والے دن کے نمایاں ترین فر د وہی تھے اور علی علیہ السلام ہی اللہ تعالی اور اسکے رسولؐ کے نزدیک سب سے بڑھ کر محبوب تھے۔ علی علیہ السلام ہی تھے کہ جنکا دروازہ مسجد کی طرف کھلا رہا جبکہ لوگوں کے تمام دروازے مسجد کی طرف بند کردئیے گئے خیبر کے دن علمبردار علی علیہ السلام ہی تھے۔ اور عمر و ابن عبدوُد کو للکارنے والے علی علیہ السلام ہی تھے اور جب رسول اللہؐ نے مسلمانوں کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم فرمایا تو علی علیہ السلام ہی رسول اللہؐ کے بھائی بنے یہ بہت بڑی عطا ہے۔"یطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا و یتما و اسیرا" کا مصداق علی علیہ السلام ہی ہیں۔ علی علیہ السلام ہی سیدہ النسا العالمین اور سیدۃ النساء اھل جنت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا کے شوہر نامدار ہیں۔

علی علیہ السلام ہی حضرت خدیجہ علیھا السلام کے داماد اور رسول اللہؐ کے اس چچا علیہ السلام کے فرزندؑ ہیں کہ جو رسول اللہ کے مربی اور کفیل تھے۔ علی علیہ السلام نے آپ کی نصر ت اور جہاں میں ابو طالبؑ کے فرزند ہونے کا حق ادا کیا۔ مباہلہ کے دن علی علیہ السلام ہی نفس رسولؐ تھے۔ علی علیہ السلام ہی وہ ہستی ہیں کہ جن سے پوچھے بغیر ابو بکر اور عمر بھی کوئی فیصلہ نہ کرتے تھے اور جسے آپؑ ناپسند فرماتے تھے وہ اسے رد کردیتے تھے۔ عمر کی بنائی گئی شوریٰ میں بنو ہاشمؑ میں سے فقط آپؑ ہی شامل تھے۔ زندگی کی قسم! اگر اصحاب چاہتے تو ان دونوں کے مقابلے میں علی علیہ السلام کا دفاع کرسکتے تھے جیساکہ عباس نے کیا۔

اور جہاں تک تمہار اعباس کو علی علیہ السلام پر مقدم جاننے کی بات ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:"کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کو آباد کرنے والے کو اس جیسا سمجھا ہے کہ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ کے نزدیک تو یہ برابر نہیں ہیں اللہ کی قسم! امیر المومنین علی علیہ السلام کے مناقب و فضائل اور قرآن میں آپؑ کی شان کی تفسیر کرنے والی آیات میں سے کوئی ایک بھی تم میں سے کسی یا کسی اور یا آپؑ کی اھل بیعتؑ میں ہوتی تو یقینا وہ بھی خلافت کا اھل ہوتا اور اپنی اس فضیلت کے سبب باقی تمام اصحاب رسول پر اس خلعت کو زیب تن کرنے کے لیے مقدم ہوتا۔ پھر جب حالات میں تھوڑی بہتر ی آئی اور علی علیہ السلام نے مسلمانوں کے امور کی باگ دوڑ سنبھالی تو بنی ہاشمؑ میں سے فقط عبداللہ بن عباس کے حق کی تعظیم کرتے ہوئے کسی اور کو بھی امور سلطنت میں مددگار نہ بنایا علی علیہ السلام نے صلہ رحمی اور اس پر اعتماد کیا مگر عباس عبداللہ نے جو کیا اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے پھر ہم اور وہ سب ایک ہی ساتھ رہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے امر خلافت ہمارے سپرد کیامگر ہم نے انکو خوف زدہ کیا اور ہم نے ان پر زندگی تنگ کردی اور ہم نے بنی امیہ سے بھی بڑھ کر ان کا قتل عام کیا۔ افسو س ہے تم پر بنی امیہ نے تو انمیں سے فقط اس کو قتل کیا کہ جس نے انکے خلاف تلوار اُٹھائی جبکہ ہم بنی عباس نے تو ان سب کو قتل کیا ہے یقینا بنی ہاشم کی بڑی تعداد پوچھے گی کہ انھیں کس جرم میں قتل کیا گیا یقینا وہ تمام جانیں بھی سوال کریں گی کہ جنھیں دجلہ اور فرات میں بہادیا گیا اور وہ جانیں بھی سوال کریں گی کہ جنھیں بغداد اورکوفہ میں زندہ دفن کردیا

گیا۔ بہت بڑاظلم ہوا جس نے بھی ذرہ برابر نیکی کی ہے اسکی جزا پائے گا اور جس کسی نے بھی ذرہ برابر برائی کی ہے اسکی سزا بھگتے گا۔

اور جہاں تک تم نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی بیعت میں مامون کی بصیر ت کے بارے میں سوالات کا ذکر کیا ہے تو مامون نے ابو الحسن علیہ السلام کی بیعت آپؑ کے معاملے میں پوری بصیرت کے بعد کی ہے مامون جانتا ہے کہ اس نے آپؑ سے بڑھ کر واضح فضل رکھنے والے اور آپؑ سے بڑھ کر کسی صاحب تقویٰ کو پیچھے نہ چھوڑا ہے۔

کوئی بھی شخص دنیا میں ابو الحسن علیہ السلام سے بڑ ھ کر زاہد نہ ہے اور نہ ہی کوئی ان سے بڑھ کر خاص و عام میں محبوب ہے۔ اللہ کی ذات کے بارے میں ان سے بڑھ کر زیادہ ایمان رکھنے والا کوئی نہ ہے۔ آپؑ کی بیعت یقینا رب عزوجل کی وحی کے عین موافق ہے۔ میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے مگر اللہ کی اطاعت میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو ہرگز نہ پایا ہے۔ مجھے زندگی کی قسم اگر میری بیعت محبت کی بنا پر ہوتی تو یقینا میرا بیٹا عباس اور میرے باقی سارے بیٹے مجھے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں کی زیادہ روشنی ہیں مگر میں نے تو اس امر کو پورا کیا ہے کہ جسے اللہ پورا کرنا چاہتا ہے اور میرے امر کو اللہ کے امر پر ہرگز سبقت حاصل نہ ہے۔ اور جہاں تک تم نے میری حکومت کو تمہاری طرف سے بغاوت سے بچانے کی بات ہے تو مجھے زندگی کی قسم! تمہاری طرف سے یہ سب اس کے بلبلوتے پر ہے۔ جب اللہ نے اسے (امین) کو ہلا ک کردیا تم غلام بن کر بکھر جاؤ گے ابن ابی خالد نعیم بن خازم، اس دیہاتی کی طرح اور ابن شکلہ کی طرح۔ پھر نہ بھی ہے کہ اللہ کی قسم جس کسی نے بھی میری مخالفت میں تلوار اٹھائی گرچہ میری طبیعت وطرز حیات عفوودرگزر ہے مگر میں تم میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑوں گا۔ کیونکہ تم میں سے ہر ایک اپنی جگہ قتل کیے جانے کے قابل ہے اور جہاں تک تم نے میری طرف سے عباس کی بیعت کیے جانے کا مطالبہ کیا ہے تو کیا تم چاہتے ہو کہ میں گھٹیا کے ذریعے افضل کو تبدیل کردوں۔

ویل ہو تم پر عباس کم عمر لڑکا ہے ابھی تک تو وہ بالغ ہی نہیں ہوا ہے وہ تو تنہا چل بھی نہیں سکتا ہے۔ اسے مختلف تجربات حاصل نہ ہوئے ہیں۔ عورتیں اسکی پرورش کرتی ہیں اور کنیزیں اسکی کفالت کرتی ہیں۔ پھر یہ کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ بھی نہیں رکھتا ہے اور حرام و حلال کی اتنی معرفت بھی نہیں رکھتا ہے کہ جتنی عوام کو حاصل ہے۔ اس کے ذریعے لوگوں پر حجت قائم نہیں کی جاسکتی ہے۔ میں اسے اھل بنانا چاہوں تو مجھے پہلے اسے مختلف تجربات سے گزارنا ہوگااور اسے دین کی سمجھ بوجھ دینا ہوگی اور اسے دنیا میں ایک زاہد و عادل امیر کے درجہ پر فائز ہونے کے لیے کافی تیار کرنا پڑے گا۔ پس تم اس معاملے میں زیادہ گفتگو سے پرہیز کرو۔ میری زبان چند امور میں بہت محذدن ہے اور اگر میں پردے چاک کردوں تو بڑوں بڑوں کے کچے چھٹے باہر آجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے امر کو مکمل کیا ہے اور اپنے اس دن کا فیصلہ سنا دیا ہے۔

البتہ اگر تم پردہ پوشی پر راضی نہیں ہو اور بال کی کھال نوچنے پر ہی تل گئے ہو تو رشید نے مجھے اپنے آباؤ اجداد کے بارے میں بتایا تھا اور اسکے بارے میں کہ جو اس نے ھکومت وغیرہ کی کتابوں میں پایا ہے وہ یہ ہے کہ بنی عباس میں سے ساتواں وہ ہوگا کہ جس کے بعد بنی عباس کی حکومت قائم نہ رہ پائے گی فقط اسی ہی کی زندگی میں نعمت ان لوگوں پر نعیشب ہوگی پس جب میں نے دنیا کو الوداع کہا تو نعمت بھی تمہیں الوداع کہہ دے گی۔

اور جب تم مجھے نہ پاؤ گے تو تم معفل جیسے کی تلاش کروگے مگر تلوار ہی تمہارے لیے بہترین اصلاح آور ہوگی تمہیں سفیانی اور قائم المہدی کے وقت پتہ چلے گا کہ مہدی قائمؑ حق کے ساتھ تمہارے خون بہائے گا۔

اور جو تم نے علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام کی بیعت کے بارے میں اس کے بعد بھی کہ وہ بذات خود اس کے لائق ہیں اور میں نے بھی انہیں منتخب کیا ہے ارادہ بنایا ہے اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہارے خون پانی کی طرح بہاؤں گا تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ جو میں نے آل ابی طالب علیہا السلام کے اکرام میں اختیار کیا ہے تم کیا سمجھتے ہو کہ میں اس امر خلافت کی عاقبت اور متفت انہیں سوپنا چاہتا ہوں حالانکہ میں تو تمہاری تدبیر میں مصروف ہوں۔ میری نگاہ تو تمہاری اولاد و آئندہ آنے والی نسلوں کے مستقبل پر ہیں۔ تم لوگ تو سست اور اندھیروں میں اندھے ہوکر بھٹک رہے ہو تمہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے تم پر نعمتوں کے مصیبتوں میں تبدیل ہونے اور نعمتوں کے دھیر ے دھیرے چھن جانے کا احساس ہی نہیں ہے تمہارا ھم و غم شام کے وقت سوار ی کرتا اور ہر وقت نشے میں دھت رہنا ہے۔

تم لوگ گناہوں کی دلدل میں دھنسے جارہے ہو اور باجوں کے ساتھ ہجڑوں اور عورتوں کا تماشا دیکھنے کو ہی رعب و دبدبہ سمجھتے ہو۔ تم میں سے کسی کو بھی اصلاح معیشت کی کوئی فکر نہ ہے اور نہ ہی نعمت کے دائمی ہونے کے لیے جستجو کا غم ہے۔ تمہیں تو ظاہری رکھ رکھاؤ اور بہترین کسب معیشت کا پتہ ہی نہیں ہے۔ تمہیں نیکی کی فکر ہی نہیں ہے کہ جس کے ذریعے تم قیامت کے دن سربلند کرسکو کہ جب نہ مال کام آئے گا اور نہ ہی اولاد ماسوائے اس نیکی کے کہ جو قلب سلیم کے ساتھ کی گئی ہوگی۔ تم نے نماز ترک کردی ہے مشہوات کے پیروکار ہوگئے تم نے لذتوں کو اپنے سر پر سوار کردیا ہے۔ تم کو عنقریب گڑھے میں ڈال دیا جائے گا۔ اللہ کی قسم! تمہارے بارے میں تم سے زیادہ میں فکرمند ہوں۔

اور جہاں تک تم نے ابوالحسن علیہ السلام میں ان دس 10چیزوں کا ذکر کیا ہے تو مجھے زندگی کی قسم یہی تو وہ ہے کہ جس کے ذریعے مجھے پل صراط کو عبور کرنے اور فزع اکبر کے دن خوف سے نجات کی امید ہے۔ میرا نہیں گمان کہ میں نے اس بیعت سے زیادہ کوئی نیک کام کیا ہو ماسوائے اس کے کہ میں آپؑ جیسے کی اسی طرح دوبارہ بیعت کروں اور یہ میرا نصیب کہاں ہے۔ میں یہ سعادت تمہیں بھی دینا چاہتا ہوں۔ جہاں تک تمہارا یہ کہنا ہے کہ میں نے اپنے اور تمہارے آباؤ اجداد کی آراء کو ٹھکرا دیا ہے تو قریش کے مشرکین بھی ایسا ہی کہتے تھے کہ ہم نے اپنے آباء اجداد کو ایک طریقہ پر پایا ہم ان ہی کے آثار کی پیروی کرنے والے ہیں۔ ویل ہو تمہارے لیے کہ دین آباؤ اجداد سے نہیں لیا جاتا۔ خود سمجھ بوجھ حاصل کر اور اپنی آراء کے بارے میں عقل استعمال کرو۔

جہاں تک تم نے مجھے مجوس کی سیاست کا طعنہ دیا ہے تو تم ا س بارے میں اپنی ناک کی فکر کرو خواہ تمہارے ساتھ بندر اور خنزیر ہی سیاست کریں تمہاری مراد امیر کے علاوہ کوئی اور نہیں ہونا چاہیے۔ زندگی کی قسم! وہ لوگ تو یقینا مجوس تھے مگر ہمارے آباء اجداد اور مہات کی طرح اسلام لائے ہیں البتہ انہوں نے قدیماً اسلام قبول کیا تھا وہ مجوس ہی ہیں کہ جو اسلام لائے ہیں اور تم مسلمان ہو کہ جو مرتد ہوچکے ہو۔ پس وہ مجوسی کہ جو اسلام لائے اس مسلمان سے بہتر ہے کہ جو مرتد ہوجائے۔ وہ تو ایک دوسرے کو برائی سے روکتے تھے اور ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور ایک دوسرے کو بھلائی

کے قریب کرتے تھے اور برائی سے دور کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کے حرم کی حفاظت کرتے تھے وہ شرک اور اهل شرک کی کمر توڑنے کو فخر جانتے تھے اور اسلام اور اهل اسلام کو شر سے دور کرنے میں کوشاں تھے۔ پس انمیں سے کچھ گز رگئے اور کچھ اپنے وعدے کے منتظر ہیں۔

پس انکا تو کوئی بھی نعم البدل نہیں ہوسکتا ہے۔ تم میں سے ہر کوئی اپنی ہی ذات میں مصروف ہے اور اپنی عقل اور تدبیر میں کوتاہ ہے۔ تم یا تو گانا گانے والے ہو یا دف بجانے والے ہو یا پھر بین پھونکنے والے ہو۔

اللہ کی قسم وہ بنی امیه که جنہیں تم نے کل قتل کیا تھا دوبارہ نشر ہوجائیں اور ان سے کہا جائے که دوبارہ جنگ کروتو وہ اخلاق و شعار میں تم سے بڑھ کر ہونگے اور تم ان پر غلبه نه پاسکو گے۔ تمہیں کوئی خوف خدا نہیں ہے۔ پس وہ شخص اپنی ناک کا خیا ل کیسے کرسکتا ہے که جو رات بھر جماع کرے اور صبح کو نشه میں مست بے سدھ پڑا ہو اور وہ سمجھ رہا ہو که اس نے انتہا کی تعریف کما لی ہے۔

جسکا پیٹ اور شرمگاہ اپنی شہوت کو پانے میں ہزار نبی مرسلؑ یا مقرب فرشتوں کے قتل کی پرواہ نه کرتا ہو اور جس کے نزدیک لوگوں میں سے محبوب ترین وہ ہو که جو اس کے لیے گناہ کو سنوار کر پیش کرے جسکی اولاد فحاشی میں گھری ہو اور جسے احوال دگرگوں ہوں پس اگر اب بھی میں تمہیں نه دھمکاؤں اور تمہاری برائیوں اور فضولیات پر تمیں لعنت نه کروں تو بھی تم اپنی زبانوں کے عذاب سے محفوظ نہیں ہو۔ سنبھل جاؤورنه غیر تم پر لوہاٹھونکے گا۔

پانچویں فصل
آپؑ کی مدح کے بارے میں ہے

شیخ صدوق نے عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ ہارون بن عبداللہ مہلبی سے روایت کی ہے ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی ولی عہدی کی بیعت ہوجانے کے بعد جب آپؑ کی خدمت میں ابراہیم بن عباس اور دعبل بن علی خزاعی حاضر ہوئے تو دعبل اور ابراہیم بن عباس نے آپؑ کی شان میں قصیدے لکھے تو آپؑ نے ان دونوں کو اپنے نام والے بیس ہزار درہم بخش فرمائے کہ جو مامون نے اس وقت نئے بنوائے تھے۔

جہاں تک دعبل کی بات ہے تو اس کے حصے میں دس ہزار10000درہم آئے کہ جو وہ لے کر قم چلا گیا اور اس نے ہر درہم کو دس درہموں کے بدلے فروخت کیا تو اسے ایک لاکھ درہم وصول ہوئے اور البتہ ابراہیم نے اپنے حصے کے دراھم میں سے کچھ بعض دوستوں کو ہدیہ دیا اور باقی کچھ اپنے اھل خانہ میں تقسیم کیے مگر پھر بھی اپنے پاس بچا کر رکھے یہانتک کہ وہ فوت ہوگیا۔ پس اسکی تجہیز و تکفین کا سامان انہی درہموں کے ذریعے خریدا گیا۔

اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ علی بن محمد بن سلیمان نوفلی سے روایت کی ہے کہ مامون نے جب امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام کو ولی عہد بنایا تو شعرا نے مامون کا رخ کیا پس جب وہ امام رضا علیہ السلام کی مدح سرائی کرتے تو مامون انہیں بہت مال ودولت سے نوازتا تھا۔ ابی نواس کے علاوہ تمام شعرا نے اپنے اشعار میں مامون کی رائے کو بہت سراہا البتہ ابو نواس نہ تو اس کے پاس گیااور نہ ہی اس نے آپکیؑ مدح سرائی کی۔

ایک روز جب وہ مامون کے ہاں داخل ہوا تو مامون نے اس سے کہا:"اے ابو نواس تو میرے نزدیک علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام کی منزلت سے بخوبی واقف ہے اور اچھی طرح جانتا ہے کہ میں آپؑ کی کتنی تعظیم کرتا ہوں تو پھر توآپؑ کی مدح سرائی میں تاخیر سے کام کیوں لے رہا ہے۔ جبکہ تو اپنے زمانے کا بہترین شاعر ہے کہ جو صدیوں میں ایک ہوتا ہے۔

تو اس نے فی البدی کہا:

" تو مجھے لوگوں میں کلام کے فنون میں ماہر کہتا ہے

مگر تمہارے پاس بھی کلام کاجوہر موجود ہے

میں نے علی ابن موسیٰ علیہا السلام کی مدح سرائی ترک نہ کی ہے

انمیں تو تمام صفات جمع ہیں۔

مگر میں نے خود سے کہا میں اس امامؑ کی مداح سرائی کروں

کہ جسکے باپؑ کا خادم جبرائیل تھا

تو مامون نے کہا:"بہت خوب" اور اس نے باقی تمام شعرا سے زیادہ انعام دیا اور اسے باقی تمام شعرا پر فضیلت دی۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن یحیئ فارسی سے روایت کی ہے کہ ایک دن ابو نواس نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی زیارت کی کہ آپؑ سے مامون سے اٹھ کر اپنے خچرپر سوار ہو کر تشریف لارہے تھے تو وہ آپؑ کے قریب گیا اور اس نے آپؑ کو سلام عرض کیا اور عرض کی:"اے رسول اللہؐ کے فرزند! میں نے آپؑ کی مداح سرائی میں کچھ اشعار کہنے کا شرف حاصل کیا ہے چاہتا ہوں کہ آپؑ کے گوش گزار کروں"

آپؑ نے فرمایا:"سناؤ"

تو اس نے عرض کی:

(1) ایسے پاکیزہ کے جن کے لباس بھی خالص وطاہر ہیں

انکا جہاں بھی ذکر ہو ان پر درود بھیجنا واجب ہوتا ہے۔

(2) جسکا نسب علوی نہ ہوتا ہو

اس کے لیے قدیم زمانے سے کوئی فخر نہیں ہے۔

(3) جب اللہ نے اپنی مخلوق کی خلقت کی ابتدا کی

تب ہی اس نے تمہیں خالص و پاکیزہ بنایا اور بشر پر اصطفیٰ کیا

(4) پس آپ حضراتؑ ہی ملااعلیٰ ہیں اور آپؑ ہی کے پاس کتاب کا علم اور جو کچھ سورتیں لے کر آئیں ہے۔

تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"تو نے ہمیں وہ اشعار سنائے ہیں کہ جنمیں تم پر کوئی سبقت حاصل نہ کرسکتا ہے پھر آپؑ نے فرمایا:

اے غلام! کیا تمہارے پاس ہمارے زاد راہ کے طور پر کچھ مال ہے؟ تو اس نے کہا:"تین سو300دینار ہیں۔ آپؑ نے فرمایا:"وہ سب اسے دے دو" پھر آپؑ نے فرمایا:"اے غلام! ہوسکتا ہے کہ وہ انہیں کم سمجھے یہ خچر بھی اسے دے دو"

201ہجری میں اسحق بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ نے لوگوں کو اپنی اقتدا میں حج کرایا اور اس نے مامون کے لیے اور مامون کے بعد بطور ولی عہد علی بن موسیٰ الرضا علیہا السلام کے لیے دعا کی۔ تب اسے حمدویہ بن علی بی عیسیٰ بن ہامان نے ذلیل کرنے کی کوشش کی تو اسحق نے سیاہ رنگ کا کپڑا پہننے کے لیے مانگا مگر اسے نہ مل سکا تو اس نے علم کے فریرے کو ہی پھن لیا اور اس نے کہا:"اے لوگو! جس کا مجھے حکم ملا تھا میں نے تم تک پہنچا دیا۔ مجھے امیر مامون اور فضل بن سہل کے حکم کے علاوہ کسی چیز کی معرفت نہ ہے۔پھر وہ منبر سے نیچے اُتر گیا۔

ایک دن عبداللہ بن مطرف بن ہامان مامون کے پاس گیا تو اس کے پاس امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام موجود تھے تو مامون نے اس سے کہا: ”تم اہل بیتؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟“ تو عبداللہ نے کہا: ”میں کیا کہنے کی جرات کرسکتا ہوں اس طنیت کے بارے میں کہ جو رسالت کے پانی سے گوندھی گئی ہو اور اس پودے کے بارے میں کہ جسیوحی کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو“

تو مامون نے ایک صندوقچی منگوائی کہ جسمیں جواہرت تھے اس نے اسکا منہ موتیوں سے بھر دیا“

صدوق نے عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن یحییٰ صولی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو العباس محمد بن یزید المبرد کو کہتے سنا کہ ابو نواس ایک دن اپنے گھر سے باہر نکلا تو اس نے ایک سوار کو دیکھا کہ جسکا چہرہ دکھائی نہ دیا۔ اس نے اس کے بارے میں سوال کیا تو کہا گیا کہ وہ علی بن موسیٰ الرضا علیہا السلام ہیں تو اس نے شعر کہا:

جب آنکھ دور سے آپؑ کو دیکھے اور آپؑ کے ہونے کا شک ہو تو دل تصدیق کرتا ہے۔

اگر کسی قوم نے آپؑ کو امامؑ مانا ہے تو یقینا آپؑ کی خوشبو نے انکی قیادت کی ہے یہانتک کہ آپؑ سواری سے بھی پتہ چل جاتا ہے۔

مجالس میں شیخ طوسی نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن کثیر سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ابو نوا س حسن بن ھانی کی مرض الموت میں اسکی عبادت کے لیے گئے تو عیسیٰ بن موسیٰ ھاشمی نے اس سے کہا: ”اے ابو علی! تو اس وقت دنیا کے آخری دن اور ایام آخرت کے پہلے دن میں ہو تمہارے اور اللہ کے درمیان تمہارے گناہ حائل ہونگے پس تم اللہ کے حضور توبہ کرو“

ابو نواس نے کہا: ”مجھے سہارا دوجب وہ سیدھا ہوکر بیٹھا تو اس نے کہا: ”تم مجھے اللہ سے خوف دلاتے ہو جبکہ مجھے حماد بن سلمۃ نے بیان کیا ثابت البنانی سے، اس نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر نبیؑ کو شفاعت کا حق ہوتا ہے اور میں اپنی شفاعت قیامت کے دن میری امت کے گناہان کبیرہ والوں کے لیے خاص کرتا ہوں“ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں انمیں سے نہیں ہوں گا؟“

شیخ صدوق نے الکمال اور عیون میں اپنی سند کے ساتھ عبدالسلام بن صالح الھردی سے روایت کی ہے کہ دعبل بن علی الخزاعی ابو الحسن علی ابن موسی الرضا علیہا السلام کی خدمت میں مرو کے مقام پر حاضرہوا اور اس نے آپ سے عرض کی اے رسول کے فرزندؐ! میں نے آپ حضرات علیھم السلام کے بارے میں ایک قصیدہ لکھا ہے اور میں نے خود کو قسم دی ہے کہ آپؑ سے پہلے کسی کو نہ سناؤں گا“

تو آپ نے فرمایا: ”وہ قصیدہ سناؤ“

تو اس نے سنانا شروع کیا: شعر

میں نے انکے مال کو دوسروں میں تقسیم دیکھا ہے

اور جنکا مال تھا انکے ہاتھ خالی ہیں

ابو الحسن علیہ السلام رونے لگے اور اس سے فرمایا: ”اے خزاعی تو نے سچ کہا۔

جب دعبل اپنے اس شعر پر پہنچا۔ شعر

میں دنیا میں اور اسکی کوشش کے دنوں میں خوف زدہ ہوں اور مجھے میری وفات کے بعد یقینا امن کی امید ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ”اللہ تمہیں فزع الاکبر کے دن (قیامت کے دن) امن عطا فرمائے“ اور جب وہ اپنے شعر پر پہنچا۔ شعر

اور بغداد میں نفس زکیہ کی قبر ہے

کہ جسے اللہ نے اپنی رحمت کا گھر قرار دیا ہے

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:”کیا میں تمہیں اس مقام پر دو شعر ملحق کردوں کہ جس سے تمہارا قصیدہ مکمل ہوجائے گا؟“

دعبل نے عرض کی:”ضرور۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزندؑ“

تو امام علیہ السلام نے فرمایا:”شعر

1 اور ایک قبر طوس میں ہے کہ جسکی مصیبت کا کیا کہنا؟

کہ جسکا غم دل و جگر کو راکھ کرنے والا ہے

2 یہ حالت حشر تک ہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ قائم کو معبوث کرے گا

کہ جو ہم سے دکھ و درد کو دور کرے گا

تو دعبل نے عرض کی:”اے رسول اللہ ﷺ کے فرزندؑ! وہ قبر کہ جو طوس میں ہے وہ کس کی ہے؟“

تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:”وہ میری قبر ہے تھوڑے دنوں اور راتوں کے بعد طوس میرے شیعوں اور زائرین کی طواف گاہ بن جائے گا خبردار رہو کہ جس نے بھی میری غربت میں طوس آکر میری زیارت کی وہ قیامت کے دن مغفور اور میرے درجے میں میرے ساتھ ہوگا“

پھر جب دعبل اپنا قصیدہ سنانے سے فارغ ہوا تو امام رضا علیہ السلام اٹھے اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ پر ہی رہے اور امام رضا علیہ السلام گھر کے اندر تشریف لے گئے جب تھوڑی دیر گزری تو خادم باہر آیا اور اس نے اسے ایک سو رضوی دینار دیئے اور دعبل سے کہا:”میرے آقاؑ تم سے فرماتے ہیں کہ اسے اپنے زاد راہ میں شامل کرے۔

تو دعبل نے کہا:”اللہ کی قسم! میں اس لیے حاضر نہ ہوا تھا اور میں نے یہ قصیدہ کسی انعام کے لالچ میں نہیں کیا ہے اور اس نے دیناروں والی تھیلی واپس کردی اور اس نے امام رضا علیہ السلام کے لباس کے کپڑوں میں کپڑے کا سوال کیا تاکہ اسے بطور تبرک اپنے لیے باعث شرف بنا سکے۔ تو امام رضا علیہ السلام نے اسے خز کا جبہ اس تھیلی کے ساتھ بیعی اور خادم سے فرمایا: اسے کہو:”تمہارا آقاؑ تم سے فرماتے ہیں۔ اس تھیلی کو لے لو کہ عنقریب تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی اور اسے واپس مت کرو“

پس دعبل نے وہ جبہ تھیلی لی اور واپس چلا گیا۔

اور دعبل نے مرو سے جانے والے ایک قافلے کے ساتھ سفر شروع کردیا جب وہ میاں قوھان کے مقام پر پہنچا تو راہزنوں نے ان پر حملہ کیا اور پورے قافلے کو لو ٹ لیا اور قافلے والوں کو باندھ دیا۔ انمیں دعبل بھی شامل تھا۔ راہزنوں نے پورے قافلے کا سامان اکھٹا کیا اور آپس میں بانٹنے لگے تو انمیں سے ایک شخص نے دعبل کے قصیدے میں سے ایک شعر مثال کے طور پر پڑھا۔

شعر

میں انکے مال کو دوسروں میں تقسیم دیکھتا ہوں

اور جنکا مال ہے وہ خالی ہاتھ ہیں

دعبل نے یہ شعر سنا تو اس سے کہا:"یہ کس کا شعر ہے؟"

اس شخص نے کہا:"خزاعۃ کے ایک شخص کا کہ جسے دعبل بن علی کہا جاتا ہے" تو دعبل نے اس سے کہا:"میں ہی دعبل ہوں کہ جس نے اس قصیدہ کو لکھا ہے اور اس کا یہ شعر ہے"

پس وہ شخص اپنے سردار کے پاس گیا کہ جو ایک ٹیلے پر نماز پڑھ رہا تھا اور وہ شیعہ تھا۔ اور اسے دعبل کے بارے میں بتایا تو وہ خود ہی آیا اور دعبل کے سامنے کھڑا ہوگیا اور اس سے کہا:"تم دعبل ہو؟"

اس نے کہا:"جی ہاں" تو اس نے اسے کہا:"قصیدہ سناؤ"

دعبل نے قصیدہ سنایا تو اسکے لکھنے والے نے لکھ لیا اور دیگر قافلے والوں نے بھی لکھ لیا۔ اور راہزنوں کے اس سردار نے قافلے والوں سے چھینا گیا تمام سامان انہیں واپس کردیا اور یہ سب دعبل کی تعظیم کے طور پر کیا۔

دعبل نے سفر جاری رکھا یہانتک کہ قم پہنچ گیا تو اھل قم نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ قصیدہ سنائے تو اس نے انہیں کہا کہ سب جامع مسجد میں جمع ہوجائیں جب لوگ جمع ہوگئے تو وہ منبر پر گیا اور انہیں قصیدہ سنایا تو لوگوں نے اسے انعام کے طور پر مال کثیر اور خلعتیں دیں۔

لوگوں کو جبہ کی خبر پہنچی تو انہوں نے دعبل سے مطالبہ کیا کہ وہ اس جبے کو ایک ہزار دینار کے عوض انہیں بیچ دے مگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ لوگوں نے اس سے کہا:"ہمیں اسکی جبہ میں تھوڑا ساکپڑا ہی ایک ہزار دینا کے عوض دے دو مگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ اور قم سے نکل پڑا جب وہ شہر کی حدود

سے باہر نکلا تو عرب نوجوانوں کا ایک گروہ نے اسے جا لیا اور انہوں نے اس سے جبہ چھین لیا۔ پس دعبل قم واپس گیا اور ان سے جبہ کی واپسی کا مطالبہ کیا نوجوانوں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا اور بڑوں نے بھی اس کی بات نہ مانی اور انہوں نے دعبل سے کہا:"تمہیں جبہ تو کسی صورت نہیں مل سکتا ہے البتہ تم اسکی قیمت کے طور پر ایک ہزار دینار لے لو" مگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کردیا پس جب وہ ان سے جبہ کی واپسی کے بارے میں مایوس ہوگیا تو اس نے ان سے سوال کیا کہ وہ اس جبہ میں سے کچھ کپڑا ہی اسے واپس کردیں۔ تو انہوں نے اس کی یہ بات قبول کرلی اور اسے جبہ میں سے کچھ کپڑا دیا اور باقی جبہ کی

قیمت کے طور پر اسے ایک ہزار دینا ر بھی دئیے۔ دعبل اپنے وطن واپس چلا گیا تو اس نے وہاں جاکر دیکھا کہ چوروں نے اسکے گھر کا اچھی طرح صفایا کردیا تھا۔ پس اس نے ان دیناروں کو بیچنا چاہا کہ جو اسے امام رضا علیه السلام نے عطا فرمائے تھے تو شیعه اسکے پاس آئے اور انھوں نے اسے ہر دینار کے بدلے ایک سو درھم دئیے تو اس طرح اسکے ہاتھ دس ہزار درھم وصول ہوئے تو اسے امام رضا علیه السلام کا فرمان یاد آیا که عنقریب تمہیں انکی ضرورت ہوگی اسکی ایک کنیزتھی که جسکا اسکے دل میں بہت مقام تھا تو اسکی آنکھیں شدید خراب ہوگئیں اس نے طبیبوں کو دکھایا۔ جب انھوں نے اسکی آنکھیں دیکھی تو اس سے کہا:"دائیں آنکھ کے بارے میں ہم کچھ نہیں کرسکتے که وہ ختم ہوگئی ہے۔

البته بائیں آنکھ کا ہم علاج کرتے ہیں اور پوری کوشش کرتے ہیں ہمیں امید ہے که وہ ٹھیک ہو جائے گی۔

دعبل کو بہت غم ہوا اور اس پر اس نے بہت آنسو بہائے پھر اسے امامؑ کے بافضیلت جبه میں سے جو اسکے پاس تھا وہ یاد آیا تو اس نے اس کپڑے کو اس کنیز کی آنکھوں پر مسح کیا اور رات کو اس کے ساتھ باندھ دیا تو جب صبح اس نے کھول کر دیکھا تو امام رضا علیه السلام کے جبه کی کپڑے کے سبب وہ ٹھیک ہوچکی تھی۔

مجالس میں شیخ طوسی نے ابو الفتح ھلال بن محمد بن جعفر حفار سے روایت کی ہے که ہمیں بیان کیا ابو القاسم اسماعیل بن علی بن علی دعبلی نے، اس نے کہا که مجھے بیان کیا ابو الحسن علی بن علی بن دعبل بن زین بن عثمان بن عبدالرحمن بن عبدالله بن بدبل بن ورقاء جو دعبل بن علی کا بھائی تھا نے بغداد میں 273ہجری میں۔

اس نے کہا که 198 ھ ق میں میرے آقا ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضا علیه السلام طوس میں تھے اور بصرہ کے راستے ہم بھی وہاں چل پڑے ہمارا سامنا راستے میں عبدالرحمن بن مہدی سے ہوا که جو بیمار تھا پس ہم اسکی تیمار داری کے لیے کچھ دن رک گئے عبدالرحمن بن مہدی فوت ہوگیا اور ہم نے اسکی جنازہ میں شرکت کی اس پر اسماعیل بن جعفر نے نماز جنازہ پڑھائی اور میں اور میرا بھائی دعبل ہم اپنے آقاؑ کی طرف چل پڑے اور ہم امامؑ کے پاس 200ہجری کے آخر تک رہے اور اس کے بعد که امامؑ نے میرے بھائی تو خز کی ایک سبز رنگ کی قمیض ایک انگوٹھی که جسکا نگینه عقیق تھا اور کچھ رضوی درھم عطا فرمائے اور فرمایا:"اے دعبل! قم جاؤ که تمہیں ان درھموں سے فائدہ ہوگاُ اور فرمایا: اس قمیض کی حفاظت کرنے که میں نے اس قمیض میں پوری ہزار راتوں میں ہر رات ایک ہزار رکعت نماز پڑھی ہے اور میں نے اس قمیض میں

قرآن کے ایک ہزار ختم کیے ہیں"

شیخ صدوق نے عیون اور اکما ل الدین میں احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی سے، اس نے کہا که ہمیں بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، اپنے باپ سے، اس نے عبدالسلام بن صالح الھروی سے اس نے کہا که میں نے دعبل بن علی خزاعی کو کہتے سنا که جب میں نے امام رضا علیه السلام کی خدمت میں اپنا وہ قصیدہ که جسکی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے پڑھا

شعر

اللہ کی آیات کے درسگاہیں تلاوت سے خالی ہیں

وحی کے نزول کے گھر میں صحن خالی ہیں

تو جب میں نے اپنے یہ دو شعر کہے۔

شعر

1 امام کالحج خروج لامحالة طور پر ہو کر ہی رہے گا

امام لحج اللہ کے نام اور اسکی برکات کے ساتھجرییام فرمائیں گے

ہم میں ہر قسمی حق و باطل کو تمیز دیں گے

2 اور حق پر نعمت اور باطل پر مصیبت بطور جزا دیں گے

تو امام رضا علیہ السلام نے شدید گریہ فرمایا:"پھر سر اقدس اٹھا کر میری طرف دیکھا اور مجھے فرمایا:"اے خزاعی ان دو اشعار میں روح القدس تیری زبان بولتا ہے کیا تم جانتے ہو کہ وہ امامؑ کون ہوگا اور کب قیام کرئے گا؟"

میں نے عرض کی:"نہیں اے میرے مولاؑ! میں نے تو فقط آپ حضرات علیھم السلام میں سے ایک امامؑ کے خروج کا سن رکھا ہے کہ جو زمین کو فساد سے پاک کرے گا اور اسے عدل سے پُر کرے گا"

تو آپ نے فرمایا:"اے دعبل! میرے بعد امام میرا بیٹا محمدؑ ہوگا اور اسکے بعد محمدؑ کا بیٹا علیؑ ہوگا اور علیؑ کے بعد اسکا بیٹا حسنؑ ہوگا اور حسنؑ کے بعد اسکا بیٹا حجت اور قائم المنتظر لحج ہوگا۔ اسکی غیبت میں اطاعت کرنے والا اسکے ظہور میں اطاعت کرنے والے جیسا ہوگا۔ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہا تو بھی اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کردے کہ گہ وہ خروج کرے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے پُر کردے گا جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی البتہ جہاں تک انکے ظہور کے وقت کے بارے میں خبر کا تعلق ہے مجھے میرے بابا بزرگوار علیھم السلام نے اپنے بابا بزر گوار علیہ السلام سے۔ انھوں نے اپنے آباؤ اجداد علیھم السلام سے روایت کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ نبیؐ سے سوال کیا گیا:یا رسول اللہؐ! آپکی ذریت سے قائم لحج کب طہور فرمائیں گے؟" آپ نے ارشاد فرمایا:"اسکے ظہور کی مثال قیامت جیسی ہے کہ جسکے وقت کی خبر فقط اللہ تعالیٰ کو ہے"

علی بن عیسیٰ الابلی نے کتاب کشف الغمة میں ابو صلت الھروی سے روایت کی ہے کہ دعبل خزاعی مرو کے مقام پر امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کی:"اے رسول اللہ کے فرزندؐ! میں نے آپؑ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے اور میں نے خود پر قسم کھائی ہے کہ میں آپؑ سے پہلے وہ قصیدہ کسی کو نہ سناؤں گا"

تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"وہ قصیدہ سناؤ"

تو اس نے قصیدہ سنایا تو امام علیہ السلام نے اسکے قصیدے میں دو اشعار کا اضافہ فرمایا جو کچھ یوں تھے۔

اور طوس میں ایک قبر ہے کہ جسکی مصیبت کا کیا کہنا

تو دعبل نے عرض کی: ”اے رسول اللہؐ کے فرزند! طوس میں کس کی قبر ہوگی؟“

تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ”وہ میری قبر ہوگی۔ بس کچھ ہی دنوں اور سالوں کے گزرنے کی دیر ہے کہ طوس میرے شیعوں کی طواف گاہ بن جائے گا۔ پس جس کسی نے بھی میری غربت کی حالت میں میری زیارت کی وہ قیامت کے دن مغفور اور جنت میں میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا“

تب امام علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ”اپنی جگہ پر رہنا“

اور آپؑ نے دعبل کی طرف ایک تھیلی بھیجی کہ جسمیں ایک سو دینار تھے۔۔۔شیخ صدوق کی روایت میں جو گزر چکا ہے اس کے آخر تک

بحار الانوار میں علی بن یوسف بن المطر الحلی کی کتاب العدد سے روایت کیا گیا ہے کہ صاحب الاحانی نے دعبل بن علی الخزاعی کے بارے میں روایت کی ہے دعبل اپنا قصیدہ لے کر امام علی بن موسیٰ الرضا علیہا السلام کی خدمت میں خراسان حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے اسے اپنے نام والے دس ہزار درھم اور اپنی اترن میں سے ایک لباس عطا فرمایا: تو قم والوں نے دعبل کو اس لباس کے بدلے تیس ہزار درھم کی پیشکش کی مگر اس نے وہ لباس نہ بیچا تو راستے میں راہزنوں نے اس سے وہ چھین لیا۔تو اس نے ان سے کہا: ”یہ اللہ کی امامت ہے اور تم پر حرام ہے؛ پس اس نے حلف اٹھایا کہ وہ اسے ہرگز نہ بیچھے گا یا پھر اسے اسمیں سے کچھ دیا جائے کہ وہ اسے کفن میں رکھ سکے۔ تو انہوں نے اسے اتنا ٹکڑا دے دیا کہ جو کفن کے اندر رکھا جاسکتا تھا۔ ہمیشہ دعبل کی زبان مرہوب رہتی اور اسکی طنزیہ شاعری سے خلفاء کو خطرہ رہا۔

ابن المدتبر نے کہا کہ میں نے دعبل سے ملاقات کی تو میں نے اس سے کہا: ”تو نے مامون نے بارے میں بہت اچھا کہا ہے کہ جو لوگ ہرگز نہیں کہہ سکتے

تو اس نے مجھے کہا: ”اے ابو اسحق! مجھے گزشتہ چالیس سالوں سے ہمیشہ جان کا خوف ہے لازم ہے کہ مجھے پھانسی پر لٹکا یا جائے گا“

صدوق نے عیون میں ابو علی احمد بن محمد بن احمد بن ابراہیم الھرمرزی البیھتی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن داود الکبری سے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے علی بن دعبل خزاعی سے سنا کہ جب میری باپ دعبل کی وفات کا وقت قریب آیا تو اسکا چہرہ متغیر ہوگیا۔ اسکی زبان گنگ ہوگئی اور چہرہ سیاہ ہوگیا پس میں نے اپنے باپ کے مذہب کو چھوڑنے کے بارے میں سوچنا شروع کردیا۔ تو میں نے تین دنوں کے بعد نیند کی حالت میں اسے دیکھا تو اس نے سفید رنگ کا عمدہ لباس پہنا ہوا تھا اور اسکے سر پر سفید رنگ ہی کی ٹوپی تھی۔ تو میں نے اس سے کہا: ”اے باپ !!

اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا؟“

تو اس نے کہا: ”اے میرے بیٹے! یہ جو تو نے میرے چہرے کو سیاہ ہوتے دیکھا اور میری زبان کو گنگ ہوتا دیکھا وہ دنیا میں میری شراب نوشی کے سبب تھا۔ میں اسی طرح ہی رہا یہانتک کہ میں نے

رسول اللہؐ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا کہ آپ نے سفید رنگ کا لباس اور سفید رنگ ہی کی ٹوپی پہن رکھی تھی تو آپ نے فرمایا: "تو دعبل ہے؟"

میں نے عرض کی:''جی ہاں اے اللہ کے رسولؐ"

آپ نے فرمایا:"تم مجھے میری اولادؑ کے بارے میں اپنے اشعار سناؤ"

تو میں نے آپ کو سنایا۔

شعر

1 اللہ تعالیٰ تمہیں ہنسنا نصیب نہ کرے تو مسکراتا ہے

جبکہ آل احمد علیھم السلام مظلوم ہیں کہ ان پر قھر برسایا گیا ہے

انہیں انکے آبائی گھروں سے دربدر کردیا گیا ہے

2 گھر یا انہوں نے ایسا جرم کیا ہے کہ جسکی کوئی معافی نہیں ہے

تو آپ نے فرمایا:"بہت خوب" اور میری شفاعت کی اور مجھے اپنا لباس بھی عطا فرمایا اور یہ وہی لباس ہے اس نے اپنے بدن پر موجود لباس کے بارے میں اشارہ کیا۔

صدوق نے اسی کتاب ہی میں ذکر کیا ہے کہ جو کچھ دعبل کی قبر پر لکھا پایا گیا۔ میں نے ابو نصر محمد بن الحسین الکرفی الکاتب سے سنا وہ کہہ رہا تھا میں نے دعبل بن علی خزاعی کی قبر پر لکھا دیکھا۔

1 دعبل نے اللہ سے ملاقات کے دن کے لیے تیار کیا ہے

کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے

2 اس نے مخلص ہو کر یہ کہا اور اسے اس سے امید ہے کہ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا

3 اسکا مولا اللہ اور اسکا رسولؐ ہے

اور ان کے بعد وصیؑ اسکا مولاؑ ہے

چھٹی فصل

آپؑ کے آباؤ اجدادؑ اور خود آپؑ کی طرف سے اپنی شہادت کی خبر دینا

ہم نے آپؑ کے مناظروں میں وارد کیا ہے کہ صدوق نے عیون میں اپنی اسنا د کے ساتھ حسن بن جہم سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن مامون کے پاس گیا تو اسکے پاس حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام بھی موجود تھے۔فقہا اور اھل کلام جمع تھے۔ پھر راوی نے لوگوں اور مامون کی طرف سے آپ کو کیے گئے سوالات اور آپؑ کی طرف سے دئیے گئے جوابات کا ذکر کیا یہانتک کہ وہ کلام کو یہاں تک لے آیا۔ جب امام رضا علیہ السلام اٹھ کر اپنے گھر کی طرف واپس چل دئیے تو میں آپ کے گھر میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور میں نے آپؑ سے عرض کی: اے رسول اللہ ؐ کے فرزند! تمام تر حمد اس اللہ کے لیے ہے کہ جس نے امیرمامون کو آ پ کے بارے میں اچھی رائے بخشی کہ جس کے سبب میں نے اسے آپ کی تعظیم کرتے اور آپ کے قول کو قبول کرتے دیکھا ہے“

تو آپ نے فرمایا:”اے جہم کے بیٹے! تم نے اسے جو میری تعظیم کرتے اور میرے بارے میں اچھا کہتے سنا ہے اسے دھوکہ ہرگز نہ کھانا۔ عنقریب مامون مجھے زہر دے گا اور مجھ پر ظلم کرے گا۔ میں یہ سب اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام کی طرف سے دی جانے والی خبر کے ذریعے پہلے ہی جانتا ہوں کہ یہ رسول اللہؐ کا فرمان ہے۔ میرے بارے میں یہ راز جب تک میں حیات ہوں پوشیدہ رکھنا“

کو عطا فرمایا:

میں نے عرض کی:”آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟“

آپ نے فرمایا:”میرے بعد تم پر واجب ہے کہ تم میرے فرزند محمد علیہ السلام سے رجوع کرو۔ میں تو اس زمین پر سفر کے لیے جا رہا ہوں کہ جس سے میں واپس نہ آؤ ں گا۔ طوس میں ایک قبر اور بغداد میں دو قبروں کو برکت دی گئی ہے“

میں نے عرض کی:”آپ پر قربان جاؤں! بغداد میں ایک قبر کو تو ہم جانتے ہیں دوسری کونسی ہے؟“ آپ نے فرمایا:”تمہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا“ پھر فرمایا:”میری اور ہارون کی قبر یوں ہوگی“ آپ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسنا دکے ساتھ حمز بن جعفر جر جانی سے روایت کی ہے کہ مسجد الحرام کے ایک دروازے سے ہارون باہر نکلا اور دوسرے دروازے سے امام رضا علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ تو امام رضا علیہ السلام نے ہارون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:”گھر کتنا دور ہے اور طوس میں ملاقات کتنی قریب ہے اے طوس، اے طوس تو عنقریب مجھے اور اسے اکھٹا کرنے والا ہے“

حسین بن جہم نے کہا:”میں نے یہ حدیث کسی ایک کو بھی بیان نہ کی یہانتک کہ طوس میں امام رضا علیہ السلام کو قاتل زھر کے ذریعے شہید کردیا گیا اور آپ کو حمید بن قحطبہ طائی کے گھر میں موجود اس قبہ کے اندردفن کردیا گیا کہ جسمیں ایک جانب ھارون رشید عباسی کی قبر تھی“

اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ ابو صلت ہروی سے روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے اس عقیدے کی نفی میں کہ حسین علیہ السلام کو شہید نہیں کیا گیا بلکہ آپؑ کا ہمشکل مارا گیا، ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا:"اللہ کی قسم! یقینا حسین علیہ السلام شہید کردئیے گئے ہیں اور حسین علیہ السلام سے بھی افضل امیر المومنین علیہ السلام اور حسن بن علی علیہا السلام کو بھی شہید کردیا گیا ہم میں سے ہر ایک شہید ہوتا ہے۔ اور میں بھی اللہ کی قسم! میں بھی دھوکے سے دی گئی زہر کے ذریعے شہید کردیا جاؤں گا۔ جو مجھے دھوکے سے زہر دے گا میں اسے بھی جانتا ہوں کہ مجھ تک اس بارے میں خبر رسول اللہؐ کی طرف سے پہنچی ہے کہ جو آپؐ کو جبرائیلؑ نے رب العالمین کی طرف سے پہنچائی تھی"

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ ہمیں بیان کیا علی بن عبداللہ الوراق نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا ابو الحسن محمد بن جعفر کوفی الاسدی نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا حسن بن عیسیٰ خراطہ نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا جعفر بن محمد نوفلی نے، اس نے روایت کی ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ٹوپی پہن رکھی تھی۔ میں نے آپؑ کو سلام کیا پھر میں بیٹھ گیا اور میں نے عرض کی آپ پر قربان جاؤں! لوگوں کا عقیدہ ہے کہ آپ کے بابا بزرگوار علیہ السلام حیات ہیں؟"

تو آپ نے فرمایا:"اللہ ان پر لعنت کرے وہ سب جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر آپ حیات ہوتے تو آپ کی میراث تقسیم نہ ہوتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو موت کا ذائقہ عطا فرمایا ہے کہ جیسے اس نے علی ابن ابی طالب علیہا السلام

نے منیٰ یا عرفات کے مقام پر ہارون کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا:"میں اور ہارون اس طرح ہونگے" اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملایا۔ ہم نہیں جان پائے تھے کہ اس کا معنیٰ کیا ہے یہانتک کہ امام علیہ السلام کی طوس میں شہادت ہوئی اور مامون نے آپؑ کو ہارون کے پہلو میں دفن کرنے کا حکم دے دیا"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ عبدالسلام بن صالح الهروی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کو فرماتے سنا:"میں عنقریب زہر کے ساتھ مظلوم ہو کر شہید کیا جاؤں گا اور میری قبرہارون الرشید کے پہلو میں بنے گی۔ اور اللہ تعالیٰ میری قبر کو میرے شیعوں اور میری محبت رکھنے والوں کے لیے طواف گاہ بنادے گا۔ پس جو بھی میری عالم غربت میں زیارت کرے گا اس کے لیے قیامت کے دن میری زیارت واجب قرار دے دی جائے گی۔ اس ذات کی قسم کہ جس نے محمدؐ کو نبوت کے ساتھ عزت بخشی اور آپ کو تمام خلقت پر ترجیح دی تم میں سے جو بھی میری قبر کے پاس دورکعت نماز پڑھے گا وہ قیامت کے دن اللہ کی مغفرت کا مستحق ہوگا۔

اور اسی کتا ب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن ابی عباد سے روایت کی ہے کہ ایک دن مامون نے امام رضا علیہ السلام سے کہا:"ہم انشاء اللہ بغداد میں داخل ہونگے اور فلاں فلاں کام کریں گے'

تو آپ نے فرمایا:"اے امیر! بغداد میں فقط تو داخل ہوگا"

میں نے آپ کو خلوت میں عرض کیا:"میں نے ایک چیز سُنی ہے کہ جس نے مجھے مغموم کردیا ہے میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں"

تو آپ نے فرمایا:”اے ابو حسین! (آپ مجھے ہمیشه بغیر الف ولام کے کنیت کے ساتھ پکارا کرتے تھے) میں بغداد نہیں جاؤں گا میں بغداد نہیں دیکھوں گا اور نه ہی وہ مجھے دیکھ پائے گا“

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ مسافر سے روایت کی ہے که میں منیٰ کے میدان میں ابو الحسن امام رضاعلیه السلام کے ہمراہ تھا که یحییٰ بن خالد کا آل برمکه کے ساتھ گزر ہوا تو آپ نے فرمایا:”یه لوگ مسکین ہیں که انہیں معلوم ہی نہیں که ان کے ساتھ اس سال کیا ہونے والا ہے“

پھر فرمایا:”آہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے که میں اور ہارون اسطرح ہونگے۔ آپ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

مسافر نے کہا:”اللہ کی قسم! مجھے اس کا مطلب سمجھ میں نه آیا مگر جب آپ کو ہارون کے ساتھ دفن کیا گیا“

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ موسیٰ بن مہران سے روایت کی ہے که میں نے امام علی بن موسیٰ الرضا علیہا السلام کو مدینه کی مسجد میں دیکھا که جب ہارون خطبه دے رہا تھا تو آپ نے فرمایا:”کیا تم دیکھ رہے ہو که میں اور یه ایک جگه دفن ہونگے“

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ محمدبن فضل سے رویات کی ہے مجھے بتایا اس نے که جس نے امام رضا علیه السلام سے سنا که امام رضاءکسی کی صورت اور انکے شیعو ں میں سے کسی کی صور ت اختیار نہیں کرسکتا ہے۔ سچے خواب نبوت کے ستر اجزا میں سے ایک جزء ہوتے ہیں“ اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ ابو صلت عبدالسلام بن صالح الهروی سے روایت کی ہے که میں نے امام رضا علیه السلام کو فرماتے سنا: اللہ کی قسم! ہم میں سے ہر ایک قتل ہو کر شہید ہوتا ہے تو آپؑ سے عرض کیا گیا:”اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ! آپؑ کو کون شہید کرے گا؟“

آپ نے فرمایا:”میرے زمانے میں اللہ کی مخلوق کا شدید ترین فرد مجھے زہر کے ساتھ شہید کرئے گا پھر وہ مجھے ایک ادنیٰ سے گھر میں عالم غربت میں دفن کرے گا۔ پس جو بھی میری قبر کی زیارت کرے گا اللہ عزوجل اسکے نامه اعمال میں ایک لاکھ شہید، ایک لاکھ صدیق، ایک لاکھ حج و عمرہ کرنے والے اور ایک لاکھ مجاہد کا اجر لکھے گا۔ اور اسے ہمارے ساتھ محشور فرمائے گا اور وہ جنت کے اعلیٰ درجات میں ہمارے ساتھ ہوگا“

اس ذات کی قسم که جس نے محمدؐ کے بعد ہمیں عہدہ امامت کے ذریعے شرف بخشا اور عہدہ و صایت کو ہمارے ساتھ خاص فرمایا: میری قبر کے زائرین کا قافله قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے معزز و مکرم قافله ہوگا۔ جو کوئی بھی مومن میری زیارت کرے اور اس راہ میں اسکے چہرے پر ایک قطرہ پسینه آئے اللہ عزوجل اسکے جسم کو جہنم کے لیے حرام قرار دے گا۔“

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ علی بن الحسن بن علی بن فضال سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے که اهل خراسان میں سے کسی شخص نے امام ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہا السلام سے عرض کی:”اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ! میں نے خواب میں رسول اللہؐ کی زیارت کی ہے که آپ مجھے فر ما رہے تھے: ”تمہیں کیسے لگے گا که جب تمهاری زمین پر میرا ٹکڑا دفن کیا جائے گا اور تمہیں میری ایک

امانت سونپی جائے گی اور میرا ایک ستارہ تمہارے آسمان میں غروب ہوگا" تو امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا:"میں ہی تمہاری زمین میں دفن کیا جاؤں گا۔ اور میں ہی تمہارے نبیؐ کا ٹکڑا ہوں۔ میں ہی وہ امانت اور وہ ستارہ ہوں۔ سن لو! جو شخص بھی اللہ کی طرف سے واجب کردہ میرے حق اور اطاعت کی معرفت کے ساتھ میری قبر کی زیارت کرے گا قیامت کے دن میں اور میرے آباء و اجداد علیہم السلام اس کی لازم شفاعت کریں گے۔ اور جس کے ہم شفع ہونگے وہ نجات پاجائے گا خواہ اس کے گناہ جن و انس کے گناہوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں

مجھے میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ آپ کے آباؤ اجداد علیہم السلام نے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:"جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت، میرے اوصیأ، سے اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ حسن بن علی الوشاء سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"عنقریب میں مظلومیت کی حالت میں زہر کے ساتھ شہید کردیا جاؤں گا پس جو بھی میرے حق کی معرفت کے ساتھ میری قبر کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اسکے گزشتہ اور آئندہ تمام گناہ معاف فرمادے گا۔"

صدوق نے امالی اور عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ جابر بن یزید جعفی سے روایت کی ہے کہ میں نے اوصیأ کے وصیؑ اور انبیأ کے علم کے وارث حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کو فرماتے سنا کہ مجھے بیان فرمایامیرے بابا بزرگوار سید العابدین علی بن الحسین علیہا السلام نے، آپؑ نے سید اشھداء حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے، آپؑ نے سید الاوصیأ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہا السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:"عنقریب میرا ایک ٹکڑا خراسان کی زمین میں دفن ہوگا۔ جو بھی مصیبت زدہ اسکی قبر کی زیار ت کرے گا اللہ تعالیٰ اسکی مصیبت دور فرمائے گا اور جو بھی گناہگار اس کی قبر کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اسکے گناہ معاف فرمائے گا"

اور عیون میں صدوق نے اپنی سند کے ساتھ جعفر بن محمد بن عمارۃ سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے جعفر بن محمد الصادق علیہا السلام سے، آپ نے اپنے بابا بزرگوارعلیہ السلام سے، آپ نے اپنے آباء و اجداد علیہم السلام سے، ان حضرات علیہم السلام نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: عنقریب میرا ایک ٹکڑا خراسا ن کی زمین میں دفن ہوگا۔ جو کوئی مومن اس کی قبر کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اسکے لیے جنت کو واجب اور اس کے جسم پر جھنم کو حرام قرار دے گا"

اور اسی کتاب ہی میں اور امالی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ نعمان بن سعد سے روایت کی ہے کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہم السلام نے فرمایا:"عنقریب میری اولاد میں سے ایک شخص زہر ظلم کے ساتھ شہید کیا جائے گا اسکا نام میرے نام پر ہو گا۔ اور اسکے بابا بزرگوار کا نام عمران کے بیٹے موسیٰ کے نام پر ہوگا۔پس جو کوئی بھی اسکی عالم غربت میں زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اسکے پچھلے اور اگلے تمام گناہ معاف فرمادے گا خواہ وہ ستاروں کی تعداد، بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہی کیو ں نہ ہوں"

اور انہی دونوں کتابوں میں اس نے اپنی سند کے ساتھ حسین بن یزید سے روایت کی ہے کہ ابو عبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیہا السلام نے فرمایا: میرے، بیٹے موسیٰؑ کی اولاد میں سے ایک شخص جسکا نام امیر المومنینؑ کے نام پر ہوگا وہ طوس کی سرزمین کی طرف سفر کرے گا۔ اور یہ خراسان ہی ہے۔

وہ اسمیں زہر کے ساتھ شہید کردیا جائے گا اور عالم مسافرت ہی میں اس سرزمین پر دفن کیا جائے گا۔ پس جو بھی اس کے حق کی معرفت کے ساتھ اسکی زواری کرے گاتو اللہ تعالیٰ اسکو فتح اسلام کے لیے خرچ کرنے اور جنگ کرنے والے جیسا اجر عطا فرمائے گا“

اور عیون میں اس نے اپنی سند کے ساتھ سلیمان بن حعض المرزوی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن موسی بن جعفر علیہا السلام کو فرماتے سنا: علی رضا علیہ السلام کو زہر کے ساتھ مظلوم ہو کر شہید کیا جائے گا اور ہارون کے پہلو میں طوس کے مقام پر دفن کیا جائے گا جس نے اس کی زواری کی گویا اس نے رسول اللہؐ کی زیارت کی“

ساتویں فصل

ان اسباب کے بیان میں کہ جن کے سبب مامون نے امام علیؑ ابن موسیٰؑ الرضاؑ کو زہر کے ساتھ شہید کیا

شیخ صدوق نے علل اور عیون میں حسین بن ابراہیم بن احمد بن ھشام المودب سے اور علی بن عبداللہ الوراق سے اور احمد بن جعفر ہمدانی سے روایت کی ہے کہ ہمیں بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھشام نے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے محمد بن سنان سے روایت کی ہے کہ میں اپنے آقا و مولا امام رضا علیه السلام کے پاس خراسا ن میں موجود تھا کہ مامون نے آپ کو اپنے دائیں طرف جگه دی کیونکه مامون سوموار اور خمیس کے دن لوگوں میں بیٹھتا تھا اور فیصلے کیا کرتا تھا۔ مامون کے پاس ایک صوفی شخص کا معامله لایا گیا کہ اس نے چوری کی تھی تو مامون نے اسکو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب اسے حاضر کیا گیا اور مامون نے اسے دیکھا تو وہ ایک خوش شکل انسان تھا کہ اسکے ماتھے پر سجدوں کا نشان تھا۔ تو مامون نے اس سے کہا:"یه خوبصورت و مشبه شکل اور اتنا قبیح فعل؟ کیا تیرا چوری کرنا مناسب ہے جبکه میں تمہیں اچھی صورت میں دیکھ رہا ہوں" اس نے کہا:"جب تو نے مجھ سے میرا حق وظیفه وغیرہ روک لیا ہے تو میں نے مجبور ہو کر چوری کی ہے"

تو مامون نے کہا:"تمہارے وظیفے وغیرہ میں کیا حق ہے؟

اس نے کہا:"اللہ عزوجل نے خمس کو چھ حصوں میں تقسیم فرمایا ہے اور فرمایا ہے:"جان لو که تمہیں جو بھی مال غنیمت ملے اسکا پانچواں حصه، اللہ، اسکے رسول ذی القربی، یتیموں، مساکین اور مسافروں کے لیے ہے اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس پر ایمان رکھتے ہو کہ جو ہم نے اپنے عبد نازل کیا ہے۔

پس تم نے میرا حق روکا ہے جبکه میں مسافر ہوں اور بے سرو سامان ہوں مسکین ہوں که مجھے کسی شئ کی امید نہیں ہے اور میں حاملین قرآن میں سے ہوں"۔

تو مامون نے امام ابو الحسن رضا علیه السلام سے مخاطب ہو کر کہا:"آپ اس شخص کے معاملے میں کیا فرماتے ہیں؟"

تو آپ نے فرمایا: اللہ جل جلاله، نے اپنے نبی محمدؐ سے فرمایا:"که دیجیے که اللہ کی حجت بالغه ہے" اور حجت بالغه وہ ہوتی ہے که جو جاہل تک پہنچے تو اسے جاہل بھی اپنی جہالت کے باوجود سمجھ سکتا ہے جیسا که دنیا و آخرت کے بارے میں علم رکھنے والاعالم اپنے علم کے ذریعے اسے سمجھتا ہے۔ اس شخص نے اپنی حجت تمام کردی ہے"

تب مامون نے اس شخص کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ اور لوگوں سے اُٹھ کر چلا گیا اور اس نے ابو الحسن علیه السلام کو شہید کرنے کے بارے میں سوچنا شروع کردیا یہانتک که اس نے آپ کو زہر کے ذریعے شہید کردیا۔ اسی طرح اس نے فضل بن سہل اور شیعوں کی ایک بڑی تعداد کو بھی قتل کردیا"۔

تو مامون نے اس سے کہا:"تو کیا تمھاری اس تاویل کی وجه سے الله کی حدود میں سے چور کے بارے میں حد اور اسکے احکام میں سے چور کے بارے میں حکم معطل ہوجائے گا؟"

تو صوفی نے کہا:"خود سے شروع کرو پہلے خود کو پاک کرو پھر دوسروں کو۔ پہلے اپنی ذات پر الله کی حد جاری کرو پھر دوسروں پر"

تب مامون ابو الحسن امام رضا علیه السلام سے مخاطب ہوا اور اس نے کہا:"آپ کیا فرماتے ہیں؟"

آپ نے فرمایا:"وہ کہه رہا ہے که تم نے بھی چوری کی اور اس نے بھی چوری کی" تو مامون بہت آگ بگوله ہوا

پھر اس نے صوفی سے کہا:"الله کی قسم! میں تیرا ہاتھجریلم کروں گا" تو صوفی نے کہا:"کیا تو میرا ہاتھجریلم کرے گا جبکه تو میرا غلام ہے"

تو مامون نے کہا:"تمھارے لیے ویل ہو! میں کہا سے تمھارا غلام ہوگیا" اس نے کہا کیونکه تمھاری ماں مسلمانوں کے مال سے خریدی گئی تھی

اسی لیے تو مشرق و مغرب میں اپنے والے تمام مسلمانوں کا غلام ہیجب تک که وہ تمہیں آزاد نه کریں اور میں نے ہرگز تمہیں آزاد کرنے والانہیں ہوں، پھر یه که تو نے خمس کو بھی نگل لیا ہے اور تو نے آل رسول علیهم السلام کو حق نہیں دیا ہے اور نه ہی تم نے مجھے اور مجھ جیسوں کو حق دیا ہے اور دوسری بات یه که خبیث خبیث کو پاک نہیں کرسکتا ہے خبیث کو تو فقط طاہر ہی پاک کرسکتا ہے اور جس پر خود اپنی ذات پر حد جاری کرنے کا حق بنتا ہو وہ اپنی ذات پر حد جاری کرنے سے پہلے حد جاری نہیں کرسکتا ہے کیا تو نے الله عزوجل کا فرمان نہیں سنا ہے که وہ فرماتا ہے:"کیا تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو مگر خود کو بھو ل گئے ہو جبکه تم تو قرآن کی تلاوت کرتے ہو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟"

دھریه تھا یا مسلمانوں کے کسی فرقے میں سے آ پ نے اسے لاجواب کرنے کے ذریعے شکست دی اور لوگ کہنے لگے: الله کی قسم! آپ مامون کی نسبت خلافت کے زیادہ حقدار ہیں خوشامدیوں نے یه خبریں مامون تک پہنچائیں تو وہ جلنے کڑھنے لگا اور اس کا آ پ سے شدت اختیار کریں جبکه امام رضا علیه السلام مامون کو حق گوئی میں بھی ہرگز نه ہچکچاتے تھے اور اسکے معاملات میں سے جو غلط ہوتا تھا آپ اکثر اسے ٹوکتے تھے۔ پس اس وجه سے مامون کے دل میں آپ کے خلاف کینه اور بغض ٹھاٹھیں مارنے لگا مگر اس نے آپ کے سامنے ہرگز اظہار نه کیا جب اس سے حیله بن پایا تو اس نے آپ کو دھوکه سے زہر دے دیا۔

اسی کتاب ہی میں اسناد کے ساتھجریاسم بن اسماعیل سے روایت کی گئی ہے که میں نے ابراہیم بن عباس کو کہتے سنا که جب مامون نے امام علی بن موسیٰ علیہا السلام کی بیعت کا انعقاد کرلیا تو امام رضا علیه السلام نے اس سے فرمایا:"اے امیر! تمہیں نصیحت کرنا واجب ہے دھوکه دہی مومن کے لیے سزوار نہیں ہے! تو نے میرے ساتھ جو کیا ہے اس سے عوام بھی نفرت کرتی ہے اور جو تو نے فضل بن سھل کے ساتھ کیا ہے اس سے خواص بھی نفرت کرتے ہیں۔ تمھارے لیے مشورہ ہے که تم اسمیں خود سے دور ہی رکھو تاکه تمھارے معاملات درست رہیں"

ابراہیم نے کہا:”اللہ کی قسم آپ کا یہی فرمان ہی تھا کہ جو سبب بنا اس بات کا کہ مامون آپ کو شہید کرنے کے درپے ہوگیا۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ ہمیں بیان کیا تمیم بن عبداللہ بن تمیم قریشی نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا میرے باپ نے، اس نے احمد بن عدن انصاری سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو صلت الھروی سے سوال کیا تو میں نے اس سے کہا:”مامون امام رضا علیه السلام کے قتل کے درپے کیوں ہوا حالانکه وہ تو امام علیه السلام کی تعظیم کرتا تھا اور آپؑ سے محبت کا اظہار کرتا تھا۔“ ابو صلت نے کہا:”مامون نے اپنے بعد ولی عہدی آپ کے لیے مقرر کی تو اس کا مقصد تھا کہ لوگ آپ کو دنیا کی طرف راغب سمجھیں اور لوگوں کے درمیان آپ کا مقام ختم ہوجائے جب اس کے سبب بھی اس نے لوگوں میں ایسا کچھ نہ پایا بلکہ اس کے سبب لوگوں کے نزدیک آپ کا احترام و مقام بڑھا تو اس نے مختلف علاقوں سے آپ کے خلاف مناظرہ کرنے والوں کو اکھٹا کیا اس لالچ میں کہ انمیں سے کوئی ایک تو آپؑ کا علماء کے نزدیک مقام کم کرسکے گا اور وہ اس کے سب عوام میں آپ کی کمزوری کو عام کرے گا پس آپ سے جس مخالف نے بھی مناظرہ کیا خواہ وہ یہودی تھا یا نصرانی، مجوسی تھا یا صائبی،براھمة تھا یا ملحه

چودہ14صفر المظفر کو منگل کے دن 202ھ میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ 203ھ میں ہوئی اور آپ کی اس وقت ظاہری حیات مبارکه چون54سال تھی اور کہاگیا ہے کہ انچاس سال اور کچھ ماہ تھی اور اس قول کا قائل نصر بن علی ہے اوریہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو انگوروں اور اناروں میں زہر دیا گیا اور یہ زہر مامون نے دیا اور مامون ہی نے آپؑ کو طوس میں اسکے باپ ہارون کے پہلو میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ پس آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔

آٹھویں فصل

امام رضاؑ کی شہادت کی کیفیت، غسل و کفن و دفن اور آپؑ کی مدت حیات کے بارے میں ہے

آپ کے وقت شہادت میں اختلاف پایا جاتا ہے اور آپ کی مدت حیات کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ جسطرح آپ کی اس دنیا میں نورانی آمد (ظہور) کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ جو گزر چکا ہے۔

محمدبن طلحه شافعی نے اپنی کتاب مطالب السودل میں کہا ہے کہ جہاں تک آپ کی مدت حیات کے بارے میں بات ہے تو آپؑ کی شہادت 203ہجری میں ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی شہادت مامون کی بادشاہت کے دوران206ہجری میں ہوئی اور آپ کی نورانی آمد153ہجری میں ہوئی اسطرح آپ کی مدت حیات انچاس سال بنتی ہے اور آپ کی قبر مطہر خراسان میں طوس کے مقام پر ہے کہ جسے مشہد رضا بھی کہا جاتا ہے۔ آپ اپنے بابا بزرگوار موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چوبیس24سال کچھ ماہ رہے اور اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے بعد پچیس سال اس دنیا میں رہے۔ واللہ اعلم۔

شمیس الدین محمد بن یوسف زرندی نے اپنی کتاب نظم در راالسمطین میں کہا ہے کہ آٹھویں امام، نورالھدیٰ، غریب، مظلوم، شہید و مسموم ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ علیھا کی اس دنیا میں نورانی آمد و ظہور مدینہ میں خمس کے دن اکیس21ذی القعدہ 148ہجری میں ہوئی اور کہا جاتا ہے کہ151ہجری میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ 152ھ میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ 153ہجری میں ہوئی کہ ان دنوں محمد بن منصور کی حکومت تھی۔ اور آپ کی شہادت

شیخ علی بن الھسین بن علی المسعودی نے اپنی کتاب اثبات الوصیة میں کہا ہے کہ آپؑ کی شہادت 202ہجری میں ذی الحجة کے آخر میں ہوئی۔

اس نے کہا:"ایک بڑی تعداد نے روایت کیا ہے کہ آپ کی شہادت صفر میں ہوئی۔ البتہ پہلی خبر زیادہ درست ہے۔ آپ کی اس دنیا میں نورانی آمد ابو عبداللہ علیہ السلام کی شہادت کے پانچ5سال بعد 153ہجری میں ہوئی۔ پس آپ اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ساتھ تیس30سال تک رہے اور بابا بزرگوار علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ کی مدت امامت انیس19سال بنتی ہے جب آپ کی شہادت ہوئی تو آپ کی ظاہری مدت حیات انچاس49سال اور کچھ ماہ تھی آپ کو طوس میں ہارون کی قبر کے سامنے دفن کیا گیا۔

اور علی بن عیسیٰ نے کتاب کشف انعمة میں لکھا ہے کہ حافظ عبدالعزیز بن الاحضرجنابذی نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ ابو الحسن علی بن موسیٰ بن جعفر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیھم السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد153ہجری میں ہوئی اور آپ کی شہادت206ہجری میں مامون کے زمانے میں طوس کے مقام ہوئی اور اسی جگہ ہی آپ کی قبر مطہر ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کی

شہادت طوس کے مقام پر صفر کے مہینے میں 253ہجری میں ہوئی اور اس وقت آپ پچپن55سال کے تھے اور آپ کی قبر طوس میں ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں ابن الخشاب نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن سنان سے روایت کی ہے کہ آپؑ کی شہادت ہوئی تو آپؑ انچاس49سال اور کچھ ماہ کے تھے اور آپ کی شہادت206ہجری میں ہوئی جبکہ آپ کی نورانی آمد ابو عبداللہ علیہ السلام کی شہادت کے پانچ سال بعد 153ہجری میں ہوئی۔ آپ اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ساتھ دو ماہ کم پچیس سال رہے۔ پس آپ کی کل مدت حیات انچاس سال کچھ ماہ بنتی ہے آپؑ کی قبر خراسان کے شہر میں طوس کے مقام پر ہے"

مضیدنے ارشاد میں کہا ہے کہا: امام رضا علیہ السلام کی شہادت خراسا ن کی سرزمین طوس میں صفر کے مہینے میں 203ھ میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر مبارک پچپن سال تھی۔ آپ کی اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے بعد مدت امامت بیس سال بنتی ہے۔

اور کافی میں ہے کہ آپ کی شہادت 203ہجری کے صفر میں ہوئی اور اس وقت آپ پچپن سال کے تھے۔ آپ کی شہادت طوس کے گاؤں سنا باد جو عودة کے سامنے نوقان کا حصہ تھا میں ہوئی اور آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔ مامون نے آپؑ کو بصرہ و فارس کے راستے گرفتا رکرایا تھا جب مامون بغداد جانے لگا تو وہ آپ کو بھی ساتھ لے جارہاتھا کہ آپ کی اسی گاؤں میں شہادت ہوگئی۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن سنان سے روایت کی ہے کہ حضر ت علی بن موسیٰ علیہا السلام کی شہادت ہوئی تو آپ انچاس برس کچھ ماہ کے تھے آپ کی شہادت 202ہجری میں ہوئی آپؑ امام موسی بن جعفر علیہا السلام کے بعد دو ماہ یا تین ماہ کم بیس سال اس دنیا میں رہے۔

اور دروس میں ہے کہ آپؑ کی شہادت طوس میں 203ہجری کے صفر کے مہینے میں سنا باد کے مقام پر ہوئی جہاں آجکل آپ کا مشہد مقدس ہے"

آپؑ کی مدت امامت کے دوران رشید عباسی کے آخری ایام تھے پھر رشید کے بعد محمد المعروف امین کہ جو زبیدہ کا بیٹا تھا تین سال اور پچیس دن بادشاہ رہا پھر امین کو معزول کردیا گیا اور اسکی جگہ اسکا چچا ابراہیم بن شکلہ چودہ دن تک بادشاہ رہا۔ پھر محمد کو قید خانے سے نکال کر اسکی دوبارہ بیعت کی گئی اور وہ ایک سال چھ ماہ اور تیس دن تک بادشاہ رہا۔ پھر عبداللہ مامون بیس سال تئیس دن بادشاہ رہا۔ اس نے ہی اپنی بادشاہت کے دوران امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام کی مرضی کے برخلاف مسلمانوں سے آپ کی ولی عہدی کی بیعت لی۔ اور وہ بھی اس طرح کہ اس سے پہلے اس نے آپ کو قتل کی دھمکیاں دیں اور آپ کو یکے بعد دیگرے مجبور کیا مگر ہر بار آپ انکار کرتے رہے البتہ ایک مرتبہ جب اس نے آپؑ کو قتل کی دھمکی دی تو کامیاب ہوگیا۔

روضہ الواعظین میں ہے کہ آ پؑ کی شہادت رمضان المبار ک کے جمعة المبارک کے دن203ہجری میں ہوئی آپؑ اس وقت پچپن سال کے تھے۔ آپ کی مدت امامت بیس سال بنتی ہے۔

کفعمی نے مصباح میں بارہ مہینوں کے ذکر میں کہا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی شہادت 17صفر کوہوئی۔

اور اسی میں ہی اس نے کہا ہے جیسا کہ جدول میں ہے: امام رضا علیہ السلام کی شہادت سترہ صفر المظفر بروز منگل 203ہجری میں ہوئی مامون نے آپ کو انگوروں میں زہر دیا تھا آپ اس وقت اکاون برس کے تھے۔

صدوق نے عیون میں اپنی اسنا د کے ساتھ عتاب بن اسید سے روایت کی ہے کہ میں نے اھل مدینہ کی ایک جماعت کو کہتے سنا: امام رضا علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد مدینہ میں خمیس کے دن گیارہ ربیع الاول 153ہجری میں ہوئی اور یہ ابو عبداللہ عبدالسلام کی شہادت سے پانچ سال بعد کا وقت بنتا ہے اور آپؑ کی شہادت نو قان کے ایک گاؤن سناباد کہ جو طوس کا علاقہ تھا میں ہوئی اور آپؑکو حمید بن قحطبہ لطائی کے گھر اس قبہ میں دفن کیا گیا کہ جس میں ایک جانب ہارون کی قبر تھی۔ اسکے قبلہ والی طرف آپ کو دفن کیا گیا اور یہ واقعہ رمضان المبارک کی 21تاریخ جمعة المبارک203ہجری کا ہے اس وقت آپ کی عمر مبارک انچا س سال چھ ماہ تھی جسمیں سے انتیس سال دو ماہ آپ نے اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ساتھ گزارے جبکہ آپ کے بابا بزرگوار علیہ السلام کے بعد آپ کی مدت امامت بیس سال چار ماہ بنتی ہے جب آپ نے عہدہ امامت کی زمہ داری اٹھائی اس وقت آپ کی عمر اقدس انتیس 29سال دو ماہ تھی۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے ابی ذکوان سے پوری سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے ابراہیم بن عباس کو کہتے سنا: امام رضا علیہ السلام کی بیعت 25رمضان المبارک201ہجری میں ہوئی اور مامون نے اپنی بیٹی ام حبیب 202ہجری کے لوائل میں آپ سے بیاہ دی اور آپ علیہ السلام کی شہادت 203ہجری میں طوس کے مقام پر ہوئی اس وقت مامون رجب میں عراق کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

پھر صدوق نے کہا اور صحیح بھی یہی ہے (صاحب کتاب کی رائے ہے) کہ آپ کی شہادت اکیس رمضان المبارک جمعة المبارک کے دن 203ہجری میں ہوئی۔

اور بحارالانوار میں علی بن یوسف بن مطہر حلی کی کتاب عددالقویہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اس نے کہا: ہمارے مولا ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی شہادت تئیس23ذی قعد کو ہوئی۔ اور کتاب موالسید الائمة میں ہے کہ آپ کی شہات 202ہجری میں ہوئی اور کتاب المناقب میں ہے کہ آپ کی شہادت202ہجری میں اکیس رمضان المبارک کو ہوئی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ 203ہجری میں ہوئی۔

اور الذر میں ہے کہ آپ کی شہادت 202ہجری میں رمضان المبار ک کی ابتدا ء میں ہوئی اور کتاب ذخیرہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ طبرسی نے کہا۔203 ہجری کے صفر کے آخر میں ہوئی“

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی شہادت سوموار کے دن چودہ صفر المظفر 202 ہجری میں ہوئی۔اس وقت مامون کا زمانہ تھا اور آپؑ کو انگوروں میں زہردیا گیا تھا اور آپ کی جائے شہادت طوس ہے“ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو حمید بن قحطبہ کے گھر نوقان کے محلے جو کہ سنا باد گاؤں میں تھا اور طوس کا علاقہ تھا میں

دفن کیا گیا۔ اسی جگہ ہی ہارون کی قبر تھی۔ شہادت کے وقت آپ کا سن اقدس پچپن برس تھا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا اس وقت سن اقدس آٹھ دن کم انچاس برس تھا۔ آپؑ اپنے بابا بزرگوارؑ کے ساتھ انتیس سال کچھ ماہ رہے اور آپؑ اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے بعد ایک ماہ کم بیس سال رہے"۔

میں جلدی سے اٹھا کپڑے درست کیے اور تیزی سے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چل پڑا۔ غلام اندر داخل ہوا اور اسکے پیچھے فوراً میں بھی اندر داخل ہوگیا میں نے دیکھاکہ میرے آقا علیہ السلام اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا: اے ھرثمہ!میں نے عرض کی: لبیک اے میرے مولاً! آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔

تو آپ نے مجھے فرمایا: اے ھر ثمہ! سنو اور یاد کرلو۔ یہ اللہ کی طرف میری رحلت کا وقت ہے اور میری میرے جد امجد اور آباؤ اجداد علیھم السلام سے جا ملنے کا وقت ہے۔ اجل کا وقت آن پہنچا ہے اس سر کش نے مجھے انگوروں اور انار کے نکلے ہوئے دانوں میں زہر دینے کی ٹھان لی ہے۔ انگوروں میں اس نے زہریلے دھاگے کے ذریعے زہر کو جذب کردیا ہے اور جہاں تک انار کی بات ہے تو اس نے اپنے کسی غلام کے ہاتھ پر زہر لگا کر اس کے ذریعے انار کے دانے نکلوائے ہیں تاکہ وہ دانے اس زہر میں اچھی طرح تر ہوجائیں وہ آنے والے کل کے دن مجھے بلائے گا اور انار و انگور مجھے پیش کرئے گا اور مجھے وہ کھانے کی درخواست کرے گا اور میں وہ کھاؤں گا۔ پھر وہ حکم دے کر فقہا کو بلائے گا۔ اور جب میری شہادت ہو جائے گی تو وہ کہے گا کہ میں اپنے ہاتھ سے غسل دیتا ہوں" پس جب وہ یہ کہے تو مجھ سے وعدہ کر و کہ اسے میری طرف سے کہا: آپؑ نے مجھے فرمایا تھا کہ تم میرے غسل و کفن و دفن ہر گز ہاتھ نہ ڈالنا۔ کیونکہ اگر تم نے ایسا کیا تو جو عذاب تم پر تاخیز سے آئے گا وہ جلدی آجائے گا"

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: بیس سال رہے۔

صدوق نے عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ یاسر خادم سے روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام جمعۃ المبارک کے روز جامع مسجد سے واپس آئے تو آپ کو بہت پسینہ آیا تھا اور آپ پر غبار بھی تھا۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ "اے میرے معبود! میں جس مصیبت میں گرفتار ہوں اگر اس سے چھٹکارا موت کے سوا ممکن نہیں ہے تو مجھے اسی وقت موت دے" پس آپ مسلسل کرب و الم میں رہے۔یہانتک کہ آپ کی شہادت ہوگئی۔

اور کافی میں محمد بن یحییٰ سے اس نے احمد بن محمد سے، اس نے وشاء سے ا س نے مسافر سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا:"اے مسافر! اس خیمے کے دو دروازے ہیں میں نے عرض کی: جی ہاں!آپ پر قربان جاؤں"

توآپؑ نے فرمایا:"میں نے گزشتہ رات رسول اللہؐ کو دیکھا ہے کہ آپ فرمارہے تھے اے علیؑ! ہمارے پاس تمہارے لیے خیر کے سوا کچھ نہ ہے"

اور صدوق نے عیون میں تمیم بن عبداللہ بن تمیم قریشی سے،اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا میرے والد نے، اس نے کہا مجھے بیان کیا محمد بن یحییٰ الشمنی نے اس نے کہا کہ مجھے بیان محمد بن خلف

طاطری نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ھرثمه بن اعین نے، اس نے روایت کی ہے کہ میں ایک رات مامون کے پاس گیا تو رات کے چار گھنٹے گزر جانے کے بعد ہی مامون نے مجھے واپس آنے کی اجازت دی۔ پس میں واپس آیا۔ جب آدھی رات گزرگئی تو کسی نے میرادروازہ بجایا میں غلاموں میں سے کسی نے اسے جواب دیا تو اس آنے والے نے اسے کہا: "ھرثمه سے کہو اپنے آقاً کے پاس حاضر ہو"

میں نے عرض کی: "جی ہاں" اے میرے آقاء

آپؑ نے فرمایا: "جب تمہیں میرے غسل کے لیے تنہا چھوڑ دیا جائے تو تم میرے غسل کی جگہ سے دور بیٹھ جانا کہ میرے غسل میں ہرگز ہاتھ نہ ڈالنا۔ یہانتک کہ تو دیکھے گا کہ گھر کے ایک جانب ایک سفید خیمه لگایا جائے گا۔ جب تم وہ خیمه دیکھو تو مجھے انہی کپڑوں سمیت کہ جو میں نے پہن رکھے ہیں اس خیمے کے اندر رکھ دینا۔ اور خود خیمے کے باہر رکنا۔ پس تم اور جو بھی تمہارے ساتھ ہو خیمے کا اندر مت جھانکنا اگر تم نے مجھے دیکھنے کی کوشش کی تو ہلاک ہوجاؤ گے۔ پھر مامون تمہارے پاس ظاہر ہوگا اور کہے گا: "اے ھرثمه! کیا تم لوگوں کا عقیدہ نہیں تھا کہ امامؑ کو امامؑ کے سوا کوئی غسل نہیں دیتا ہے پس ابو الحسن علیه السلام کو کون غسل دے رہا ہے جبکہ انکے فرزند محمدؑ تو ملک حجاز میں مدینه میں ہیں اور ہم طوس میں ہیں؟ جب وہ تم سے یہ کہے تو تم اس سے کہنا: "ہم تو اس بات کے قائل ہیں کہ امامؑ کو غسل دینا امامؑ پر ہی واجب ہوتا ہے البته اگر کوئی ظالم حد سے تجاوز کرتے ہوئے امامؑ کو غسل دے بھی دے تو امامؑ کو غسل دینے والے کے ظلم سے امامؑ کی امامت باطل نہیں ہوتی ہے اور جب کسی امامؑ کو اپنے بابا علیه السلام کے غسل سے ظلماً دور رکھا جائے تو اسکی امامت بھی باطل نہ ہوتی ہے البته اگر ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہا السلام کو مدینه رہنے دیا جاتا تو یقینا آپ کو غسل آپ ہی کے طاہر فرزند محمدؑ دیتے۔ اور اس وقت بھی مخفی طور پر آپ ہی اپنے بابا بزرگوارؑ کو غسل دے رہے ہیں۔

جب خیمه اٹھا لیا جائے گا تو تم مجھے کفن پہنے دیکھوگے پس مجھے تابو ت میں رکھنا اور مجھے اٹھا کر چل پڑنا۔ پس جب

مامون میری قبر بنانا چاہے تو پہلے کوشش کرے گا کہ اسکے باپ ہارون کی قبر میری قبر کے قبله والی طرف رہے لیکن ایسا ہرگز نہ ہوسکے گا۔ جب بیلچے مارے جائیں گے تو زمین انکے منه پر مارے گی وہ تھوڑی سی زمین بھی ہرگز نہ کھو د پائیں گے یہانتک کہ ناخن تراشنے جتنا بھی نہیں۔ جب وہ ایسا کرنے کی کوشش کرچکیں اور مصیبت میں پڑے ہوں تو اسے میری طرف سے کہنا: "میں نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اسکے باپ ہارون کی قبر کے قبله والی طرف زمین پر فقط ایک بیلچه ہی مارو" پس جب تم بیلچه چلاؤ گے تو زمین میں سوراخ ہوجائے گا اور تمہیں ایک کھدی کھدائی تیار قبر ملے گی۔

اور جب وہ قبر کھول لو تو مجھے فوراً اسمیں ہرگز نہ اتارنا یہانتک کہ اس میں سے سفید پانی ظاہر ہو اور اس سے قبر بھر جائے گی یہانتک کہ پانی اوپر زمین پر آجائے گا۔ پھر اسمیں ایک مچھلی لمبائی میں تڑپے گی جب وہ تڑپے تو مجھے ہرگز قبر میں نہ اتارنا۔ یہانتک کہ جب مچھلی غائب ہوجائے اور پانی اتر جائے تو مجھے قبر میں اتارنا اور مجھے اسی ضریح میں دفنا دینا پس کسی کو باہر کی مٹی ہرگز نہ ڈالنے دینا کیونکه قبر خود بخود بند ہوجائے گی اور بھر جائے گی"

میں نے عرض کی: جی ہاں! اے میرے آقاً"

پھر آپ نے فرمایا:"میں نے تم سے جو وعدہ لیا ہے اسکو حفظ کرلو۔ اور اس پر عمل کرنا اور اس کی مخالفت ہر گز نہ کرنا"

میں نے عرض کی:"میں اللہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ اے میرے آقاؑ کہ اگر میں آپؑ کے حکم کے برخلاف کروں"

پھر میں غمزدہ ہو کر روتا ہوا واپس آیا۔ میرے دل میں ایک طوفان بپا رہا کہ جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر مجھے مامون نے بلایا تو میں اسکے پاس گیا اور وہ دن چڑھنے تک کھڑا ہی رہا۔

پھر مامون نے کہا:"اے ھرثمه! تم ابو الحسن علیه السلام کے پاس جاؤ اورآپ کو میرا سلام پیش کرو اور آپ سے عرض کرو: آپؑ ہماری طرف تشریف لاتے ہیں یا ہم آپ کے پاس حاضر ہوں؟" جب وہ تم سے فرمائیں بلکه ہم آپ کے پاس حاضر ہوں تو تم میری طرف آپ کو درخواست کرنا کہ آپ ہی تشریف لائیں۔

پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جیسے ہی میں ظاہر ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا:"اے ھرثمه! میں تمہیں جو وصیت

کی تھی وہ تمہیں یاد ہے؟" میں نے عرض کی:"جی ہاں"

آپ نے فرمایا:"میرے جوتے لاؤ کہ میں جانتا ہوں کہ اس نے تمہیں کیا پیغام دے کر بھیجا ہے" میں نے آپؑ کے نعلین مبارک سامنے رکھے تو آپ مامون کی طرف چل دئیے جب آپ محفل میں داخل ہوئے تو مامون نے کھڑے ہو کر آپؑ کا استقبال کیا اور آپؑ سے معانقه کیا اورآپؑ کی پیشانی پر بوسه دیا اور آپ کو تخت پر ہی ایک جانب بیٹھنے کی جگه دی اور بہت دیر آپ سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر اس نے اپنے کسی غلام کو کہا:"میرے لیے انگو اور انا ر لاؤ"

ھرثمه نے کہا:"جب میں نے یه سنا تو مجھ میں صبر کی استطاعت نه رہی میرے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی مجھے اچھا نه لگا کہ اس وقت مجھ میں یه چیزیں ظاہر ہوں پس میں الٹے پاؤں باہر نکلا اور میں نے ایک کمرے میں خود کو زمین پر گرادیا جب زوال شمس کا وقت قریب ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ میرے آقاؑ مامون کے ہاں سے چلے گئے ہیں اور واپس اپنے گھر میں ہیں پھر میں نے دیکھا کہ مامون طبیبوں اور معالج کو بلارہا ہے میں نے کہا: یه کیا ہے؟"

تو کہا گیا:"ابو الحسن علی بن موسیٰ الرضا علیھا السلام مریض ہوگئے ہیں" لوگ شک میں پڑے ہوئے تھے جبکه مجھے یقین تھا کیونکه آپ نے خود ہی مجھے بتایا ہوا تھا۔

جب رات کی دوسری تہائی شروع ہوئی تو چیخوں کی آواز بلند ہوئی اور میں نے بین سنے پس میں جتنا جلدی جاسکتا تھا میں گیا تو میں نے دیکھا کہ مامون ننگے سر، گریبان چاک کیے آپ کے قدموں کے پاس کھڑا گریه و بکاء کررہا تھا۔

پس وہاں رکنے والوں میں بھی رک گیا۔ پھر صبح کے وقت مامون تعزیت کے لیے بیٹھ گیا پھر وہ اٹھا اور وہا ں گیا کہ جہاں ہمارے آقاؑ کا جسد نورانی موجود تھا۔ تو مامون نے کہا:"تم اس جگہ کو ہمارے لیے درست کرو میں چاہتا ہوں کہ ابو الحسن علیہ السلام کو میں خود ہی غسل دوں

پس میں اس کے قریب گیا اور جو کچھ میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا تھا میں نے اسے کہا تو اس نے مجھے کہا:"میں اسمیں ہرگز ہاتھ نہیں ڈالتا" پھر اس نے کہا:"اے ہرثمہ! اب یہ تیرا کام ہے"

پس میں کھڑا نتظار کرتا رہا یہانتک کہ میں نے دیکھا کہ خیمہ لگایا جاچکا ہے۔ پس میں خیمے کے باہر کھڑا ہوگیا اور میرے علاوہ جو بھی گھر میں موجود تھے میں نے تکبیر و تہلیل اور تسبیح کی آوازیں سنیں، پانی گرنے اور برتن رکھنے و اٹھانے کی آوازیں آنے لگیں پھر اتنی اچھی خوشبو پھیل گئی کہ اس سے اچھی میں نے ہرگز نہ سونگھی ہے۔

مامون گھر کے کسی کونے کھدرے سے مجھے چھپ کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے چیخ کر مجھے کہا:"اے ہرثمہ! کیا تمہارے دعویٰ نہیں تھا کہ امامؑ کو اس جیسے امامؑ کے سواکوئی غسل نہیں دے سکتا ہے پس محمد بن علی کہاں ہیں کہ جو ابو الحسن علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ وہ تو مدینے میں ہیں اور ابو الحسن طوس میں ہیں؟" میں نے اس سے کہا:"اے امیر! ہمارا عقیدہ ہے کہ امام کو غسل دینا اس جیسے امامؑ کے علاوہ کسی پر واجب نہ ہے پس اگر کوئی ظالم ظلم کرے اور حد سے تجاوز کرتے ہوئے امامؑ کو غسل دے دے تو غسل دینے والے کا ظلم امامؑ کی امامت کو باطل نہیں کرسکتا ہے اور نہ ہی اس طرح بعد والے امامؑ کی امامت باطل ہوتی ہے کہ امامؑ پر آپؑ کے بابا بزرگوار علیہ السلام کے غسل کے معاملے میں غلبہ پالیا جائے پس اگر ابو الحسن علیہ السلام کو مدینہ میں رہنے دیا جاتا تو یقینا آپ کو آپ کے فرزند محمد علیہ السلام کہ جو طیب و طاہر ہیں غسل دیتے اور اس وقت بھی آپ کو مخفی طور پر محمدؑ کے علاوہ کوئی غسل نہیں دے رہا ہے

پس وہ خاموش ہوگیا پھر خیمہ اٹھ گیا تو میں نے دیکھا کہ میرے آقاؑ کے بدن اقدس پر بہترین کفن موجود ہے پس میں نے آپ کے جسد نورانی کو تابو ت میں رکھا پھر ہم نے امام کا جنازہ اٹھا یا آپؑ پر نماز جنازہ مامون نے پڑھائی اور تمام حاضرین نے شرکت کی۔

پھر ہم قبر کی جگہ گئے تو میں نے دیکھا کہ قبر کھودنے والے ھارون کی قبر سے پہلے بیلچے مار رہے تھے وہ چاہتے تھے ہارون کی قبر آپؑ کے قبلہ والی طرف ہے جبکہ بیلچے واپس ہورہے تھے اور ذرہ برابربھی اسمیں سے نہ کھود پارہے تھے تو مامون نے کہا:"اے ہرثمہ! تمہارے لیے ویل ہو کہ زمین آپ کی قبر کھودنے سے کیسے مانع ہورہی ہے۔ تو میں نے اس سے کہا:"امیر! مجھے میرے آقاؑ نے حکم دیا تھا میں فقط ایک بیلچہ تمہارے باپ امیر رشید کی قبر کے قبلہ والی طرف ماروں۔ اور جب میں صرف ایک بیلچہ ماروں گا تو قبر کھدی کھدائی ملے گی اور اسکے درمیان میں ضریح بھی ظاہر ہوگی"

تو مامون نے کہا:"سبحان اللہ! کتنا عجیب بات ہے ابو الحسنؑ کے حکم میں ویسے تعجب نہیں کرنا چاہیے اے ہرثمہ! بیلچہ مارو تاکہ ہم بھی دیکھیں میں نے اپنے ہاتھوں سے بیلچہ پکڑا اور ہارون رشید کی قبر کے قبلہ والی طرف بیلچہ چلایا تو ایک کھدی کھدائی قبر ظاہر ہوئی اور اس کے درمیان میں ضریح ظاہر ہوئی لوگ آنکھیں پھا ڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ پھر مامون نے کہا:"اے ہرثمہ! اب تم ہی آپ کے جسد

نورانی کو قبر میں اتاروں تو میں نے کہا:"اے امیر، میرے آقاؑ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کو قبر میں اسوقت تک نہ اتاروں کہ جب تک اسمیں سفید پانی ظاہر نہ ہو کہ جس سے قبر بھر جائے گی یہانتک کہ کہ اسکا پانی اوپر زمین پر بہنے لگے گا پھر قبر کی لمبائی میں ایک مچھلی تڑپتی ظاہر ہوگی پس جب وہ مچھلی غائب ہوجائے اور پانی ختم ہوجائے تو میں آپ کو قبر کے کنارے پر تنہا چھوڑدوں"

مامون نے کہا:"اے ھرثمه! جو تمہیں حکم ملا ہے وہ اچھی طرح بجالاؤ" ھرثمه نے کہا:"میں نے پانی اور مچھلی کے ظاہر ہونے کا انتظار کیا۔ پس وہ دونوں چیزیں ظاہر ہوئیں اور لوگوں کے سامنے ہی غائب ہوگئیں۔

پھر میں نے تابوت کو قبر کے کنارے رکھا اور آپؑ کی قبر مطہر کو سفید کپڑے سے خود ہی ڈھانک دیا اور پھر وہ تابوت کھلا اور بغیرکسی ہاتھ کے لکھائی دئیے اور نہ ہی اسمیں کی موجود نے ہاتھ بٹایا۔ آپ کا جسد نورانی قبر میں خود بخود ہی اتر گیا۔ مامون نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ آؤ مٹی ڈالو تو میں نے کہا: اے امیر! تم لوگ آپ پر مٹی مت ڈالو تو اس نے کہا: ہلاکت ہو تم پر تو قبر بھرے گی کیسے؟"

تو میں نے کہا: آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ آپ کی قبر میں متی نہ ڈالی جائے۔

قبر خود بخود ہی بند ہوجائے گی پھر وہ زمین کے برابر ہوجائے گی:"پس مامون نے لوگوں کو ایسا کرنے سے روکنے کے لیے اشارہ کیا۔

پس لوگوں نے ہاتھوں میں اٹھائیگئی مٹی کو پھینک دیا پھر قبر خود بخود بھر کر زمین کے برابر ہوگئی۔ مامون واپس چلا گیا تو میں بھی واپس چلا گیا۔ پھر مامون نے مجھے خلوت میں بلاکر مجھ سے کہا:"اے ھرثمه! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں تو نے میرے بارے میں ابو الحسن علیه السلام نے جو جو فرمایا تھا اسمیں سے کس کس بات کو سچ پایا ہے۔

میں نے کہا: اے امیر! آپؑ نے مجھے جو فرمایا تھا وہ سب میں نے تمہیں بتا دیا تو اس نے کہا:"اللہ کی قسم! جو کچھ تو نے مجھے بتایا اس کے علاوہ بھی ابو الحسن علیه السلام نے تمہیں فرمایا تھا۔

میں نے کہا:"اے امیر! آپ کس چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھنا چاہتے ہیں؟ تو اس نے مجھے کہا:"کیا آپؑ نے اس کے علاوہ تمہیں کوئی راز عطا فرمایا تھا؟" میں نے کہا:"جی ہاں" اس نے کہا:وہ کیا ہے؟"

میں نے کہا:"انگوروں اور انار کی خبر دی تھی۔

پس مامون کے رنگ تبدیل ہونا شروع ہوگئے کبھی زرد تو کبھی سرخ اور کبھی سیاہ ہونے لگا پھر اس پر غشی طاری ہوگئی۔ میں نے سنا کہ وہ غش کے دوران بآواز بلندکہہ رہا تھا۔ مامون کے لیے ویل ہے اللہ کی طرف سے، مامون کے لیے ویل ہے رسول اللہؐ کی طرف سے، مامون کے لیے ویل ہے علیؑ کی طرف سے، مامون کے لیے ویل ہے فاطمه الزھرا علیها السلام کی طرف سے، مامون کے لیے ہے وہاں حسن علیه السلام کی طرف سے، مامون کے لیے ویل ہے علی بن الحسین علیها السلام کی طرف سے، مامون کے لیے ویل ہے محمد بن علی علیها السلام کی طرف سے، مامون کے لیے ویل ہے جعفر ابن محمد علیها السلام کی طرف سے

مامون کے لیے ویل ہے۔موسیٰ بن جعفر علیھا السلام کی طرف سے، مامون کے لیے ویل ہے علی ابن موسیٰ الرضا علیھا السلام کی طرف سے اللہ کی قسم! یہ واضح خسارہ ہے اور وہ اس بات کو بار بار دہرارہا تھا۔

جب میں نے اسکی اس حالت کو طویل دیکھا تو میں نے اسے تنہا چھوڑدیا

اور میں گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گیا پھر وہ اٹھ کر بیٹھا اور اس نے مجھے بلایا میں اسکے پاس گیا تو وہ نشئی کی طرح بیٹھا تھا تواس نے مجھے کہا: اللہ کی قسم! تو مجھے ابو الحسن علیہ السلام سے زیادہ عزیز نہ ہے اور نہ ہی زمین و آسمان کی موجودات سے زیادہ عزیز ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے خبر ملی کہ جو میں نے تم سے سنا ہے وہ دو بارہ کہا ہے یا میں نے ایسی کوئی چیز دیکھی تو یقینا اسمیں تیری تباہی ہوگی"

تو میں نے اس سے کہا:"اے امیر! اگر تو اسمیں سے کسی چیز کو ظاہر دیکھے تو میرا خون تمہارے لیے حلال ہوگا۔

اس نے کہا:"اللہ کی قسم! ایسے ہرگز نہیں بلکہ تومجھے عہد و میثاق دے کہ تو یہ سب چھپائے گا اور اسے دوبارہ نہ دہرائے گا پس اس نے مجھ سے بار بار عہدو میثاق لیا۔

جب میں اس کی طرف سے واپس آنے کے لیے مڑا تو اس نے ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے کہا:"وہ لوگوں سے خوف کھاتے ہیں مگر اللہ سے خوف نہیں کھاتے ہیں وہ ہمیشہ ان کے ساتھ ہوتا ہے مگر وہ اسکی ناراضگی سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سب کے علم کا احاطہ رکھتا ہے"

اور امام رضا علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت محمد تقی علیہ السلام امامؑ ہوئے۔

شیخ محمد بن طلحۃ شافعی نے اپنی کتاب مطالب السول فی مناقب آل رسول میں اس روایت کو کچھ یوں روایت کیا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے ھرثمہ بن اعین کو خبر دی کہ آپ کچھ دنوں کے بعد انگور اور انار کھائیں گے کہ جو زہریلے ہونگے اور آپ کی شہادت ہوجائے گی اور آپ نے اسے اپنے دفن سے متعلق چیزوں کے بارے میں بھی بتایا تھا کہ جنکا ذکر پچھلی روایت میں گزر چکا ہے اور اسی طرح ایک اور بات بھی بتائی کہ جسکا شیخ صدوق نے اس روایت میں ذکر نہ کیا ہے اور یہ کہ آپ نے اس سے فرمایا:"اے ھرثمہ! تم مامون سے کہنا کہ میرے اوپر نماز پڑھنے میں تھوڑا توقف کرے کہ ایک عرب تیز رفتار اونٹ پر سوار ہوکر ڈھاٹا باندھے آئے گا اس پر سفر کی دھول ابھی موجود ہوگی وہ اونٹ سے اترے گا اور مجھ پر نماز پڑھائے گا پس جب وہ نماز پڑھائے تو مجھے اٹھا یا جائے اور تم ٹھیک اس جگہ جانا کہ جو میں نے تمہیں بتائی ہے پس تم تھوڑی سی کھدائی کر و گے تو تمہیں ایک کھدی کھدائی قبر ملے گی کہ جسکا گڑھا سفید پانی سے بھرا ہوا ہوگا۔ پس جب تم اسے کھولو گے تو پانی ختم ہوجائے گا پس یہی میرا مدفن ہے۔

ھرثمہ نے کہا:"زیادہ دن نے گزرے تھے کہ آپ نے بہت سے انگور اور انار کھائے اور آپ کی شہادت ہوگئی۔ میں خلیفہ کے پاس گیا تو میں نے اسے آپ پر گریہ کرتے دیکھا تو میں نے اس سے کہا: اے امیر! امام رضا علیہ السلام نے کچھ معاملات میں مجھ سے وعدہ لیا تھا جو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں" اور میں نے اسکو پورا قصہ بیان کیا کہ جو آپ نے اول سے آخر تک فرمایا تھا تو میں نے اسے جو بتایا اس سے اسے بہت تعجب ہوا۔ پس اس نے آپؑ کی تجہیز کا حکم دیا۔ جب ہم آپ کی نماز جناز پڑھنے کے لیے تیار ہوئے

کو صحراسے ایک اونٹ سوار تیزی سے آیا۔ اس نے کسی سے بات تک نہ کی پھر وہ آپ کے تابوت کے قریب گیا اور اس نے آپ پر نماز پڑھی اور چلا گیا اور لوگوں نے بھی آپ پر نماز پڑھی خلیفہ نے اس شخص کو تلاش کرنے کا کہا مگر وہ اسے نہ پاسکے اور انہیں اسکے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہوسکا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ رشید کی قبر کے پیچھے آپ کی قبر کھودی جائے مگر کھودنے والے کھودنے سے عاجز آگئے مگر جب انہوں نے اس جگہ کھودا کہ جہاں آج آپ کی مزار اقدس موجود ہے تو انہوں نے فقط زمین کو کھولا نہی تھا کہ انہیں کھدی کھدائی تیار حالت میں قبر ملی۔

اور اس کے گڑھے میں سفید پانی بھرا ہوا تھا۔ جب کہ آپ نے فرمایا تھا۔ پس میں نے خلیفہ کو بتایا تو وہ وہاں آیا اور اس نے اپنی آنکھوں سے اس سب صورتحال کو دیکھا پس جب پانی غائب ہوگیا تو آپ کو اس میں دفن کردیا گیا۔ پس خلیفہ مامون کو ہمیشہ آپ کے فرمان پر تعجب رہا وہ جب بھی آپ کے کلمات میں سے کسی کلمے کو یاد کرتا تو اسکا افسوس بڑھتا جاتا۔ میں جب بھی اسکے پاس تنہائی میں جاتا تھا تو وہ کہتا تھا: ”اے ھرثمہ! مجھے بتاؤ کہ ابو الحسن علیہ السلام نے تم سے کیا فرمایا تھا تو میں اسکے سامنے پوری حدیث کو دہراتا تھا۔“

صدوق نے عیون میں احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ھاشم نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا یاسر خادم نے اس نے روایت کی ہے کہ ہم طوس سے سات منزلیں دور تھے کہ آپ علیل ہوگئے۔ پس ہم طوس پہنچے تو آپ کی بیماری شدت اختیار کرگئی۔ ہم کچھ دن طوس میں رہے۔ مامون ہر روز آپ کی عادت کے لیے دو بار آتا تھا۔ جب آخری دن آیا کہ جب آپ کی شہادت ہوئی تو آپ اس دن بہت نحیف ہوگئے تھے ۔ آپ نے ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: کیا لوگوں نے کچھ نہیں کھایا ہے؟“ میں نے عرض کی:”اے میرے آقا! جب آپ کی حالت ایسی ہے تو یہاں کون کھانا کھا سکتا ہے“۔

پس آپ نے سہارا لیا اور فرمایا:”دسترخوان لاؤ“ آپ نے اپنے ہمراہکسی کو بھی نہ چھوڑا مگر یہ کہ ایک ایک کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا۔ اور جب سب نے کھانا کھالیا تو آپ نے فرمایا:”عورتوں کے پاس کھانا بھیجو“ پس عورتوں کے پاس کھانا لے جایا گیا۔ جب سب کھانے سے فارغ ہوگئے تو آپ پر غشی طاری ہوگئی اور نقاہت کی انتہا ہوگئی۔ پس چیخ و پکارشروع ہوگئی۔پس مامون کی کنیزیں اور عورتیں روتی پیٹتی باہر آئیں اورطوس میں بینوں کی آوازیں بلند ہوگئیں۔

مامون بھی ننگے سر اور ننگے پاؤں سر پیٹتا داڑھی کو پکڑے آیا وہ بہت غمزدہ تھا اور اتنا گریہ کررہا تھا کہ آنسو اسکے رخساروں پر بہہ رہے تھے وہ آخر امامؑ کے اوپر رکا تو امام رضاعلیہ السلام کو افاقہ ہوا تو مامون نے کہا:”اے میرے آقا! اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ میرے لیے کونسی مصیبت بڑی ہے آپ کی جدائی یا لوگوں کی مجھ پر یہ تہمت کہ میں نے آپ کو بہانے سے زہر دے کر شہید کیا ہے؟ آپ نے مامون کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا۔

اور اس سے فرمایا:”اے امیر!ابو جعفر علیہ السلام (امام تقی علیہ السلام) سے اچھا سلوک کرنا۔ کیونکہ ابو جعفرؑ کی زندگانی اور تمہاری زندگانی یوں گزرے گی اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ملایا“

اسی رات ہی رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد آپ کی شہادت ہوگئی۔ جب صبح ہوئی تو مخلوق اکھٹی ہوگئی اور لوگ کہہ رہے تھے آپ کو مامون کی طرف سے دھوکے سے زہر دے کر شہید کیا گیا ہے"اور لوگ کہہ رہے تھے: رسول اللہ ؐ کے فرزند علیہ السلام کو شہید کیا ہے پس آوازیں بلند ہوئیں۔

محمد بن جعفر بن محمد علیہا السلام مامون کے پاس پنا ہ لیے ہوئے تھا اور خراسان آیا ہوا تھا وہ ابو الحسن علیہ السلام کے سگے چچا تھے۔ مامون نے ان سے کہا: اے ابوجعفر! تم لوگوں کے پاس جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ ابو الحسن علیہ السلام کا تابوت آج برآمد نہیں کیا جائے گا" مامون کو ڈر تھا کہ کہیں فتنہ کھڑا نہ ہوجائے۔

پس محمد بن جعفرؒ باہر گئے اور انہوں نے لوگوں سے کہا: اے لوگو! واپس چلے جاؤ ابو الحسن علیہ السلام کا تابوت آج برآمد نہیں ہوگا۔ پس لوگ بکھر گئے۔ ابو الحسن علیہ السلام کو رات رات ہی کے وقت غسل دے کر دفن کردیا گیا۔

علی بن ابراہیم نے کہا کہ مجھے یاسر خادم نے جو بیان کیا میں چاہتا ہوں کہ اسے ایک علیحدہ کتاب میں ذکر کروں۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے محمد بن علی ماجیلویہ سے اور محمد بن موسیٰ بن موکل سے اور احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی سے اوعر احمد بن علی بن ابراہیم بن ہاشم سے اور حسین بن ابراہیم بن تاتانہ سے اور حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام المودب سے

اورعلی بن عبداللہ الوراق سے،ان سب نے کہا کہ ہمیں بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے ابو صلت الھروی سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں ابو الحسبن علی بن موسیٰ الرضا علیہا السلام کے حضورکھڑا تھا کہ آپ ؑ نے مجھے فرمایا:"اے ابو صلت! اس حجرے میں جاؤ کہ جہاں ہارون عباسی دفن ہے اوراس کے چاروں اطراف کی مٹی لے کر میرے پاس آؤ"

پس میں نے جاکر وہ مٹی آپ کو لادی۔ جب میں نے آپؑ کے سامنے وہ مٹی رکھی تو آپ ؑ نے مجھے فرمایا:"مجھے وہ مٹی دو کہ جو دروازے کے پاس سے لی ہے پس میں نے آپ کو وہ مٹی پیش کی تو آپ نے وہ مٹی لے کر اسے سونگھا اور اسے پھینک دیا پھر فرمایا: عنقریب اسی جبگہ ہی میری قبر کھودی جائے گی اور یہاں ہر ایسی چٹان ظاہر ہوگئی کہ اگر خراسان کے تمام بیلچے والے بھی اکھٹے ہوجائیں تو اسکو کھود نہیں پائیں گے۔

پھر پاؤں کی طرف والی مٹی اور اس مٹی کے بارے میں اجر سر کی طرف سے تھی کے بارے میں ایسا ہی فرمایا پھر آپؑ نے فرمایا:"اب مجھے یہ مٹی دو کہ یہ میرے قبر کی مٹی ہے پھر آپ ؑ نے فرمایا:اب مجھے یہ مٹی دو کہ یہ میرے قبر کی مٹی ہے" پھر آپؑ نے فرمایا:"عنقریب یہاں پر میری قبر کھودی جائے گی پس تم انہیں حکم دینا کہ وہ میری قبر کو سات مراق (ہاتھ) نیچے کھودیں اور اسمیں میری ضریح بنائیں۔پس اگر وہ انکار کریں تو انہیں کہنا کہ وہ فقط دو ہاتھ ایک بالشت قبر بنائیں اللہ تعالیٰ اس کو جتنا چاہئے گا وسیع کردے گا۔ جب وہ ایسا کرلیں تو میرے سرہانے کے پاس تری دیکھے گا۔ پس تب تم وہ کلمات کہنا کہ جو میں تمہیں تعلیم کرنے والا ہوں تو وہاں سے پانی کا ایک چشمہ پھوٹے گا یہانتک کہ قبر پانی سے بھر جائے گی۔ تواسمیں چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو دیکھے گا پس تم ان کے لیے وہ روٹی ڈالنا کہ جو میں تمہیں دیتا ہوں

وہ اس روٹی کو نگل جائیں گی۔ جب کچھ باقی نہ رہے گا تو پھر اسمیں سے ایک بڑی مچھلی نکلے گی کہ جو چھوٹی مچھلیوں کو نگل جائے گی جب وہ غائب ہوجائے تو اپنا ہاتھ پانی پر رکھنا پھر تم ان کلمات کو دہرانا کہ جو میں تمہیں تعلیم کرنے والاہوں تو اس طرح پانی ختم ہوجائے گا اور کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ البتہ یہ سب مامون کے سامنے کرنا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:"اے ابوصلت!کل میں اس فاجر مامون کے پاس جاؤں گا تو جب میں وہاں سے نکلوں اگر میرا سر ننگا ہو تو مجھ سے بات کرنا میں بھی تم سے بات کروں گا اور اگر میں باہر آؤں اور میں نے سر ڈھانپ رکھا ہو تو مجھ سے ہرگز بات نہ کرنا"

ابو صلت نے کہا: جب دوسرا روز ہو تو آپؑ نے لباس زیب تن فرمایا اور بیٹھ گئے اور اپنے محراب میں انتظار کرنے لگے۔ اچانک مامون کا غلام آیا اور اس نے آپ سے عرض کی امیر نے آپ کو یاد فرمایاہے:"پس آپ نے اپنے جوتے پہنے روا کندھے پر ڈالی اور کہ چل دئیے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل دیا یہانتک کہ آپ مامون کے پاس پہنچے تو مامون کے سامنے انگوروں کے طبق اور دیگر پھلوں کے طبق رکھے تھے اور اسکے ہاتھوں میں انگوروں کا ایک لچھا تھا کہ جسمیں سے کچھ وہ کھا چکا تھا اور کچھ باقی تھا۔

جب اس نے امام رضاؑ کو دیکھا تو کھڑے ہوکر آپ کا والہانہ استقبال کیا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور آپ کو اپنے ساتھ بٹھایا پھر اس نے امامؑ کو انگور پیش کیے اور کہا:اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ! میں نے اس سے اچھے انگور نہیں دیکھے ہیں"

امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا:"بسا اوقات بہترین انگور جنت سے ہوتے ہیں"

اس نے امام علیہ السلام سے کہا: آپؑ انگور کھائیے"

تو امام رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا:"مجھے اس سے معاف ہی رکھو"

اس نے کہا:"ایسا کرنا ضروری ہے اور کونسی چیز مانع ہے ماسوائے اس کے کہ آپ ہمیں تمہت دیں "پس اس نے انمیں سے کچھ انگور خود کھائے پھر وہ انگور امام رضا علیہ السلام کے حضور پیش کیے امام علیہ السلام نے انمیں سے فقط تین دانے کھائے پھر ان انگوروں کو پھینک دیا اور کھڑے ہوگئے مامون نے پوچھا:"کہا ں جارہے ہیں؟"

تو امام علیہ السلام نے فرمایا:"جہاں تو مجھے بھیجنا چاہتا ہے"

اور آپ اپنے سر کو ڈھانپے باہر تشریف لائے تو میں نے گھرواپسی تک امام علیہ السلام سے کوئی گفتگو نہ کی۔ گھر پہنچ کر آپ نے دروازے کو بند رکھنے کا حکم دیا تو دروازہ بند کردیا گیا پھر آپ اپنے بستر پر لیٹے تھے اور کبھی تھوڑی دیر بعد گھر کے صحن میں آکر کھڑے ہوجاتے تھے آپؑ بہت محذون اور پریشان تھے۔ اسی حالت میں ہی اچانک آپ کے پاس گھنگریالے خوبصورت بالوں والا خوبصورت جوان آیا کہ جو امامؑ سے بہت زیادہ مشابہ تھا۔ پس اس جوان کی طرف لپکا اور میں نے اس جوان سے کہا: تم کہاں سے داخل ہوئے ہو دروازہ تو بند ہے تو اس جوان نے فرمایا:"وہ ذات کہ جو اسی وقت مجھے مدینے سے یہاں لائی ہے اسی ذات ہی نے مجھے اس گھر میں داخل کیا ہے کہ دروازہ بھی بند تھا"

میں نے اس جوان سے عرض کی:"آپ کون ہیں؟"

تو اس جوان نے فرمایا:"اے ابو صلت! میں تم پر اللہ کی حجت ہوں۔ مین محمد بن علی علیھا السلام ہوں" پھر آپؑ نے اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کی طرف چل دئیے۔ اندر گئے اور مجھے بھی اندر آنے کا حکم دیا۔ جب امام رضا علیہ السلام نے آپ کو دیکھا تو اٹھ کر گلے لگایا اور سینے سے لگا کر آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پھر آپؑ کو اپنے بستر پر کھینچ لیا تو

محمد بن علی علیھا السلام آپ سے لپٹ گئے اور آپ کو بوسہ دینے لگے۔ تب دونوں حضرات علیھا السلام ایک دوسرے سے راز کی باتیں کرنے لگے کہ جو میں نہ سمجھ پایا میں نے امام رضا علیہ السلام کے مقدس ہونٹو ں پر برف کی سفیدی سے زیادہ سفید جھاگ سی دیکھی کہ جسے ابو جعفرؑ اپنی زبان اقدس سے چوس رہے تھے، پھر ابو جعفر علیہ السلام نے ابو الحسن علیہ السلام کے کپڑوں کے اندر ہاتھ ڈالا تو ابو الحسن علیہ السلام کے سینے سے چڑیا کی مانند ایک نورانی چیز نکلی جسے ابو جعفر علیہ السلام نے نگل لیا اور امام رضا علیہ السلام شہید ہوگئے۔

تب ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا"اے ابو صلت! اٹھو مجھے اندر والے کمرے سے غسل کی چیزیں اور پانی لادو" میں نے عرض کی: اندر والے کمرے میں نہ تو غسل کی چیزیں ہیں اور نہ ہی پانی ہے"

آپ نے فرمایا:"جو تمہیں کہا گیا ہے ویسا کرو" میں اندر گیا تو وہاں غسل کی چیزیں اور پانی موجود تھا۔ میں نے وہ لاکر آپؑ کو دیا اور میں نے اپنی آستینیں چڑھائیں تاکہ غسل میں آپ کی مدد کرسکوں تو آپ نے مجھ سے فرمایا:"اے ابو صلت! رک جاؤ کہ تیرے علاوہ میرا ایک مددگار موجود ہے پس آپ نے ابو الحسن علیہ السلام کو غسل دیا پھر مجھ سے فرمایا:"اندر جاؤ اور صندوق میرے پاس لاؤ کہ جسمیں آپ کا کفن اور حنوط موجود ہے میں اندر گیا تو میں نے وہاں ایک صندوق دیکھا کہ جو اس سے پہلے میں نے ہرگز نہ دیکھا تھا۔ پس میں وہ صندوق آپؑ کے پاس لے گیا۔ آپؑ نے ابو الحسن علیہ السلام کو کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھی اور پھر مجھ سے فرمایا:"میرے پاس تابوت لاؤ" میں نے عرض کی:"میں بڑھی کے پاس جاکر تابو ت بنوا لاتا ہوں"

تو آپ نے فرمایا:"اٹھو سامان والے کمرے میں تابو ت موجود ہے"

میں سامان والے کمرے میں گیا تو میں نے ایک تابوت پایا کہ جو میں نے پہلے ہرگز نہ دیکھا تھا۔ پس میں وہ تابو ت آپؑ کے پا س لایا۔ پس آپؑ نے امام رضا علیہ السلام کے جسد نورانی کو نماز پڑھنے کے بعد تابوت میں رکھا آپ نے انہی قدموں پر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی ابھی نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ تابوت نے پرواز کی اور چھت پھاڑتا ہوا تابوت باہر چلا گیا۔

میں نے عرض کی:"اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ! مامون ہمارے پاس آئے گا اور ہم سے امام رضا علیہ السلام کے جسد نورانی کا مطالبہ کرے گا تو ہم کیا کریں؟تو آپ نے فرمایا:"خاموش ہوجائے اے ابو صلت تابوت واپس آجائے گا۔ جو بھی نبیؑ مشرق میں رحلت کرے اور اسکا وصیؑ مغرب میں رحلت کرے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی روحوں اور نورانی اجساد کو ملاتا ہے" بات ابھی پوری ہی ہوئی تھی کہ چھت کھلی اور تابوت نازل ہوا۔ پس آپ اٹھے اور امام رضا علیہ السلام کے جسد نورانی کو تابوت سے نکالا اور آپؑ کے بستر پر پہلے کی طرح رکھ دیا۔ آپ ایسے لگ رہے تھے کہ گویا نہ آپ کا غسل ہوا ہے اور نہ ہی کفن ہوا ہے۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا:"اے ابو صلت اٹھو اور مامون کے لیے دروازہ کھولو"

میں نے دروازہ کھولا تو مامون اور اسکے غلام موجود تھے پس مامون روتا ہو ا محذون بن کر کہ اسکا گریبان چاک تھا اور وہ اپنے سر کر پیٹ رہا تھا یہ کہتا ہوا داخل ہوا:"ہائے میرے آقاؑ! میں برباد ہوگیا اے میرے آقاؑ اور وہ آکر امام علیہ السلام کے سرہانے بیٹھ گیا اور اس نے کہا:"تہجیزو تکفین کا بندوبست کرو"اور اس نے قبر کھودنے کا حکم دیا تو فقط اسی جگہ ہی قبر کھد پائی پس جو کچھ ابو الحسن علیہ السلام نے بیان فرمایا تھا وہ وہ ظاہر ہوا۔

تو اسکے بعض رفیقوں نے کہا:"کیا تم یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ ابو الحسن علیہ السلام امامؑ ہیں تو اس نے کہا:"ایسا ہی ہے اس نے کہا:"تو امامؑ ہمیشہ لوگوں پر مقدم ہوتاہے پس اس نے حکم دیا کہ آپ کی قبر ہارون کی قبر سے قبلہ والی طرف بنائی جائے تو میں نے اس سے کہا:"امام علیہ السلام نے مجھے حکم دیا تھا کہ آپؑ کی قبر کو سات مراق رکھا جائے اور آپ کی ضریح بنائی جائے" اس نے کہا:"جو کچھ ابو صلت کہے ویسا کرو ماسوائے ضریح بنانے کے کہ قبر کھودو اور قبر بنادو"

پس جب مامون نے پانی اور مچھلیوں وغیرہ کو دیکھا تو مامون نے کہا:"امام ر ضا علیہ السلام نے اپنی زندگانی میں بھی ہمیں ہمیشہ عجائبات دکھائے اور اپنی وفات کے بعد بھی اسی طرح عجائبات دکھا رہے ہیں۔

تو مامون کے ایک وزیر نے کہ جواسکے پاس تھا کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام نے اس کے ذریعے آپ کو کیا خبردیہے؟"

اس نے کہا:"جی نہیں" اس نے کہا:"امام رضا علیہ السلام نے اس طرح تمہیں خبر دی ہے کہ اے بنو عباس تمہاری مملکت تمہاری کثرت اورلمبی مدت کے باوجود ان دو مچھلیوں جیسی ہے۔ یہانتک کہ تمہاری لمبی عمر یں کو تاہ ہوجائیں گی اور تمہارے آثار مٹ جائیں گے اور تمہاری مملکت ختم ہوجائے گی اللہ تعالیٰ تم پر ہم میں سے ایک شخص کو مسلط کرے گا کہ جو تمہارے آخری فرد تک کو فنا کردے گا"

اس نے کہا:"تو نے سچ کہا"

پھر اس نے مجھے کہا:"اے ابو صلت! مجھے وہ تعلیم کرو کہ جو تو نے یہاں دہرائے تھے؟ میں نے کہا اللہ کی قسم! وہ تو میں اسی وقت ہی ہی بھول گیا تھا" اور میں اس معاملے میں تھا بھی سچا مگر اس نے مجھے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ امام رضا علیہ السلام کو دفن کردیا گیا اور میں ایک سال برابر قید رہا مجھ پر قید خانے کی زندگی تنگ ہوگئی ایک رات جاگ کر میں نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا مانگی کہ جسمیں میں نے محمد وآل محمد علیہم السلام کا ذکر کیا کہ اللہ عزوجل کو ان حضرات علیہم السلام کے حق کا واسطہ دے کر سوال کیا کہ وہ مجھے اس قید سے گلو خلاصی عطا فرمائے۔ پس ابھی دعا تمام ہی ہوئی تھی کہ میرے پاس حضرت محمد بن علی التقی علیہا السلام تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا:"اے ابو صلت! تم تکلیف میں ہو؟"

میں نے عرض کی:"جی ہاں! اے میرے آقاؑ"

آپؑ نے فرمایا:"اٹھو اور باہر چلو" پھر آپ نے ان زنجیروں کو اپنے مبارک ہاتھ سے چوٹ لگائی کہ جو مجھے پہنائی گئی تھی تو وہ ٹوٹ کر گر پڑیں اورآپ نے میرے ہاتھ سے پکڑا اور مجھے قید خانے سے باہر

نکال باہر کیا۔ جبکہ نگہبان اور مامون کے غلام سامنے موجود تھے مگر انہیں بولنے تک کی ہمت نہ ہوئی۔ میں قید خانے کے دروازے سے ہی باہر آیا پھر آپ نے مجھے فرمایا:"اللہ کی امان میں چلے جاؤ۔ نہ تم مامون تک پہنچ پاؤ گے اور نہ ہی وہ ہرگز تم پہنچ پائے گا ابو صلت نے کہا میں آج تک مامون کو نہ دیکھ پایا ہوں"

"امالی میں محمد بن علی ماجیلویہ سے، اس نے علی بن ابراہیم سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے ابو صلت الھروی سے ایسی ہی حدیث روایت کی ہے۔"

اور عیون میں ابوعلی حسین بن محمد بیتھی سے ، اس نے کہا کہ ہمین بیان کیا محمد بن یحییٰ الصولی نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا عبید اللہ بن عبداللہ اور محمد بن موسیٰ بن نصررازی نے، اس نے اپنے باپ سے اور حسین بن عمر الاخباری سے، اس نے علی بن الحسین کاتب سے روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام کو بخار ہوا تو آپ نے فصد کھلوانے کا ارادہ فرمایا۔ پس مامون کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے ایک غلام کو کہا:"تم اس کو اپنے ہاتھوں سے توڑو" پھر اس نے اپنے مرتبان سے ایک چیز نکال کر اسمیں ڈال دی پھر اس نے کہا:"تم میرے ساتھ ہی کھاؤ اور ہاتھ مت دھوؤ۔

پس مامون سوار ہوا اور امام رضا علیہ السلام کے پاس پہنچا اور بیٹھ گیا یہانتک کہ آپ نے اسکے سامنے ہی فصد کھلوائی۔ اور عبید اللہ نے روایت کی ہے کہ کسی اور نے ہی امام علیہ السلام کی فصد کو کھولا۔

اور مامون نے اس غلام سے کہا:"وہ انار توڑ لاؤ" اور وہ انار امام رضاؑ کے گھر کے باغیچے سے توڑے گئے تھے پھر اس نے غلام سے کہا:"پس تم بیٹھ جاؤ اور اسکے دانے نکالو پس اس نے انار کے دانے ایک جام میں نکالے مامون نے انہیں دھونے کا حکم دیا پھر امام رضا علیہ السلام سے کہا:"کھائیے" تو امام علیہ السلام نے فرمایا:"جب امیر چلا جائے گا تو میں کھاؤں گا۔

تو مامون نے کہا:"نہیں اللہ کی قسم! میرے سامنے کھائیے اگر مجھے معدے کی خرابی کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی آپ کے ساتھ ملکر کھاتا"

تو آپ نے اسمیں سے کچھ چکھا اور مامون چلا گیا۔ پس امام رضا علیہ السلام کی نماز عصر پڑھنے سے پہلے طبیعت خراب ہوگئی مامون آپؑ کے پاس آیا اور اس نے کہا:"مجھے معلوم ہوا ہے کہ فصد کھلوانے کی وجہ سے ہی آپ کی طبیعت خرا ب ہوئی ہے رات کے وقت آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور آپ شہید ہوگئے۔

سب سے آخری کلام جو آپ نے فرمایا:"اگرچہ تم اپنے گھروں میں ہی چھپ جاؤ یقینا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کہ جنکا شہید ہونا مقدر ہوچکا ہے انکی شہادت گاہوں تک لے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پر امر کی مقدار معین کرنے پر قادر ہے دوسرے روز صبح سویرے مامون آیا اور اس نے آپ کیغسل و کفن کا حکم دیا اور آپ کے جنازے کے پیچھے ننگے سر اور ننگے پاؤں چلتا ہو ا یہ کہتا جا رہا تھا:"اے میرے بھائی! آپؑ کی موت سے اسلام میں بہت بڑا خلا پڑگیا۔ آپ کے معاملے میں تقدیر نے مجھے مغلوب کردیا" اور اس نے رشید کی قبر کو کھولا اور آپ کو اسکے ساتھ ہی دفن کردیا اور اس نے کہا:"مجھے امید ہے کہ اسے آپ کی قربت فائدہ دے گی۔

امالی اور عیون میں دعبل بن علی خزاعی کے قصیدہ رائیۃ کے تین اشعار نقل کیے گئے ہیں۔

طوس میں دو قبریں ہیں ایک تمام لوگوں سے افضل ترین کی

اور دوسری لوگوں کے شدید ترین کی یہ عبرت کا مقام ہے

رجس کو زکی کی قربت کوئی نفع نہیں دیتی ہے

اور نہ ہی زکی کو رجس کی قربت سے کوئی نقصا ن ہوتا ہے

ہر شخص کا انجام اپنے کرتوتوں کا مرہون منت ہے

انسان کو دونوں اختیار نہیں جسے چاہے لے اور جسے چاہے ترک کردے

اور خرائج و جرائح میں وبشاء سے، اس نے مسافر سے روایت کی ہے کہ ایک دن ابو الحسن امام رضا علیہ السلام نے مجھے فرمایا:"اٹھو اور اس چشمے میں دو مچھلیاں دیکھو میں نے دیکھا تو اسمیں تھیں میں نے عرض کی:"جی ہاں! ہیں" آپ نے فرمایا:"میں نے یہ سب خواب میں دیکھا تھا رسول اللہؐ مجھے فرمارہے تھے۔ اے علی! ہمارے پاس تمہارے لیے خیر ہی خیر ہے" پس کچھ دنوں بعد آپ کی شہادت ہوگئی۔

اور اسی کتاب ہی میں حسن بن عباد سے، کہ جو امام رضا علیہ السلام کاکاتب تھا روایت کی گئی ہے کہ میں آپ کے پاس گیا جبکہ مامون بغداد جانے کا ارادہ بنائے ہوئے تھا تو آپ نے فرمایا: اے عباد کے بیٹے ہم نہ تو عراق میں داخل ہونگے اور نہ ہی ہم اسے دیکھ پائیں گے عباد سے کہا میں رونے لگا اور میں نے عرض کی:"آپ نے مجھے اہل و عیال اور اولاد کے پاس جانے سے مایو س کردیا ہے"

آپ نے فرمایا:"جہاں تک تیری ذات کا تعلق ہے تو تو عنقریب عراق جائے گا میں نے تو فقط اپنی بات کر رہا تھا" پس آپؑ علیل ہوگئے اور آپ کی شہادت ہوگئی اور آپ کو طوس کے ایک گاؤں میں دفن کردیا گیا۔

اور آپ نے اپنی وصیت میں پہلے ہی فرمادیا تھا کہ آپ کی قبر دیوار کے ساتھجریر ہارون سے تین ہاتھ دور بنائی جائے جبکہ قبر کھودنے والوں نے اس جگہ ہارون کے لیے قبر کھودنا چاہی تھی تو انکے بیلچے اور کسیاں ٹوٹ گئیں تھیں۔پس انہوں نے اس جگہ کو چھوڑ دیا تھا اور جہاں قبر بنانا ممکن تھا بنا ڈالی تھی تو اما م علیہ السلام نے اسی جگہ کے بارے میں فرمایا تھا تم اس جگہ کو کھودنا تمہارے لیے بہت نرم ہوجائے گی اور تم مچھلی کی سی صورت کی ایک تختی لکھی پاؤ گے کہ جس پر عبرانی زبان کی تحریر ہوگی پس جب تم میری قبر بنانے لگو تو اسے میری پائنتی کی طرف رکھ دینا۔ پس ہم نے اس جگہ کو کھودا تو بیلچے نرم ریت میں لگ رہے تھے اور ہم نے ایک مچھلی کی شکل و صورت جیسی ایک تختی پائی کہ جسمیں لکھا تھا: یہ علی بن موسیٰ علیہا السلام کا روضہ ہے اور وہ گڑھا جابر و ظالم ہارون کا ہے۔

پس ہم نے وہ تختی آپ کی قبر میں اس جگہ ہی رکھ دی کہ جس جگہ کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا"

اور معنید نے ارشاد میں محمد بن علی بن حمزہ سے، اس نے منصور بن بشیر سے اس نے اپنے بھائی عبداللہ بن بشیر سے روایت کی ہے کہ مامون نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے ناخن عادت سے زیادہ بڑھا لوں

اور یہ بات کسی پر ظاہر بھی نہ کروں" پھر بعد میں اس نے مجھے بلایا اور میرے سامنے کچھ چیزیں نکالیں کہ جو ہندی کجھو رکے مشابہ تھیں اور اس نے مجھے کہا: ان سب کو اپنے ہاتھوں سے چورا چورا کر کے معجون بناڈالو" پس میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر اٹھا اور امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور اس نے آپ سے کہا:"آپ کی صحت کیسی ہے؟"

آپ نے اس سے فرمایا:"امید ہے میں تندرست ہوجاؤں گا"

مامون نے کہا:"الحمداللہ میں بھی آج تندرست ہی ہوں: کیا آپ کے پاس کوئی احوال پرسی کرنے آیا تھا؟ آپ نے فرمایا:"نہیں"

پس مامون آگ بگولہ ہوگیا اور اس نے اپنے غلاموں کو ڈانٹ کر بلایا پھر اس نے کہا:"اسی وقت انار کا شربت لاؤ کیونکہ آپؑ کو اس کی اشد ضرورت ہے۔

پھر اس نے مجھے بلایا ور اکہا:"ہمارے پاس انار لاؤ" میں انا ر لایا تو اس نے مجھے کہا:"اپنے ہاتھوں سے نچوڑو" میں نے ایسا ہی کیا اور مامون نے وہی شربت اپنے ہاتھوں سے امام رضا علیہ السلام کو پلایا۔ اور یہی آپ کی شہادت کا سبب بنا۔ پس آپ دو دنوں کے اندر اندر ہی شہید ہوگئے۔

مفید نے کہا ہے کہ ابو صلت هروی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس نے روایت کی ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو مامون اس وقت آپ کے پاس سے نکل کر گیا تھا تو آپ نے مجھے فرمایا:"اے ابو صلت! ان لوگوں نے اپنا کام کردیا ہے۔ اور آپ اللہ کی تحمید و تمجید میں مصروف ہوگئے۔

اور محمد بن جهم سے روایت کیا گیا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کوانگو ر بہت پسند تھے۔ پس آپ کے لیے انگوروں کی اس بیل سے انگور توڑ کر لائے گئے کہ جس کے پیندے میں زہر ڈالا گیا تھا اور چند دن چھوڑ دیا گیا تھا پھر اس میں سے انگور توڑ کر لائے گئے آپ نے حالت بیماری میں اجکا ہم پہلے ذکر چکے ہیں وہ انگور کھائے تو ان انگوروں ہی کے سبب شہید ہوگئے۔ کہا گیا ہے کہ وہ سست روز ہر تھی۔ جب امام رضا علیہ السلام کی شہادت ہوگئی۔ تو مامون نے ایک دن اور ایک رات تک اس خبر کو چھپایا۔ پھر اس نے محمد بن جعفر الصادقؑ اور آل ابی طالبؑ کی ایک بڑی جماعت جو اسکے پاس تھی بلایا اور جب وہ سب آگئے تو اس نے روکر انہیں تعزیت کی اور شدید دکھ و درد کا مظاہرہ کیا اور ان سب کو دکھایا کہ آپؑ کے جسم پر تشدد کا کوئی نشان نہ ہے اور کہا:"اے میرے بھائی! مجھ پر بہت دشوار ہے کہ میں آپ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ میں تو امید لگائے بیٹھا تھا کہ میں آپ سے پہلے چل بسوں گا البتہ اللہ نے ایسا نہیں کیا اور جو وہ چاہتا تھا اس نے وہی کیا" پھر اس نے آپ کے غسل و کفن کا حکم دیا۔ اور آپ کے جنازے کو کندھے دتیا ہوا وہاں تک لایا کہ جہاں پر آج آپؑ کی مزار ہے اور اس نے آپ کو دفن کیا۔ وہ جگہ حمیدہ بن قحطبہ کا گھر تھا اس گاؤں میں کہ جسے سنا باد کہا جاتا تھا وہ نوقان کا حصہ اور طوس کی سرزمین ہے۔ اسی جگہ ہارون کی قبر ہے اور اسکے بالکل سامنے قبلے والی طرف ابو الحسنؑ امام رضا علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو آپ کی اولاد میں ابو جعفر محمد بن علی علیہا السلا م کے علاوہ کوئی فرزند نہ تھا کہ جو آپؑ کے بعد امامؑ ہوئے اور ابو جعفر علیہ السلام کی اپنے بابا علیہ السلام کی شہادت کے وقت عمر مبارک سات سال کچھ ماہ تھی۔

علاہ مجلسی نے ترجمه الجلاء میں کہا ہے که روایات میں جمع کرنا ممکن ہے کیونکه یه آپ کی برکات سے ظاہر ہونے والے معجزات اور غرائب ہیں امام رضا علیه السلام کو کئی بار انگوروں اور اناروں میں زہر دیا گیا۔"

قطب راوندی نے خرائج میں احمد بن محمد سے، اس نے معممر بن خلد سے روایت کی ہے که ابو جعفر علیه السلام نے مجھے مدینه میں فرمایا:"اے معمر!سوار ہوجاؤ" میں نے عرض کی:"کہاں جانا ہے" آپ نے فرمایا:"سوار تو ہوجاؤ جیسے تمہیں کہا گیا ہے"۔

پس میں آپ کے ہمراہ سوار ہو کر چل پڑا ہم ایک وادی میں پہنچے تو آپ نے فرمایا:"یہاں رک جاؤ" پس میں وہا ں رک گیا مگر آپ چلے گئے پھر واپس میرے پاس آئے تو میں نے عرض کی:"آپ پر قربان جاؤں! آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟"

آپ نے فرمایا:"میں نے ابھی ابھی خراسان میں اپنے بابا بزرگوار علیه کو دفن کیا ہے"

بحار الانورا میں اعلام الوریٰ نامی کتاب سے که جس کے مصنف ابو علی طبرسی ہیں سے نقل کیا گیا ہے که محمد بن احمد بن یحییٰ سے کتاب تواد الحکمة میں، اس نے موسیٰ ابن جعفر سے، اس نے امیه بن علی سے روایت کی ہے که میں مدینه میں تھا اور میں ان دنوں ابو جعفر علیه السلام کی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضر ہوا کرتا تھا که ابو الحسن علیه السلام خراسان میں تھے، آپ کے بابا بزرگوار علیه السلام کی اهل بیتؑ اور چچا آپ کے پاس آکر سلام کیا کرتے تھے ایک دن آپ نے اپنی ایک کنیز کو بلا کر فرمایا:"ان سے کہه دو که ماتم کی تیاری کریں"

جب وہ چلے گئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا:"ہم نے یه کیوں نہیں پوچھا که کس کا ماتم؟ جب دوسرا روز ہوا تو آپ نے ویسا ہی کیا تو ان سب نے کہا:"کس کا ماتم؟"

آپ نے فرمایا:"زمین پر سب سے افضل کا ماتم"

پس اس واقعے کے کچھ دنوں بعد ہی اسمیں ابو الحسن علیه السلام کی شہادت کی خبر ملی۔ تو پته چلا که آپؑ کی شہادت اسی دن ہی ہوئی تھی۔

المطلب الاول

اسمیں آپؑ کی ازواجؑ اور آپ کی اولادؑ بھائیوںؑ اور خاندانؑ کے متعلق روایات ہیں۔ اور آپؑ اور ان حضراتؑ کے درمیان ہونے والے مختلف واقعات درج ہیں

ہم نے آپ کی شہادت کی فضیلت میں پہلے سے کئی ذکر کرچکے ہیں کہ امام علیہ السلام کی ولی عہدی کی بیعت 201 ہجری میں رمضان المبارک کے مہینے میں پچیس رمضان المبارک کو ہوئی۔ اور مامون نے اپنی بیٹی ام حبیبہ 202 ہجری کے اوائل میں بیاہ دی۔

اور ہم نے اسی باب میں ہی ھرثمہ بن اعین کی خبر ذیل میں وارد کیا ہے کہ اس نے روایت کیا ہے کہ:"امام رضا علیہ السلام کے فقط ایک ہی فرزند امام ابو جعفر محمد بن علی التقی علیہا السلام ہی تھے" جیسا کہ ہم نے معنید کی ارشاد والی روایت کے ذیل میں وارد کیا ہے کہ اس نے کہا:"امام رضا علیہ السلام شہید ہوگئے تو آپ نے اپنے پسماندگان ماسوائے ابو جعفر محمد بن علی علیہا السلام کے کسی فرزند کو نہ چھوڑا اور ابو جعفر علیہ السلام ہی آپء کے بعد امامؑ ہوئے۔ اور ابو جعفر علیہ السلام کی اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کی شہادت کے وقت عمر مبارک سات سال کچھ ماہ تھی۔

بحارالانوار میں مناقب ابن شہر آشوب اور کتاب اعلام الوری سے نقل کی گئی روایت کے مطابق ہے کہ ان دونوں نے کہا:"امام رضا علیہ السلام کی اولا د میں آپ کے فقط ایک ہی فرزند ابو جعفر محمد بن علی علیہا السلام ہی تھے اسکے علاوہ کوئی فرزند نہ تھا"

اور اسی طرح علی بن یوسف بن مطہر حلی کی کتاب عدد القویہ میں ہے کہ ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کے دو فرزندان تھے ایک محمدؑ اور دوسرے موسیٰؑ انکے علاوہ آپؑ کا کوئی فرزند نہ تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں کتاب الُدر سے ارشاد کی طرح کی روایت نقل کی گئی ہے۔

اورمحمد بن طلحة شافعی نے مطالب السوول میں کہا ہے کہ "امام رضا علیہ السلام کی چھ اولادیں تھیں جن میں سے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔

اور امام علیہ السلام کی اولاد کے اسماء مبارکہ یہ ہیں "محمدؑ،حسنؑ، حسینؑ، جعفرؑ،ابراہیمؑ، حسینؑ اور عائشہؑ"

اور علی بن عیسیٰ اوبلی نے کشف انعمة میں کہا ہے کہ ابن الخشاب نے روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام کے پانچ فرزندؑ اور ایک دخترء تھی۔ آپؑ کے فرزندوںؑ کے اسماء مبارکہ یہ ہیں ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام، ابو محمد الحسنؑ، جعفرؑ، ابراہیمؑ، اور حسنء اور آپ کی دختر کا اسم گرامی قدر:"عائشہء" تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں نقل کیا گیا ہے کہ حافظ عبدالعزیز بن الخضر جنابذی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام رضا علیہ السلام اولاد میں پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ محمد تقی امام علیہ السلام، ابو محمد حسنؑ جعفرؑ، ابراہیمؑ،حسینؑ، اور عائشہؑ"

اور اسی کتاب ہی میں حمیری کی کتاب دلائل سے نقل کیاگیا ہے کہ حیان بن مدیر سے روایت ہے کہ میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے عر ض کی:"کیا امام ؑ بغیر اولاد بھی ہوسکتا ہے؟امام علیہ السلام نے فرمایا:"البتہ میرا ماسوائے ایک فرزندؑ کے کچھ نہ ہوا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ اس ذریت کثیرہ کو ظاہر کرے گا۔

اجو خداش نے کہا:"میں نے اس حدیث کو تیس سال پہلے سنا ہے" عبداللہ بن جعفر الحمیری نے قرب الاسناد میں نقل کیا ہے کہ احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، اس نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے روایت کی ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں تھا تو آپ اکثر فرمایا کرتے تھے ابو جعفر علیہ السلام سے گفتگو کیا کرو تو ایک دن میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کی:"آپؑ کے چچاؤںؑ میں سے سب سے بڑھ کر کون آپ سے شفقت کرتا ہے؟" آپ نے فرمایا:"حسینؑ" توآپ کے بابا بزرگوار علیہ السلام نے فرمایا:"اللہ کی قسم! ابو جعفرؑ نے سچ کہا ہے۔ حسینؑ ان سب سے بڑھ کر اس پیار کرنے والا اور اس کی خیر خواہی کرنے والاہے۔

اور رجال الکشی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن احمد بن اسید سے روایت کی ہے کہ جب ابو الحسن علیہ السلام کی شہادت ہوگئی تو ابو سماک کے بیٹوں ابراہیم اور اسماعیل نے کہا کہ ہم آپؑ کے فرزند احمدؒ کو امام مانتے ہیں" پس ہمارے درمیان اس بارے میں ایک عرصے تک اختلاف رہا۔ جب ابو السرایا نے خروج کیا تو احمد بن ابو الحسن علیہا السلام نے بھی اسکے ساتھ خروج کیا۔ پس ہم اسماعیل اور ابراہیم کے پاس آئے اور ہم نے ان دونوں سے کہا:"اس شخص نے تو ابو انسرایا کے ساتھ خروج کیا ہے۔ تم دونوں کیا کہتے ہو؟" ان دونوں نے کہا:"ہم اسکے اس کام کی حمایت نہیں کرتے اور اب اسکو امامؑ بھی نہیں مانتے" اور ان دونوں نے کہا:"ابھی ابو الحسن علیہ السلام حیات تھے کہ ہم وقف کے قائل تھے" میں سمجھتا ہوں کہ اسماعیل شک ہی کی صور ت پر مرا ہے۔

بھی بی بی ام سلمہؓ کے اس فعل کے بارے میں خبر دی۔ پس میں نے یہ بات ابو الحسن علیہ السلام کو عرض کی تو آپؑ نے فرمایا:"اے سلیمان! علی بن عبید اللہ، انکی زوجہؓ اور انکی اولادؓ اھل جنت میں سے ہیں۔ اے سلیمان! علی و فاطمہ علیہا السلام کی اولاد کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے امر امامت کی معرفت عطا فرمائی ہے وہ عام لوگوں کے برابر نہیں ہوتے ہیں"

اور اسی کتاب ہی میں حسن بن موسیٰ الخشاب سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا ابراہیم بن ابی محمود نے کہ میں ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضرہوا تو میرے پاس آپ کی طرف آپ کے بابا بزرگوار علیہ السلام کی طرف سے لکھے گئے چند خطوط تھے۔ آپ نے ان خطوط کو پڑھا اور پھر کافی دیر تک انہیں اپنی آنکھوں سے لگائے رکھا اور فرمایا:"اللہ کی قسم! یہ میرے بابا بزرگوار علیہ السلام کی ہی تحریر ہے۔ پھر آپ روتے رہے یہانتک کہ آپؑ کے آنسو رخساروں پر بہنے لگے۔ میں نے آپؑ سے عرض کی: آپؑ پر قربان جاؤں! آپؑ کے بابا بزرگوار علیہ السلام پر مجلس میں مجھے کئی بار فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں سکونت دے"

تو آپؑ نے فرمایا:"میں تمہیں کہتا ہوں:"اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کرے" تو میں نے عرض کی:"آپ پر قربان جاؤں! کیا آپؑ اپنے رب کی طرف سے ضمانت لیتے ہیں کہ آپ مجھے جنت میں داخل فرمادیں گے آپ نے فرمایا:"جی ہاں"

پس میں نے آپؑ کے پاؤں پکڑ کر بوسہ دینے شروع کردئیے۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ سلیمان بن جعفر سے روایت کی ہے کہ مجھے علی بن عبید اللہ بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیهم السلام نے فرمایا:"میری خواہش ہے میں ابو الحسن امام رضا علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی زیارت کروں اور آپ کو سلام کروں میں نے عرض کیا: توکس چیز نے آپ کو منع کر رکھا ہے؟علیؒ نے فرمایا: آپؑ کی هیبت و بلال کی وجه سے میں آپؑ کے پاس حاضر ہونے سے گھبراتا ہوں"

پس جب ابو الحسن علیه السلام تھوڑے مریض ہوئے تو لوگ آپ کی عیادت کے لیے جانے لگے تو میں نے علیؒ بن عبید اللہؒ سے ملاقات کی اور میں نے عرض کی:"آپؒ کی خواہش پوری ہونے کا وقت آگیا ہے کیونکه ابو الحسن علیه السلام تھوڑے مریض ہوئے تو لوگ آپ کی عیادت کے لیے آرہے ہیں۔ پس اگر آپؒ امام علیه السلام کی زیارت کرنا چاہتے ہیں تو آج مناسب دن ہے"

پس علی بن عبید اللہؒ ابو الحسن علیه السلام کی عیادت کے لیے حاضرہوئے تو ابو الحسن علیه السلام نے ان سے پورے احترام و تعظیم کے ساتھ پیش آئے که جس سے علی بن عبیداللہؒ بہت زیادہ خوش ہوئے پھر علی بن عبیداللہؒ مریض ہوئے تو علی ابوالحسن علیه السلام ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو میں بھی آپؑ کے ساتھ تھا۔آپؑ وہاں تشریف فرمارہے یہانتک که سب چلے گئے۔

جب ہم واپس آئے تو ہماری ایک کنیز نے ہمیں بتایا که علی بن عبیداللہؒ کی زوجه ام سلمۃؒ پردے کے پیچھے سے مسلسل آپ کی زیارت کرتی رہی تھی۔ جب آپؑ واپس چلے گئے تو وہ باہر آئی اور آکر اس جگه پر گر گئی که جہاں آپؑ تشریف فرمارہے تھے اور وہ اس جگه کو بوسه دینے لگی اور خود کو اس جگه سے مسح کرنے لگی۔ سلیمان نے کہا که پھر میں علی بن عبیداللہؒ کے پاس گیا تو انہوں

صدوق نے کہا که سفیان بن تمینه نے امام صادق علیه السلام کی ملاقات کی اور آپ سے روایت بھی کیا ہے اور وہ امام رضا علیه السلام کے زمانے تک باقی تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے عمر بن یزید سے روایت کی ہے که میں ابو الحسن امام رضا علیه السلام کے پاس موجود تھا که آپ کے ہاں محمد بن جعفر بن محمد علیها السلام کا تذکرہ چل پڑا تو آپؑ نے فرمایا:"میں نے خود کو قسم دے رکھی ہے که اس پر اور مجھ پر ایک چھت ایک وقت سایه نه کرے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا آپؑ ہمیں نیکی اور صله رحمی کا حکم دیتے ہیں اور اپنے چچا کے بارے میں ایسا فرمارہے ہیں تو آپؑ نے میری طرف نگاہ فرمائی اور فرمایا:"یه نیکی اور صله رحمی ہی ہے۔ کیونکه جب وہ میرے پاس آئے گا اور میرے پاس بیٹھے گا تو میرے بارے میں جو بھی کہے گا لوگ اسے سچ سمجھیں گے اور جب وہ نه میرے پاس آئے گا اور نه ہی میرے ساتھ بیٹھے گا تو وہ کچھ بھی کہتا رہے لوگ اسے سچ نه سمجھیں گے"

اور بحارالانوار میں علی بن یوسف بن مطر حلی کی کتاب العدد سے نقل کیا گیا ہے که اس نے روایت کی ہے که حضرت عباس بن امیرالمومنین علیها السلام کی نسل سے عباس بن الحسن بن عبیداللہ بن عباس بن امیر المومنین علیهم السلام گزرے ہیں که جنکا تذکرہ خطیب نے تاریخ بغداد میں بھی گیا تو اس نے کہا:وہ رشید کے زمانے میں بغداد آئے اور اسکے مصاحبین شامل رہے اور رشید ان کا بہت احترام کیا کرتا تھا پھر

وہ اسکے بعد مامون کے مصاحبین میں رہے۔ وہ ایک فاضل اور فضیح شاعر بھی تھے۔ علویوں کو دعویٰ تھا کہ وہ ابو طالب علیہ السلام کی اولاد میں سب سے بڑے شاعر تھے۔

اور صدوق نے عیون میں اپنے باپ سے، اس نے کہا کہ ہمیں بیا ن کیا عبداللہ بن جعفر الحمیری نے، اس نے ریان بن صلت سے روایت کی ہے کہ خراسان میں ایک وفد امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو ان لوگوں نے عرض کی:آپؑ کی اھل بیتؑ میں سے ایک گروہ ایک دوسرے سے برا سلوک کرتے ہیں پس آپ انہیں اس بات سے منع فرمائیے"

تو آپؑ نے فرمایا:"میں ایسا ہرگز نہ کروں گا"

آپؑ سے عرض کیا گیا:"وہ کیوں؟" آپؑ نے فرمایا:"کیونکہ میں نے اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کو فرماتے سنا: نصیحت سخت ہوتی ہے"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنے باپ سے، اس نے سعد بن عبداللہ سے، اس نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، اس نے حسن بن علی الوشاسے کہ جو الیاس کی بیٹی کا بیٹا تھا سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جب ذی الحجۃ کا چاند چڑھ آئے اور ہم ابھی مدینہ میں ہوں تو ہمیں حج کے علاوہ کا احرام نہیں باندھنا چاہیے کیونکہ ہم شجرۃ رضوان سے احرام باندھنے والے شمار ہوتے ہیں اور یہ چیز رسول اللہؐ نے معین فرمائی تھی۔ اور تم لوگ جب عراق سے آؤ اور راستے میں ذی الحج کا چاند دکھائی دے تو تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ تم عمرہ کرو کیونکہ تمہارے سامنے ذات طرف وغیرہ ہے۔ کہ جو رسول اللہؐ نے تمہارے لیے معین فرمایا"

تو فضل نے آپ سے عرض کی:"کیا میں تمتع کرسکتا ہوں جبکہ میں بیت اللہ کا طواف کرچکا ہوں؟"آپ نے فرمایا:"ہاں" پس یہ بات محمد بن جعفرؑ لے کر سفیان بن عتینۃ اور سفیان کے ساتھیوں کے پاس گئے اور انہیں کہا:"فلاں نے یہ بات کی ہے اور اس نے ابو الحسن علیہ السلام پر طعن و تشنیع کی۔

ایک دن وہ مامون کے پاس گئے اور مناظرہ کیا اور بہت اچھا مناظرہ کیا تو مامون نے ان سے کہا:"اللہ کی قسم! آپؑ بہت اچھا بولتے ہیں آپؑ سامنے ہوں تو لائق تعظیم ہیں اور اگر غائب ہوں تو امان میں ہیں"

وہ ایک روز مامون کے دروازے پر گئے تو دربان نے انکی طرف دیکھ کر گردن جھکا لی تو عباسؒ نے اس سے فرمایا:"اگر اس نے ہمیں اجازت دی ہے تو ہم اندر چلے جاتے ہیں اور اگر اس نے ہمیں اجازت نہیں دی تو بھی ہمیں قبول ہے اگر اس نے ہمیں واپس جانے کا کہا ہے توہم واپس چلے جاتے ہیں۔ البتہ یہ ٹیڑھی نگائیں۔ اجنبی رویہ اور ترش روئی کیا ہے میں نہیں جانتا۔ دربان بہت شرمسار ہوا۔

اور اس عباسؒ ہی کے بھائی محمدؒ، عبیدا للہؒ، فضلؒ اور حمزۃؒ تھے کہ جو فاضل وہ عالم تھے اور حسن بن عبیداللہ بن عباس کے فرزندان تھے۔

اور صدوق نے عیون میں اپنی اسنا د کے ساتھ حسن بن موسیٰ الوشاء البغدادی سے روایت کی ہے کہ میں خراسان میں ابو الحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام کی محفل میں حاضرتھا کہ اس مجلس میں زیدبن موسیٰؑ بھی موجود تھے اور وہ مجلس کے ایک گروہ سے مخاطب ہو کر ان پر اپنا فخر جتلارہے تھے اور بابار کہہ رہے تھے "ہم اور ہم" امام رضا علیہ السلام ایک وفد سے بات چیت میں مصروف تھے کہ

آپ نے زیدؒ کا مقالہ سنا تو اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:"اے زیدؒ! تمہیں کوفہ کے راویوں کا قول دھوکہ دے رہا ہے کہ:"فاطمہ علیہا السلام نے معصیت الہی سے پرہیز فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے انکی ذریت پر جہنم کو حرام قرار دیا ہے اللہ کی قسم! یہ حدیث فقط امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ خاص ہے کہ جو آپؑ کی گود میں پلنے والی اولاد ہیں اور جہاں تک موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کی بات ہے تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ، اطاعت کی، دن کو روزے رکھتے تھے اور رات بصر قیام فرماتے تھے۔جبکہ تم نے اگر اس کی نافرمانی کی ہوتو تم قیامت دن کے برابر محشور ہوجاؤ تو یقینا تم اللہ کے نزدیک آپ سے زیادہ عزیز سمجھے جاؤ گے یقینا علی ابن الحسین علیہا السلام فرمایا کرتے تھے ہماری اولا میں سے نیکو کار کو دوگنا اجر ملے گا اور ہماری اولاد میں سے بدکار کو دوگنا عذاب نصیب ہوگا۔

حسن بن وشاء نے روایت کی ہے کہ پھر آپؑ مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:"اے حسن! لوگ اس آیت کو کس طرح پڑھتے ہیں: اللہ نے فرمایا:"اے نوحؑ! یہ تمہاری اھل وہ عیال میں سے نہ ہے کیونکہ اس نے برا عمل کیا ہے"؟"

میں نے عرض کی:"کچھ لوگ اسے پڑھتے ہیں کہ: اس نے برا عمل کیا ہے۔ اور کچھ اسے پڑھتے ہیں کہ وہ برے عمل کا نتیجہ ہے" پس جو اس اسیت کو اس طرح پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ نوحؑ کا بیٹا ہی نہیں تھا۔

تو آپؑ نے فرمایا:"یقینا وہ نوحؑ ہی کا فرزند تھا مگر جب اس نے اللہ کی نافرمانی کی تو اللہ عزوجل نے اسکے باپ سے اسکے تعلق کی نفی فرمادی۔ اسی طرح ہماری اولاد میں سے جو اللہ کی اطاعت نہیں کرتا اسکا ہم سے کوئی تعلق نہ ہے اور تم لوگ اگر اللہ کی اطاعت کرو تو تم ہماری اھل بیتؑ میں سے ہوجاتے ہو"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ حسن بن جہم سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کے ہاں موجود تھے اور آپ فرمارہے تھے۔ "اے زید! تقویٰ ء الھیہ سے خود کو مزین کرو۔ کیونکہ ہمیں جو مقام حاصل ہے وہ تقویٰ کے بل بوتے پر ہے جو اللہ کے تقویٰ سے خود کو زینت نہ دے اور اپنا محاسبہ نہ کرے اسکا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ہمارا اس سے کوئی تعلق ہے۔ اے زید! ہمارے شیعوں میں سے جو تمہارے پاس آئے اسکی توہین ہرگز نہ کرنا کیونکہ اس طرح تمہارے چہرے کا نور ختم ہوجائے گا۔ اے زید!لوگوں ہمارے شیعوں کی ہم سے محبت اور انکے ہماری ولایت کے عقیدے کی وجہ نفرت کرتے ہیں اور دشمنی رکھتے ہیں اور انکے اقوال کو وینا حلال سمجھتے ہیں۔ پس اگر تم نے بھی ان سے برا سلوک کیا تو تم نے خود پر ظلم کیا اور اپنے حق کو باطل کردیا"

حسن بن جہم نے کہا: پھر آپ مجھ سے مخاطب ہوئے اور مجھے فرمایا:"اے جہم کے بیٹے! جو شخص اللہ کے دین کی مخالفت کرے میں اس سے بری الذمہ ہوں خواہ وہ کسی قبیلے سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو اور جو اللہ سے دشمنی کرے تم اس سے ہرگز محبت نہ کرو خواہ وہ کسی بھی قبیلے سے تعلق رکھتا ہو میں نے عرض کی: اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ! اللہ سے دشمنی کون کرتا ہے؟آپ نے فرمایا:"جو اسکی نافرمانی کرتا ہے"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ یاسر خادم سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام کے بھائی زید بن موسیٰؑ نے مدینہ میں اپنی حکومت کا اعلان کیا تو اس نے جلاؤ گھراؤ اور قتل و غارت گری کی اور انہیں زید النبار کہا جاتا تھا۔ پس مامون نے اسکے مقابلے میں لشکر بھیجا تو وہ گرفتار ہوکر مامون کے پاس لایا گیا تو مامون نے کہا:"اسے ابو الحسن علیہ السلام کے پاس لے جاؤ"

یاسر نے روایت کی ہے کہ جب اسے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس سے فرمایا:"اے زید! تمہیں کوفے کے جہلا لوگوں کے اس قول نے دھوکہ دے رکھا ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے مصیبت الھیہ سے پرہیز فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی ذریت پر جہنم کو حرام قرار دیا ہے۔ یہ تو فقط حسن اور حسین کی نافرمانی کرکے جنت میں چلے جاؤ اور موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کی اطاعت گزاری کے ساتھ جنت کو رونق بخشیں۔

تو کیا تب موسیٰ ابن جعفر علیہا السلام سے بڑھ کر اللہ کے ہاں مکرم نہ ہوگا؟

اللہ کی قسم! اللہ کے ہاں درجات کو اسکی اطاعت کے علاوہ کے ساتھ حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے جبکہ تو سمجھتا ہے کہ شاید تو اسکی نافرمانی کے ساتھ ان درجات کو پالے گا۔ پس تو کتنا برا گمان کرتا ہے"

تو زید نے کہا:"میں آپکا بھائی اورآپؑ کے بابا بزرگوارؑ کا فرزند ہوں" تو ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا:"تو میرا بھائی ہوکر اللہ کی اطاعت نہیں کرتا ہے یاد رکھو کہ نوحؑ نے دعا کی تھی:"اے میرے پالنے والے! میرا بیٹا میرے اھل و عیال میں سے ہے۔ اور تمہارا وعدہ تو برحق ہے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے" تو اللہ عزوجل نے جواباً فرمایا:"اے نوحؑ یہ تیرے اھل وعیال میں سے نہ ہے کیونکہ اس نے برا عمل کیا ہے"

تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی نافرمانی کے سبب نوحؑ کی اھل بیت سے نکال باہر کیا تھا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو عبدون سے اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کے بھائی زید موسیٰؑ کو مامون کے پاس لایا گیا کہ اس نے بصرہ میں اپنی حکومت کا اعلان کرکے عباسیوں کے گھروں کو جلایا تھا اور یہ 199ہجری کی بات ہے کہ انکا نام بھی زید النار پڑگیا تھا۔تو مامون نے ان سے کہا:"اے زید! تو نے بصرہ میں اپنی حکومت کا اعلان کیا اور پھر تو نے ہمارے دشمنوں بنی امیہ، بنی ثقیف، بنی عدی، بنی باھلہ اور آل زیاد کے گھروں کو چھوڑ کر اپنے چچا کی اولاد کے گھرو ں کو جلانا شروع کردیا۔

تو اس نے مزاح کے طور پر کہا:"اے امیر! میں نے ہرطرح سے غلطی کی ہے اگر میں نے دوبارہ ایسا کیا تو میں ہمارے دشمنوں سے ابتدا کروں گا" تو مامون مسکرادیا اس نے اسے اسکے برادر بزرگوار امام علیہ السلام کے پاس بھیجا اور اس نے آپؑ کو پیغام بھیجا"میں اسکا جرم آپ کی خاطر معاف کرتا ہوں" جب وہ لوگ اسے آپ کے پاس لائے تو آپ نے اسکو اچھی طرح سرزنش کی اور اسکو جانے دیا۔ اور آپ نے حلف اٹھایا کہ اس سے زندگی بھر بات نہ کریں گے" اور اسی کتاب ہی میں اس نے کہا ہے کہ مجھے بیان کیا ابو الخیر علی بن احمد لتسابہ نے، اس نے اپنے اساتیذ سے روایت کی ہے کہ زید بن موسیٰؑ کی زبان میں فضیلت تھی وہ زیدی المذہب تھے یہ زید بغداد میں نہر کر خابادکے کنارے پر مہمان رہا تھا۔ اور یہ وہی زید ہے کہ جو ابو سرایا کے دنوں میں کوفہ میں تھا تو اس نے اسے کوفہ کا والی بنایا تھا جب ابو سرایا مارا گیا تو تمام

طالبین منتشر ہوگئے انمیں سے بعض نے بغداد میں اور بعض نے کوفہ میں روپوشی اختیار کرلی اور انمیں سے بعض نے مدینے کا رخ کیا روپوشی اختیار کرنے والوں میں یہ زید بن موسیٰ بھی تھے حسن بن سھل نے انکی تلاش کی تو آخر کار اسے نشان مل ہی گیا پس وہ گرفتار کرکے زید کو قید خانے میں لایا۔ پھر اس نے زید کی گردن مارنے کے لیے اسے جلاد کے سامنے لایا جلاد نے تلوار نکالی تاکہ زید کی گردن مارسکے مگر وہاں پر حجاج بن خثیمہ موجود تھا اس نے کہا:"اے امیر! اگر تم مناسب سمجھو تو جلدی نہ کر میری بات سننے تک اس کو چھوڑ دو کہ میرے پاس ایک نصیحت ہے"

پس اس نے ایسا ہی کیا اور جلاد کو قتل کرنے سے روک دیا۔

پھر وہ اس کے قریب آیا اور اس نے کہا:"جو کچھ تم کرنے لگے ہو کیا امیر مامون کے حکم سے کررہے ہو؟ اس نے کہا:"نہیں"

اس نے کہا:"تب تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم امیر کے چچا زاد کو امیر کی اجازت کے بغیر اور اسکے حکم اور اس کے بارے میں رائے سے مطلع ہوئے بغیر قتل کررہے ہو" پھر اس نے اسے ابو عبداللہ بن افطس کا واقعہ سنایا کہ رشید عباسی نے اسے جعفر بن یحییٰ کے پاس قید کیا تو جعفر نے اسکے قتل میں پہل کی اور رشید کے حکم کے بغیر ہی اسے قتل کرڈالا اور اسکا سر تحائف کے ساتھ ایک طبق میں رکھ کر رشید کو پیش کیا۔ روایت کرے ہیں کہ جب رشید نے مسرو کبیر کو جعفر بن یحییٰ کے قتل کا حکم دیا تو اس سے کہا:"جب جعفر تم سے اس گناہ کے بارے میں سوال کرے کہ جس کے سبب تم اسے قتل کررہے ہو تو اس سے کہنا: میں تمہیں امیر کے چچا زاد ابن الافطیس کے بدلے قتل کیا جارہا ہے کہ جسے تم نے امیر کے حکم کے بغیر قتل کردیا تھا۔

پھر حجاج بن خیثمہ نے حسن بن سہل سے کہا ہے:"کیا تم خود کو اس سے محفوظ سمجھتے ہو کہ اگر تم نے اس شخص کو قتل کردیا تو تمہارے اور امیر مامون کے درمیان کو ئی رنجش نہ ہوگی اور رشید نے جیسا جعفر بن یحییٰ کے خلاف دلیل بنایا تھا وہ تمہارے خلاف دلیل نہ بنائے گا؟"

تو حسن نے حجاج سے کہا "اللہ تمہیں جزا ئے خیر دے" پھر اس نے زید کو قید خانے میں ڈالنے کا حکم دیا اور خود اپنی محفل میں واپس چلا گیا پس زید ابراہیم بن المھدی بغداد کا حکم بنا اور اھل بغداد نے اسے فضل بن سھل کے بارے میں خبر دی تو انہوں نے فضل بن سہل کو بغداد سے نکال دیا۔ پس زید قیدی ہی رہے یہانتک کہ انہیں مامون کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے زید کو انکے برادر بزرگوار امام رضا علیہ السلام کے پاس بھیج دیا اور زید بن موسیٰ متوکل کی خلافت کے آخری ایام تک زندہ رہے اور انکی وفات سرمن رائی میں ہوئی۔

اور کافی میں احمد بن مہران سے، اس نے محمد بن علی سے، اس نے ابو الحکم سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا عبداللہ بن ابراہیم جعفر ی اور عبداللہ بن محمد بن عمارۃ نے، ان دونون نے یزید بن سنیط سے روایت کی ہے کہ جب ابو ابراہیم علیہ السلام نے وصیت فرمائی تو اس پر ابراہیم بن محمد جعفری، اسحق بن محمد جعفری، اسحقؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ، جعفر بن صالح، معاویہ جعفری،یحییٰ بن الحسینؑ بن زیدؑ بن علیؑ، سعد بن عمران الانصاری، محمد بن حدث انصاری، یزید بن سلیط انصاری اور محمد بن جعفر بن سعد اسلمی کہ جو پہلی وصیت کا کاتب تھا گواہ بنایا آپ نے انہیں گواہ بنایا کہ "آپؑ گواہی دیتے

ہیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور محمدؐ اسکے عبد خاص اور رسولؐ ہیں اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قبروں سے مردوں کو اٹھائے گا اور یہ کہ موت کے بعد اٹھنا حق ہے۔

جنت وجہم کا وعدہ حق ہے، حساب حق ہے، قضاء حق ہے،اللہ کے حضور حاضری حق ہے جو کچھ محمدؐ لے کر آئے حق ہے اور یہ کہ جو کچھ روح الامین کے ذریعے نازل ہوا حق ہے اسی پر ہی میری زندگی گزری اور اسی پر ہی میری زندگی اور اسی پر ہی میری رحلت ہوگی۔ اور اسی پر ہی انشاء اللہ مجھے محشور کیا جائے گا"

اور ان سب کو گواہ بنایا کہ یہ میری اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی وصیت ہے۔ میں نے اپنے جد امجد امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہا السلام کی وصیت کو بھی حرف بحرف نقل کیا ہے اور جعفر بن محمد علیہا السلام کی وصیت بھی اسی طرح کی ہے۔ میں اپنا وصی علیؑ کو مقرر کرتا ہوں اور اسکے بعد جسکو بھی وہ اس وصیت میں شامل کرنا چاہے۔ وہ ان سب سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ ان سب کو مقرر کرے مگر یہ اس کو حق ہے کہ اگر وہ اسے ناپسند کرے اور انہیں وصیت سے نکال باہر کرنا چاہے تو اسکا اسکو مکمل اختیار ہے۔ علیؑ کی موجودگی میں امر و صایت میں ان کے لیے کوئی اختیار نہ ہے۔ میں اپنے صدقات، اموال،غلاموں اور اپنی اولاد میں رہ جانے والے بچوں کو وصیت ابراہیم، عباس، قاسم،اسماعیل، احمد اور ام احمد کو کرتا ہوں۔ اور میری ازواج کے بارے میں وصیت فقط میرے بیٹے علیؑ کے لیے ہے باقی سب کے لیے نہیں۔ ایک تہائی میرے باپ کا صدقہ ہے اور دو تہائی جہاں وہ چاہے خرچ کرے۔ اور اسمیں جو تبدیلی کرنا چاہے کرسکتا ہے جیسا کہ صاحب مال اپنے مال میں کرسکتا ہے پس اگر وہ چاہے کہ اسے فروخت کرے یا اسے بخش کرے یا عطیہ کرے یا اس کو میرے معین پر یا میرے غیر معین پر خرچ کرے پس یہ اختیار اسکو ہے میریصیت میں میرے مال، اھل و عیال اور اولاد میں وہ مجھ جیسا ہے اور اگر وہ چاہے تو اپنے ان بہن بھائیوں کو کہ جنکو میں نے وصیت میں معین کیا ہے باقی رکھے اور اگر چاہے تو ان سب کو وصیت کے معاملے

سے نکال باہر کرے اس پر کوئی گناہ نہ ہے اور نہ ہی اسکے اس اقدام کو ٹھکرا یا جاسکتا ہے پس پھر اگر وہ دیکھے انمیں وہ کوتاہی ختم ہوچکی ہے کہ جس کی بنا پر اس نے انہیں وصیت کے باہر کیا تھا تو انہیں دوبارہ شامل کرسکتا ہے یہ فقط اس کے اختیارات ہیں۔ پس اگر انمیں سے کوئی چاہے کہ وہ اپنی بہن کو تزویج کرے تو علی الرضا علیہ السلام کی اجازت یا حکم کے بغیر نہیں کرسکتا ہے کیونکہ وہ ان معاملات کی ان سب سے بڑھ کر معرفت رکھتا ہے۔ پس اگر کوئی بادشاہ یا لوگوں میں سے کوئی شخص اس اس چیز سے روکے یا اسکے اور کسی معاملے کے درمیان حائل ہوکہ جسکا میں نے اس تحریر میں ذکر کیا ہے یا جنکا میں نے تذکرہ کیا ہے انمیں سے کوئی مانع ہو تو وہ اللہ اور اسکے رسول کے ذمہ سے بری ہے اور اللہ و رسول اس سے بیزار ہیں۔ اور اس پر اللہ کی لعنت اور غضب ہوگا اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہوگی اور تمام مغرب فرشتوں، انبیاؑ مرسلینؑ اور مومنین کی لعنت ہوگی۔

بادشاہوں میں سے کسی کو حق حاصل نہ ہے کہ وہ علی الرضاؑ کو میری وصیت میں سے کسی چیز سے منع کریں اس پر کسی کی پیروی یا تابعداری نہ ہے اور میری اولاد میں سے کسی کے لیے میری طرف سے

کوئی مال مخصوص نہ ہے۔ پس علی الرضاؑ جو بھی کہے وہ سچ ہے۔ پس اگر وہ کسی کو کم دے تو بہتر علم رکھنے والا ہے اوراگر کسی کو زیادہ دے تو وہ سچا ہے۔

اور میں نے اسکے ساتھ اپنی دیگر اولاد میں سے جن جن کووصیت میں شامل کیا ہے تو ایسا انکو عزت بخشنے اور انکے نام کی تصریح کرنے کی غرض سے کیا ہے۔ میری وہ کنیزیں کہ جن سے میری اولاد ہے اگراپنے گھروں میں رہیں اور اپنے پردے کو سلامت رکھیں تو ان کے لیے وہی جاری ہوگا کہ جو ان کے لیے میری زندگی میں جاری ہوتا ہے اگر علیؑ مناسب سمجھے تو اور انمیں سے جو آ گے شادی کرلے تو وہ میرے گھر واپس نہیں آسکتی ہے البتہ اگر علیؑ اسکے علاوہ مناسب سمجھے تو وہی ہے۔میری بیٹیوں کے بارے میں بھی ایسی ہی وصیت ہے۔ میری بیٹیوں کی شادی انکی ماؤوں میں سے انکے دوسرے بھائی نہیں کراسکتے ہیں اور نہ ہی کوئی بادشاہ ایسا کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی چچا ایسا کرسکتا ہے البتہ علی الرضاؑ کی رائے اور مشورے کے ساتھ۔ پس اگر وہ اسکے علاوہ ایسا کریں تو انہوں نے اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کی اور انہوں نے علیؑ کی ملکیت میں اس پر ظلم کیا وہ ان سب سے زیادہ بڑھ کر انکی شادی بیاہ کے معاملات کو سمجھنے والا ہے۔ پس اگر وہ چاہے کہ انکی شادی کرے تو کردے اور اگر چاہے تو انہیں بغیر شادی کے رہنے دے۔ میں انکو بھی اسی طرح کی وصیت کرتا ہوں کہ جیسا میں نے اس تحریر میں ذکر کیا ہے اور ان سب پر اللہ کو گواہ بناتا ہو۔ یہ وصیت ام احمد کے پاس رہے گی کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ جو انمیں سے نہ ہو کہ جنکا میں نے وصیت میں نام لیکر ذکر کیا ہے اور پھر بھی میری وصیت کو بھولے اور اس کو پڑھے۔ پس جو نیکی کرے گا اس کا فائدہ بھی خود اٹھائے گا اور جو برائی کرے گا اس کا نقصان بھی اسی کو ہی ہوگا اور تمہار رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہ کرتا ہے۔ درود سلام ہو محمدؐ پر اور انکی آلؑ پر

اور بادشاہ یا اسکے علاوہ بھی کسی کو حق نہ ہے کہ وہ میری اس وصیت کو کھولے کہ جسے میں نے مہر زدہ کردیا ہے۔ پس جوبھی ایسا کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب ہو گا اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت اور مقرب فرشتوں، مرسلینؑ اور مومنین و مسلمانوں کی لعنت ہوگی۔ فقط علی رضاؑ ہی ہے کہ جو اس وصیت کو بھول سکتا ہے"

اس وصیت کو ابراہیم موسیٰ کاظم علیہ السلام نے لکھا اور اس کو مہر زدہ کیا۔جبکہ گواہ موجود تھے اور اللہ کا درود سلام ہو حضرات محمد وآل محمد علیہم السلام پر۔

ابو الحکم نے کہا:"مجھے بیان کیا عبداللہ بن آدم جعفر ی نے، اس نے یزید بن سلیط سے روایت کی ہے کہ مدینے کا قاضی ابو عمران طلحی تھا۔ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت ہوگئی تو امام رضا علیہ السلام کے بھائی اس طلعی قاضی کے پاس آپ کے خلاف مقدمہ لے کر گئے اور عباس بن موسیٰؑ نے قاضی، سے کہا:"اللہ تمہیں تندرست رکھے اور تمہیں پر آسائش دے۔ اس وصیت والے تھیلے میں نیچے خزانہ اور جواہر چھپے ہیں اور رضاؑ چاہتے ہیں وہ تنہا لے لیں اور ہمیں اس سے محروم رکھیں۔ ہمارے بابابزرگوار علیہ السلام نے ہرچیز اسکے سپرد کی تھی اور ہمیں بے سرو سامان رکھا ہے اگر مجھے جان کا خوف نہ ہوتو میں تھیں یقینا شرفاء کے سامنے ایک اور چیز بھی بتاتا۔

پس ابراہیم بن محمد نے اسکے سامنے بڑھ کر سختی سے کہا:"اللہ کی قسم! تب تو تو ایسی خبر دے گا کہ سے ہم تم سے قبول نہ کریں گے اور نہ ہی اس پر تمہاری تصدیق کریں گے پھر تم ہمارے نزدیک لائق ملامت اور دھتکارے ہوئے سمجھے جاؤ گے ہم میں سے ہر ایک چھوٹا بڑا تمہاری کذب بیانی سے واقف ہے۔

تمہارے بابا بزرگوار علیہ السلام تمہارے بارے میں اچھی طرح جانتے تھے تمہارے بابا بزرگوار علیہ السلام تمہارے ظاہر و باطن میں کہیں بھی خیر دیکھتے تو بھی تمہیں دو کجھوروں تک پر بھی امین نہ بناتے۔ پھر اس کے چچا اسحق بن جعفر علیہا السلام اسکی طرف بڑھے اور اسکے گریبان سے پکڑ لیا اور اس سے کہا:"تو یقینا بے و قوف، کمزور رائے اور احمق ہے میری جو حمایت کل تک تھیں حاصل تھیں وہ اب علیؑ کے لیے ہے اور پوری قوم بھی اسکی مددکرے گی"

تو ابو عمران قاضی نے امام رضا علیہ السلام سے کہا:"اے ابو الحسنؑ! آپؑ تشریف لے جاسکتے ہیں۔ آج کے دن آپؑ کے بابا بزرگوارعلیہ السلام کی مجھ پر پڑنے والی لعنت کافی ہے۔ آپؑ کے بابا بزرگوارعلیہ السلام نے آپؑ ہی کو وسیع اختیارات دئیے ہیں۔ اللہ کی قسم! باپ سے بڑھ کر اپنی اولاد سے کوئی واقف نہیں ہوتا ہے اللہ کی قسم! آپ کے بابا بزرگوار علیہ السلام ہمارے نزدیک نہ توکم عقل تھے اور نہ ہی کمزور رائے کے مالک تھے تو عباس نے قاضی سے کہا:"اللہ تمہاری اصلاح فرمائے! مہر کو توڑو اور جو کچھ اس کے نیچے لکھا ہوا ہے اسے پڑھو"

تو ابو عمران نے کہا:"میں اسے نہیں کھول سکتا آج کے دن تمہارے بابا بزرگوار علیہ السلام کی لعنت میرے لیے کافی ہے"

تو عباس نے کہا:"تب میں خود ہی اسے کھولتا ہوں"

تو اس نے کہا:"تمہاری مرضی" عباس نے مہر توڑی تووصیت میں ان سب کو باہر رکھا گیا تھاا ور تمامتر وصیت فقط علی رضا علیہ السلام کے لیے خاص تھی۔ اورخواہ وہ پسند کریں یا ناپسند کریں ان سب کو علی رضاؑ

کی سرپرستی میں وصیت میں رکھا گیا تھا۔ اور ان سب کو صدقہ وغیرہ کی حدود سے باہر ہی رکھا گیا تھا۔ وصیت کا کھولنا ان سب کے لیے ذلت و رسوائی اور مصیبت بن گیا تھا جبکہ علی رضا علیہ السلام کے لیے بہتر تھا۔

وہ وصیت کہ جسے عباس نے کھولا تھا مہر کے نیچے مندرجہ ذیل گواہ درج تھے۔ ابراہیم بن محمد، اسحق بن جعفرؑ، جعفر بن صالح اور سعید بن عمران۔

ان لوگوں نے قاضی کی محفل میں ام احمد کے چہرے کو عیاں کیا۔ ان لوگوں نے دعویٰ کیا کہ وہ عورت ام احمد نہیں ہے۔ یہانتک کہ اسکا چہرہ ظاہر کیا گیا تو وہ ان لوگوں نے اسے پہچان لیا۔ تب ام احمد نے کہا:"اللہ کی قسم! میرے آقاؑ نے مجھے فرمایاتھا: عنقریب تجھے جبراً پکڑا کر لے جایا جائے گا اور تمہیں محافل میں پیش کیا جائے گا۔ تو اسحق بن جعفر نے اسے جھڑکااور کہا:"خاموش ہوجاؤ! عورتیں کم عقل ہوتی ہیں میں نہیں سمجھتا کہ آپؑ نے ایسا کچھ فرمایا ہو"۔

پھر امام رضا علیہ السلام عباس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:"اے بھائی! میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہیں اس نوبت پر کس نے لاکھڑا کیا ہے وہ تمہارے اوپر قرض ہی ہیں اے سعد! جاؤ۔ ان پر جتنا قرض ہے اس سب کو شمار کرو اور پھر میری طرف سے ان کے قرض ادا کردو۔ اللہ کی قسم! جب تک میں زمین پر چلتا ہوں تب تک تم جو چاہو کہتے رہو مگر میں تم سے نیکی اور تمہاری اعانت ترک نہ کروں گا۔

تو عباس نے کہا:”آپ ہمیں جو کچھ دے رہے ہیں وہ ہمارے مال ہی کا اضافی حصہ ہے۔ آپ کے پاس ہمارا اس سے زیادہ مال ہے۔

تو آپ نے فرمایا:”تم جو چاہو کہتے پھرو تمہاری اپنی عزت ہے اگرتم نے اچھا کیا تو وہ تمہارے لیے اللہ کے ہاں اچھے اجر کا سبب بنے گا اور اگر تم نے برا کیا تو یقینا اللہ غفور رحیم ہے۔ اللہ کی قسم! تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ اس وقت نہ تو میری اولاد ہے اور نہ ہی تمہارے سوا کوئی اور میرا وارث ہے اگر میں نے تمہارے گمان کے مطابق کوئی چیز روک بھی لی ہے یا اسے چھین لیا ہے تو وہ فقط تمہاری ہی ہوگی اور آخر کا ر تمہارے پاس ہی آئے گی۔ اللہ کی قسم! جب سے تمہارے بابا بزرگوارعلیہ السلام شہید ہوئے ہیں میری ملکیت میں جو بھی آیا ہے جیسے تم دیکھ رہے ہو میں نے اسے ایسے ہی خرچ کیا ہے۔ تو عباس آپؑ کے سامنے غصے سے آگ بگولہ ہو کر اٹھ کھڑا اور اس نے کہا:”اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر رائے کی برتری نہیں دی ہے۔ بلکہ ہمارے باباؑ نے ہی ہمارے مقابلے میں حسد کیا (نعوذباللہ)۔ اور جوان کا ارادہ تھا وہ تمہارے اور ا ن کے بارے میں اللہ کا ارادہ ہرگز نہ ہے۔ تم یقینا جانتے ہو کہ میں صفوان بن یحییٰ کو کہ جو ٹوکریاں بیچنے والا ہے اور کوفے میں رہتا ہے اچھی طرح جانتاہوں اگر میں سلامت رہا تو یقینا میں اسکا تمہارے پاس آنا جانا منقطع کردوں گا۔

تو امام رضاعلیہ السلام نے فرمایا:”لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

اور میرے بھائیوں میں تو تمہاری خوشی کے لیے جی جان سے کوشاں ہو۔ اللہ اچھی طرح جانتاہے۔ اے میرے معبود! اگر تو جانتا ہے کہ میں انکی اصلاح چاہتا ہوں اور میں انکے ساتھ نیکی کرنے والا ہوں اور میں دوست بن کران سے صلہ رحمی کرنے والا ہو ں اور رات دن انکے معاملات میں انکی مدد کرنے والا ہوں تو مجھے اس کے عوض اجر خیر عطا فرمااور اگر میں ایسا نہیں ہوں تو غیب پر سب سے بڑھ کر عالم ہے۔ پس جس جس کا میں اھل ہوں مجھے اس کی خیر عطا فرما اگر برا ہوں تو برائی کے ذریعے اور اگر اچھا ہوں تو اچھائی کے ساتھ۔ اے میرے معبود! ان کی اصلاح فرما اور انکے تمام معاملات کی بھی اصلاح فرما اور ہم سے اور ان سب سے شر شیطان کو دور فرما۔ اپنی اطاعت کے لیے ان کی مدد فرما۔ اور انہیں اپنی ہدایت کی توفیق عطا فرما۔

اے میرے بھائی! میں تو تمہاری خوشی کے معاملے میں حریص ہوں اور تمہاری اصلاح کی کوشش کرنے والا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں جو کچھ کہتا ہوں اس پر ہی وکیل مقرر کیا گیا ہوں“

تو عباس نے کہا:”مجھ سے زیادہ تمہاری زبان کو جاننے والا کوئی نہ ہے“

پس سب لوگ چلے گئے۔ اللہ کا درود و سلام ہو محمدؐ اور انکی پاک آلؑ پر

شیخ محمد بن عمر بن عبدالعزیز کشی نے اپنی رجال نامی کتاب میں اپنی اسنا د کے ساتھ علی بن اسباط وغیرہ سے، اس نے علی بن جعفر بن محمد علیھم السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کہ میرے گمان وہ واقضی المذہب تھا نے مجھے کہا:”آپؑ کے بھائی ابو الحسن علیہ السلام کیا کررہے ہیں؟“ میں نے کہا:”وہ تو شہید ہوچکے ہیں اس نے کہا: اس بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟“ میں نے کہا: انکے اموال تقسیم ہوگئے ہیں اور انکے بعد والے امامؑ نے تبلیغ شروع کردی تھی اس نے کہا:”آپؑ کے بعد امامؑ ناطق کون تھا؟ میں نے کہا:”آپؑ کے فرزند علی رضا علیہ السلام اس نے کہا:”وہ کیا کررہے ہیں؟ میں نے کہا:”وہ بھی شہید

ہوگئے ہیں۔ اس نے کہا آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ شہید ہوگئے ہیں؟میں نے کہا:آپ کا مال تقسیم ہوگیا ہے اور آپ کے بعد والے امام ناطق نے بولنا شروع کردیا ہے۔ اس نے کہا آپ کے بعد امام ناطق کون ہے؟ میں نے کہا:"آپ کے فرزندابو جعفرؑ"تو اس نے مجھ سے کہا:"آپ اپنے سن اور قدرو منزلت کے سبب اس کے زیادہ اھل ہیں اور آپ کے بابا جعفر بن محمد علیہا السلام ہیں پھر بھی آپ اس لڑکے کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں؟"

میں نے کہا:"میں سمجھتا ہوں کہ تو شیطان ہے" اس نے اپنی داڑھی کو پکڑکر آسمان کی طرف بلند کیا پھر اس نے کہا:"اگر اللہ ہی اس کے اھل سمجھتا ہے تو پھر میرا کوئی حیلہ کیسے کار گر ہوسکتا ہے۔

دوسرا مطلب

امام رضاؑ کو نورانی روضے سے ظھور پذیر ہونے والے معجزات کے بارے میں ہے

صدوق نے عیون میں کہا ہے کہ ہمیں بیان کیا ابو طالب حسین بن عبداللہ بن بنان الطانی نے، اس نے کہا کہ میں نے محمد بن عمر نوقانی کو کہتے سنا: کہ میں نوقان میں اپنے گھر کی بالائی منزل پر ایک اندھیری رات میں سویا ہوا تھا جب میری جاگ ہوئی تو میں نے سنا باد میں موجود مشھد امام رضا علیہ السلام

کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ نور بلند تھا کہ جس سے پورا مشھد روشن تھا اور اتنی روشنی تھی کہ گویا دن ہوگیا تھا اس وقت تک میں امام رضا علیہ السلام کے امر امامت میں شک رکھتا تھا۔ اور میں آپؑ کو امام برحقؑ نہیں جانتا تھا۔ میری ماں کے جو اھل بیتؑ کے مذہب کی مخالف تھی اس نے مجھے کہا:"تمہیں کیا ہوا ہے؟" میں نے اس سے کہا:"میں نے ایک نور کو بلند دیکھا ہے کہ جس سے مشھد امام رضا علیہ السلام بھرساگیا ہے سنا باد میں"

تو میری ماں نے کہا:"ایسی کوئی چیز نہ ہے یہ فقط شیطانی عمل ہے"

اس نے کہا کہ دوسری رات میں نے پہلی رات سے زیادہ نور دیکھا کہ جس سے مشھد پُر تھا۔ میں نے اپنی ماں کو یہ بتایا اور اسکو ان مقام [ر لے گیا کہ جہاں پر میں تھا یہانتک کہ اس نے وہ نور دیکھا کہ اس سے مشھد امامؑ بھرا ہوا تھا، تو اس پر رعب طاری ہوگیا میں نے بھی اللہ کی حمد کی البتہ میری ماں کا ایمان مجھ جیسا نہ تھا۔ پس میں مشھد امامؑ کی طرف گیا مگر دروازہ بند تھا تو میں نے دعا مانگی:"اے معبود! اگر امام رضا علیہ السلام کی امامت برحق ہے تو میرے لیے یہ بند دروازہ کھول دے پھر میں نے دروازے کو اپنے ہاتھ سے زور لگایا تو وہ کھل گیا تو میں اندر گیا، میں نے زیار ت کی اور نماز پڑھی اور امام رضا علیہ السلام کی بصیرت حاصل کی پس اس کے بعد میں ہر جمعہ کے دن نوقان سے زیار ت کے لیے آیا کرتا تھا اور آپ کی مزار کے نزدیک اسی وقت نماز پڑھا کرتا تھا۔

اس نے اس کتاب ہی میں کہا ہے کہ ہمیں بیان کیا ابو طالب حسن بن عبداللہ بن بنان طائی نے اس نے کہا کہ میں نے سنا ابو منصور بن عبدالرزاق سے کہ اس نے طوس کا حاکم کو کہ جلی البیوروی کے نام سے معروف تھا کہا:"کیا تمھاری کوئی اولاد ہے؟" تو اس نے کہا:"نہیں" تو ابو منصور نے اس سے کہا:"تو مشھد امام رضا علیہ السلام کیوں نہیں جاتا کہ امامؑ کی مزار کے پاس اللہ سے دعا مانگے گا تو اللہ تمہیں اولا د عطا فرمائے گا۔ میں نے وہاں پر اللہ سے بہت سے حاجتیں طلب کی ہیں۔ کہ جوپوری ہوئی ہیں حاکم نے کہا:"میں مشھد گیا کہ اسکے ساکن پر اللہ کا سلام ہو اور میں نے امام رضا علیہ السلام کے روزے کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ مجھے اولاد عطا فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد نرینہ عطا فرمائی پس میں ابو منصور بن عبدالرزاق کے پاس گیا۔ اور اس مشھد مقدس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے استجابت دعا کے بارے میں بتایا:"پس اس نے مجھے ہدئیے دئیے۔ میں انعام دیا اوراس دبہ سے میرا احترام کرنے لگا۔

صدوق نے کہا کہ میں نے نیک بخت امیر رکن الدولہ سے امام رضا علیہ السلام کی زیار ت کے لیے اجازت چاہی تو اس نے مجھے تین سو باون 352 ہجری میں اجازت دی۔ جب میں وہاں سے چل دیا تو اس نے مجھے دوبارہ بلایااور مجھے کہا:"یہ مشھد مبارک ہے میں اسکی زیارت کرچکا ہوں اور میں نے امامؑ کی مزار کے پاس اللہ تعالیٰ سے اپنی ان حاجات کے بارے میں سوال کیا تھا کہ جو میرے من میں تھیں تو اللہ تعالیٰ نے میری ان سب حاجات کو پورا فرمایا:"وہاں پر میرے لیے دعا کرنے اور میری طرف سے زیارت کرنے میں کوتاہی مت کرنا۔ کیونکہ اس مشھدمیں دعا مستجاب ہوتی ہے۔ میں نے اسکو اس بات کی ضمانت دی اور میں نے اسے پورا بھی کیا جب میں امام رضا علیہ السلام کے مشھد سے واپس آیا تومیں اسکے پاس تھا تو اس نے کہا:"کیا تم نے ہمارے لیے دعا کی تھی اور ہماری طرف سے زیارت کی تھی؟تو میں نے کہا:"جی ہاں" تو اس نے کہا:"بہت خوب" اس نے مجھے ثابت کیا کہ اس مشھد میں دعا مستجاب ہوتی ہے"

اور اس نے اسی کتاب ہی میں کہا ہے کہ ہمیں بیان کیا ابو نصر احمد بن الحسین منبی نے کہ میں نے اس سے بڑھ کر کسی کو ناصبی نہ دیکھا تھا اس کی ناصبیت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ کہا کرتا تھا۔ "اللھم صلی علی محمد فردا"

ترجمہ:"اے میرے معبود! فقط محمدؐ پر درود بھیج''اور وہ نبیؐ کی آلؑ پر درود بھی نہ بھیجتا تھا اس نے کہا کہ میں نے ابو بکر القرا سے سنا کہ جو نیشا پور میں ایک تجربہ کار ماشکی تھا۔ اور اصحاب حدیث میں اسکا شمار ہوتا تھا اس نے کہا:"لوگوں میں سے کسی نے مجھے امانت سونپی تو میں نے اسے دفن کردیا۔ اور میں اس مقام کو بھول گیا۔ جب واپسی کی مدت آئی تو امانت کا مالک میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے امانت کی واپسی کا تقاضا کیا میں اس مقام کو بھول چکا تھا۔ میں پریشان تھا کہ امانت کے مالک نے مجھ پر خیانت کی تہمت لگادی تھی پس میں گھر سے پریشان ہوکر نکلا۔ میں نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک گروہ امام رضا علیہ السلام کے مشھد کا عازم سفر تھا۔ پس میں بھی انکے ساتھ مشھد گیا۔ میں نے زیارت کی اور اللہ سے دعا کی کہ وہ مجھے اس امانت والی جگہ کا پتہ بتائے۔ پس میں نے وہاں نیند کی حالت میں دیکھا کہ ایک آنے والا میرے خواب میں آیا اور اس نے مجھے کہا:"تو نے امانت کو فلاں جگہ دفن کیا تھا۔ پس میں واپس آیا اور میں نے امانت کے مالک کو بلایا اور اسے اس جگہ لے گیا کہ جو میں نے خواب میں دیکھی تھی حالانکہ جو کچھ میں نے دیکھا تھا مجھے اس پر یقین نہ تھا۔ پس امانت کا مالک اس جگہ گیا اور اسے کھودا تو امانت اسکے مالک کی مہر سمیت وہاں سے برآمد ہوئی۔ پس وہ شخص اسکے بعد لوگوں کو یہ حدیث سنایا کرتا تھا اور انہیں امام رضا علیہ السلام کی مشھید کی زیار ت کے لیے ابھارا کرتا تھا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں کہا کہ ہمیں بیان کیا ابو جعفر محمد بن ابی القاسم بن محمد بن فضل تمیمی الھروی نے اس نے کہ کہ میں نے ابو الحسن قھستانی کو کہتے سنا:"کہ میں مرو میں تھا کہ میری ملاقات اھل مصر میں

سے ایک شخص سے ہوئی کہ جسکا نام حمزہ تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ مصرسے طوس میں مشھد امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے قصد سے نکلا اور جب وہ مشھد میں داخل ہوا تو سورج غروب کے قریب تھا۔ اس نے زیارت کی اور نمازپڑھی۔ اس دن وہاں پر کوئی زائر موجود نہ تھا۔ جب اس نے نماز عشا ء پڑھ لی تو خادم نے چاہا کہ اسے باہر نکال کر دروازہ بند کردے۔

تو اس نے اس سے سوال کیا کہ وہ اسے اندر ہی رہنے دے تاکہ وہ نمازیں پڑھتا رہے اور دروازہ بند کردے کیونکہ وہ بہت دور سے آیا اور وہ اسے باہر نہ نکالے کیونکہ اسے باہر نکلنے کی ضرورت ہے نہ پس اس نے اسے اندر ہی رہنے دیا اور دروازے کو اس پر بند کردیا۔ وہ وہاں پر نماز پڑھنے میں مصروف رہا یہانتک کہ وہ تھک کر بیٹھ گیا اس نے اپنا سر اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا تاکہ کچھ دیر سکول لے جب اس نے اپنے سر کو اٹھایا تو اس نے سامنے والی دیوار پر دو شعر لکھے دیکھے:

جو اس بات سے خوش ہونا چاہتا ہے کہ وہ کسی قبر کی زیار ت کرے

اور اس زیار ت کے سبب اللہ تعالیٰ اسکی مشکلات کو دور کرے

تواسے چاہیے کہ وہ اس قبر کے پاس آئے کہ اللہ اسے سکون دے گا

صاحب قبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب رسولؐ کی آلؑ سے ہے

اس نے کہا:"پھر میں اٹھا اور میں وقت سحر تک نمازیں پڑھیں پھر میں پہلی طرح بیٹھ گیا اور میں نے اپنا سر اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا جب میں نے سر کو اٹھایا تو دیوار پر کچھ بھی نہ تھا۔ اور وہ جو میں نے دیکھا تو وہ ازہ لکھا ہوا تھا گویا اسی وقت ہی لکھا گیا تھا۔

اس نے کہا:"صبح ہوگئی اور دروازہ کھل گیا تو میں وہاں سے باہر نکل آیا اور اسی کتاب ہی میں اس نے کہا ہے کہ ہمیں بیان کیا ا ابو علی محمد بن احمد بن محمدبن یحییٰ نیشا پوری نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیاابو الحسن علی بن احمد بن علی البصری المعدل نے، اس نے کہا کہ ایک صالح شخص نے خواب میں رسول اللہؐ کی زیارت کی تو اس نے آپؐ سے عرض کی:"یارسول اللہؐ! میں آپؐ کی اولاد میں سے کسی کی زیارت کروں؟" تو آپؐ نے فرمایا:"میری اولاد میں سے کچھ زہر کے ذریعے شہید ہوکر میرے پاس آئے ہیں اور کچھ تلوار کے ذریعے شہید ہوکر میرے پاس آئے ہیں۔

اس نے آپ سے عرض کی:"اے رسول اللہ! میں انمیں سے کس کی زیارت کروں جبکہ انکے مقامات یا مشہد بھی بہت زیادہ ہیں"

آپ نے فرمایا:"جو تمہارے زیادہ قریب ہے یعنی ہمسائیگی میں ہے اور وہ عالم غربت میں دفن ہے" اس نے عرض کی:"یا رسول اللہؐ! یعنی امام رضا علیہ السلام؟" تو رسول اللہؐ نے تین بار فرمایا:"صلی اللہ علیہ، صلی اللہ علیہ،صلی اللہ علیہ۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے کہا ہے کہ ہمیں بیان کیا ابو علی محمد بن احمد بن یحییٰ معازی نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا ابو عمرو محمد بن عبداللہ الحکمی نے کہ جو نوقان کا حاکم تھا اس نے کہا کہ ہمارے پاس ری سے دو افراد کسی بادشاہ کا پیغام لے کر نصر بن احمد کے پاس بخارا آئے۔

انمیں سے ایک اهل ری میں سے تھا اور دوسرا اهل قم میں سے تھا۔ قمی قم کے پرانے مذہب ناصبیت پر تھا جبکہ رازی شیعہ تھا۔

جب وہ دونوں نیشا پور پہنچے تو رازی نے قمی سے کہا کیا ہم پہلے سے امام رضا علیہ السلام کے مزار اقدس کی زیارت نہ کریں پھر ہم بخاری کی طرف جائیں گے؟" تو قمی نے کہا:"ہمیں ہمارے سلطان نے

بخاری کو پیغام دینے کے لیے بھیجا ہے۔پس اس کا م سے فارغ ہونے سے پہلے ہم کوئی اور کام کریں ہمارے لیے جائز نہ ہے پس وہ دونوں بخاری کے پاس گئے اور ان دونوں نے پیغام رسانی کا فریضہ انجام دیا اور واپس چل دئیے یہانتک کہ جب طوس کی حدود شروع ہوئی تو رازی نے قمی سے کہا:’کیا تم رضا علیہ السلام کی زیارت نہ کرو گے؟“ تو اس نے کہا:”میں قم سے اس امید کے ساتھ نکلا تھا کہ میں رافضی بن کر نہ لوٹوں گا“

پس اس رازی نے اپنا سامان اور اپنی سواری اسکے حوالے کی اور گدھے پر سوار ہو کر مشہد رضا علیہ السلام کی طرف چل پڑا اور اس نے مشہد مقدس کیخدام سے کہا کہ وہ اسے آج رات مشہد میں تنہا چھوڑ دیں اور اسکی چابی اسکے حوالے کردی جائے۔ پس خدام نے ایسا ہی کیا۔

وہ روایت کرتا ہے کہ میں مشہد مقدس کے اندر گیا اور میں نے دروازہ بند کردیا اور میں نے امام علیہ السلام کے مزار اقدس کی زیارت کی پھر میں نے آپؑ کے سرہانے کھڑے ہو کر جتنی اللہ نے چاہیں نمازیں پڑھیں اور میں نے قرآن پاک کی ابتدا سے تلاوت شروع کردی۔

میں جیسے جیسے قرآن پڑھتا جا تا تھا ویسے ہی میں نے کسی اور کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی پس میں نے اپنی آواز روک دی اور میں نے پورے مشہد میں دیکھا اور اسکے ارد گرد تلاش کی مگر میں نے دوبارہ قرآن کی تلاوت شروع کردی پس جیسے جیسے میں تلاوت کرتا جاتا تھا ویسے ہی کسی اور کی تلاوت کی سماعت کرتا جاتا تھا۔ پس میں نے تھوڑا سکتہ کر کے کان لگائے تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ آواز قبر مبارک کے اندر سے آرہی تھی۔ پس میں

جیسے جیسے تلاوت کرتا جاتا تھا ویسے ویسے ہی تلاوت کی آواز سنتا جاتا تھا یہانتک کہ میں سورۃ مریم کے آخرتک پہنچا تو میں نے تلاوت کی: جس دن ہم متقین کو بطورمہمان رحمن کے ہاں جمع کریں گے اور ہم گنہگاروں کو جہنم کی طرف ہانک کر لے جائیں گے“ تو میں سنا کہ قبر سے آواز آئی: جس نے پرہیز گاروں کو رحمن کی خدمت میں مہمان کے طورپر جمع کیا جائے گا اور مجرموں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا“

یہانتک کہ میں نے بھی قرآن ختم کیا تو ادھر بھی قرآن ختم کرنے کی آواز آئی۔ جب صبح ہوئی تو میں نوقان گیا تو میں سوال کیاکہ کون ہے کہ جو اس قرائت کے زیادہ قریب ہو تو ان سب نے کہا: یہ لفظ اور معنیٰ کے اعتبار سے درست ہے البتہ ہم نے کسی کو ایسا پڑھتے نہیں دیکھا ہے“ پس میں نیشا پور گیا اور قرات سے دلچسپی رکھنے والوں سے سوال کیا۔

اس نے کہا:”نہیں“ پس میں نے اس سے چراغ لانے کی استدعا کی اور اسے کہا کہ دروازہ بند کردے۔ اور میں نے نیت کی کہ آ ج رات قبر مطہر کے پاس قرآن کی تلاوت کرنے کی آواز سنی میں نے سمجھا کہ شاید اس عورت نے کسی اور کو بھی اندر رہنے کی اجازت دی ہے پس میں دروازے کے پاس پہنچا تو وہ بند تھا میں نے چراغ گل کردیا مگر پھر بھی مجھے وہ آواز سنائی دیتی رہی۔ میں نے غور کیا تو وہ آواز قبر مطہر سے آرہی تھی۔ اور امامؑ سورۃ مریم کی آیت کو کچھ اس انداز سے تلاوت فرمارہے تھے۔

”جس دن پرہیز گاروں کو رحمن کی خدمت میں بطور مہمان جمع کیا جائے گا اور گنہگاروں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا میں نے اس آیت کی یہ قرات کبھی نہ سنی تھی۔

جب میں اسے واپس آیا تو میں ابو القاسم عباس بن فضل بن شاذان کے پاس گیا اور میں نے اس سے سوال کیا کہ کوئی اس قرات کو اختیار کرتا ہے؟" تو اس نے کہا:"ہاں نبیؐ کی قرات یہی تھی" اس اس نے آپؑ کی قرات کو نکال کر سامنے رکھا تو وہ ایسی ہی تھی۔

میں نے کہا:"کون ہے کہ جو اس آیت مجیدہ کو یوں پڑھتا ہو:"جس ن پرہیزگاروں کو رحمن کی خدمت میں مہمان کے طور پر جمع کیا جائے گا گنہگاروں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا" اس نے مجھے بیان کیا:"تو نے یہ کہا ں سے سنا ہے؟تو میں نے کہا:"ایک واقع کے سبب اسکی ضرورت پڑی ہے" تو اس نے کہا:"یہ رسول اللہؐ کی قرات ہے کہ جسے اهل بیت علیهم السلام نے روایت کیا ہے۔

اس نے مجھے وہ سبب حکایت کرنے کے لیے اصرار کیا کہ جس کے سبب میں نے ان قرات کے بارے میں سوال کیا تھا۔ تو میں نے اسکے سامنے پورا واقعہ بیان کیا اور اس نے میری قرات کو درست قرار دیا۔

اور اسی روایت کے بارے میں علی بن عیسیٰ الادبل نے کشف انعمه میں اور حافظ عبدالعزیز بن الاخضر جابذی نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ عبداللہ بن محمد الجمال الرازی نے کہا:"میں اور علی بن موسیٰ بن بابویہ قمی اهل ری کا ایک پیغام لے کر چلے جب ہم نیشا پور پہنچے تو میں نے علی ابن موسیٰ قمی سے کہا: کیا تم طوس میں امام رضا علیه السلام کی زیارت کروگے؟" تو اس نے کہا:"ہم اس بادشاہ کے پاس پیغام دینے کے لیے نکلے ہیں مجھے خوف ہے کہ اس قبر کی زیارت کرنے تک اُسل تک ہمارا دشمن نه پہنچ جائے۔ البته جب ہم واپس پلٹے تو دیکھیں گے"

جب ہم واپس آئے تو میں نے کہا:"کیا تم زیارت کرنا چاہو گے؟ تو اس نے کہا:"نہیں اهل ری کو ہرگز پسند نه ہو گا کہ میں وہاں سے تو مرجئی بن کر نکلا تھاا ورانکے پاس رافضی بن کر واپس جاؤں"

میں نے کہا:"کیا تو اپنی جگہ رہ کر میرا انتظار کرسکتا ہے؟"

تو اس نے کہا:"ہاں میں ایسا کرسکتا ہوں"

پس میں وہاں سے نکلا اور غروب شمس کے وقت قبر مطہر کے پاس پہنچا اور میں نے رات قبر پر بیتانے کی ٹھان لی۔ میں نے قبر کے متولیوں میں سے کسی کی عورت سے پوچھا کیا یہاں رات کو کوئی خوف ہوتا ہے؟"

کتاب ثاب المناقب کے مصنف نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں جو لکھا گیا ہے کہ وہ یہ ہے کہ انو شیروان مجوسی الا صفهانی کا جو ارشاہ کے نزدیک بہت مقام تھا۔ اس نے اسے سخبرین کے بادشاہ کے پاس پیغام رساں بنا کر بھیجا۔ انو شیروان کو بہت برص تھی۔ اسے گرم سے محسوس ہونے لگی کہ وہ جانتا تھا کہ طبیعت اس چیز سے نفرت کرتی ہے تو وہ بادشاہ کے پاس کیسے جاتے۔

جب وہ امام رضا علیه السلام کے روضے کے قریب پہنچا تو لوگوں میں سے کسی نے اسے کہا:"اگر قبه مبارکه میں جائے، زیارت کرے اور اس قبر مطہر کے ارد گرد گریہ و زاری کرے اور اللہ سبحانه کی بارگاہ میں اس قبر کی شفاعت چاہے تو اللہ تمہاری دعا سنے گا اور تمہاری بیماری ختم ہوجائے گی تو اس نے کہا:"میں ذمی کا فر شخص ہوں یقینا مشہد مقدس کے خادم مجھے اندر جانے سے منع کردیں گے تو اس سے کہا گیا کہ تو پوشیدہ طور پر بغیر کسی پہچان کے اندر چلا جا۔ پس اس نے ایسا ہی کیا۔ اور آپؑ کی قبرمطہر کے

پاس بیٹھ کر دعا و گریہ میں مصروف ہوگیا اور اس نے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا تو اسمیں برص کا اثر تک باقی نہ تھا۔ پھر اس نے اپنے لباس کو اتارہ اور اپنے پورے بدن کو ملاحظہ کیا مگر کہیں بھی برص کا اثر تک نہ دیکھا۔ تو اس پر غش طاری ہوگئی۔ وہ اسلام لایا اور اپنے اسلام کو مضبوط بنایا اور اس نے قبر مطہر کے لیے سونے کی صندوق جیسی ضریح بنوائی اوعر اس پر سارا مال خود ہی خرچ کیا۔ یہ مشہو ر اور عام بات ہے کہ اسے اھل خراسان کی ایک بڑی تعداد نے آنکھوں سے دیکھا"

اور اسی طرح ہم نے جو دیکھا ہے انمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ محمد بن علی نیشا پوری کی ایک آنکھ سترہ17سال سے زائل ہوچکی تھی کہ اسمیں سے کچھی بھی دکھائی نہ

دیتا تھا۔ پس وہ نیشا پور سے آپؑ کی مزار کی زیارت کے لیے نکلا اور گریہ و زاری کرے ہوئے مزار کے اندر داخل ہوا جب اس نے زیارت کرلی تو اس نے قبر مطہر پر اپنا سررکھا اور رونا شروع کردیا۔ جب اس نے سر اٹھایا تو وہ دیکھ سکتا تھا۔ اسکا نام ہی معجزی پڑگیا۔اس کے بعد وہ ایک مدت تک دیکھ سکتا تھا۔ وہ اپنی باقی عمر مشھد ہی میں رہا۔ اس نے شادی کی۔ اور اسکی اولاد بھی ہوئی۔ اسکے بعد اسکو آنکھوں کی بیماری کبھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ معجز کے نام سے معرو ف ہوگیا اور اسی وجہ سے ہی اسکو بادشاہ اور رعیت دونوں پہچاننے لگے۔ پس اسکی فضیلت کا کیا کہنا کہ جسکا فضل عام ہے اور جسکی خبر روایت کی جارہی ہے"

صدوق نے عیون میں کہا ہے کہ ہمیں بیان کیا ابو علی محمد بن احمد بن محمد المازی نے، اس نے کہا: ہمیں بیان کیا ابو الحسن محمد بن عبداللہ الھروی نے اھل بلخ میں ایک شخص امام رضا علیہ السلام کے مشھد میں حاضر ہوا تو اسکے ساتھ اسکا غلام بھی تھا۔ پس اس نے اور اسکے غلام نے ایک ساتھ امام رضا علیہ السلام کی زیارت کی۔ وہ شخص امام علیہ السلام کی مزار کے سرہانے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگا جبکہ اسکے غلام نے امام علیہ السلام کے قدموں میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

جب وہ دونوں سجدے سے فارغ ہوئے تو ددنوں سجدہ شکر میں چلے گئے اور دونوں نے سجدے کو بہت لمبا کیا۔ پس اس شخص نے اپنے غلام سے پہلے سر سجدے سے اٹھا لیا۔ اور اس نے غلام کو آواز دی تو اس نے بھی سر سجدے سے اٹھا لیا تو اس نے کہا:"جی میرے آقاؑ" تو اس نے اس سے کہا:"کیا تو آزادی چاہتا ہے؟" تو اس نے کہا:"جی ہاں" تو اس نے کہا:"تو اللہ کی راہ میں آزاد ہے اور بلخ میں موجود میری فلاں کنیز بھی راہ خدامیں آزاد ہے میں نے اسکا نکاح تم سے اتنے حق مہر میں کیا اور میں ہی اس حق مہر کا ضامن ہوا۔ اور میری فلاں جاگیر میں نے تم دونوں کے لیے وقف کی اور تمہاری اولاد کے لیے اور تمہاری اولاد کی اولاد کے لیے اور آئندہ آنے والی تمام نسلوں کے لیے۔ یہ امامؑ اس بات کے گواہ ہوئے۔

پس وہ غلام بہت رویا اور اس نے اللہ عزوجل اور امامؑ کے نام کا حلف اٹھاکر کہا کہ وہ اپنے سجدے میں بعینہ اسی حاجت کی دعا کررہا تھا۔ اور اسکی حاجت کے معاملے میں اللہ عزوجل کی طرف سے اتنی جلدی اجابت ہوئی۔

اور اسی کتاب ہی میں اس سے روایت کیا گیا ہے کہ اس نے کہا:"ہمیں بیان کیا ابو نصر الموذن نیشا پوری نے، اس نے کہا کہ میں بہت بیمار پڑ گیا کہ جس کے سبب میری زبان بھاری ہوگئی اور میں بولنے سے قاصر ہوگیا۔ پس میرے ذہن میں خیال آیا کہ میں امام رضا علیہ السلام کی زواری کروں اور امامؑ کی

مزار اقدس کے پاس اللہ سے دعا کروں اور امامؑ کو اللہ کے حضور شفیع بناؤں تو مجھے شفا ملے گی اور میری زبان کام کرنا شروع کردے گی۔ میں گدھے پر سوارہوا اور مشہد مقدس کی طرف چل پڑا۔ میں نے امام رضا علیہ السلام کی زوارلی کی اور آپؑ کی قبر کے سرہانے کھڑے ہوکر دو رکعت نماز ادا کی۔ اور پھر سجدہ شکر میں گر کر یہ زاری کے ساتھ دعا میں مصروف ہوگیا اور امام رضا علیہ السلام کو اللہ کی دربار میں شفیع بنایا کہ مجھے بیماری سے نجات عطا فرمائے اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے۔

مجھے سجدے کی حالت ہی میں نیند آگئی اور میں نے خواب میں دیکھا کہ قبر مبارک کھل گئی کہ جسمیں سے ایک وجیہ صورت خوبصورت قدو کاٹھ کا ایک شخص باہر آیا اور میرے قریب پہنچ کر اس نے کہا: ”اے ابو نصر! کہو ”لا الہ الا اللہ“ میں نے اسکی طرف اشارہ کی کہ میں کیسے کہوں میری زبان بند ہے، تو اس شخص نے میرے سامنے بلند آواز سے کہا: ”کیا تو اللہ کی قدرت سے انکار کرتا ہے؟ کہو ”لا الہ الا اللہ“ میری زبان نے کام کرنا شروع کردیا۔ اور میں نے کہا: ”لا الہ الااللہ“ پس میں پیدل ہی اپنے گھر کی طرف چل پڑا اور میں مسلسل کہہ رہا تھا: ”لا الہ الا اللہ“ اور میری زبان تندرست ہوچکی تھی۔ اور اسکے بعد ہرگز بھاری نہ ہوئی۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے کہا ہے کہ میں نے ابو نصر موذن سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا: ایک دن سنا باد کی طرف سے سیلاب امڈ پڑا اور وادی مشہد طوس سے بلند تھی۔ پس سیلاب جب مشہد مقدس کے قریب پہنچا تو ہمیں مشہد مقدس کے غرق آب ہونے کا خدشہ لاحق ہوا۔ مگر اللہ کی قدرت اور اذن سے مشہد مقدس کے قریب سیلاب ختم ہوگیا اور اس نے وادی کے بلند حصوں میں تباہی مچا دی۔ جبکہ مشہد مقدس میں ایک بوند سیلاب بھی نہ آیا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں کہا ہے کہ ہمیں بیان کیا ابو الفضل محمد بن احمد بن اسماعیل سلیطی نیشاپوری نے، اس نے کہا کہ میں امیر ابو نصر بن ابو علی صغانی کہ جو صاحب الجیش تھا کی خدمت میں رہتا تھا اور صغانیان میں اسکی مجھ سے صحبت بہت احسان کے ساتھ تھی۔ اسکے دیگر اصحاب اسکے میری طرف میلان اور اسکا میرے احترام کرنے کے سبب مجھ سے حسد کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اس نے ایک تھیلی کہ جسمیں تین ہزار درہم اور اسکی مہر تھی مجھے سونپی اور مجھے حکم دیا کہ میں اسے اسکے خزانے میں جمع کرادوں۔ پس میں اسکے پاس سے باہر آیا اور دربانوں کے بیٹھنے والی جگہ پر بیٹھ گیا اور میں نے وہ تھیلی اپنے پاس رکھ لی۔ اور میں حسب معمول لوگوں سے گفتگو میں مشغول ہوگیا۔ پس مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ وہ تھیلی چوری ہوگئی۔ اس وقت امیر ابی نصر کا ایک غلام کہ جسے خطلخ باش کہا جاتا تھا۔ وہ بھی وہاں موجود تھا۔ جب میں نے تھیلی کی طرف نگاہ کی تو وہ غائب تھی۔ پس میں نے لوگوں سے اس کے بارے میں سوال کیا تو ان سب نے اسکی خبر تک سے انکار کردیا۔ اور ان سب نے کہا: ”تم نے یہاں کوئی چیز رکھی ہی نہیں تھی۔

جب میں نے یہ گھٹیا واردات دیکھی جبکہ میں لوگوں کے مجھ سے حسد کے بارے میں بھی پورا باخبر تھا۔ تو میں نے پسند نہ کیا کہ میں امیر ابو نصر صفانی کو اس کی خبر دوں کہ وہ مجھ پر شکر کرنے لگے گا۔ پس میں حیران و پریشان رہ گیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ تھیلی کس نے اٹھائی تھی۔ میرے باپ کو جب کوئی پریشانی یا غم گھیرتا تھا تو وہ مشہد امام رضا علیہ السلام کی طرف دوڑتا تھا۔ اور آپؑ کی زواری کے بعد امامؑ کے مزار کے پاس دعا کرتا تھا کہ جو اسکی پریشانی کے زائل ہونے کا سبب بن جاتا تھا پس میں

امیر ابو نصر کے پاس دوسرے روز گیا اور میں نے اس سے کہا:"اے امیر! مجھے طوس جانے کی اجازت دو کہ میرا وہاں ایک کام ہے" تو اس نے مجھے کہا:"کیا کام ہے؟" میں نے کہا:"میرا ایک طوسی غلام

مجھ سے فرار ہوگیا ہے اور مجھے وہ تھیلی بھی نہیں مل رہی مجھے اس پر ہی شک ہے۔ تو اس نے مجھے کہا:"سنو! ہمارے ہاں تمہارے مقام کو خیانت کے ذریعے برباد مت کرنا" تو میں نے کہا:"میں اس سے اللہ کی پنا ہ چاہتا ہوں" تو اس نے کہا:"اگر تو نہ آئے تو میری تھیلی کا ضامن کون ہے؟ تو میں نے اس سے کہا:"اگر میں چالیس40دنوں تک نہ آؤں تو میرا گھر اور میری ساری ملکیت تمہارے سامنے ہے۔ ابو الحسن خزاعی کی طرف لکھو کہ وہ طوس میں میرے سارے مال و اسباب کو قبضے میں لے لے"

پس اس نے مجھے اجازت دی تو میں نکل پڑا۔ میں نے ایک منزل سے دوسری منزل تک کرائے کی سواری استعمال کی یہانتک کہ میں مشہد مقدس پہنچا میں نے زیارت کی اور آپؑ کی مزار کے سرہانے اللہ عزوجل کے حضور دعا کی کہ وہ مجھے تھیلی کے بارے میں مطلع فرمائے۔ پس اس طرح میں نیند میں چلا گیا میں نے نیند کی حالت میں دیکھا کہ رسول اللہؐ مجھ سے فرمارہے تھے:"اٹھو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری حاجت پوری کردی ہے" پس میں اٹھا اور میں نے تجدید وضو کیا اور جتنی اللہ نے توفیق دی نماز پڑھی۔

اور میں نے دعا کی اور مجھے پھر نیند آگئی میں نے عالم خواب میں رسول اللہؐ کی زیار ت کی تو آپؐ نے مجھے فرمایا:"تھیلی کو خطلخ باش نے چرایا ہے اور اس نے اسے اپنے گھر میں ایک انگھیٹی کے نیچے دفن کررکھا ہے وہ وہا پر ابھی تک ابو نصر صغانی کی مہر کے ساتھ موجود ہے"

پس میں امیر کے پاس واپس پلٹ آیا۔ اور ابھی تک مقررہ معیاد سے تین دن باقی تھے، جب میں اسے پاس گیا تو میں نے اس سے کہا:"میری حاجت پوری ہوگئی" تو اس نے کہا:"الحمداللہ"

پس میں باہر آیا۔ میں نے کپڑے تبدیل کیے۔ اور دوبارہ اس کے پاس گیا۔ تو اس نے کہا:"تھیلی کہاں ہے؟ میں نے کہا:"تھیلی خطخ تاش کے پاس ہے۔ تو اس نے کہا:"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

تو میں نے کہا:"مجھے امام رضا علیہ السلام کی قبر مطہر کے پاس رسول اللہؐ نے خواب میں بتلایا ہے تو یہ بات سن کر اس کا پورا بدن لرز گیا اس نے خطلخ تاش کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور اس سے کہا:"تھیلی کہاں ہے کہ جو تو نے اسکے سامنے سے اٹھائی تھی؟ مگر اس نے انکار کیا وہ اسے عزیز ترین غلاموں میں سے تھا مگر اس نے اس مار پیٹ کے ذریعے پوچھنے کا حکم دیا تو میں نے اس سے کہا:"اے امیر! اسکو مارنے کا حکم مت دو! کیو ں کہ رسول اللہؐ نے مجھے وہ جگہ بھی بتائی ہے کہ جس جگہ اس نے اسے دفن کررکھا ہے" تو اس نے کہا:"وہ کہاں ہے؟" میں نے کہا:"وہ تھیلی اسکے گھر میں انگیھٹی کے نیچے امیر کی مہر سمیت دفن ہے" پس اس نے ایک قابل اعتماد شخص کو اسکے گھر کی طرف روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ انگھیٹی والی جگہ کو کھودے۔ پس وہ اسکے گھر گیا۔ کھودا اور اس مہر زدہ تھیلی کو نکال کر اسکے سامنے رکھ دیا۔

جب امیر نے تھیلی اور اس پر اپنی مہر کو دیکھا تو اس نے مجھے کہا:"اے ابو نصر! اس وقت سے پہلے مجھے تمہاری فضیلت کا کما حقہ، علم نہ

نہ تھا۔ البتہ اب میرے دل میں تیرے لیے نیکی، احترام اور سب پر تمہیں فوقیت دینے کے خیال سے پہلے سے کہیں بڑھ کر ہے اگر تو مجھے بتلاتا کہ تو مشہد مقدس جانا چاہتا ہے تو یقینا میں تمہیں اپنی سواری پر پہنچاتا"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے کہا:"میں نے حاکم رازی کہ جو ابو جعفر عنبی کا ساتھی تھا سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا:"مجھے ابو جعفر عنبی نے ابو منصور بن عبدالرزاق کی طرف بھیجا۔ جب خمیس کا دن آیا تو میں نے اس سے امام رضا علیہ السلام کی مزار کی زیار ت کے لیے اجازت چاہی تو اس نے مجھ سے کہا۔ میں اس مشہد مقدس کے بارے میں تمہیں جو واقعہ سنانے والا ہوں اسے غور سے سنو!۔

میں جوانی میں اھل بیتؑ سے تعصب رکھتا تھا۔ اور اس مشہد مقدس کے زاہرین پر راہزنی کرتے ہوئے انکے کپڑے اور زادراہ تک لوٹ لیتا تھا۔ ایک دن میں شکار کی غرض سے نکلا تو میں نے ہرنی کے پیچھے تیندوے کو چھوڑا تیندوے نے پیچھا کیا تو وہ ہرنی مشہد مقدس کی چار دیواری کے اندر چلی گئی۔پس ہرنی اور تیندوا آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ مگر ایک دوسرے کے قریب نہ ہوئے۔ ہم نے ہر کوشش کی کہ تیندوا اسکو جا کر پکڑے مگر تیندوے نے ایسا نہ کیا اور جب ہرنی نے اس جگہ کو چھوڑا تو تیندوا اسکے پیچھے بھاگنے لگا۔ اور جب وہ دوبارہ مشہد مقدس کی چار دیواری میں آئی تو تیندوا پھر رک گیا۔ اور جب میں چار دیواری کے اندر گیا تو ہرنی مشہد کی چار دیواری کے اندر ایک حجر ے میں چلی گئی۔ میں بھی اسکے پیچھے اندر گیا۔ تو میں نے ابو نصر المقری سے کہا:"وہ ہرنی کہا ں گئی ہے کہ جو یہاں داخل ہوئی تھی"

تو اس نے کہا:"میں نے کوئی ہرنی نہیں دیکھی ہے" میں اس جگہ گیا کہ جہاں ہرنی اندر گئی تھی میں نے ہرنی کی مینگنیاں دیکھیں اور پیشاب کے نشان بھی مگر مجھے ہرنی دکھائی نہ دی۔ پس میں نے منت مانی کہ اسکے بعد اللہ کے حضور وعدہ کرتا ہوں کہ میں کسی زوار کو اذیت نہ دوں گا۔ میں ان سے ہمیشہ اچھائی کروں گا۔ اور مجھے جب بھی کوئی مشکل معاملہ پیش آیا میں نے اس مشہد مقدس کی زیار ت کی اور اللہ سے اپنی حاجت کی طلب کی تو میری حاجت پوری ہوئی۔ میں نے اللہ سے سوال کیا تھا کہ مجھے اولا د نرینہ ہو تو مجھے بیٹا ہوا۔ یہانتک کہ وہ بالغ ہو کر قتل ہوگیا تو میں دوبارہ اس جگہ گیا اور میں نے مشہد مقدس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ مجھے اولاد نرینہ دے تو مجھے دوبار ہ بیٹا ہوا۔ پس میں ہمیشہ جب بھی وہاں جاکر اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں میری حاجت پوری ہوتی ہے پس اس طرح مجھ پر اس مشہد مقد س کی برکت کا ظہور ہوا ہے اس کے ساکن پر اللہ کا درود سلام ہو۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے کہا ہے کہ ہمیں بیان کیا ابو طبیب محمد بن

ابو الفضل سلیطی نے، اس نے کہا کہ خراسان کا سپہ سالار ایک دن نیشا پور میں میدان حسین بن یزید کی طرف نکلا تاکہ وہ اسکے ساتھ موجود فوجی سرداروں کے ساتھ باب عقیل کو دیکھ سکے۔ کیونکہ اس نے اسکی تعمیر اور اسے ہسپتال بنانے کا حکم دیا تھا۔ اسکے قریب سے ایک شخص گزرا تو اس نے اپنے غلام سے کہا:"اس شخص کو پیچھے جاکر روکواور اسے گھر لے کر آؤ میں ابھی واپس آتا ہوں"

جب امیر گھرواپس آیا اور اسکے ساتھ دیگر فوجی سردار کھانے پر بیٹھے تو اس نیغلام سے کہا:"وہ شخص کہاں ہے؟" تو اس نے کہا:"وہ دروازے پر ہے" تو اس نے کہا:"اسے اندر لاؤ" جب وہ اندر آیا تو اس نے حکم دیا کہ اسکے ہاتھ دھلوائے جائیں اور وہ دستر خوان پر بیٹھے۔

جب وہ فارغ ہوا تو اس نے اس سے کہا:"تمہارے پاس گدھا ہے؟" اس نے کہا:"نہیں" تو اس نے اسے گدھا دئیے جانے کا حکم دیا۔پھر اس نے اسے سے پوچھا: کیا تمہارے پاس زادراہ کے طور پر کچھ درہم ہیں اس نے کہا:"نہیں" تو اس نے اس کو ایک ہزار درہم دئیے جانے کا حکم دیا اور دیگر سامان سفر بھی جب اسے وہ سب دے دیا گیا تو امیر حمویہ فوجی سرداروں سے مخاطب ہو اور اس نے کہا:"کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟" ان سب نے کہا:"جی نہیں" تو اس نے کہا:"تو جان لو کہ میں اپنی جوانی میں امام رضاءؑ کی مزار اقدس کی زواری کے لیے گیا تو میں نے عام سی گھٹیا سی چادر پہن رکھی تھی۔ میں اس شخص کے بالکل سامنے تھا اور میں تلاوت قرآن کے وقت دعا مانگ رہا تھہ کہ وہ مجھے خراسان کی حکومت عطا فرمائے اور میں نے دیکھا کہ یہ شخص اس جگہ انہی چیزوں کا سوال کررہا تھا کہ جو میں نے اسے دی ہیں۔ پس میں نے جو دعا مانگی تھی میں نے دیکھا کہ اس مشہد مقدس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وہ دعا سن لی تھی۔ اور میں نے چاہا کہ اس شخص کی دعا اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے ہاتھوں پوری ہو۔ البتہ میرے اور اس کے درمیان ایک قصاص باقی ہے۔

ان لوگوں نے کہا:"وہ کیا" اس نے کہا:"اس شخص نے جب مجھے اس گھٹیا لباس میں دیکھا اور مجھے اتنی بڑی چیز مانگتے دیکھا تو اس وقت اس کے ذہن میں میرا مقام گرگیا اس نے مجھے پاؤں سے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا تھا:"تم جیسے اس حالت میں بھی خراسان کی حکومت کی لالچ رکھتے ہیں اور لشکر کی سرداری کے بھی" تو فوجی سرداروں نے اس سے کہا:"اے امیر! اسے معاف فرمادیجیے" اس نے کہا:"میں نے معاف کیا"

حمویہ اسکے بعد بھی مشہد مقدس کی زیارت کیا کرتا تھا اور اس نے جناب زید بن محمد بن زید علوی کو حرجان میں اسکے والد کے قتل کے بعد اپنی بیٹی بھی بیاہ دی اور اسے اپنے محل میں لے آیا اور اسے تمام تر سہولیات دی اور یہ سب اس نے مشہد مقدس کی برکت کی معرفت

کے بعد کیا۔

جب ابو الحسن محمد بن احمد بن زیاد علوی نے خروج کیا تو نیشا پور میں بیس ہزار افراد نے اسکی بیعت کی خلیفہ نے اسکا مقابلہ کیا اور اسے پکڑ کر بخارا لے جایا گیا۔پس حمویہ گیا اور اس نے اسکی قید چھڑائی اور امیر خراسان سے کہا:"یہ اولاد رسولؐ ہیں۔ یہ بھوکے ہیں پس واجب ہے کہ تم انکی کفالت کروتا کہ یہ طلب معاش کے لیے خروج نہ کریں"

نے میری پرورش کی جب میں بڑا ہوگیا تو میں اپنے ماں باپ کی تلاش میں نکلا مجھے انکی خبر تک نہ تھی۔ مجھے ایک گروہ ملا کہ جو اس طرف آرہا تھا۔ میں بھی انکے ساتھ چل پڑا"

اس ترکی شخص نے کہا:"میرے لیے اس مشہد مقدس کا وہ معجزہ ظاہر ہوا ہے کہ جس نے میرے عقیدے کی اصلاح کردی ہے میں نے خو د پر قسم کھائی ہے کہ جب تک زندہ ہوں میں اس مشہد مقدس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا"

اس نے اس کے لیے شہریہ مقرر کیا اور اسے آزادکردیا اور اسے نیشا پور واپس بھیج دیا پس یہی وجہ بنی کہ اھل شرف کو بخارا سے شہر یہ ملنے اور یہ سب اسی مشہد مقدس کی برکت ہی کے سبب ہوا۔

اس نے اسی کتاب ہی میں کہا ہے کہ ہمیں بیان کیا ابو العباس احمد بن ابن الحسین الحاکم نے، اس نے کہا کہ میں نے ابو علی عامر بن عبداللہ دری سے کہ جو مرو میں رود کا حاکم تھا اور اصحاب حدیث میں سے تھا وہ کہہ رہا تھا:"میں مشہد امام رضا علیہ السلام میں طوس میں حاضر ہوا میں نے ایک ترکی کو دیکھا کہ وہ اندرقبہ میں آیا۔ اورقبر اطہر کے سرہانے کھڑا ہوگیا۔ اور رونے لگا اور اپنی ترکی زبان میں دعا مانگنے لگا۔ کہہ رہا تھا:'اے پالنے والے!اگر میرا بیٹا زندہ ہے تو مجھے ملا دے۔ اور اگر وہ مر گیا ہے تو مجھے پورے علم اور معرفت کے ساتھ اس کی خبر فرما"

میں ترکی زبان جانتا تھا۔ میں نے اس سے کہا:"اے شخص! تمہیں کیا مسئلہ ہے؟" تو اس نے کہا:"میرا ایک بیٹا تھا۔ وہ اسحاق آباد کی جنگ میں میرے ساتھ تھا۔ وہ مجھ سے بچھڑ گیا مجھے اسکی خبر تک معلوم نہ ہے۔ اسکی ماں ہمیشہ روتی رہتی ہے۔ میں نے یہاں پر اسی لیے اللہ سے دعا کی ہے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اس مشہد مقدس میں دعا قبول ہوتی ہے" مجھے اس پر رحم آیا میں نے اسکو پکڑا اور اسے باہر لے آیا تاکہ اس دن اسکی ضیافت کرسکوں جب ہم مسجد سے باہر نکلے تو ہمیں ایک طویل قدو قامت کا جوان ملا جب اس ترکی نے اس جوان کو دیکھا تو اسکی طرف لپکا اوراسے گلے لگا کر رونے لگا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا تھا۔ وہ اس کا وہی بیٹا تھا کہ جس کے ملنے کی اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی۔

میں نے اس سے پوچھا کہ وہ اس جگہ تک کیسے پہنچا؟ تو اس نے کہا:"اسحاق آباد کی جنگ کے بعد میں ظہرسان جا پہنچا۔ جہاں ایک دیلمی

خ ابو علی فجل بن الحسن طبرسی نے کتاب اعلام الورد میں امام رضاعلیہ السلام کے معجزات کے ذکر کے بعد کہا ہے کہ البتہ امام علیہ السلام کی شہادت کے آپؑ کے مشہد مقدس سے ظاہر ہونی والی علامات اور معجزات کہ جنہیں ق کیڑنے دیکھا اور عام خاص کے زبانوں پر عام ہیں کہ جنکا اقرار مخالف، موافق دونوں کرتے ہیں وہ اس دن تک اتنے زیادہ ہیں کہ جنکو انکارکرنا اور ذکر کرنا ممکن نہ ہے۔

آپؑ کے مشہد مقدس میں کوڑھ زدہ اور برص زدہ مریضوں کو صحت ملی اور دعائیں قبول ہوئیں اسکی برکت سے حاجتیں قضا ہوئیں اور مصیبتیں ٹلیں انمیں سے بہت سے واقعات ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور ہم نے پوری طرح یقین و علم حاصل کیا کہ جسمیں کسی قسم کے شک و شبہ کا کوئی معنیٰ نہ ہے۔ نچ محمد بن الحسن حرعاملی نے اپنی کتاب اثبات الھدات بالخصوص المعجزات میں یہ سب کہ جو ہم نے ذکر کیا ہے نقل کرنے کے بعد کہا ہے:میں نے مشہد امام رضا علیہ السلام کی تولیت کے دوران بہت سے معجزات دیکھے جیسے کہ طبرسی نے دیکھے اور یقین کی حد کو چھو گیا۔

اوریہ26چھبیس سال کا عرصہ تھا۔ میں نے اس بارے میں اتنی خبریں سنی ہیں کہ جو تواتر کی حد کو عبور کرجاتی ہیں۔ میرے وہم و خیال تک میں نہ ہے کہ میں نے اس مشہد مقدس میں اللہ کے حضور کوئی دعا مانگی ہو اور اللہ تعالیٰ نے وہ قبول نہ کی ہو۔ والحمداللہ اسکی تفصیل کے لیے تمامتر وسعتیں کم ہیں اور اس بارے میں گفتگو بہت طویل ہوجائے گی اسی وجہ سے میں فقط اجمالاً ذکر پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ انمیں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے ہمسائیوں میں ایک بچی گونگی اور بہری تھی۔ پھر ایک دن اس نے امام رضا علیہ السلام کی مزار کی زیارت کی تو اس نے قبر اقدس کے قریب ایک وجیہ شخص نظر آیا۔ میرے خیال میں وہ امام رضا علیہ السلام تھے۔ تو اس شخص نے اس لڑکی سے فرمایا:"کیا بات ہے کہ تو بولتی نہیں ہے۔ بولو" پس وہ اسی وقت بولنے لگی اور اسکا گونگا وبہرہ پن فوراً دور ہوگیا۔

تیسرا مطلب
آپؑ کی زیارت کے ثواب کے بارے میں ہے

شیخ ابو القاسم جعفر بن محمد بن موسیٰ بن قولویه نے کامل الزیارات میں اپنی اسناد کے ساتھ یحییٰ بن سلیمان مازی سے روایت کی ہے که ابو الحسن موسی بن جعفر علیہا السلام نے فرمایا:"جس شخص نے میرے فرزندؑ کی قبر کی زیارت کی اسے اللہ کے ہاں ستر70مقبول حج کا ثواب ملے گا" میں نے عرض کی ستر حج! آپؑ نے فرمایا:"ہاں بلکه ستر ہزار70000حج" میں نے عرض کی:"ستر ہزار70000حج! "آپؑ نے فرمایا:"بسا اوقات حج کرنے والوں کا حج قبول نہیں ہوتا مگر جو شخص اسکی زیارت کرے اور رات اسکی مزار کے پاس بیتائے گویا اس نے عرش پر اللہ کی زیارت کی"

میں نے کہا:"گویا اس نے عرش پر اللہ کی زیارت کی!" آپؑ نے فرمایا:"ہاں! جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ کے عرش پر اولین میں سے چار ہونگے اور آخرین میں سے چار ہونگے، اولین میں سے چار نوحؑ،ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ہونگے۔اور آخرین میں سے چار محمدؐ، علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہونگے۔ پھر میدان محشر سجے گا تو جس نے ائمه علیهم السلام کی قبور کی زیارت کی ہوگی وہ ہمارے ساتھ بیٹھے گے البته ان سب میں بلند درجه اور سب سے زیادہ عطیات پانے والا میرے فرزند علی رضا علیه السلام کی زیارت کرنے والا ہوگا"

صدوق نے عیون اور امالی میں اپنی سند کے ساتھ سلیمان بن جعفر المروزی سے اسی حدیث کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ایسا ہی روایت کیا ہے۔ پھر اس نے کہا:"آپؑ کے فرمان "گویا اس نے عرش پر اللہ کی زیارت کی" کا معنی تشبیه ہرگز نه ہے کیونکه ملائکه بھی تو عرش کی زیارت کرتے ہیں اور اس کی زیارت سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور اسکے گرد طواف کرتے ہیں اور جب ہم کہتے ہیں که ہم اللہ کے عرش پر اسکی زیارت کریں گے تو ایسے ہے که جیسے ہم کہتے ہیں ہم بیت اللہ کا حج کریں گے اور اللہ کی زیارت کریں گے کیونکه اللہ عزوجل کو کسی مقام سے ہرگز صفت نہیں دی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے"

اور کامل میں اپنی اسنا د کے ساتھ ابن قولویه نے احمد بن دستوائی سے روایت کی ہے که میں ابو جعفر ثانی علیه السلام کے پاس حاضر ہوا تو میں نے آپؑ سے عرض کی:" جو شخص آپؑ کے بابا بزرگوار علیه السلام کی طوس میں زیارت کرے اسکا اجر کتنا ہے؟" تو آپؑ نے فرمایا:"جو شخص طوس میں میرے بابا بزرگوارعلیه السلام کی زیارت کرے اللہ تعالیٰ اسکے گزشته اور آئنده تمام گناہ معاف کردیتا ہے"

حمدان نے کہا:"اسکے بعد میں ایوب بن نوح بن دراج سے ملا اور میں نے اس سے کہا:"اے ابو الحسن! میں نے اپنے مولا اور ابو جعفر علیه السلام سے سنا ہے که آپؑ فرمارہے تھے:"جس شخص نے طوس میں جاکر میرے بابا بزرگوارعلیه السلام کی زیارت کی اللہ تعالیٰ اسکے گزشته اور آئنده تمام گناہ معاف کردے گا"

تو ایوب نے کہا:"کیا میں اس بارے میں تمہارے علم میں اضافه کروں؟" میں نے کہا:"جی ہاں" اس نے کہا:"میں نے آپؑ یعنی ابو جعفر علیه السلام کو فرماتے سنا:"جو شخص طوس میں میرے بابا بزرگوارعلیه

السلام کی زیارت کرے اللہ تعالیٰ اسکے گزشتہ اور آئندہ سبھی گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ جب قیامت کا روز آئے گا تو اس شخص کے لیے رسول اللہؐ کے منبر کے ساتھ ایک منبر لگایا جائے گا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے حساب سے فارغ ہوجائے گا۔

اور اس نے اپنی کتاب ہی میں اور عیون میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن سلیمان سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے سوال کیا اس شخص کے بارے میں کہ جس نے اسلامی حج ادا کیا اور اس نے عمرہ کے ساتھ حج تمتع کیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسکی مدد کی اور اس نے حج اور عمرہ دونوں کرلیے۔ پھر وہ مدینے گیا اور اس نے نبیؐ کو سلام کیا پھر وہ آپؑ کے بابا بزرگوارامیر المومنین علیہ السلام کے حق کی معرفت سے سرشارکہ وہ پورا یقین رکھتا تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں اور اللہ کا وہ دروازہ ہیں کہ جس کے ذریعے اللہ تک پہنچا جاسکتا ہے پس اس نے امیر المومنین علیہ السلام کو سلام کیا۔ پھر اس نے ابو عبداللہ حسین بن علی علیہا السلام کو سلام کیا پھر وہ بغداد گیا اور اس نے ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام کو سلام کیا پھر وہ اپنے وطن واپس چلا گیا۔ پس اگر اس وقت اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ حج کرنے کی توفیق دے تو کونسا حج اس کے لیے افضل ہوگا حج کرے یا خراسان جا کر آپؑ کے بابا بزرگوارعلیہ السلام علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام کی زیارت کرے۔

آپؑ نے فرمایا:”بلکہ اسے چاہیے کہ وہ خراسان جائے اور ابو الحسن علیہ السلام کو سلام کرے یہی افضل ہے اور یہ رجب المرجب کے مہینے میں ہونا چاہیے اور حج کرنے کے دنوں میں ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے کہ بادشاہ کی طرف سے تم پر اور ہم پر طعن و تشنیع نہ ہو پائے۔

کافی میں اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو ایسا ہی روایت کیا گیا ہے اور کافی ہی میں ہے کہ علی ابن ابراہیم نے اپنے باپ سے، اس نے علی بن مہزیار سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کی:”آپؑ پر قربان جاؤں! امام رضا علیہ السلام کی زیارت افضل ہے یا عبداللہ حسین علیہ السلام کی زیارت افضل ہے؟

آپؑ نے فرمایا:”میرے بابا بزرگوارعلیہ السلام کی زیارت افضل ہے اور یہ اس لیے کہ ابو عبداللہ حسین علیہ السلام کی زیارت تمام لوگ کرتے ہیں جبکہ میرے بابا بزرگ گوارعلیہ السلام کی زیار ت فقط شیعوں میں سے خاص افراد ہی کرتے ہیں۔

اسی حدیث کو کامل اور عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے اسی طر ح ہی روایت کیا گیا ہے۔

اور عیون میں اپنی سند کے ساتھ عبدالعظیم عبداللہ الحسینی رحمة اللہ علیہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی التقی علیہ السلام نے فرمایا:”جو شخص طوس جاکر میرے بابا بزرگوار علیہ السلام کے حق کی معرفت کے ساتھ زیارت کرے میں اللہ عزوجل کی طرف سے اسکی جنت کا ضامن ہوں“

صدوق نے اپنی سندکے ساتھ عبدالعظیم عبداللہ الحسنی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کی:"میں آپؑ کے بابا بزرگوار علیہ السلام کی طوس میں زیارت اور ابو عبداللہ علیہ السلام کی زیارت کے درمیان متحیر ہوں آپؑ کیا فرماتے ہیں؟"

تو آپؑ نے فرمایا:"تم جہاں جانا چاہو" پھر آپؑ اندر گئے اور باہر تشریف لائے تو آپؑ کے آنسو آپؑ کے رخساروں پر بہہ رہے تھے آپؑ نے فرمایا:

ابو عبداللہ علیہ السلام کی قبر کے زوار بہت زیادہ ہیں جبکہ میرے بابا بزرگوار علیہ السلام کی طوس میں قبر کے زوار بہت کم ہیں"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ حمزہ بن حمدان سے روایت کیا ہے کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا:"سرزمین خراسان کے طوس نامی شہر میں میرا جگر گوشہ شہید کیا جائے گا۔ جو بھی اسکے حق کی معرفت کے ساتھ اسکی زیارت کرئے گا میں قیامت کے روز اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں داخل کردوں گااگرچہ وہ گناہان کبیرہ کا حامل ہی کیوں نہ ہوگا" میں نے عرض کی:"آپؑ پر قربان جاؤں! اُن حضرات علیہ السلام کے حق کا عرفان کیا ہے" آپؑ نے فرمایا:"آدمی یقین رکھتا ہو کہ وہ حضرتؑ واجب الاطاعت امامؑ اور شہید ہیں۔ پس جو بھی ان حضرتؑ کے حق کی معرفت کے ساتھ زیارت کرے اللہ تعالیٰ اسے ان ستر ہزار شہیدوں کے برابر حقیقی اجر دے گا کہ جنمیں سے ہر ایک شہید رسول اللہؐ کے ہاتھوں پر شہید ہوا ہو"۔

صدوق نے دوسری حدیث روایت کرے ہوئے کہا ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے ہمارے مولا موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا:"اس کا فرزندؑ طوس میں شہید ہوگا ہمارے شیعوں میں سے فقط پاکیزہ لوگ ہی اسکی زواری کریں گے"

اور اسی کتاب ہی میں اور امالی میں اور ابن قولویہ نے کامل الزیارات میں پوری سند کے ساتھ احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے روایت کی

ہے کہ میں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کا خط پڑھا جسمیں تھا:"ہمارے شیعوں تک پہنچا دو کہ میری زیارت اللہ کے نزدیک ایک ہزار حج کے برابر ہے

میں نے آپؑ کے فرزند امام ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کی:"ایک ہزار حج!" آپؑ نے فرمایا:"ہاں! اللہ کی قسم!ایک لاکھ حج کا ثواب ہے اس شخص کے لیے کہ جو آپؑ کے حق کی معرفت کے ساتھ زیارت کرے

اور عیون میں اس نے اپنی سند کے ساتھ علی بن اسباط سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے سوال کیا کہ جو شخص آپؑ کے بابا بزرگوار علیہ السلام کی خراسان میں زواری کرے اسکا اجر کیا ہے؟"

آپؑ نے فرمایا:"جنت' اللہ کی قسم! جنت، اللہ کی قسم! جنت"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ حمدان دیوانی سے بات کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:"میں (عالم مسافرت میں) گھر سے دور ہوں جو بھی میری زیارت کرے گا میں تین مقامات پر قیامت کے روز اسکے پاس جاؤں گا یہانتک کہ اسے ان تین مقامات کے خوف سے بچاؤں گا ایک جب اعمال نامے دائیں بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے دوسرے پل صراط پر اورتیسرے میزان پر"

اور اسی کتا ب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ ابو ہاشم داود بن القاسم جعفر ی روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر بن التقی علیہا السلام کو فرماتے سنا:"طوس کے پہاڑوں کے درمیان ایک پہاڑ ہے کہ جو جنت سے ہے جو بھی اس میں داخل ہوا قیامت کے دن جہنم سے امان حاصل کرگیا" اور کلینی نے کافی میں اور ابن قولویہ نے کامل الزیارات میں اپنی سند کے ساتھ علی بن ابراہیم جعفر ی سے، اس نے حمدان ان اسحاق سے روایت کی ہے کہ اس کہا کہ میں نے خود ابو جعفر علیہ السلام سے سنا یا یہ کہ اسے اس شخص نے حکایت کی ہے کہ جس نے ابو جعفر علیہ السلام سے سنا:"یہ شک علی بن ابراہیم کی طرف سے ہے --- کہ ابو جعفر علیہ السلام سے فرمایا:"جس شخص نے بھی طوس میں جاکر میرے بابابزرگوار علیہ السلام کی زیارت اللہ تعالیٰ اسکے گزشتہ اور آئندہ تمام گناہ معاف کردئیے۔

راوی نے کہا:"میں نے زیارت کے بعد حج کیا اور میری ملاقات ایوب بن نوح سے ہوئی تو اس نے مجھے روایت کیا ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا ہے:"جو شخص بھی طوس جاکر میرے بابا بزر گوار علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرئے اللہ تعالیٰ اسکے گزشتہ اور آئندہ تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ اور قیامت کے دن اس کے لیے رسول اللہؐ کے منبر کے ساتھ ایک منبر لگایا جائے گا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو حساب سے فارغ کردے گا" پس میں نے ایوب بن نوح کے بعد کہ جو زیارت کرچکا تھا دیکھا تو اس نے کہا: تو بھی منبر کی تلاش میں آیا ہے"

اور صدوق نے عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن الحسن بن علی بن فضال سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام نے فرمایا:"خراسان میں ایک بقعۃ (زمین کا ٹکڑا) ہے کہ ایک زمانے میں وہ ملائکہ کی طواف گاہ ہوگا اور اس پر ہمیشہ آسمان سے موج آتی رہے گی اور آسمان کی طر ف جاتی رہے گی یہانتک کہ صور پھونکا جائے" تو آپؑ سے عرض کی گیا:"اے

رسول اللہؐ کے فرزند! وہ ٹکڑا کونسا ہے؟ آپؑ نے فرمایا:"وہ طوس کی سرزمین پر ہے اللہ کی قسم! وہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ جس نے بھی اس بقعہ میں میری زیارت کی گویا۔ اس نے رسول اللہؐ کی زیارت کی اور اللہ تعالیٰ اسکے نامہ اعمال میں ایک ہزار مستحب حج اور ایک ہزار مقبول عمرہ کا ثواب لکھے گا اور میں اور میرے آباؤ اجدد علیہم السلام قیامت کے دن اسکے شفیع ہونگے" اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ علی بن الحسن بن علی بن فضال ہی سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہا السلام کو فرماتے سنا: مجھے زہر دی جائے گی اور مجھے شہید کیا جائے گا اور مجھے عالم مسافر ت میں دفن کیا جائے گا یہ بات مجھے میرے بابا بزرگوار علیہ السلام سے، انہوں نے اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام سے، انہوں نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہا السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے میری زیارت کے بارے میں فرمایا:"کہ جو میری زیارت کرے گا جبکہ میں عالم مسافر ت میں ہوں۔ میں اور میر ے آباء اجداد علیہم السلام قیامت کے دن اسکے شفیع ہونگے اور جس کے ہم شفیع ہونے وہ نجات پائے گا خواہ اس پر جن و انس کے برابر گناہ ہی کیوں نہ ہوں"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ ابو صلت الھروی سے روایت کی ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ اھل قم کا ایک گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان لوگوں نے آپ کو سلام کیا توآپؑ نے انہیں سلام کا جواب دیا اور انہیں اپنے قریب بلایا پھر ان سے فرمایا:"مرحبا! خوش آمدید! تم لوگ حق کے ساتھ تو ہمارے شیعہ ہو اور عنقریب زمانہ آئے گا کہ جب تم طوس میں میری قبر کی زیار ت کے لیے آؤ گے جان لوکہ جس نے بھی غسل کرکے میری زیارت کی وہ گناہوں سے ایسے پاک ہوجائے گا گویا وہ اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ یاسر خادم سے روایت کی ہے علی ابن موسیٰ الرضا علیھا السلام نے فرمایا:"ہمارے قبور کے علاوہ کسی کی قبور کے لیے سامان سفر نہ باندھا جائے گا۔ میں زہر کے ساتھ شہید کیا جاؤں گا پس جو بھی میری زیارت کے لیے سامان سفر باندھے گا اسکی دعا قبول ہوگی اور اسکے گناہ معاف ہوجائیں گے"

اور اس نے اپنی مجال میں اپنی اسنا د کے ساتھ عبداللہ بن فضل ہاشمی سے روایت کی ہے کہ میں ابو عبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیھا السلام کی خدمت میں موجو د تھا کہ اھل طوس میں سے ایک شخص آپ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے آپ سے عرض کی:"اے رسول اللہؐ کے فرزندؑ! ابو عبداللہ حسین علیہ السلام کی زیارت کرنے والے کا ثواب کیا ہے؟"

تو آپؑ نے فرمایا:"اے طوسی! جو شخص ابو عبداللہ حسین بن علی علیھا السلام کے اس حق کی معرفت کے ساتھ کہ وہ ایسے امامؑ ہیں کہ جنکی اطاعت بندوں پر فرض ہے زیار ت کرے اللہ تعالیٰ اسکے گزشتہ اور آئندہ گناہ معاف فرمادیتا ہے اور ستر گناہ گاروں کے معاملے میں اسکی شفاعت قبول ہوگی۔ آپؑ کی قبر اقدس کے پاس جو بھی حاجت طلب کی جائے۔ اللہ تعالیٰ وہ حاجت پوری کرتا ہے۔

اسی اثناء میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اندر آئے تو آپؑ نے اپنی گود میں بٹھا لیا اور آپؑ کی آنکھو ں کے درمیان بوسہ دینے لگ پھر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:"اے طوسی! یہ میرے بعد حجت، خلیفہ ا ور امامؑہیں اسکی صلب سے ایک شخص ظاہر ہو گا اللہ آسمانوں پر اور بندے زمین پر اس سے راضی ہونگے وہ تمہاری سر زمین پر زہر کے ساتھ ظلم و عدوان کے ساتھ شہید کیا جائے گا اور اسے پردیس ہی میں دفن کیا جائے گا۔ سن لوکہ جو بھی اسکی حالت غربت میں جاکر زیارت کرے گا اور وہ یہ بھی جانتا ہو گا کہ وہ اپنے بابا بزرگوارؑ کے بعد اللہ کی طرف سے واجب الاطاعت امامؑ ہیں تو وہ زاہر ایسا ہے کہ گویا اس نے رسولؐ کی زیارت کی"

اور عیون میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن ابراہیم بن ھاشم سے،اس نے اپنے باپ سے، اس نے صفر بن دلف سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے آقا علی بن محمد بن علی الرضا علیھم السلام کو فرماتے سنا:"جس شخص کو اللہ کے حضور کوئی حاجت ہو اسے چاہیے کہ وہ میرے جد امجد امام رضا علیہ السلام کی طوس میں زیارت کرے اس طرح کہ وہ غسل کرے اور آپؑ کی قبر کے سرہانے دو رکعت نماز پڑھے اور اس نماز کے قنوت میں اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے اسکی ہر دعا قبول ہوگی ماسوائے گناہ اور قطع رحمی کے بارے میں مانگی گئی دعا کے۔ اس کی قبر کا مقام جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہو گی اسکی زیارت کرنے والے مومن کو اللہ تعالیٰ جھنم سے آزاد کردے گا اور اسے دار القرار (جنت) میں گھر دے گا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسنا د کے ساتھ عبدالعظیم حسنی رحمة الله علیه سے روایت کی ہے که میں نے حضرت علی بن محمد التقی علیه السلام کو فرماتے سنا:"اهل قم اور اهل ساو ه میرے جد امجد علی بن موسیٰ الرضا علیها السلام کی طوس میں زیارت کرنے کی وجه سے بخشے جائیں گے۔ جو بھی آپؑ کی زیات کے لیے سفر پر نکلے اورآسمان سے ایک قطره بھی اس پر پڑے الله تعالیٰ اس کے جسم پر جهنم کو آگ لگادے گا"

مجلسی نے بحار الانوار میں کها ہے که میں نے اپنے اصحاب کی بعض تالیفات میں دیکھا ہے که کتاب فصل الخطاب میں ذکر کیا گیا ہے که امام رضا علیه السلام نے فرمایا:"جو شخص میری زیارت کے لیے سامان سفر باندھ لے اسکی دعا قبول ہوگی اور اسکے گناه معاف کیے جائیں گے۔ جس نے اس بقعة میں آکر میری زیار ت کی اس نے رسول اللهؐ کی زیارت کی۔ اور الله تعالیٰ اسکے نامه اعمال میں ایک ہزار مستحب حج اور ایک ہزار مقبول عمره کا ثواب درج فرمائے گا۔ میں اور میرے آبا ؤ اجداد‌ٔ قیامت کے دن اسکی شفاعت کرنے والے ہونگے۔ یه بقعة جنت

کے باغیچوں میں سے ایک باغیچه ہے، ملائکه کی طواف گاه ہے صور پھونکے جانے تک اس پر آسمان سے فوج اترتی اور چڑھتی رہے گی"

میں نے اس روایت کو مخالفین کی ایک کتاب که جو محمد بن الحافظ بخاری نے لکھی ہے امام رضا علیه السلام کے بارے میں ایسا ہی دیکھا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے که ہمارے مولا ابو جعفر جواد علیه السلام سے ایسی روایات نقل کی گئی ہیں که جو آپ کی رجب المرجب کے مهینے میں زیات مستحب ہے۔ انمیں سے ایک روایت گزر بھی چکی ہے۔

سید علی بن طاو ؤس نے اپنی کتاب الاقبال میں جو روایت نقل کی ہے جسکے لفظ کچھ یوں ہیں:"میں نے اپنے کچھ عجمی اصحاب کی تالیفات میں دیکھا ہے که تئیس23ذی القعد کے دن امام رضا علیه السلام کی زیارت قریب یا بعید سے آپ کی معروف زیارات میں سے کسی معروف زیارت کے ذریعے کرنا مستحب ہے"

میں کهتا ہوں:"آپؑ کے اس دن کے علاوه بھی مخصوص ایام ہیں که جن دنوں میں آپؑ کی زیارت مناسب سے خالی نه ہے آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد کا دن ہے اور وه گیاره ذی القعده ہے۔

اور آپ‌ؑکی شهادت کا دن ہے اور وه صفر کا آخر یا چوده صفر یا ستره صفر یا رمضان المبارک کی ابتدا ء یا اکیس رمضان المبارک یا چوبیس رمضان المبارک یا تئیس ذی القعده ہے روایات کے اختلاف سے تاریخیں بھی مختلف ہیں۔

اور وه دن که جس دن امام علیه السلام کی خلافت کی بیعت کی گئی اور وه رمضان المبارک کے مهینے کی ابتداء تھی اس روایت کی بنا پر که جو کفعمی نے مصباح میں ذکر کیا ہے اور عیون اور کشف انعمة سید ابن طاؤوس نے کتاب الاقبال میں روایت کیا ہے که رمضان المبارک کے چھٹے دن دورکعت نماز اس طرح پڑھی جائے که ایک مرتبه الحمد اور ہر رکعت میں پچیس مرتبه سورة اخلاص پڑھے اس لیے که دن ہمارے

مولا امام رضاؑ کے حقوق کو تسلیم کیا گیا۔ میں کہتا ہوں:"یہ نماز امام علیہ السلام کے روزے میں آپؑ کی زیات کے بعد مناسب ہے"

آپؑ کی زیارت کا طریقہ

صدوق نے عیون میں ذکر کیا ہے کہ اس طریقے کو ہمارے استاد محمد بن الحسن نے اپنی کتاب جامع الزیارات میں ذکر کیا ہے کہ:"جب تم امام رضا علیہ السلام کی طوس میں زیارت کا ارادہ کرو تو گھر سے نکلنے سے پہلے غسل کرو اور جب غسل کرو تو بطور دعا پڑھو:"اے میرے معبود! مجھے پاک فرما اور میرے دل کو پاک فرما اور میرے سینے کو کشادہ فرما اور میری زبان پر امنی مدحت جاری فرما اور اپنی ثناء کرنے کو توفیق عطا فرما کیونکہ میرے لیے تمہارے طاقت کے سوا کچھ نہ ہے۔ اے میرے معبود! اس غسل کو میرے لیے طہور اور شفاء قرار فرما"

اور جب گھر سے نکلے تو پڑھے: اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کی مدد سے اللہ کی اور رسول اللہؐ کو فرزند علیہ السلام کی خوشنودی کے لیے میرے لیے اللہ کی کافی ہے اور میں اس پر ہی بھروسہ کرتا ہوں۔ اے میرے معبود! میری تمام تر توجہ تیری طرف ہے اور تو ہی میرا مقصود ہے اور جو تیرے پاس ہے اسکا خواہاں ہوں"

جب نکلو تو اپنے گھر کے دروازے پر رک جاؤ اور کہو:"اے میرے معبود! میری تمام تر توجہ کا مرکز تو ہی ہے۔ اپنے اهل اور اولاد کو تیرے ہی آسرے پر چھوڑتا ہوں اور میں تم ہی پر اعتماد کرتا ہو ں پس مجھے رسوا مت کرنا اے وہ ذات کہ جو اسکو چاہیے اسے رسوا نہیں کرنا اور جو اس سے حفاظت طلب کرے وہ اسکو ضائع نہیں کرتا ہے محمد وآل محمد علیہم السلام پر درود بھیج اور مجھے اپنی حفاظت میں لے کیونکہ جسکی تو حفاظت کرے وہ ضائع نہیں ہوسکتا ہے"

اور جب تم روضے پر پہنچ جاؤ توبھی غسل کرو اور غسل کے دوران پڑھو:"اے میرے معبود! مجھے پاک فرما اور میرے دل کو پا ک فرما اور میرا سینہ کشادہ فرما اور میری زبان پر اپنی مدحت، محبت اور ثناجاری فرما کیونکہ تیری سوا میری کوئی قوت نہ ہے اور یقینا تو جانتا ہے کہ میری دین کی طاقت تیرے امر کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے اور تیرے

نبی کی سنت کی اتباع کرنا ہے اور تیری تمام مخلوق کی گواہی دینا ہے اے میرے معبود! اس غسل کو میرے لیے شفاء اور نور قرار فرما کیونکہ تو ہر چیز پر قادر ہے پھر اپنے پاک و پاکیزہ کپڑے پہنو اور ننگے پاؤں چلو پڑو۔ سکو ن و وقار سے تکبیر و تہلیل و تمجید اور تمحید کے ساتھ چلئے جاؤ اور چھوٹے چھوٹے قدم بھرو۔

اور روضے میں داخل ہوتے وقت کہو:"اللہ کے نام سے، اللہ کی مدد سے اور رسول اللہؐ کی ملت پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہ ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے عبد اور اسکے رسولؐ ہیں۔

پھر چلواور ابر کے ساتھجریبله رخ که قبر تمہارے سامنے ہو کھڑے ہوجاؤ اور کہو: میں گواہی دیتا ہوں که الله وحده لاشریک له ، کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں که محمدؐ الله کے عبد خاص اور الله کے رسولؐ ہیں اور آپؐ اولین و آخرین کے سردار ہیں اور تمام انبیأ اور مرسلینؑ کے سردار ہیں (الھم صلی علی محمد وآل محمد) اے میرے معبود! محمدؐ اور انکی پاک آلؑ پر درود بھیج که جو تمہارے عبد، تمہارے رسولؐ، تمہارے نبیؐ اور تمہاری تمام مخلوق کے سردار ہیں۔ ایسا درود که جسکا شمار تمہارے سواہر کسی کی قوت سے باہر ہو"۔

اے میرے معبود! امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیھا السلام پر درود بھیج که جو تیرے عبد خاص اور تیرے رسولؐ کے بھائیؑ ہیں که جسے تم نے اپنے علم کے لیے منتخب فرمایا ہے اور اپنی مخلوق میں سے جس جس پر تو نے چاہا اسے ھادی مقرر فرمایا اور جسکو تو نے رسالت کے معبوث فرمایا اس کے لیے دلیل قرار دیا اور اسے تیرے عد ل کے ساتھ دین کا نگھبان بنایا اور اپنی مخلوق کے درمیان فیصلے کرنے والا بنایا اور اس کے ان سب پر سردار بنایا الله کی رحمت و برکت ہو آپ پر۔

اے میرے معبود! درودبھیجے اپنے نبیؐ کی بیٹی فاطمه علیھا السلام پر که جو تیرے ولی کی زوجه اور سبطین یعنی امام حسن اور امام حسین علیھا السلام که جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں کی طاہره، مطہره، تقیه، نقیه، رضیه، مرضیه، اور زکیه مادر گرامی ہیں اور تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ ایسا دور که جسکا شمار تیرے سوا ہر کسی کی قوت سے باہر ہو۔

اے میرے معبود! درود بھیجے حضرات حسن اور حسین علیھا السلام پر که جو تیری نبی کے سبطین اور جوانان جنت کے سردار اور تیری مخلوق میں تیرے امر کو قائم کرنے والے ہیں۔ اور جسے تو نے رسالت کے ساتھ معبوث فرما اس پر دو دلیلیں اور تیرے عدل کے ساتھ دین کے دو نگھبان اور تیری مخلوق کے درمیان کا فیصله کرنے والے ہیں۔

اے میرے معبود! درود بھیجے علی بن الحسین علیھا السلام پر که جو تیرے عبد خاص اور تیرے امر کو تیری مخلوق میں حاکم کرنے والے ہیں اور پر دلیل ہیں که جس تو نے اپنی رسالت کے ساتھ معبوث فرمایا اور تیرے عدل ہی کے ساتھ تیرے دین کی نگھبانی کرنے والے ہیں اور تیری مخلوق میں حق کا فیصله کرنے والے، عبادات گزاروں کے سردار ہیں۔اے میرے معبود! درود بھیجے محمد بن علی علیھا السلام پر که جو تیرے عبد خاص اور تیری زمین پر تیرے خلیفه ہیں اور انبیأ کے علم سے پرده اٹھانے والے ہیں۔

اے میرے معبود! درود بھیجے جعفر بن محمد الصادق علیھا السلام پر که جو تیرے عبد خاص، تیرے دین کے ولی اور تیری تمام مخلوق پر تیری حجت ہیں که جو صادق اور نیکو کار ہیں۔

اے میرے معبود! درود بھیجے موسیٰ بن جعفر علیھا السلام پر که جو تیرے عبد صالح ہیں اور تیری مخلو ق میں تیرے حکم سے بولتی تیری زبان ہیں اور تیری تمام مخلوق پر تیری حجت ہیں۔

اے میرے معبود! درود بھیجے علیؑ بن موسیٰؑ الرضا المرتضی پر که جو تیرے عبد خاص اور تیرے دین کے ولی اور تیرے عدل کو قائم کرنے والے ہیں اور تیرے اور اپنے آباؤاجداد صادقین کے دین کے داعی ہیں ایسا درود که جسکا تمہارے بغیر کوئی شمار کرنے کی طاقت نه رکھتا ہو۔

اے میرے معبود! درود بھیجے! محمد بن علی علیھا السلام پر کہ جو تیرے عبد خاص اور تیرے ولیؑ ہیں اور تمہارے امر کو قائم کرنے والے ہیں اور تمہارے راستے کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

اے میرے معبود! درود بھیجے حسن بن علی علیھا السلام پر کہ تیرے امر کے عامل اور تیرے امر کو تیری مخلو ق میں قائم کرنے والے اور تیری حجت اور تیری نبیؐ کے ترجمان اور تیری مخصوص کرامت کے ذریعے تمام مخلوق پر تیرے گواہ ہیں۔ جو تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ تیرا درود ہو ان سب پر۔

اے میر ے معبود! درود بھیجے! تیری حجت، تیری ولی اور تیری مخلوق میں تیرے امر کو قائم کرنے والے ایسا درود کہ جو تام و تام اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہو اور انکی کشائش میں جلد فرما اور کشائش ہی کے ذریعے انکی مدد فرما اور ہمیں دنیا و آخرت میں انکے ساتھ شمار فرما۔

اے میرے معبودؑ! میں ان حضرات علیھم السلام کی محبت کے وسیلے سے تیری خوشنودی چاہتا ہو ں میں انکے دوستوں کودوست اور انکے دشمنوں کو دشمن رکھتا ہوں انکے صدقے مجھے دنیا و آخرت کی خیر عطا فرما اور انکے صدقے ہی مجھ سے دنیا و آخرت کا شر دور فرما اور قیامت کے خوف سے نجات عطا فرما۔

پھر تم قبر مطہر کے سرہانے بیٹھ جاؤ اور کہو:

سلام ہو آ پ پر اے اللہ کے ولیؑ، سلام ہو آپؑ اے اللہ کی حجتؑ، سلام ہو آپؑ پر اے زمین کے اندھیروں میں اللہ کے نور، سلام ہو آپؑ پر اے دین کے ستون، سلام ہو آپؑ پر اے آدمؑ صفی اللہ کے وارث، سلام ہو آپ پر اے نوحؑ فجی اللہ کے وارث، سلام ہو آپؑ پر اے ابراہیمؑ خلیل اللہ کے وارث، سلام ہو آپؑ پر اے اسماعیلؑ ذبیح اللہ کے وارث سلام ہو آپؑ پر اے موسیٰ کلیم اللہؑ کے وارث، سلام ہو آپؑ پر اے عیسیٰؑ روح اللہؑ کے وارث، سلام ہو آپ پر اے خاتم النبین اور حبیب رب العالمین محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیھا کے وارث، سلام ہو آپؑ پر اے امیر المومنین ولی اللہ علی ابن ابی طالب علیھا السلام کے وارث، سلام ہو آپؑ پر اے جنتی عورتوں کی سردار فاطمہ الزہرا علیھا السلام کے وارث، سلام ہو آپؑ پر اے ابو محمد حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے وارث، سلام ہو آپؑ پر اے عبداللہ الحسین علیہ السلام کے وارث،

سلام ہو آپؑ پر اے علی بن الحسین علیھا السلام سید العابدین کے وارث سلا م ہو آپؑ پر اے محمد بن علی علیھا السلام اولین و آخرین کے علوم سے پردہ اٹھانے والے کے وارث، سلام ہو آپؑ پر اے سچے، نیکو کار و امین جعفر بن محمد علیھا السلام کے وارث، سلام ہو آپؑ پر اے حکیم کاظم ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیھا السلام کے وارث، سلام ہو آپؑ پر اے صدیق، شہید، خوشبخت، مظلوم اور مقتول۔

سلام ہو آپؑ پر اے صدیق، وصی، نیکو کار اور تقی

میں گواہی دیتا ہوں کہ یقینا آ پ نے نماز کو قیام بخشا اور زکوٰۃ کو ادائیگی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو رواج دیا اور آپ نے اللہ کی اس خلوص سے عباد ت کی کہ یقین کی حدوں کو پیچھے چھوڑدیا۔ سلام ہو آپؑ پر اے ابو الحسنؑ اور اللہ کی تمام رحمت اور تمام تر برکات بھی۔ کہ وہ حمید بھی ہے اور مجید بھی ہے اللہ کی لعنت ہو اس امت پر کہ جس نے آپؑ کو قتل کیا، اللہ کی لعنت ہو اس امت

پر کہ جس نے آپ پر ظلم کیا، اللہ کی لعنت ہو اس امت ہو کہ جس نے آپ حضرات اھل بیت علیھم السلام پر ظلم و جور اور بدعت کی بنیاد ڈالی۔

پھر قبر کو سینے سے لگاؤ اور کہو: ''اے میرے معبود! میں نے تیری خاطر اپنی سرزمین کو چھوڑا اور تیری رحمت ہی کی امید پر اپنے وطن سے دور ہوا۔ مجھے رسوا مت کرنا اور مجھے میری حاجت کی برادری کے بغیر واپس مت بھیجنا۔ اور تیرے رسولؐ کے بھائیؑ کے بیٹےؑ کی قبر کے پاس میرے آنے کے سبب مجھ پر رحم فرما۔ میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں میں آپؑ کی زیارت کے لیے آیا ہوں۔ مہمان بن کر آیا ہوں۔ اور میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اسکی معافی کا طلبگار ہوں۔

میری کمر پرگناہوں کا بوجھ ہے۔ پس قیامت کے روز اللہ کی دربار میں میری شفاعت فرمائیے گا وہ روز کہ جو میری محتاجی، میری تنگدستی اور میری فاقہ شکنی کا دن ہوگا۔ آپ کا توا للہ کے ہاں مقام محمود ہے اور آپؑ اللہ کے نزدیک وجیہ ہیں۔

پھر تم داہنا ہاتھ بلند کر کے پھیلاؤ اور باہنا ہاتھ جریر پر پھیلا کر رکھو اور کہو: ''اے میرے معبود! میں ان حضرات علیھم السلام کی محبت اور ولایت کے وسیلے سے تیری خوشنودی و قرب چاہتاہوں۔ میں ان حضراتؑ کے آخری سے بھی اتنا محبت کرتا ہوں کہ جتنا ان حضراتؑ کے پہلے سے کرتا ہوں اوراللہ کے نزدیک ان حضرات علیھم السلام کے علاوہ ہر پیشوا سے برات کا اظہار کرتا ہو ں۔ اے میرے معبود! ان پر لعنت فرما کہ جنھوں نے تیری نعمت کو بدل ڈالا اور تیرے نبیؐ پر تہمت باندھی اور تیری آیات کا انکار کیا۔ اور تیرے امامؑ کا تمسخر اڑایا اور لوگوں کو آل محمدؐ کی دشمنی کے راستے پر ڈالا۔ اے اللہ میں ان پرلعنت کے ذریعے تیری ہی خوشنودی چاہتا ہوں اور ان سب سے دنیا و آخرت میں برات کا اظہار کرتا ہوں۔ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑ ھ کر رحم کرنے والے۔

پھر قبر مطہر کی پائنتی کی طرف جاؤ اور کہو: ''اللہ کا درود و سلام ہواے ابو الحسن آپؑ پر۔ اللہ کا درود و سلام ہو آپ کی روح، آپ کے جسد نورانی اور مبارک بند ن پر۔ آپؑ نے صبر کیا۔ آپؑ صادق اور مصدق ہیں اللہ قتل کرے ان لوگوں کو کہ جنھوں نے اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں سے آپؑ کو شہید کیا۔

پھر امیر المومنین علی علیہ السلام، امام حسن اور امام حسین علیھا السلام اور تمام اھل بیت رسول اللہ علیھم السلام کے قاتلوں پر لعنت کرتا رہے۔ پھر قبر کے پیچھے سے ہوتا ہوا سرہانے آؤ اور دو رکعت نماز ادا کرو جنمیں سے ایک رکعت میں الحمد اور یس پڑھو اور دوسری رکعت میں الحمد اور سورۃ الرحمن پڑھو اور پوری گریہ و زاری سے دعا کی کوشش کرو۔ اور پنی ذات، اپنے والدین اور تمام بھائیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ دعا کرو اور جتنا چاہو سرہانے قیام کرو اور قبر کے نزدیک نماز پڑھو۔

اور عیون میں ہے کہ جب تم وداوع کا ارادہ کرو تو کہو: ''سلام ہو آپؑ پر اے امیر مولاؑ اور میرے مولاؑ کے فرزندؑ! اور اللہ کی تمامتر رحمت اور برکات بھی۔ آپؑ ہمارے لیے عذاب سے بچاؤ کی ڈھال ہیں اور یہ وقت میرا آپؑ کی دربار سے واپسی کا ہے۔ اگر آپؑ اجازت دیں تو میں آپ سے منہ پھیرے بغیر جارہاہوں میرا جانا کسی کو آپ کا نعم البدل بنانا یا آپؑ کے برخلاف اثر نہ ہے۔ میں آپ کی قربت سے بھاگنا نہیں چاہاتا میری جان کو مسائل درپیش ہیں کہ میں نے اھل و مال اور اولاد و اوطان کو چھوڑا ہے۔ پس آپؑ میری حاجت فقر اور فاقہ کے دن میری شفاعت فرمائیے گا کہ جس دن میرے رشتہ دار اور میرے خاندان والے

میرے کسی کام کے نہ ہونگے جس دن میرے والدین اور اولاد بھی میرے لیے کچھ نہ کرسکیں گے۔ اس اللہ سے سوال کرتا ہو ں کہ جس نے آپؑ کی طرف رحلت کو میرا مقدر بنایا کہ وہ آپ کے صدقے میری پریشانیوں کو دور فرمائے۔ اور اس اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ جس نے آپؑ کے مقام سے جدائی میرا مقدر بنایا کہ وہ میری اس زیارت کو آخری زیارت قرار نہ دے اور میرا آخری رجوع قرار نہ دے۔ اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ میری آنکھوں کے آپؑ پر گریہ کرنے کو میری آخرت کے لیے اچھا سبب اور ذخیرہ قرار دے۔ میں اس اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ جس نے آپؑ کی مزار مجھے دکھائی اور آپؑ کے سامنے مجھے سر تسلیم خم کرنے کی ہدایت نصیب فرمائی اور مجھے آپؑ کی یہ زیارت کرنے کا شرف بخشا کہ وہ مجھے آپ کے پاس حوض پر وارد فرمائے اور جن میں آپ کی رفاقت نصیب فرمائے۔ سلام ہو آپ پر اے اللہ کے چنیدہ، سلام ہو آپؑ ہر اے امیر المومنینؑ اور رب العالمین کے رسولؐ کے وصیؑ، اے روشن چہرے والوں کی قیادت کرنے والے۔ سلام ہو آپ حضراتؑ پر اے جوانان جنت کے سردار حسنؑ اور حسینؑ۔

سلام ہو ائمہ الھدی پر۔۔۔ پھر تم تمام ائمہ علیھم السلام میں سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ نام۔۔۔ علیھم السلام و رحمة اللہ و برکاتہ، سلام ہو تسبیح و قیام کے ذریعے اللہ کے امر پر عمل کرنے والے ملائکہ پر۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر اے میرے معبود! میری اس زیار ت کو آپ کے پاس میری آخری زیارت شمار نہ فرما۔ پس اگر یہ میری آخری زیار ت ہے بھی تو مجھے آپؑ اور آپؑ کے آباء اجداد علیھم السلام کے جو شہید ہوچکے کے ساتھ محشور فرما۔ اور اگر مجھے باقی رکھتا ہے تو اے پالنے والے! مجھے ہمیشہ جب تک میں باقی ہوں آپؑ کی زیارت نصیب فرمانا یقینا تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اور تم کہو: اے مولاؑ میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اللہ پر ایمان اور جسکی طرف آپ نے دعوت دی اور جس کی طرف آپ نے راہنمائی فرمائی پر ایمان کے ساتھ آپؑ پر سلام بھیجتا ہو ں۔ اے میرے معبود! مجھے ان حضرات علیھم السلام کی مزید محبت اور مودت جب تک میں باقی ہو ں ہمیشہ نصیب فرما۔ سلام ہو اللہ کے ملائکہ پر سلام ہو بنی اللہؐ کے فرزندؑ کے زائرین پر۔ سلام ہو آپؑ پر میری طرف سے جب تک میں باقی ہوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور سلام دائمی ہو جب میں فنا ہوجاؤں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر۔

جب تم قبہ سے نکلو تو آپؑ کی مزار اقدس سے منہ منت موڑو کہ جب تک تمہیں وہ دکھتی رہے۔ ان شاء اللہ۔

اور کامل الزیارت میں کہا گیا ہے کہ مجھے بیان گیا حکیم بن داؤ د بن حکیم نے، اس نے عمرو بن ھشام سے، اس نے ہمارے اصحاب میں سے کسی سے روایت کی ہے کہ جب تم امام رضا علیہ السلام کے مزار اقدس پر جاؤ تو کہو:"اے میرے معبود! درود بھیجے! علی بن موسیٰ الرضا علیھا السلام پر کہ جو مرتضیٰ، امام، تقی، نقی اور تیری زمین کے اوپر سے تحت الثریٰ تک تیری حجت ہیں۔ جو صدیق و شہید ہیں ایسا بہت سا درود کہ جو پھیلنے والا۔ طاہر، متواتر اور مترادف ہو۔ اس سے افضل کہ جو تو نے اپنے اولیا ء میں سے کسی پر بھیجا ہے۔

اور کعفمی نے مصباح میں کیا ہے کہ آپؑ کی زیارت کے وقت غسل واذن دخول کے بعد کہو:"الھم صلی علیٰ۔۔۔ الیٰ آخر کہ جو گزر چکا ہے۔

پھر تم دو رکعت نماز زیارت پڑھو اور دواع کے وقت کہو: سلام ہو آپؑ پر اے اللہ کے ولیؑ اور اللہ کی تمامتر رحمت اور تمامتر برکات بھی۔ اے میرے معبود! اپنے بنیؐ کے فرزندؑ اور تیری مخلوق پر تیری حجت کی اس میری زیارت کو میری آخری زیارت قرار مت دینا۔اور مجھے آپؑ کے ساتھ تیری جنت میں جمع فرمایا:”اور مجھے آپؑ کے لشکر میں شہدا و صالحینور آپؑ سے حسن رفاقت رکھنے والوں کے ساتھ محشور فرمانا۔ میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اللہ پر، اللہ کے رسولؐ پر۔اور جو آپ لائے اس پر اور جس کی طرف آپ نے راہنمائی فرمائی اس پر ایمان کے ساتھ آپ پر سلام بھیجتا ہوں۔ اے میرے معبود! ہمیں گواہوں میں شمار فرما۔